انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔ الحدیث
عقیدہ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا
عقیدۃ ختم النبوۃ
جلد گیارہویں
الناشر
الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ
کراتشی پاکستان

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔ الحدیث

مشتمل بر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا

عقیدہ ختم نبوت

جلد گیارھویں

ناشر
الادارۃ لتحفیظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.aqaideislam.org
www.khatmenabuwat.com

قَصِیدَہ بُردَہ شریف

از: شیخ العرب والعجم امام محمد شرف الدین بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اے میرے مالک و مولیٰ درود و سلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجاء ہیں دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَکُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ در اصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسْلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ عزوجل کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح وقلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکالیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسْلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ عزوجل نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امامِ اہلسنت مجدّدِ دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہارتشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنّت،
اہل علم حضرات اور تنظیموں کا
تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے
جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے
موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں
ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا
اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں
ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا
انتظار رہے گا۔

الإدارة لتحفيظ العقائد الإسلامية

جمیع الحقوق محفوظۃ

نام کتاب: عقیدۃ ختم النبوۃ

ترتیب وتحقیق: حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: گیارہویں

سن اشاعت (اول): 2010ء / ۱۴۳۱ھ

قیمت: -/450

14 جلدوں میں مطبوعہ کتب کی فہرست اور مکتبوں کے ایڈریس کتاب کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: ''عقیدہ ختم نبوت'' کے سلسلے میں حتی الامکان سنین کے اعتبار سے کتابوں کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مگر طباعت کے تقاضوں کے پیش نظر بعض کتب میں اس ترتیب کو برقرار نہیں رکھا جاسکا ہے۔ (ادارہ)

ناشر: الادارۃ لتحفیظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.aqaideislam.org

www.khatmenabuwat.com

فہرست
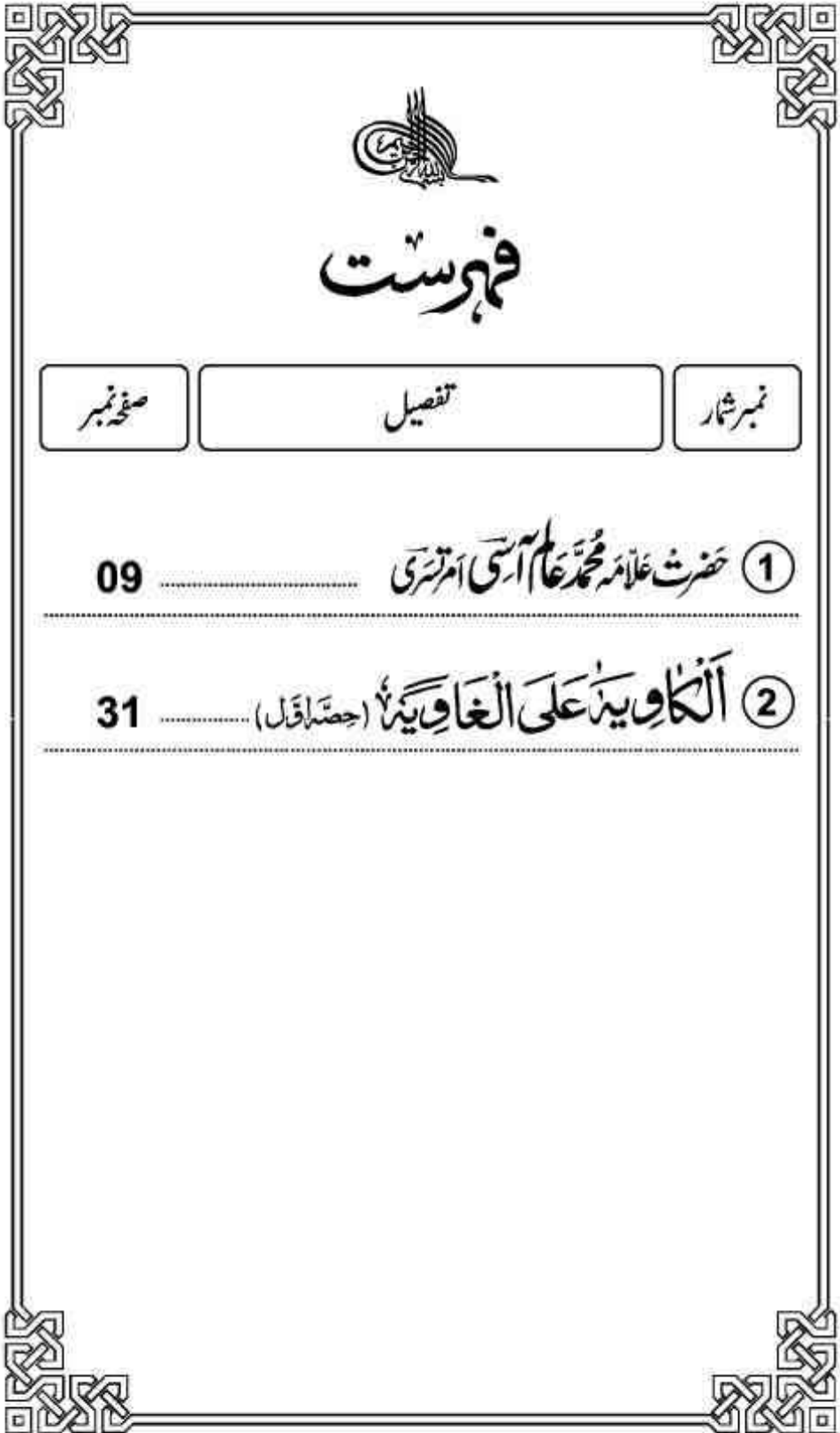
گنجینۂ علم، قاطع مذاہب باطلہ، الحافظ، الحکیم

حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری

- حالاتِ زندگی
- ردِّ قادیانیت

گنجینۂ علم، قاطع مرزائیت

حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری

حالات زندگی:

بحر العلوم الحافظ الحکیم حضرت علامہ مولانا محمد عالم آسی نور اللہ مرقدہ اپنے عہد کی ایک نابغہ روزگار ہستی تھے۔ وہ ایک عظیم استاد، عربی داں، ادیب اور نامور عالم دین تھے۔ انہیں فقہ، حدیث، تفسیر کی باریکیوں سے لے کر اسلامی تاریخ ، مذاہب و مسالک پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ یہ ہی نہیں بلکہ منطق، فلسفہ اور علم کلام کے بھی بے مثل عالم دین تھے۔ انہیں فارسی، ہندی، گورمکھی، کشمیری، پنجابی، عبرانی اور سریانی اور انگلش زبان پر بھی مکمل دسترس حاصل تھی۔ الغرض علامہ محمد عالم آسی علم کا ایک بحر ناپیدا کنار تھے۔

ولادت باسعادت:

عارف نامدار حضرت علامہ مولانا حکیم حافظ ابوالدراسۃ محمد عالم آسی نقشبندی مجددی راگھوی ثم امرتسری قدس سرہٗ بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۱۲ر رمضان المبارک ۱۲۹۸ھ کو موضع کولوتارڈ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔

خاندان کا اجمالی تعارف:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ جاٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندانی پس منظر روحانی و علمی ہے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی نام نامی حضرت مولانا حکیم مفتی حافظ حمید الدین الشہیر بہ عبدالحمید چشتی نقشبندی قادری سہروردی (کولوی ثم راگھوی) قدس سرہٗ تھا، جو انتہائی زاہد و عابد ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے عظیم فاضل اور مفتی تھے، علاوہ ازیں بے مثل خطاط اور قابل طبیب بھی تھے، شعر و ادب سے لگاؤ تھا اور فقیر تخلص

فرماتے تھے، ۱۲ر محرم ۱۳۲۱ھ کو وفات پائی، مزار پر انوار کولوتارڑ میں ہے۔

حضرت علامہ آسی رحمۃ اللہ علیہ کے جدامجد کا نام حضرت مولانا حکیم مفتی میاں غلام احمد المعروف بہ حضرت حضوری قدس سرہٗ تھا، جن کا امتیازی وصف عشق ختم الرسل مولائے کل ﷺ تھا، آپ کو حضور اکرم ﷺ کے جمال وروئے زیبا کی کئی بار زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے ۱۸ر ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ کو وفات پائی اور کولوتارڑ میں ہی محوخواب ابدی ہوئے۔

جدامجد کی دُعا:

علامہ آسی قدس سرہٗ کے برادر خورد حضرت علامہ مولانا حکیم محبوب عالم راگھوی علیہ الرحمہ اپنے والد بزرگوار سے روایت فرماتے ہیں کہ جب آپ کی عمر چھ سات ماہ ہوئی تو ایک دن آپ کے دادا ولی کامل حضرت مولانا غلام احمد علیہ الرحمہ متوطن کولوتارڑ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ نے آپ کے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال کر چوسائی اور پنجابی کا یہ شعر پڑھا۔

محمد عالماں چل علم پڑھئے   علم دی بات نوں مضبوط پھڑیئے

خدا کے حکم سے ہر دو الفاظ ''چل'' اور ''مضبوط'' کا ایسا اثر ہوا کہ عالم شاہد ہے۔

تعلیم:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ نے ابتدائی تعلیم والد گرامی اور ناناجان مولانا حکیم مفتی غلام حسن نقشبندی قادری (متوفی ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ، مدفون موضع بھٹی چک، ضلع گوجرانوالہ) سے حاصل کی، بعد ازاں مدرسہ نعمانیہ لاہور چلے گئے اور وہاں استاذ

الا فاضل حضرت مولانا علامہ مفتی غلام احمد (کوٹ اسحاق) ،عربی زبان کے ادیب مولانا محمد حسن فیضی اور دیگر اساتذۂ مدرسہ نعمانیہ سے فیض یاب ہوئے ، ازیں علاوہ مولانا غلام محمد بگوی علیہ الرحمہ (خطیب بادشاہی مسجد لاہور) فخر الاماثل حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ (بیگم شاہی مسجد لاہور) اور مفتی عبداللہ ٹونکی (اورینٹل کالج لاہور) جیسے عظیم افاضلِ وقت سے اکتساب علم کیا۔

بعد ازاں مولوی عالم ، مولوی فاضل ، منشی فاضل ، ادیب فاضل ، مختار عدالت ، حکیم حاذق اور زبدۃ الحکماء کے امتحانات پاس کیے ، ان امتحانات میں سے مولوی فاضل اور زبدۃ الحکماء کے امتحانات میں پنجاب بھر میں اوّل آئے اور طلائی تمغے حاصل کئے ، بعد میں ہندی اور انگریزی زبانوں میں بھی کافی مہارت پیدا کرلی ، جس کی دلیل آپ کے بیاضات کی مختلف تحریریں ہیں ، آخر عمر میں قرآن مجید بھی حفظ کرلیا تھا۔

درس وتدریس:

جامعہ نعمانیہ سے فراغت کے بعد جامعہ نعمانیہ ہی میں اوّل مدرس مقرر ہوئے ، پھر کچھ عرصہ بعد مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد میں پڑھاتے رہے ، اسی طرح جب مولوی فاضل کے امتحان میں پنجاب بھر میں اوّل آئے اور آپ کو ایک سال کے لئے ۲۰ روپے ماہوار وظیفہ ملا تو اورینٹل کالج میں بھی پڑھاتے رہے ، بعد ازاں امرت سر چلے آئے ، وہاں مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ سے منسلک ہوئے۔

مگر کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد لاہور چلے آئے اور یہاں ایک پریس میں سنگ سازی کرتے رہے پھر امرتسر چلے گئے ۔(قلمی یادداشت از حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ) اور ایم اے ہائی اسکول میں عربی کے اوّل مدرس مقرر ہوئے ، اسی طرح جب یہ

اسکول کالج بنا تو آپ پروفیسر ہو گئے اور بالآخر یہیں سے ریٹائر ہوئے۔

آپ نے انجمن اسلامیہ امرتسر (جس کے تحت اسکول اور کالج چلتے تھے) کی ملازمت سے فراغت کے بعد بھی پرائیویٹ طور پر تدریس کا شغل جاری رکھا اور یہ سلسلہ تدریس کسی ایک علم پر موقوف نہیں ہوتا تھا بلکہ طالبانِ علم آپ سے مختلف علوم کی تحصیل کیا کرتے تھے جن میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، صرف ونحو، ادب فارسی، کتابت، طبابت بالخصوص عربی ادب وغیرہ شامل تھے۔

تلامذہ:

حضرت آسی کے بے شمار تلامذہ ہیں، چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی، مولانا محمد الدین غریب، ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم اے پی ایچ ڈی، اسلام آباد، حافظ محمد عبداللہ ایم اے اکاؤنٹنٹ جنرل آفس لاہور، مولانا غلام ترنم امرتسری (مدفون لاہور)، فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی (مدفون بجوار میاں میر رحمۃ اللہ علیہ لاہور، حکیم غلام قادر چشتی امرتسری (آپ حضرت آسی کے رفیق خاص اور اُن کے مزار کے متولی تھے، مدفون ملتان)، مولانا پیر حبیب اللہ نقشبندی (مدفون گجرات، پنجاب) ابوالبیان مولانا محمد داؤد فاروقی ابن مولانا نور احمد امرتسری (مدفون امرتسر) استاذ الاطباء حکیم محمد نور الدین نظامی امرتسری، صدر مجلس اطباء (مدفون بورے والا ضلع وہاڑی)، استاذ الاطباء حکیم محمد شمس الدین نظامی امرتسری حکیم حاذق، (مدفون پاکپتن)، حکیم محمد جلال الدین امرتسری (مدفون پاکپتن)، حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری **بانی مرکزی مجلس رضا لاہور** (مدفون بجوار حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ، لاہور)، عبدالمجید جامی (تھائی لینڈ) محمد شریف ساجد (راولپنڈی)، آغا خلش کاشمیری (مدفون بمبئی)، مولانا پیر عبدالسلام ہمدانی

امرتسری (مدفون لاہور)۔

بیعت:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ شہرہ آفاق شیخ طریقت حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی نقشبندی مجددی مظہری دہلوی قدس سرہٗ سے نہ صرف بیعت بلکہ مجاز بھی تھے۔

وفات:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کا وصال ۲۸ رشعبان المعظم ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء بروز جمعۃ المبارک دن کے ایک بجے امرتسر میں ہوا، آپ کا مزار پختہ بنا ہوا تھا مگر تقسیم ہند کے بعد اس کا نشان مٹا دیا گیا۔

تصانیف:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کی دینی تحقیق کا آخری مرحلہ ''تفسیر قرآن'' تھا، مگر افسوس کہ مشیت ایزدی نے وقت نہ دیا اور آپ یہ کام ادھورا چھوڑ کر راہی دار بقا ہوئے، حضرت کے وہ تمام مسودات جن پر آپ نے تفسیر کا کام شروع کیا تھا، راقم کے پاس محفوظ ہیں، اور یہ دو عدد نسخہ قرآن مجید، دو رجسٹروں اور تین پاکٹ بکس پر مشتمل ہیں، ان شاء اللہ العزیز ان نوادر کا کسی موقع پر تعارف کرایا جائے گا، تاہم احقر یہاں صرف ان مضامین کے اسماء پر اکتفا کرتا ہے جو آپ نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں سپرد قلم فرمائے۔

۱۔ سورۂ فاتحہ (قرآن مجید کا ابتدائی جزو)، مطبوعہ ماہنامہ البیان امرتسر، اپریل ۱۹۴۳ء۔

۲ ......تشریحات متعلقہ سورۂ فاتحہ، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، ۱۲/محرم/۲۱/

جون (۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) تا ۱۱رجمادی الثانی ۱۴رنومبر (۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء)۔

۳...... سورۂ فیل کی تفسیر اور علامہ فراہی، مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، اکتوبر ۱۹۳۸ء تا جون ۱۹۳۹ء۔

ردِّ مرزائیت:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کی شہرت مدام کا سبب آپ کی ردّ مرزائیت میں مشہور کتاب ''الکاویہ علی الغاویہ'' بھی ہے، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ردّ مرزائیت وغیرہ میں ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کی حیثیت رکھتی ہے،

۱......الکاویہ علی الغاویہ (اُردو) جلد اوّل، مطبوعہ مارچ ۱۹۳۱ء، صفحات ۴۱۶۔

۲...... الکاویہ علی الغاویہ (اُردو) جلد دوم، مطبوعہ ستمبر ۱۹۳۴ء، صفحات ۴۵۰۔

الحمد للہ ادارہ تحفظ عقائد اسلام نے عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر اپنے عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا کیلئے جلد اول مطبوعہ ۱۹۳۱ء اور جلد دوم مطبوعہ ۱۹۳۴ء کے نسخے حاصل کر کے تقریباً اسی (۸۰) سال بعد نئے سرے سے طباعت کا شرف حاصل کیا ہے اور پچھلے نسخوں کی اغلاط، بے ربط اور غیر متعلق جملوں کی بھی تصحیح کر دی ہے۔ تاہم بعض مقامات کی پرنٹ واضح نہ ہونے کی وجہ سے اب بھی اصلاح طلب ہیں۔

علامہ آسی نے اپنی اس تصنیف میں بڑی آزادی کے ساتھ مرزائی مذہب کے تمام میسر شدہ لٹریچر، اشتہارات و پوسٹر وغیرہ کا خلاصہ مع تنقیدات درج کر دیا ہے۔ نیز یہ کتاب کسی اور کی جانب سے مرزا قادیانی کے خلاف پیش کردہ مواد کا بھی احاطہ کرتی ہے۔

ابتداء میں علامہ موصوف نے الکاویہ علی الغاویہ عربی میں تحریر فرمائی تھی جس کی فوٹو کاپی علامہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مخزونہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی میں موجود ہے۔ اس

کتاب کے سرورق پر علامہ حکیم موسیٰ امرتسری کی یہ تاریخی نوٹ مذکور ہے:

''علامۃ الدہر حضرت قبلہ محمد عالم آسی کی یہ تصنیف عربی زبان میں لکھی جانے والی اولین مبسوط و مدلل کتب (ردقادیانیت) میں شمار ہوتی ہے مگر اس لئے طبع نہ کروائی گئی کہ فاضل علام مصنف کے معاصرین نے یہ مشورہ دیا کہ عربی کی بجائے اردو میں چھپوائیں تاکہ عوام الناس بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ چنانچہ حضرت علامہ آسی نے اپنی کتاب کو اردو جامہ پہنا کر ۱۹۳۱ء میں امرتسر سے چھپوایا''۔

انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا میں آپ کی اس گراں قدر علمی تصنیف پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا گیا ہے کہ ''الکاویہ علی الغاویہ'' میں چودھویں صدی کے ان مدعیان نبوت کے حالات ہیں جنہوں نے امام زمان، مسیح وقت، محمد ثانی، کرشن اور مظہر الٰہی بن کر قرآنی تعلیمات بدلتے ہوئے الگ الگ اپنا دستور العمل مسلمانوں کے سامنے پیش کرکے اپنی تعلیم کو واحد راہ نجات قرار دیا۔ اس کے علاوہ ان قرامطہ و ملاحدہ کا ذکر بھی ہے جنہوں نے ساتویں صدی ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا''۔

علاوہ ازیں حضرت نے اور بھی بہت کچھ لکھا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۳......الجذوۃ النار علی قلوب الفجرۃ الکفار (غیر مطبوعہ۔ اُردو)

(یہ کتاب دراصل الکاویۃ علی الغاویہ، جلد دوم اضافوں کے ساتھ نئے روپ میں ہے)

۴......الکاویۃ علی الغاویہ (عربی) غیر مطبوعہ

۵......الجنتجات علی السلام فی الذب عن حریم الاسلام (عربی، مطبوعہ) یہ مرزائی غلام رسول راجیکی کے پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا۔

۶......مضامین: وہ مضامین جو آپ نے ردّ مرزائیت میں وقتاً فوقتاً رقم فرمائے، ان کی تفصیل

حسب ذیل ہے۔

۱...... خیالاتِ آسی واقعات صلیبی پر ایک نظر (منظوم اُردو)، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴رفروری تا ۱۷راپریل ۱۹۳۲ء

۲...... نائرۃ الحسبان علیٰ مصباح القدیان، الفقیہ، امرتسر، ۷رجنوری تا ۷رفروری ۱۹۳۳ء

۳...... تنقیداتِ نادرشاہیہ بر تبلیغات مذہب مرزائیہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۸رفروری تا ۱۴رمئی ۱۹۳۴ء

۴...... مرزائی تعلیم کے پانچ مباحث اور اہل حق کا ایک پرلطف تعاقب، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۸رجولائی تا ۷راگست ۱۹۳۷ء

۵...... اظہار حقیقتِ مرزائیت بجواب حقیقت احمدیت، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۱راگست تا ۱۴رستمبر ۱۹۳۳ء

۶...... مرزائیت اور اہل اسلام میں فرق، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷رجون تا ۷ردسمبر ۱۹۳۹ء (یہ مضمون اس عرصے میں تین بار مسلسل چھپا)

۷...... ضمیمہ کاویہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷رمئی تا ۲۸رجون ۱۹۳۱ء

۸...... مسیح قادیانی کی الوہیت پر ایک چلتی ہوئی نظر، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷/۱۴ مارچ تا ۲۱/ ۲۸مارچ ۱۹۴۴ء

۹...... ایک مسلمان اور مرزائی کی باہمی گفتگو، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۱راپریل ۱۹۳۶ء

۱۰...... قادیانی نبوت پر ایک غلط قرآنی استدلال اور اس پر بصیرت افروز تبصرہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷راکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۱...... توفی سے قبض روح یا موت مراد نہیں، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷رجنوری ۱۹۲۹ء

۱۲......لفظ توفی پر ایک پر اسرار تبصرہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۸ر جنوری ۱۹۲۹ء

۱۳......مسیح الارض القادیانی اور موسیٰ علیہ السلام کی زندگانی جاویدانی، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۸ر جنوری ۱۹۳۴ء

۱۴......کیا پہلو شگاف برچھی کے زخم سے کوئی نیم مردہ زندہ رہ سکتا ہے، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۸ر جنوری ۱۹۳۴ء

۱۵......عہد قادیانیت میں مدعیان نبوت، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴ر فروری ۱۹۴۰ء

۱۶......پسرش یادگاری پینم، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۷ر اپریل ۱۹۳۵ء

۱۷......کوائف امرتسر، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴ر جون ۱۹۳۶ء

۱۸......امیر شریعت اور مرزائی بیعت، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۷ر اپریل ۱۹۳۷ء

۱۹......مرزائی لٹریچر کا ایک اور غلط مسئلہ، الفقیہ، امرتسر، ۷ر اپریل تا ۲۱ر اپریل ۱۹۳۷ء

۲۰......کیا مرزائی اہل سنت کی مسجد میں قادیانیت کی نشر و اشاعت کر سکتے ہیں؟ مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴/۲۱ دسمبر ۱۹۳۵ء

ردّ اہل قرآن یا چکڑالوی:

اہل قرآن کو چکڑالوی، کمتر ینی فرقہ یا اُمت مسلمہ امرتسر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ گو حضرت علامہ آسی نیان کی تردید بھی الکاویہ علی الغاویہ کے آخری صفحات میں فرما دی تھی، تاہم سعی مزید کے طور پر آپ نے چند مضامین بھی رقم فرمائے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱......القول المقبول فی اطاعت الرسول، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۷/۱۴ دسمبر ۱۹۲۹ء

۲......قرآن الاقرآن فی ریحان القرآن، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۱ر اپریل تا ۷ر مئی ۱۹۳۵ء

۳.....فریضۂ قربانی اور احکام قربانی، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۱ر فروری تا ۷ر مارچ ۱۹۳۵ء

۴.....مسئلہ قربانی پر اُمت مسلمہ امرت سر کا حملہ اور اس کی مدافعت، مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ شریف، جولائی ۱۹۴۳ء

۵.....مسئلہ قربانی پر ایک سرسری نگاہ، مسلم اور مسلمہ کے درمیان تبادلۂ خیالات

۶..... التنقید علی وراثت الحفید (رسالہ)

ردّ مشرقی یا خاکساری مذہب :

الکاویہ علی الغاویہ، جلد دوم کے آخری صفحات پر ردّ مشرقی میں اگرچہ حضرت نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا، تاہم اس کی تردید میں حضرت نے چند رسائل اور مضامین مزید رقم فرمائے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱.....الانتباہیہ علی الافتتاحیہ (غیر مطبوعہ) (کتاب کا سن تصنیف معلوم نہ ہو سکا)

۲.....الانتباہیہ علی الافتتاحیہ، مشرقی کا تذکرہ غلط (مضمون) مطبوعہ شمس الاسلام، بھیرہ، مارچ ۱۹۴۰ء تا جولائی ۱۹۴۲ء

۳.....تبصرہ علی التذکرہ (رسالہ) سن تصنیف ندارد، صفحات ۶۴

۴.....مشرقی سے ایک اہم سوال اور کے ہوا خواہوں سے جواب کا مطالبہ (منظوم)، مطبوعہ شمس الاسلام بھیرہ، ربیع الاوّل ۱۳۶۱ھ/ اپریل ۱۹۴۲ء

۵.....مساجدِ اسلام اور مسلمانانِ عالم دشمن اسلام مشرقی کی نظر میں، مطبوعہ شمس الاسلام، بھیرہ، ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ/ دسمبر ۱۹۴۲ء

ردّ وہابیہ:

حضرت علامہ آسی قدس سرہ نے ردّ وہابیہ میں بھی بہت سے رسائل اور مضامین لکھے، ان رسائل ومضامین سے مختلف موضوعات اخذ ہوتے ہیں:

۱......الارشاد الی المباحث المیلاد، مطبوعہ میلاد نمبر، الفقیہ، امرتسر، ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ/ جولائی ۱۹۳۲ء، ادارہ الفقیہ کی طرف سے یہ کتابی صورت میں بھی شائع ہوئی تھی۔

۲......المیلاد فی القرآن، مطبوعہ الفقیہ امرتسر (ضمیمہ میلاد نمبر) ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ، یہ رسالہ بھی پمفلٹ کی صورت میں دستیاب تھا۔

۳......ضمیمہ میلاد نمبر الفقیہ، ماہ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

۴......ذکر خیر العباد فی محافل الواعظ والمیلاد، ضمیمہ میلاد نمبر الفقیہ ۳/ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ

۵......تذکرۂ حالات یوم النبی ﷺ ضمیمہ میلاد نمبر الفقیہ، ۳/ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ

۶......مجالس میلاد اور علامہ ابن تیمیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴/مئی ۱۹۴۱ء

۷......مجالس میلاد اور مجالس ولیمۃ القرآن، مطبوعہ الفقیہ امرتسر ۲۱/ ۲۸ مارچ ۱۹۴۲ء

۸......محفل میلاد مقدس، مطبوعہ الفقیہ امرتسر ۷/ستمبر ۱۹۲۹ء

مسئلہ قبہ مبارک:

۱۹۲۴ء میں جب نجدیوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کیا تو انہوں نے مزارات ومقامات مقدسہ کو زمین کے برابر کر دیا، اس موقع پر علماء اہل سنت (برصغیر) نے احتجاج کیا، اوران کے اس اقدام کو صریحاً قرآن وسنت کیخلاف قرار دیا، اس موقع پر حضرت آسی نے بھی اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ایک رسالہ لکھا اور ایک مضمون طبع کرایا۔

۱......ازالۃ الرین والمین عن مشاھد الحرمین الشریفین، مطبوعہ ۱۹۲۵ء

۲......بنائے قباب عالیہ بر مزارات مشائخ قدیمہ وحالیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷/۱۴ ستمبر

۱۹۳۶ء

مسئلہ قیام رمضان:

غیر مقلد علماء نے اس مسئلہ کے سلسلہ میں اختلافی بحران پیدا کرنے کی سعی مذموم کی ہے، حضرت علامہ آسی نے اس مسئلہ کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں چند مضامین سپرد قلم فرمائے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱......قیام شھر رمضان، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱رنومبر ۱۹۲۹ء

۲......قیام رمضان عشرون رکعۃ وھی صلوۃ التراویح، الفقیہ امرتسر، ۱۴/۲۱رنومبر ۱۹۳۹ء

۳۔ رسالۂ تراویح، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷ ستمبر تا ۲۱/ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۲ء

۴۔ دفع اعتراضات اہل الرائے، الفقیہ امرتسر، ۷راکتوبر ۱۹۴۲ء تا ۷/۱۴ اپریل ۱۹۴۳ء

رسالہ ضربات الحنفیہ:

یہ رسالہ حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ نے مدیر اخبار محمدی (دہلی) کے رسالہ ''ضرب محمدی'' کے جواب میں رقم فرمایا، جس کا جواب مدیر محمدی دہلی نے اخبار محمدی میں ہی دیا تھا، پھر جواب الجواب حضرت علامہ آسی نے الفقیہ امرتسر میں ''ضمیمہ ضربات الحنفیہ'' کے عنوان سے دیا تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ضربات الحنفیہ علی ہامات الوہابیہ۔ مطبوعہ یکم ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ

۲۔ ضمیمہ ضربات الحنفیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۳رمحرم الحرام ۱۳۴۹ھ/ ۲۱رجون ۱۹۳۰ء تا ۱۸ر رمضان ۱۳۴۹ھ/ ۷رفروری ۱۹۳۱ء

مضامین ردوہابیہ:

وہ مضامین جو حضرت نے مختلف موضوعات پر ردّ وہابیہ کے سلسلے میں رقم فرمائے، تفصیل درج ذیل ہے:

۱......کیا نبی ﷺ غیب دان نہ تھے، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴/ اگست تا ۲۱/ ۲۸/ اگست ۱۹۴۳ء

۲......تقلید شخصی اور اجتہاد، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/ ۲۸/ جون تا ۷/ ۱۴/ جولائی ۱۹۴۴ء

۳......تقلید اور اتباع سلف، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/ جنوری ۱۹۳۹ء

۴......مطائبات، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/ جنوری ۱۹۳۹ء

۵......القول الحسنی فی معراج النبی، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، (معراج نمبر) ۷/ جنوری ۱۹۳۰ء

۶......ایک شبہ اور اس کا دفعیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷/ مارچ تا ۲۱/ مارچ ۱۹۲۹ء

۷......فقرہ **سمع اللہ لمن حمدہ** اور اس کی مشرکانہ تشریح، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴/ تا ۲۱ مارچ ۱۹۳۸ء

۸......فلعنۃ ربنا اعدادرمل، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸/ نومبر ۱۹۲۸ء

۹......رسالہ اشرفیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸ نومبر ۱۹۲۸ء

۱۰......تحسین ناشناس، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷/ اکتوبر ۱۹۴۲ء

۱۱......ارشادات عالیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

مضامین (متفرق موضوعات):

وہ مضامین جو علامہ نے متفرق موضوعات پر رقم فرمائے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱......موجودہ معاشرت نسواں پر ایک نظر، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸/اپریل ۱۹۲۹ء۔

۲......استفتاء، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸/اپریل ۱۹۲۹ء

۳......استفتاء، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/۲۸/اپریل ۱۹۳۴ء

۴......موعظۃ للمتقین (قلمی، غیر مطبوعہ، نامکمل)

۵......اختلاف سنی شیعہ (قلمی، غیر مطبوعہ)

۶......رفع الیدین کرنا خلاف حکم رسول ہے، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۷......وہابیہ ہند کی تاریخ پر اجمالی نظر، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۸......حقیقت مسیح از روئے بائبل، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۹......مناظرہ سنی وشیعہ، فی بنات الرسول الامین، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۱۰......کیا وید شروع دنیا ہی سے ہیں، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۱۱......عیسائی صاحبان کے چند اعتراض اور ان کے جوابات، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴/مارچ ۱۹۴۱ء

رسائل علامہ آسی:

۱......حجاب الغیب، کل صفحات ۱۶ (سن ندارد)

۲......تذکرہ شاہ جیلان، کل صفحات ۳۲، مطبوعہ ۱۹۳۵ء

۳......براہین الحنفیہ لدفاع الفتنۃ النجدیہ، کل صفحات ۸۰، (سن ندارد)

۴......لمعۂ تنقید بر نور توحید، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/۲۸/نومبر ۱۹۳۸ء

تراجم آسی:

۱......قیام رمضان وشرون رکعۃ وھی صلوٰۃ التراویح (رسالہ) (عربی۔اُردو)، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۷ نومبر ۱۹۳۹ء

۲......العقائد الصحیحہ فی تردید الوہابیہ، تصنیف حکیم الامت خواجہ محمد حسن جان سرہندی ٹنڈو سائیں داد (سندھ) متن عربی (اُردو ترجمہ) از علامہ آسی، مطبوعہ ۱۳۶۰ھ

۳......ھدی الرسول والنعمان فی اثبات شرائط الجمعہ باوضح البرھان۔ متن عربی، تالیف مولانا غلام حسن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (بھٹی چک شریف، گوجرانوالہ) یہ بزرگ حضرت آسی کے نانا تھے، اردو ترجمہ مع ضمیمہ جات، علامہ آسی، مطبوعہ ۱۳۳۱ھ

تالیفات آسی:

۱......وضع اطوار محمدی ﷺ، مطبوعہ ۱۳۲۹ھ، کل صفحات ۴۸، اس کی ابتداء میں علامہ کا مبسوط مقدمہ ہے، یہ کتاب حضرت مولانا غلام احمد کے پنجابی اور فارسی کلام کی شرح پر مشتمل ہے۔

گرائمر:

حضرت علامہ آسی کے ایک شاگرد ڈاکٹر ظہور الدین احمد کہتے ہیں کہ:

''عربی میں کمال قدرت رکھتے تھے، عربی میں شعر بھی کہہ لیتے تھے، صرف ونحو میں ان کا تسلط مسلم تھا، تعریف وتحلیل میں ان کا جواب نہیں تھا......آپ کے صرف ونحو کے چودہ اصول مشہور تھے، جن کو ان پر مہارت ہوگئی، سمجھ لیجئے عربی گرائمر میں اسے مہارت ہوگئی، طلبہ کی سہولت کے لئے اُنہوں نے عربی حروف جار اور دیگر حروف کو منظوم کر رکھا تھا، تا کہ یاد کرنے میں آسانی ہو''۔

حضرت کی کتب گرائمر عربی، فارسی وغیرہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱..... رموز الاجزاء الاستحضار الطلباء (طبع دوم) ۱۹۲۱ء/۱۳۴۴ھ، صفحات ۳۲

۲..... رموز الاجزاء لاستحضار الطلباء، طبع ثالث، مطبوعہ فروری ۱۹۳۲ء، صفحات ۴۸

۳..... عربک ٹیچر یعنی کتاب الصرف جدید، مطبوعہ اگست ۱۹۳۲ء، صفحات ۱۱۲

۴..... منظومۃ النحو اُردو، مطبوعہ جولائی ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء، صفحات ۴۸

۵..... کتاب النحو جدید ملقب بہ عربک ٹیچر، مطبوعہ ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء، صفحات ۱۶۰

۶..... بطاقۃ الاجوبۃ فی حل اسئلۃ العاشرۃ المتبعۃ، مطبوعہ مارچ ۱۹۲۵ء، صفحات ۲۴ (یونیورسٹی کے پرچوں کا حل)

۷..... التراجم الاربعۃ، مطبوعہ ستمبر ۱۹۱۳ء، صفحات ۴۸ (درسی کتب کے تراجم معہ ابتدائی صرف نحو)

۸..... نقشہ صرف کبیر باب اوّل معہ صرف صغیر ابواب ثلاثی مجرد (چارٹ)

۹..... نقشہ ''الکلام'' (چارٹ)

۱۰..... نقشہ ''الکلمہ'' (چارٹ)

۱۱..... اُردو گرائمر میں ایک نقشہ ''نقشہ صرف اُردو'' کے نام سے تیار فرمایا تھا۔

۱۲..... فارسی گرائمر میں ایک رسالہ، سرگزشت گرائمر خان، مطبوعہ ۳۰ فروری ۱۹۱۳ء

علامہ آسی نے نہ صرف اس کتاب کے عربی متن کا اُردو ترجمہ کیا بلکہ متن کی مناسبت سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت رسائل لکھے جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی، رسائل کے نام یہ ہیں:

۱۔ لھیۃ القیف فی بحث شرائط الجمعۃ بحسب الکم والکیف (عربی)

۲۔ الفرق بین المذھب والمشرب، کما بین المشرق والمغرب (عربی)

مطب الآسی:

حضرت علامہ آسی کی دو بیاضیں راقم کے پاس محفوظ ہیں، علاوہ ازیں ایک مضمون ''گردن توڑ بخار'' مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اپریل ۱۹۳۵ء بھی راقم کو ملا ہے۔

کلام آسی:

حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام عربی، اُردو اور فارسی میں ملتا ہے، چنانچہ راقم کے پاس جو ذخیرہ ہے ذیل میں اس کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

اردو:

۱......خیالات آسی، واقعات صلیبی پر ایک نظر، الفقیہ امرتسر، ۱۴/فروری تا ۱۷/اپریل ۱۹۴۲ء

۲......مشرقی سے ایک اہم سوال اور اس کے ہوا خواہوں سے جواب کا مطالبہ، مطبوعہ شمس الاسلام بھیرہ ربیع الاوّل ۱۳۶۱ھ

۳......رسالہ منظومۃ النحو (اُردو) مطبوعہ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

۴......تاریخ وفات حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ مکتوبات مجدد الف ثانی ۱۳۸۴ھ، ص ۱۵

فارسی:

۱......قصیدۂ مدحیہ حضرت مولانا احمد سعید بیر بلوی والد گرامی قدر خواجہ محمد عمر بیر بلوی قدس سرہٗ، مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۷۱

۲......قطعۂ تاریخ وفات مولانا غلام مرتضٰی بیر بلوی جد امجد محمد عمر بیر بلوی قدس سرہٗ، مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۶۶

۳......قطعۂ تاریخ وفات مولانا غلام مرتضیٰ بیر بلوی قدس سرہ بلحاظ تیاریٔ مقبرہ۔

۴......فرد بلحاظ مضمونِ بالا از کشکول آسی

۵......قطعۂ تاریخ وفات خلف الرشید نبی بخش بن مولوی علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

۶......قصیدۂ تاریخیہ تازیانہ نقشبندیہ، از کشکول آسی

۷......قصیدۂ مدحیہ از کشکول آسی

۸......قیل فی انتقال صاحب الکمال مولانا مولوی واستاذی غلام احمد نور اللہ مرقدہ۔

۹......تاریخ وصال حضرت مولانا مرحوم از کشکول آسی

۱۰......رثا بر عناء وصال پر ملال شیخ مٹھو صاحب نور اللہ مرقدہ از کشکول آسی

عربی:

۱......مرثیہ مولانا غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ (بیر بلوی) مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۵۶

۲......اشعار فی الاخ واخ الاب از مکتوب علامہ آسی بنام خواجہ محمد عمر بہر بلوی قدس سرہٗ

۳......قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر

۴......قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری مطبوعہ الفقیہ امرتسر

بیاضاتِ آسی:

حضرت علامہ آسی نے حاصل مطالعہ کو تحریر میں لانے کیلئے بیاضیں بھی تیار فرمائیں، ان کو کشکول آسی کا نام دیا، چار جلدوں میں یہ کتاب راقم کے پاس موجود ہے۔

تحریر: **میاں ضمیر احمد وسیر آسی**

(ساکن راگھو سیداں ضلع حافظ آباد)

(بحوالہ: ماہنامہ ''مہر وماہ'' مطبوعہ دسمبر ۱۹۸۰ء، جنوری ۱۹۸۱ء

اَلْکَاوِیَہ عَلَی الْغَاوِیَہ

(حِصّہ اوّل)

جس میں بالخصوص مرزائیوں اور بالعموم ان کذابوں کا رد بلیغ ہے
جنہوں نے تحریف، تنسیخ اور افتراء سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو مصلح قوم،
مہدی، مسیح اور نبی ظاہر کیا اور اسلام کو ایک نامکمل مذہب کی صورت میں
میں پیش کرنے کی مذموم کاوشیں کیں۔

(سنِ تصنیف: 1931ء)

تصنیفِ لطیف

گنجینۂ علم، قاطع مذاہب باطلہ، الحافظ، الحکیم
حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری

فہرستِ الکاویہ علی الغاویہ (حصہ اول)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علی من لانبی بعدہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین وبعد فیقول العبد العاصی محمد عالم عفی عنہ **بن عبد الحمید الوتیر الأسی** عفا اللہ عنہما **لیقل من یؤمن باللہ ورسولہ الحمد للہ رب العالمین .... فمن یھد اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ .... فلیستمع ما اقول ولیصنع لما القی علیہ وھو انہ ......**

مرزائی تعلیم کے متعلق علماء اسلام کی تصانیف سے جو مجھے حاصل ہوا ہے اس کو ترتیب دے کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس کو بنظر استحقار نہ دیکھیں گے اور اگر اس سے کچھ فائدہ ہوا تو مؤلف کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے اور اگر کہیں سقم یا نقص نظر آئے گا تو اس کی تصحیح سے بندہ کو مطلع کر کے ممنونیت کا تمغہ حاصل کریں گے۔

میں اس موقع پر اس رسالہ کا نام بھی آپ کو تشریحاً بتانا چاہتا ہوں کہ اس کو "کاویہ" تصور کیا گیا ہے جو عموماً ٹین سازوں کے پاس ہوا کرتا ہے اور جس سے ٹانکے لگایا کرتے ہیں۔ "**علی الغاویہ**" سے یہ مطلب ہے کہ جن گمراہ کن لوگوں نے مسلمانوں میں تفریق بین المسلمین کا بیڑا اٹھا رکھا ہے ان کے سینہ پر یا ان کے دل میں جو اتحاد بین المسلمین کو دیکھ کر حسد اور کینہ کا گھاؤ پڑ گیا ہے اس پر **عِلاج بِالْکَیّ** کے طریق پر یہ رسالہ داغ دینے کا کام دیتا ہے اور بس۔ کیوں کہ جب انسان علاج سے تنگ آ جاتا ہے تو حسب دستور قدیم "**اخر الدواء الکی**" پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ مگر آج کل چونکہ برف سے یہ

طریق علاج کیا جاتا ہے تو آپ بھی اس کو "کَیّ بَارِد" ہی تصور کریں۔

"رب اشرح لی صدری و یسرلی امری"

۱......مرزائی قادیانی کون تھا اس کے تاریخی حالات کیا ہیں؟

قادیانی نبی کی تاریخ مختصر یہ ہے کہ اس کی ولادت ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۰ء میں ہوئی اور وفات بمقام لاہور احمدیہ بلڈنگس ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء (۱۳۲۶ھ) کو بروز منگل بتقریب میلہ بھدر کالی آ نافانا تقریباً ایک گھنٹہ میں ہی ہوئی۔ جس کی وجہ بقول بعض بند ہیضہ تھا اور بقول بعض دردگردہ کا دورہ تھا۔

اس وقت کے بالمقابل مخالفت اور تردید کرنے والوں کا خیال ہے کہ حضرت صوفی پیر جماعت علی شاہ صاحب کی بددعا کا نتیجہ ہے کہ جھٹ پٹ اس فتنہ سے نجات ملی۔ بہر حال کچھ بھی ہو وفات فوری ہوئی۔ پھر لاش ریل پر لاد کر بٹالہ ضلع گورداسپور میں اتاری گئی جو موٹروں وغیرہ کے ذریعے اٹھوا کر قادیان کے بہشتی مقبرہ کے ایک کونے میں برسر جوہڑ دفن کی گئی اور اب تک وہیں موجود ہے۔ مگر پہلے کی نسبت اس میں کچھ تبدیلی واقع ہوگئی ہے جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ مسلمانوں نے یہ آمادگی ظاہر کی تھی کہ نبی کا جسم سلامت رہتا ہے قبر کھود کر دیکھیں کہ آیا اس معیار پر نبوت مرزا صحیح اترتی ہے یا نہیں؟ تو خلیفہ محمود کو رات کے وقت الہام ہوا کہ دشمن قبر اکھیڑ رہے ہیں۔ اس لئے صبح ہی قبر کو مسطح کر کے لکڑی، اینٹ، پتھر اور روڑی سے تقریباً چھ گز مربع میں پختہ کیا گیا۔ تاکہ کوئی مخالف سرنگ لگانے میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ یا تو نبی کا صحیح الجسم رہنا ان کے نزدیک صحیح روایت نہیں ہے اور اگر صحیح ہے تو "قادیانی نبی" کی نبوت میں شاید پختہ یقین نہیں ہے اور یہی قرین قیاس بھی ہے کیونکہ لاہوری پارٹی قادیانی

کو مسیح تو مانتی ہے مگر اس قدر نبوت کی قائل نہیں ہے جس قدر قادیانی خلیفہ کے مرید اسکی نبوت کو بڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ خلیفہ محمود اپنی کتاب ''انوار خلافت'' کے صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں کہ **العود احمد** رسول ﷺ کا دوبارہ ظاہر ہونا پہلے کی نسبت اعلیٰ اور افضل ہے اور اس عقیدہ کی بنیاد رجعت کبریٰ کے اصول پر ہے جو مذہب شیعہ سے حاصل کیا گیا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ تو حرمین شریفین میں ظاہر ہوئے ہیں اور اسلام کا بیج بو گئے ہیں مگر دوسری دفعہ آپکا مکمل ظہور قادیان ضلع گورداسپور میں ہوا ہے جس سے اسلام کو تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔ لیکن یہ اصول تناسخ تسلیم کرنے کے بعد صحیح تصور ہو سکتا ہے، ورنہ جب اسلامی اصول کی رو سے سرے سے تناسخ ہی باطل ہے تو رجعت کیسے قابل تسلیم ہو سکتی ہے؟

بعض لوگ تو سرے سے یہی کہتے ہیں کہ جب قادیانی نبی کی لاش قادیان لائی گئی تھی تو اس سے ہی نبوت قادیانی مشکوک ہو چکی تھی' کیونکہ اسلام میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ:

''انبیاء علیہم السلام کا مقام وصال ہی ان کی آرام گاہ ہوتا ہے''

اس اصول کو حضرت یوسف علیہ السلام سے توڑا جاتا ہے' مگر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی پہلے مصر میں ہی دفن ہوئے تھے' آپکا صندوق دریائے نیل کے وسط سے اس وقت نکال کر شام میں پہنچایا گیا تھا جبکہ چند صدی کے بعد بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تھی اب یہ اصول قائم رہا کہ **''انبیاء علیہم السلام کا مقام وصال ہی ان کی آرام گاہ ہوتا ہے''**۔ اور اس اصول کے مطابق قادیانی نبوت کو بھی اس وقت صحیح ماننا قرین قیاس تھا جبکہ کچھ عرصہ کے لئے لاہور میں قادیانی نبی کو بھی دفن کیا جاتا اور مناسب یہی تھا کہ اس دارالہجرۃ میں ہی مقبرہ بنا رہتا کیونکہ **العود احمد** کے قاعدہ کے مطابق قادیانی نبوت ظل اور وجود ثانی نبوت محمدیہ کے بننے کی دعویدار تھی مگر نہ معلوم کس کمزوری یا مجبوری سے اس

معیار کے مطابق ''تصحیح نبوت'' نہ کی گئی۔

سلسلۂ نسب کے متعلق ''براہین'' میں لکھا ہے کہ قرا چار قوم برلاس (مغلیہ خاندان) کا بہترین فرد سب سے پہلے چھٹی صدی ہجری میں مسلمان ہوا اور چغتائی خاندان کا وزیر رہا۔ اخیر میں جنگی وزارت پر بھی مامور ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی قوم برلاس کو سمرقند سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر موضع کش میں آباد کیا جہاں اسکے پوتے برقال کے ہاں دولڑکے پیدا ہوئے طراغی اور حاجی برلاس جو شیخ شمس الدین فاخوری کے دونوں مرید بنے اور جب طراغی کے ہاں فرزند پیدا ہوا اور شیخ کی خدمت میں پیش کیا اور شیخ نے سورۂ ملک پڑھتے ہوئے اس کا نام تیمور رکھا۔ برلاس اور اسکی بیوی حلیمہ گو بڑے نامور تھے مگر تیمور نے ان سے حکومت چھین لی تھی اور کش سے نکال دیا تو برلاس خراسان میں جا مرا اور جب تیمور نے خراسان فتح کیا تو وہ علاقہ اپنے چچازاد بھائیوں کو جاگیر میں دیا اور برلاس کی اولاد میں سے ہادی بیگ پیدا ہوا جس نے ۹۰۰ھ میں اپنا وطن خراسان چھوڑ کر کش کو اپنی قیامگاہ بنالیا چند ایام کے بعد وہاں سے نکل کر دریائے بیاس کے کنارے جنگل میں پناہ لی اور اسلام آباد گاؤں کی بنیاد ڈالی اور یہیں اپنی قوم کا قاضی بن گیا۔ اب اسلام آباد کو قاضی ماجھی کہنے لگے پھر بگڑ کر صرف قاضی رہ گیا بعدازاں قاضیان بنا اور بگڑ کر قادیان کی شکل اختیار کی۔

سکھوں کے عہد میں قاضی عبید اللہ مغل قادیانی اپنے علاقہ میں حکمران تھے گورنر لاہور نے قاضی صاحب کو قادیان سے نکال دیا اس نے چند نفوس کے سوا سب قادیانی مار ڈالے جن میں سے مرزا گل محمد سلطنت کی طرف سے دوبارہ قادیان کا حکمران بن گیا۔ اس وقت اسکا نام مکہ بھی تھا کیونکہ مرزا گل محمد کے دستر خوان پر رات دن ساٹھ ستر مہمان رہتے تھے اور اسلامی تعلیم کا مرکز تھا اس لئے کاسہ لیسوں نے اسے مکہ کہنا شروع کر دیا مگر سکھوں نے گل محمد کے قبضہ میں صرف پچیاسی دیہات کی ریاست چھوڑ دی۔ باقی خود سنبھال

بیٹھے۔اور جب مرزا عطا محمد ولد گل محمد گدی نشین ہوا تو اس وقت صرف قادیان پر ہی قبضہ رہ گیا تھا۔اس وقت اسکے اردگرد چار برج اور فصیل بھی موجود تھی اس کا بھی سکھوں نے محاصرہ کرلیا اور رام گڑھی سکھوں نے سمجھوتہ کی غرض سے قلعہ کے اندر آ کر دروازہ کھول لیا۔اور اپنی فوجیں واخل کر کے قادیان کو فتح کرلیا۔عطا محمد جان بچا کر کسی ریاست میں پناہ گزین ہوا اور وہیں مرا۔تو اس کے بیٹے غلام مرتضی حکیم نے رنجیت سنگھ کے دربار میں رسوخ پیدا کر کے قادیان کو معہ پانچ گاؤں کے دوبارہ حاصل کیا کچھ عرصہ بعد مرزا غلام احمد اس کے ہاں پیدا ہوا۔اور اسی سال رنجیت سنگھ مر گیا (۲۷/جون ۱۸۳۹ء) غلام احمد کیساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی مگر وہ جلد مر گئی۔ابتدائی تعلیم مولوی فضل الٰہی کے سپرد ہوئی۔دس سال کے بعد انتہائی تعلیم کے لئے مولوی فضل احمد کے سپرد کیا گیا۔سترہ سال گزرے تو مولوی گل علی شاہ نے فلسفہ، منطق اور نحو کی تکمیل کرائی اور خود مرزا غلام مرتضی نے طب بھی پڑھا دی۔اسکے بعد ریاست واپس دلانے کے مقدمات میں اپنے فرزند غلام احمد کو لگا دیا مگر کامیابی نہ ہوسکی بلکہ اسمیں انعام ماہواری اور پنشن بھی خرچ ہو جاتی تھی مگر پھر بھی ناکامی ہی رہتی تھی اس لئے اسکو سیالکوٹ عدالت خفیفہ میں بھرتی کرا دیا۔چنانچہ قادیانی نبی پندرہ روپے کا محرر مقرر ہوا۔پھر بغرض ترقی روزگار مختاری کے امتحان میں شامل ہوا مگر فیل ہو گیا۔اور نوکری چھوڑ کر گھر بیٹھ گیا اور مسجد میں ڈیرہ لگا لیا۔مرزا غلام مرتضی نے اخیر عمر میں ایک جامع مسجد بنوائی تھی جسکے ختم ہوتے ہی پیچش سے آپ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے اور اسی مسجد کے کونے میں حسب وصیت دفن ہوئے اسکے بعد قادیانی نبی جبکہ چالیس برس تک پہنچ گیا تھا۔روزے رکھنے شروع کئے اور خوراک بالکل کم کردی۔یہاں تک کہ آٹھ پہر میں صرف چند تولے خوراک رہ گئی۔اس کے بعد مذاہب کا مطالعہ شروع کیا تو اسلام کو ہی برحق پایا۔پھر الہامات شروع ہو گئے چنانچہ پہلا الہام **والسماء والطارق** تھا جس میں مرزا غلام مرتضی کی وفات

کونماز مغرب کا وقت بتایا گیا تھا۔ پھر **واللہ یعصمک من الناس** کا الہام ہوا جو قادیانی نبی نے انگوٹھی میں نگین پر کھدوالیا تھا چودھویں صدی کے آغاز میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا جسکے ضمن میں مسیح موعود بروز محمدی وغیرہ سب کچھ آ گیا تھا اور سب سے پہلے ''براہین احمدیہ'' کتاب لکھی جس میں الہام درج کئے جو اخیر عمر تک سنگ بنیاد کا کام دیتے رہے اور اس میں یہ بھی ذمہ لیا کہ اسلام کی صداقت پر تین سو دلائل لکھے جائیں گے مگر افسوس کہ ایک دلیل بھی پوری نہ ہوسکی۔ اس کتاب کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ **اشاعۃ السنہ** میں لکھا تھا کہ یہی کتاب ایسی ہے کہ جس کی نظیر اسلامی دنیا میں نہیں ملتی اور جب یہ کتاب شائع ہوکر لاجواب ثابت ہوئی تو کیم دسمبر ۱۸۸۸ء میں بیعت لینی شروع کردی۔ پھر مخالفین سے اخیر دم تک جھگڑے ہوتے رہے یہاں تک کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ کو وفات پائی جیسا کہ اس باب کے شروع میں گزر چکا ہے۔

۲......مسیح قادیانی سے وفات میں غلطی ہوئی

یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ لاہور میں مسیح قادیان کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ۱۳۲۶ھ کے دن فوری طور پر واقع ہوئی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نو سال پہلے یہ حادثہ پیش آ گیا تھا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ بائبل میں حضرت دانیال کا ایک مقولہ یوں درج ہے کہ جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائیگی اور وہ مکروہ چیز جو لوگوں کو خراب کرتی ہے، قائم کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوے (۱۲۹۰) دن ہوں گے۔ مبارک ہے وہ انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس (۱۳۳۵) روز تک آتا ہے۔ پر تو اپنی راہ پر چلا جا۔ جب تک کہ وقت اخیر آئے کہ تو چین کرے گا اور اپنی میراث پر اخیر کے دنوں میں اٹھ کھڑا ہوگا۔ (دانیال ۱۲:۱۳)

اس پیشینگوئی کو بغیر سوچے سمجھے مسیح قادیان نے اپنے اوپر بدیں الفاظ چسپاں کیا

کہ حضرت دانیال نے مسیح قادیانی کا زمانہ بعثت ۱۲۹۰ھ اور زمانہ وفات ۱۳۳۵ھ قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۹۹، تحفہ گولڑویہ، ص ۱۱۴، ۱۱۶) اس کی تائید میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکا تھا۔ (حقیقۃ الوحی، ۱۹۰)

اب مرزائیوں نے اس واقعہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ لاہوریوں نے تو یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ملہم کا قول حجت نہیں ہوتا اس لئے مسیح قادیانی نے جو کچھ پیشینگوئی مذکور سے سمجھا تھا، غلط تھا۔ (اہلحدیث ۱۸، اپریل ۱۹۳۰ء) البتہ قادیانیوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱.....مرزا صاحب نے سن ہجری سے مراد سن بعثت نبوی مراد لیا ہے کیونکہ ہجرت سے پہلے دس سال بعثت کا زمانہ ہے اس لئے ۱۳۳۵ھ سے دس سال کم کرنے سے ۱۳۲۵ھ نکل آتا ہے جو تقریباً ۱۳۲۶ھ سے مل جاتا ہے جبکہ مسیح قادیانی نے وفات پائی ہے۔

۲.....اگر یوں کہا جائے کہ "حقیقۃ الوحی" میں خاص مدت بعثت اور وفات مذکور نہیں ہوئی بلکہ اس میں یہ دکھایا گیا کہ ۱۳۳۵ھ تک وفات ہوجائیگی تو اس وقت ۱۳۲۶ھ میں وفات کا ہونا مضر نہیں ہے بلکہ اس کی صداقت کا نشان ہے۔

۳.....یوں بھی کہا جاسکتا ہے یہ پیشین گوئی حدود بیعت قادیانی کے اندر اپنی مخصوص صداقت رکھتی ہے اس لئے اگر حدود بیعت سے خارج غیر احمدیوں میں مشتبہ رہے تو کوئی بڑی بات نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سرے سے جب بائیبل ہی محرف اور مشتبہ ہے تو اس قول کی صداقت کیسے پیش ہوسکتی ہے بلکہ غیروں کے نزدیک یہ **بناء الفاسد علی الفاسد** ہوگی۔

۴.....اگر اس پیشین گوئی کو بطریق مفہوم لیا جائے تو کسی مخالف کو دم مارنے کی بھی گنجائش نہ رہی گی۔ کیونکہ انصاف ہمیشہ کمی بیشی پر مشتمل ہوتا ہے۔ (الفضل ۱۲، اپریل ۳۰ء)

لیکن ہر ایک غیر جانبدار کو بھی یہ ماننا پڑتا ہے کہ مرزائیوں کی یہ چار تاویلیں صرف طرفداری کی بنیاد پر ہیں۔ ورنہ "ایام الصلح" اردو ص ر۷۵ میں خود مسیح قادیانی کا مقولہ درج ہے کہ رسول اللہ ہجرت سے پہلے تیرہ سال مبعوث ہو کر کفار کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔ اب اس حساب سے سن بعثت اور سنہ ہجرت کا باہمی فرق تیرہ سال کا ہوا اور وفات قادیانی میں جب ۱۳۳۵ھ سے تیرہ سال کم کر کے سنہ بعثت قائم کیا جائے تو ۱۳۲۲ھ نکلتا ہے اب اس لحاظ سے مسیح قادیانی کی وفات ۱۹۰۸ھ سے تین چار سال پہلے ہونی چاہئے تھی اور یہ کہنا بھی مفید نہیں ہے کہ یہ پیشین گوئی بیعت کرنے کے بعد موجب یقین ہے کیونکہ مرزا صاحب نے تو اسکو مخالفین کے سامنے اپنی صداقت کا نشان بتلایا ہے اب اگر اس کی تصدیق پر ہی اسکی صداقت منحصر رہی تو صرف ملفوظات میں درج ہونے کے قابل ہو جائے گی، مناظرہ میں اسکو پیش کرنا عبث ہوگا **عَلٰی هٰذَا الْقِيَاس**۔ جب غیر احمدی بائیبل کو ایک تاریخ الرسل اور کلام بشر جانتے ہیں اور وہ بھی کئی تبدیلیوں کے بعد ہمارے سامنے موجود ہوئی ہے تو اس سے کسی پیشینگوئی کا استنباط کرنا شرعی دلیل نہیں ہے صرف عیسائیوں کے مقابلہ میں کچھ کہنے کا مصالحہ ہے ورنہ اصل میں تمام استنباط غلط ہے کیونکہ:

اول: تو کتاب دانیال کے آخری صفحہ پر وہ مقولہ درج ہے جس میں دو ہزار دو سو نوے دن مذکور ہیں سال مذکور نہیں ہیں دنوں کا سال سمجھنا خلاف عقل ہے اب اس حساب سے مسیح قادیانی کو پونے چار سال کے اندر ہی اندر ختم ہو جانا چاہئے تھا اس لئے ہمارے خیال میں مرزائیوں کو یہ مقولہ سخت مضر پڑتا ہے کیونکہ صرف چار سال کی مدت مسیح قادیان کے لئے بہت کم ہوگی۔

دوم: یہ کہ کتاب دانیال کو اول سے اخیر تک پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بخت نصر کے زمانہ میں حضرت دانیال خواب کی تعبیر کرتے تھے اور خود بھی خوابیں دیکھتے تھے جن کا ظہور بہت

جلد ہو جاتا تھا اور جب بخت نصر مر گیا اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا تو اس وقت آپ تعبیر خواب میں مشہور تھے اس کے بعد جب دارا بادشاہ شہر بابل پر حکمران ہوا تو اس وقت آپکو ایک خواب آیا جس کا خلاصہ یوں ہے کہ آپ نے دجلہ پر موجود ہو کر شمالی اور جنوبی باشاہوں کی باہمی کشمکش ایک مہیب صورت میں دیکھی تھی جسکی تعبیر میں آپکو دوسرا خواب آیا کہ فرشتوں نے آکر بتلایا تھا کہ اس خواب کے ظاہر ہونے میں صرف پونے چار سال رہ گئے ہیں جو بارہ سو نوے دن (۱۲۹۰) کے مساوی ہوتے ہیں یہ وہ وقت تھا کہ جب دارا اور سکندر کی لڑائی کا آغاز ہو رہا تھا چنانچہ اس عرصہ میں دارا مارا گیا اور سکندر نے حکومت بابل کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔اب خواہ مخواہ مسیح کے متعلق اس مقولہ کو پیش کرنا سراسر غلطی ہے یا مرزا صاحب کو ٹھوکر لگی ہے کیونکہ اس مقولہ کے اول آخر زمانہ کا لفظ موجود ہے شاید انہوں نے اسلام کا آخری زمانہ سمجھ لیا ہوگا جو کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے۔

سوم: اس مقولہ میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ ''ایک مکروہ چیز بھی قائم کی جائی گی۔'' اب اگر اس مقولہ کا تعلق مسیح موعود قادیانی سے مانا جائے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ وہ مکروہ چیز مرزائی تعلیم ہے ورنہ مرزائی ہی بتائیں کہ وہ مکروہ چیز کیا تھی کہ ان کے مسیح کے عہد میں قائم ہوئی۔مجیب صاحبان اگر ذرا ''قائم کی جائیگی'' پر گہری نگاہ سے غور کریں گے تو مطلع بالکل صاف نظر آئے گا:۔

چہارم: یہ بھی ایک چیستان بن جاتی ہے کہ مقولہ دانیال میں دنوں کو سال سمجھ کر ۱۲۹۰ھ بعثت مسیح قادیانی سمجھا جائے اور اسی طرح ۱۳۳۵ھ کو خواہ مخواہ دانیال کے ذمہ ڈالنا سراسر افتراء اور بہتان بن جاتا ہے اصل بات یہ ہے کہ مرزائیوں نے ۱۲۹۰ھ بعثت مرزا تو مقولہ دانیال سے استنباط کیا ہے اور العود احمد کی بنا پر ۴۵ سال جناب رسالت مآب کی زندگی سے عمر بعثت و تبلیغ شامل کی ہے اور انہوں نے مرزا کو ۱۳۳۵ھ تک پہنچانے کی تجویز کی تھی مگر خدا

تعالیٰ کو چونکہ منظور نہ تھا۔ ۹ سال پہلے ہی مار ڈالا تا کہ کسی طرح مماثلت محمدیہ پیدا نہ ہو سکے :
پنجم : یہ کہ حسب تصریح قادیانی مسیح قادیانی کی تبلیغی عمر ۱۲۹۰ ھ سے ۱۳۲۶ ھ تک ختم ہو جاتی ہے جو صرف ۳۶ سال بنتے ہیں اب مرزائیوں کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ

"مسیح قادیانی اگر سچا نبی نہ ہوتا تو چالیس سال کے اندر مر جاتا"

اور اگر ۱۳۳۵ ھ وفات تصور کیا جائے تو پھر چالیس سال سے پانچ سال زائد ہو جاتے ہیں مگر یہ عمر تو قادیانی مسیح کو نصیب نہیں ہوئی ورنہ عذر پیش ہو سکتا تھا کہ چار پانچ سال کا کیا عذر ہے۔ ایسی کمی بیشی ہوا ہی کرتی ہے لیکن ابتدائی عمر مسیح قادیانی پر تحدید سال کرنا اور وفات میں تخمینی سال پیش کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ مرزائی قوم کا ضمیر بھی ان کو ضرور ملامت کرتا ہوگا کہ ایسی چالبازیوں سے کام نہیں چلتا :۔

۳.....مسیح قادیانی کا مراق اور ذیابیطس

مراق وہ جھلی ہے جو پیٹ کے اندرونی اعضائے تغذیہ کو باہر کے صدمات سے بچانے کیلئے لپٹتی ہے حرارت جگر سے جب خون جل کر سوداویت قبول کر لیتا ہے تو اس کا جائے وقوع مراق یا معدہ کا آخری حصہ یا انتڑیوں کا ابتدائی حصہ یا خود طحال یا کوئی اور جگہ جو پردۂ مراق کے نیچے ہوتی ہے بن جاتا ہے جس سے کھٹی ڈکاریں، قبض دائمی، پیٹ کا پھولنا، سوزش موضع مادہ اور تبخیر پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے دماغ میں فتور آ جاتا ہے۔
ذیابیطس میں گردے خشک ہو جاتے ہیں اور زیادہ گرمی یا سردی سے ان کی خشکی اس قدر بڑھتی ہے کہ اسکو دفع کرنے کے واسطے گردے مجبور ہو جاتے ہیں کہ جگر سے زیادہ پانی طلب کریں جو مقدار کہ وہ پہلے طلب کیا کرتے تھے مگر چونکہ خود جگر میں پانی کا کوئی خزانہ موجود نہیں ہوتا اس لئے وہ معدہ سے درخواست کرتا ہے اور معدہ بصورت پیاس انسان کو مجبور کرتا

ہے کہ وہ ہر وقت پانی پیتا رہے مگر بد قسمتی سے اس پانی سے گردے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ کیونکہ جب پانی وہاں پہنچتا ہے تو وہ اسکو اپنی کمزوری کی وجہ سے سنبھال نہیں سکتے اس لئے پانی فوراً مثانہ میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے پیشاب بن کر باہر نکل جاتا ہے بغیر اس کے کہ اس میں کچھ بو یا رنگت کی تبدیلی واقع ہو۔ اسی طرح یہ رہٹ چلتا ہوا زندگی کے چار پہر میں انسان کو چھ سیر پانی پینے کیلئے مجبور کرتا ہے اور چونکہ دماغ کی بہترین خوراک گردوں سے ہی جاتی ہے اس لئے دماغ کی کمزوری ظاہر ہونے لگتی ہے اور جب اس کے ساتھ مراق کی تکلیف بھی شامل ہو جاتی ہے تو دماغ کا بالکل ہی ستیاناس ہو جاتا ہے اور جنون کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں، غصہ تیز ہو جاتا ہے، خلوت پسندی کو تقویٰ ظاہر کیا جاتا ہے اور اسی قسم کے پیچ در پیچ حالات دامنگیر ہو جاتے ہیں کہ بیمار کے خیالات اسکے قابو سے باہر نکل جاتے ہیں، کبھی کبھی اسکو دھواں نظر آتا ہے، کبھی بجلی چمکتی نظر آتی ہے کبھی نور میں مبتلا ہو جاتا ہے، تخیلات کا اس قدر زور ہو جاتا ہے کہ جس سے اپنے دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست تصور کرنے لگتا ہے، کبھی خود بادشاہ اور فرشتہ بنتا ہے، کبھی رسول اور کبھی خدا، اور کبھی اخبار بالغیب میں بھی سچا نکلتا ہے وغیرہ وغیرہ غرضیکہ اعتدال مزاج کے خلاف ایسی حرکات کا مرتکب ہوتا ہے جس سے صحیح المزاج کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور اسکو ہی لوگ بہترین انسان سمجھتے ہیں کہ جو یا تو خود طبی نکتہ خیال سے مختل الدماغ ہوتے ہیں اور یا وہ پورے طور پر دماغی امراض سے واقف نہیں ہوتے ممکن ہے کہ اعجوبہ پسندی بھی یہاں مقناطیس کا کام دیتی ہو ورنہ طبی تحقیقات میں ایسے خیالات اور حرکات کو سفاہت اور جنون سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس قسم کی حکایات ان کی کتابوں میں درج بھی ہیں۔

آجکل چونکہ پوری صحت انسانی دماغ میں گزشتہ ایام کی نسبت بہت کم پائی جاتی ہے اور لوگ تمدن جدید میں آ کر تیز گرم مصالحوں، چٹ پٹی غذاؤں اور تیز سریع النفوذ ادویہ

کے معتاد ہو گئے ہیں اس لئے حرارت کبدی کی شکایت سے ایسے امراض مذمنہ کے شکار ہو رہے ہیں کہ انکا علاج کرنا مشکل ہو گیا ہے اور اسی تمدن کا نتیجہ ہے کہ حرکت قلب کے بند ہونے سے غیر محدود ناگہانی اموات وقوع میں آتی ہیں خفقان، ضعف قلب، نزلہ، زکام، آتشک، جریان اور سل ودق تو ملکی بیماریاں تسلیم کی جا چکی ہیں اور دوران سر یا ذیابیطس یا بواسیر خونی اور بادی سے اگر ایک خاص جماعت مریض ثابت ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے اور ممکن ہے کہ انہی امراض کی بنیاد پر لوگوں نے تفہیم الہی، اجتہاد جدید، وحی جدید اور جا بجا مہدویت یا مسیحیت کے دعاوی کا اشتہار دینا شروع کر دیا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے دماغ کا تنقیہ کرائیں تو دھرمپال کی طرح امید ہے کہ بہت جلد اپنی دعاوی کی تکذیب میں اپنی تحریرات کو نذر آتش کر دیں مگر وجاہت طلبی اور شہرت اسی کی بلا ایسی دامنگیر ہو رہی ہے کہ توندل کی طرح اپنی شہرتی توند کا علاج کرنے کی بجائے اسے بڑھانا فخر سمجھے ہوئے ہیں۔

مرزا صاحب کی تعلیم پر نظر ڈالنے سے اس امر کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ بیماری کو اپنا مایۂ ناز سمجھنا ان ہستیوں میں زیادہ شیوع پذیر ہو رہا ہے کہ جن میں تقدس، نخوت، خودداری یا خود آرائی نے گھر کیا ہوا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اپنی صداقت کو اپنی دو بیماریوں دوران سر و کثرت پیشاب میں منحصر کر دیا ہے۔ آپ اربعین ۳،۴ میں بڑی تقدس اور فخریہ لہجہ میں رقمطراز ہیں کہ "مسیح موعود کے متعلق جو احادیث میں آیا ہے کہ ان پر دو چادریں ہوں گی ان سے مراد حسب تاویل تعبیر خواب دو بیماریاں ہیں جو بندہ میں موجود ہیں دوران سر اور کثرت پیشاب مؤخر الذکر اس شدت سے ہے کہ رات کو سو سو دفعہ پیشاب کرتا ہوں اس کی وجہ سے خفقان اور ضعف قلب اس قدر ہے کہ ایک سیڑھی پر سے دوسری پر پاؤں رکھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں اب مرا کہ مرا۔ اب جس شخص کو ہر وقت خوف جان لاحق ہو اور موت سامنے نظر آ رہی ہو اس کو کب جرأت ہو سکتی ہے کہ خدائے

لم یزل کی نسبت افتراء پردازی سے کام لے۔ڈاکٹروں نے تسلیم کیا ہے کہ کثرت پیشاب کا مریض مسلول و مدقوق کی طرح موت کے نرغہ میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اور گھل گھل کر اس کا تمام بدن لاغر ہو جاتا ہے اس لئے مخالفین خود ہی فیصلہ کریں کہ میں کیسے مفتری ہو سکتا ہوں"۔ (انتہی بمفہومہ) اس مضمون کا نام "دردِ دل" رکھا گیا ہے۔

اس تحریر سے دوسرا شبہ جو اس سے بھی بڑا ہے پیدا ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ مختل الدماغ تھے اس لئے نہ آپ کے اس استدلال پر صحت کی توقع ہو سکتی ہے اور نہ آپ کے ضمنی دعاوی کو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ آپ اختلال دماغ کے معترف ہیں اس لئے آپ کے کسی دعویٰ کی صداقت پر کوئی دلیل پیش نہیں ہو سکتی۔ ریویو جلد ۲۵ کے پہلے ۲۷ نمبروں میں بار بار آپ لکھ گئے ہیں کہ مجھے مراق ہے مگر یہ مرض موروثی نہیں ہے بلکہ خارجی اثرات کا نتیجہ ہے جیسے قبض دائمی، دماغی کام، کثرت غم توم، بدہضمی، اسہال اور دماغی محنت وغیرہ۔ بہر حال ایسا مریض مصروع کی طرح اپنے خیالات پر قابو نہیں پا سکتا۔ حالانکہ نبی کیلئے ضروری ہے کہ اپنے دماغ پر قابو پائے اور اسے اپنے جذبات پر قابو پانا ضروری ہے۔

ریویو اگست ۱۹۲۶ھ میں لکھتے ہیں کہ مراق، جنون، مرگی، مالیخولیا نبوت کے منافی ہیں کیونکہ ایسے مریض اپنے خیالات اور جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ (مفہوم)

ناظرین خود ہی دیکھ لیں کہ مرزا صاحب نے اپنی تکذیب خود اپنے لفظوں سے اپنے ہی کتابوں میں کس صفائی سے کی ہے۔

ذیل کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس گھر کے تمام چیدہ افراد اس موذی مرض مراق کا شکار ہیں۔ کتاب "منظور الٰہی" ص ۴۴۳ میں آپکا مقولہ درج ہے کہ میری بیوی کو بھی مراق ہے میرے ہمراہ سیر کو وہ بھی جاتی ہے کیونکہ طبی نکتہ خیال سے مریض مراق کو چہل قدمی مفید ہوتی ہے۔ ریویو جلد ۲۵ صفحہ ۸ میں مذکور ہے کہ ضعف اعصاب جس کی وجہ

سے مراق کا مرض پیدا ہوتا ہے موروثی ہوا کرتا ہے اس کے علاوہ مرض مراق خورد ونوش کی بد نظمی سے بھی پیدا ہو جاتا ہے اور موذی مرض کا اثر جبکہ موروثی ہو تو مدتوں تک آئندہ نسلوں میں چلا جاتا ہے۔ ریویو اگست ۱۹۲۶ء میں مذکور ہے مراق گو مرزا صاحب کو موروثی نہ تھا اور مرزا صاحب سے ہی شروع ہوا ہے مگر اس کا اثر اسکی اولاد میں بھی ضرور موجود ہے چنانچہ خلیفہ محمود صاحب کہا کرتے ہیں کہ مجھے بھی مراق کا مرض ہے اور کبھی کبھی اس کا دورہ پڑتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ موذی مرض اس خاندان میں اب موروثی بن گیا ہے۔ (مفہوم)

اب اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ مراق کا دورہ کبھی کبھی پڑتا ہے اور ہر وقت اس کا اثر نہیں رہتا اس لئے جو اقوال خواہ باپ کے ہوں یا بیٹے کے حالت صحت میں ظاہر ہوتے ہوں گے ان کی صداقت میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ایک اور مشکل پیش آ جاتی ہے کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ فلاں قول حالت مراق میں کہا گیا ہے اور فلاں قول اس مرض کے اثرات ختم ہو جانے کے بعد کہا گیا ہے؟ اس لئے ہمیں ایک فہرست طبی طور پر تیار کرنی چاہئے جس سے ثابت ہو جائے کہ جو افعال یا اقوال زیر اثر مرض مراق کہے گئے ہوں ان پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اب اس موذی مرض کے اثرات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ **حب الخلوۃ**: سوداوی مادہ کی خاصیت ہے کہ مریض تنہائی کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ معراج الدین احمدی لکھتا ہے کہ "جب مرزا صاحب سیالکوٹ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر گھر چلے آئے تو مطالعہ کتب اور مسجد کی عزلت میں آپکو استغراق کمال تک پہنچایا گیا تھا۔ باپ کہا کرتا تھا کہ مجھے تو یہ فکر ہے کہ غلام احمد روٹی کہاں سے کھائے گا؟ وہ تو دنیا کے کسی کام کا بھی نہیں ہے۔ کوئی پوچھتا کہ غلام احمد کہاں ہیں؟ تو باپ کہتا کہ کہیں مسجد میں ہوگا، سقاوہ کی کسی ٹونٹی کے ساتھ لگا ہوا ہوگا، اگر وہاں نہ ملے تو کسی کونہ میں پڑا ہوگا اور اگر وہاں بھی نہ ملے تو کسی لپٹی ہوئی صف میں تلاش کرو، ممکن ہے کہ وہ لیٹا ہوا ہو اور کوئی شخص اسکو صف میں لپیٹ

گیا ہو کیونکہ اسے تو ہلنے جلنے کی بھی تاب نہیں ہے۔" دیکھئے مرزا صاحب کا یہ عین عالم شباب ہے اس میں حب خلوت کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی صف میں بھی لپیٹ جائے تو ذرہ بھر احساس نہیں۔ مرید اس خلوت کو استغراق فی ذات اللہ تصور کرتے ہیں مگر جو حالات جس شکل میں ہمارے پیش کئے جاتے ہیں ان میں خلوت ذکر و شغل کی بجائے صرف سستی اور کاہلی کو لئے ہوئے ظاہر ہوتے ہیں اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مرزا صاحب عین شباب میں ہی مراق سے بیمار تھے۔

۲۔فساد الفکر: اس کے ثبوت میں صرف مسئلہ طاعون ہی کافی ہے۔" دافع البلاء" صفحہ ۱۴و ۷ میں لکھتے ہیں۔ قادیان طاعون سے اس لئے محفوظ رکھا گیا ہے کہ اس میں خدا کا فرستادہ اور رسول بذات خود موجود تھا۔ چاروں طرف دو دو میل تک طاعون کا زور ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ جو طاعون سے بھاگ کر آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ خدا ایسا نہیں ہے کہ میری موجودگی میں قادیان کے لوگوں کو عذاب دے۔" اخبار الحکم" ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ طاعون تمام بلاد پر اپنا پر ہیبت اثر ڈالے گی مگر قادیان یقیناً یقیناً اس کی دستبرد سے محفوظ رہے گا اور بار بار فرمایا کہ جہاں ایک بھی راستباز ہوگا اس جگہ کو خدائے تعالیٰ طاعون سے بچائے گا۔ مرزا صاحب جب یہ عمارت بنا چکے اور طاعون نے اس عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تو قادیان سے یہ عذر پیش کیا گیا کہ حفاظت کا مطلب یہ تھا کہ طاعون قادیان کو جھاڑو کی طرح صاف نہ کر جائی گی اور اتنا نہیں سوچا کہ جھاڑو پھیرنے والا طاعون (طاعون جارف) تو کسی شہر میں ہی نہیں ہوا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ طاعون کے بعد لوگ پھر آباد ہو جاتے ہیں۔ قادیان میں بھی طاعون آیا لوگ بھاگ گئے اور پھر آباد ہو گئے اس لئے ایسے الہام اور ایسی تاویل کا کوئی خاص مطلب نہیں نکلتا۔ قادیان میں شدت طاعون کا مرزا صاحب خود ہی اقرار کرتے

ہیں۔ ''حقیقۃ الوحی'' میں ہے کہ طاعون کے دنوں میں جبکہ قادیاں میں طاعون زوروں پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔ اور صفحہ ۲۳۲ میں ذرا اس مطلب کو دبی زبان سے لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں ہوئی۔ اب مرزائی گو یہ کہہ سکتے ہیں حفاظت قادیان کا زمانہ دوسرا ہے اور طاعون کا زمانہ اور ہے مگر اہل بصیرت کیلئے ایسی تاویل بالکل غلط ہوگی کیونکہ مرزا صاحب کی ہستی بقول مرزائیاں راستبازی کا نمونہ تھی اور آپ تمام عمر قادیان ہی میں رہے، اس لئے جو بھی زمانہ مراد لیا جائے گا اس میں یہ وقت پیش آئے گی کہ مرزا صاحب کی موجودگی میں عام آبادیوں کی طرح وہاں بھی شدت سے طاعون کا حملہ ہوا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ سوچ کر الہام نہیں کیا کرتے تھے بلکہ جلدی سے کچھ لکھ دیا اور جب جھوٹا نکلا تو حاشیہ آرائی شروع کر دی۔ کیا یہ بھی صداقت ہے؟

۳۔نسیان: اس کے متعلق ''براہین احمدیہ'' کا وجود ہی کافی ثبوت ہے کہ اس میں دعوی تو یہ کیا ہے کہ تین سو دلائل صداقت اسلام پر پیش کیے جائیں گے مگر آگے چل کر سب کچھ بھول گئے ساری براہین میں ایک دلیل بھی مستقل پیرایہ میں پیش نہیں کر سکے اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس میں اعلان، مقدمہ، چار فصلیں اور ایک خاتمہ ہوگا مگر کتاب شروع ہوئی تو اعلان میں مخالفین کے سامنے اسقدر بیجا شروط پیش کیں کہ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے صرف اپنے بچاؤ کی صورت نکالی تھی ورنہ کوئی ذی عقل نہ ہی ایسی شرائط پیش کرتا ہے اور نہ ہی انکو قبول کر سکتا ہے۔ اعلان کے بعد جب مقدمہ شروع ہوتا ہے تو اپنی کتاب کی تعریف میں فوائد لکھتے لکھتے دور تک چلے گئے ہیں اور کم از کم دس خوبیاں بیان کر کے کتاب کو لاجواب ثابت کیا ہے اور چوتھے فائدہ میں تین سو دلائل کا دعوی پیش کیا ہے جن میں سے صرف ایک دلیل شروع کی ہے اور وہ بھی پوری نہیں کر سکے خدا خدا کر کے جب مقدمہ ختم ہوتا ہے تو فصل اول شروع ہو جاتی ہے اور اس میں دس تک تمہیدیں چلی گئی ہیں اور پانچویں

تمہید میں بیان کیا ہے کہ معجزہ اور شعبدہ یکساں نہیں ہوتے اور شعبدہ کی تشریح میں حضرت مسیح کے معجزات کی بنیاد ایک حوض قدیم بتائی ہے کہ اس کے پانی سے لوگوں کا علاج کرتے تھے گویا آپ کے متعلق اپنے طرف سے شطارہ اور شعبدہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ فصل اول جب ختم ہوجاتی ہے تو تین فصلوں کا خیال قائم نہیں رہا فوراً ان کی جگہ باب اول شروع کر دیا ہے جس کا وعدہ شروع میں نہیں کیا تھا پھر ایسا نسیان ہوا کہ دوسرا باب بھی لکھنا بھول گئے اور کتاب ختم ہوگئی۔ ہاں یہ جدت ضرور دکھائی ہے کہ حواشی در حواشی لکھ کر ناظرین کیلئے ایک گورکھ دھندا بنا دیا ہے۔ جن میں سے گیارھواں حاشیہ تردید آریہ میں تفسیر سورۃ فاتحہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور آریوں کو مطاعن ومثالب کے پیرایہ میں دعوت مقابلہ دیتا ہے اور حاشیہ علی الحاشیہ نمبر ۴ میں برہمو سماج پر دل کھول کر طعن وتشنیع کی ہیں اور اشتعال آمیز باتوں سے ان کی خوب خبر لی ہے اور ثابت کیا ہے کہ برہمو سماج کا یہ خیال غلط ہے کہ الہام نہیں ہوسکتا۔ اسکے ثبوت میں اپنے الہام لکھنے شروع کر دیئے ہیں جو عربی، فارسی، انگریزی خالص اور انگریزی غیر خالص میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس موقع پر مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے تین سو دلائل ضمنی طور پر بیان کر دیئے ہیں مگر ہمارا مطالبہ تو ایسی طرز بیان کا ہے کہ جس طرز میں پہلے استدلال کو بیان کرنا شروع کر دیا تھا اگر ضمنی ہی بیان مطلوب تھا تو پہلے استدلال کو صریحی طور پر بیان کرنا کیوں شروع کیا تھا۔ لیکن جب ایفاء وعدہ میں نسیان ہوگیا تو مرزائیوں کا فرض ہے کہ جب مرزا صاحب نے اپنا مراق تسلیم کیا ہے تو مرزائی نسیان بھی ضرور تسلیم کرلیں۔ اس موقع پر ''ازالہ'' کا بیان بھی باعث استعجاب ہے کہ مسیح کو صلیب پر تین گھنٹے گزرے تھے۔ پھر صفحہ ۳۴۳ پر لکھا ہے کہ نہیں صرف دو گھنٹے۔ اخیر پر صفحہ ۳۸۰ میں ارشاد ہوا ہے کہ چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مسیح کو صلیب سے اتار لیا گیا۔ بہرحال مراق کی تائید کیلئے یہ بیان اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

۴۔ **تعلّی**: بھی مالیخولیا کا وصف لازم ہے۔ طب کی کتابوں میں ''حکایات الجانین'' مطالعہ کرو تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ جن خواندہ اشخاص کو مالیخولیا شروع ہو گیا ان میں سے چند ایسے بھی تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو فرشتہ، پیغمبر یا خود خدا ہی تصور کر لیا تھا اور انمیں تحقیر کا ایسا مادہ پیدا ہو گیا تھا کہ کسی کو اپنا ہمسر تصور نہیں کرتے تھے چنانچہ مرزا صاحب میں بھی بعینہ یہی اوصاف موجود ہیں۔

الف..... حضرت مسیح کی تحقیر کرتے ہوئے ''ضمیمہ انجام آتھم'' میں ابتدائی صفحات پر لکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ بچارے مسیح کی پیشینگویاں یہی تھیں کہ قحط پڑے گا، طاعون آئے گا زلزے آئینگے جو شخص ایسے اقوال کو پیشینگوئی تصور کرتا ہے اسپر خدا کی لعنت ہو تو پھر کیوں مسیح اسرائیلی نے ایسے اقوال کو پیشینگوئیاں بنا لیا تھا۔ درحقیقت اسکے ہاتھ میں سوائے مکر و چالا کی کے کچھ نہ تھا۔ عیسائیوں نے اگر چہ مسیح کے معجزات بیان کئے ہیں مگر دراصل کوئی معجزہ بھی اس سے پیدا نہیں ہوا اور جسکی تین دادیاں زنا کار ہوں۔ بھلا وہ شخص کیونکر اپنے آپ کو شریف النسب قرار دے سکتا ہے ممکن ہے کہ مسیح اس رشتہ کے سبب ہی رنڈیوں سے تیل کی مالش کرایا کرتا تھا ورنہ کون متقی گوارا کر سکتا ہے کی رنڈیاں اپنی کمائی سے اسکے سر پر تیل لگائیں اور عطر ملیں یا پاؤں اپنے بالوں سے گھسیں۔

''اعجاز احمدی'' صفحہ ۱۴ میں ہے کہ اس سے تو یحییٰ نبی ہی اچھا تھا کیونکہ نہ تو اس نے شراب پی تھی اور نہ ہی غیر محرم عورتوں نے اسکو چھوا تھا۔ مسیح کی تو تین پیشینگوئیاں بھی غلط نکلی تھیں۔

''ازالۂ اوہام'' کے صفحات ۱۲۰ سے ۱۳۰ تک مطالعہ کرنے سے مرزا صاحب یوں کہتے ہوئے دکھائے دیتے ہیں کہ مسیح تو اپنے باپ یوسف کیساتھ مصر میں بائیس سال تک بڑھئی کا کام کرتا رہا ہے اور جو شعبدے اس نے ظاہر کئے ہیں اگر میں انکو اپنی کسر شان نہ سمجھتا

تو میں اس سے بازی لے جاتا مسیح نے مصر سے جو کچھ سیکھا تھا۔ اس سے ظاہری بیماریاں دور کر سکتا تھا مگر اندرونی بیماریاں اس سے دور نہ ہو سکتی تھیں۔ الغرض سامری کی طرح اسکے تمام معجزات شعبدے تھے۔

''فتح المسیح'' صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں کہ مسیح کی چند دادیاں متعہ کی مرتکب ہوئی تھیں بلکہ خالص زنا کی مرتکب ہوئی تھیں۔

''کشتی نوح'' میں لکھتے ہیں کہ مریم پر لوگ معترض ہیں کہ اس نے تارک الدنیا ہونے کا طریق چھوڑ کر یوسف سے کیوں نکاح کیا؟ حالانکہ یوسف کی پہلی بیوی موجود تھی۔ میں کہتا ہوں کہ وہ مجبور تھی۔ کیونکہ اسکو حمل ظاہر ہو چکا تھا۔

''حقیقۃ الوحی'' ص ر ۱۴۸، ۱۵۵ میں لکھتے ہیں کہ مجھے شروع شروع میں شرم آتی تھی کہ مسیح کے مقابلہ میں اپنی شان بڑھاؤں مگر جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں نبی ہوں تو میں نے وہ عقیدہ چھوڑ دیا۔ آج اگر مسیح میرے زمانہ میں ہوتا واللہ جس قدر مجھ سے خوارق صادر ہوتے ہیں اس سے نہ صادر ہوتے اور جب خدا و رسول نے بلکہ تمام انبیاء نے مسیح آخر الزمان کی شان بڑھائی ہے تو میں مسیح پر فوقیت کا دم کیوں نہ بھروں؟

''دافع البلاء'' ص ر ۱۳، پر مذکور ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس امت میں مسیح آخر الزمان بھیجا ہے جو مسیح ناصری سے افضل ہے اور اسکا نام غلام احمد رکھا ہے۔

''کشتی نوح'' ص ر ۶۵، میں مذکور ہے کہ مسیح شراب پیتا تھا۔ پس یہی وجہ ہے کہ یورپین اقوام سب کی سب شراب پیتی ہیں۔ مرزا صاحب کا مشہور شعر ہے کہ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء)

''قصیدہ الہامیہ'' میں یوں کہا ہے کہ:

"عیسیٰ کجاست کہ بنہد پا بہ منبرم"

اس موقع پر یوں عذر کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے یسوع کو برا بھلا کہا ہے یعنی اس فرضی انسان کو جسے عیسائیوں نے خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا نہیں کہا جسکی تعریف قرآن کرتا ہے۔ سو اسکا جواب بیچے کی حکایت سے دیا جا سکتا ہے کہ وہ منطقی اپنی ماں کو گالیاں دیتے تھے۔ کسی نے روکا تو جواب دینے لگے کہ ماں کا تعلق ہم دونوں سے ہے اور ہم میں سے جو بھی جب اسے گالیاں دیتا ہے اسی وقت اپنا تعلق نظر انداز کر دیتا ہے اور اس حیثیت سے اسکو دیکھتا ہے کہ دوسرے کی ماں ہے میری ماں نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ "نبی کی ہتک کسی طرح بھی جائز نہیں ہوتی۔" اور بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں کوئی تاویل چل ہی نہیں سکتی چنانچہ "اس سے بہتر غلام احمد ہے۔" کے فقرہ میں صاف ہے کہ اپنے آپ کو بڑھا کر حضرت عیسیٰ کی (نہ کہ مسیح کی) تحقیر کی ہے۔ عیسیٰ کجاست کا فقرہ عام محاورہ میں بڑے زور کی تحقیر ہوتی ہے اور جو تاویلیں کی جاتی ہیں وہ سب کی سب اس الہام سے باطل ہو جاتی ہیں کہ پہلے مجھے معلوم نہ تھا مگر اب میں حضرت مسیح ناصری پر اپنی فضیلت کیوں ظاہر نہ کروں؟ کہا جاتا ہے کہ اگر حضور کا ادنیٰ غلام حضرت مسیح پر فوقیت رکھتا ہے تو حضور کی ہی تعریف نکلتی ہے مگر اس امر کا خیال نہیں رکھا گیا کہ حضور کی تعریف اسی صورت میں موزون ہوتی ہے کہ آپ کے ارشاد کے خلاف نہ ہو، ورنہ مردود ہوگی۔ آپ کا ارشاد ہے کہ "میری تعریف ایسی نہ کرو کہ جس میں دوسرے نبی کی توہین ہو۔" اور ہم دیکھتے ہیں کہ صراحۃً نبی کی تعریف تو کجا اپنی ہی تعریف میں مرزا صاحب مست ہیں۔

ب...... مرزائی تعلیم کی ابتدائی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کا طرز کلام بہت دل آزار تھا۔ عربی میں جو نظم یا نثر لکھی ہے اس میں بہت سا حصہ آپ نے اغیار کو گالیاں دینے میں صرف کر دیا ہے اردو میں بھی جہاں کہیں موقع پایا ہے خوب دل

کھول کر گندے الفاظ استعمال کئے ہیں اور نام لے کر گالیاں دی ہیں۔ عذر کیا جاتا ہے کہ قرآن میں بھی تو صم، بکم، عمی وغیرہ کہا گیا ہے مگر مرزائی یہ نہیں سوچتے کہ قرآن شریف کا طرز کلام عام الفاظ میں اور واقعیت پر مبنی ہے لیکن مرزا صاحب کا کلام نام لیکر خصوصیت سے اغیار کی تحقیر کرتا ہے اور ایسے سنگین الفاظ استعمال کئے ہیں کہ گنوار بھی ان کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔ مرزائی اسکا جواب یوں بھی دیتے ہیں کہ انجیل میں حضرت مسیح کا وعظ منقول ہے کہ جس میں آپ نے اغیار کو سانپ کے بچے وغیرہ کہا تھا۔ مگر مرزا صاحب کے کلام میں اور حضرت کے کلام میں پھر بھی عقل سلیم کے نزدیک ہزاروں کوس کا فرق ہے کیونکہ آپ نے بھی کسی شخص کا نام لے کر گالیاں نہیں دیں اور نہ ہی ایسے ثقیل لفظ استعمال کئے ہیں جو مرزا صاحب نے استعمال کئے ہیں۔

مثال کے لئے ''قصیدہ اعجازیہ'' مطالعہ کرو۔ اور دیکھو کہ کس طرح جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کا نام لے کر گندے الفاظ سے یاد گیا ہے حالانکہ انہوں نے اپنی تصانیف میں صراحۃً تہذیب سے گراہوا کوئی لفظ بھی مرزا صاحب کیلئے استعمال نہیں کیا۔ شاید یہ عذر ہو کہ انہوں نے مرزا کو دجال وغیرہ لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مذہبی لفظ تھا اس کے جواب میں مرزا صاحب نے بھی تو کسر نہیں چھوڑی لیکن اس موقع پر بحث تو تہذیبی الفاظ میں ہے کہ مرزا صاحب کہاں تک اس سے دور چلے گئے ہیں ناظرین خود ہی آئندہ نظم ونثر میں معلوم کرلیں گے کہ گندہ ذہنی کس قدر قادیانی مسیح نے کی ہے۔ ہاں طبی نکتہ خیال سے جو کچھ بھی مرزا صاحب نے گنواروں کی طرح گالیاں دی ہیں ان کا حق تھا کیونکہ آپ مراقی تھے۔ اور مراقی کو تھوڑی بات پر بہت جلد طیش آجاتا ہے۔ جس کو تقدس کے گرویدہ مرید شان جلالی سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور اغیار کی نظر ایسی مقدس ہستی کو ادنیٰ تہذیب کی بھی مالک نہیں سمجھتی۔

ج......تحقیر اقوال میں آ کر احادیث صحیحہ کے متعلق تو صاف ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کی زندگی میں احادیث کی صحت و سقم کا معیار آپ کی رائے ہوگی۔ یہ مسیح جسے چاہے اپنے حالات کے موافق سمجھ کر صحیح تصور کرے اور جسے چاہے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے۔ جس کا صاف مطلب یوں نکلتا ہے کہ آج تک امت محمدیہ کے ناقدان احادیث جس قدر گزرے ہیں وہ سب کے سب تنقید حدیث کے اصول سے بے خبر تھے۔ اور اگر بے خبر نہ تھے تو یوں ماننا پڑتا ہے کہ ان کے زمانہ میں معیار تصحیح اور تھا۔ اور مرزا صاحب کے زمانہ میں دوسرا معیار قائم ہوا ہے اور یہ صاف مراق ہے۔ کیونکہ سچائی اور صحت کے اصول کبھی بدل نہیں سکتے۔

د......تحقیر عقائد میں یوں کہا ہے کہ عیسائیوں نے در پردہ اسلام قبول کر کے اپنے عقائد پھیلانے شروع کر دیئے تھے اور حضرت مسیح کی فوقیت ثابت کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ذمہ افتراء باندھ کر یہ عقیدہ منوایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ابھی تک آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور اخیر زمانہ میں بھی وہی آسمان سے اتر کر اسلام کو روشن کریں گے گویا اسلام حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی نصرت و اعانت کا محتاج ہے۔ پھر لکھا ہے کہ ''حیات مسیح کا عقیدہ شرک اکبر ہے اور شرک کا بڑا ستون ہے۔'' اور یہ بھی لکھا ہے کہ شیطان کی تقلید میں یہ عقیدہ گھڑا گیا ہے۔ کیونکہ خدا بھی حی و قیوم ہے اور حضرت مسیح بھی ابھی تک حی و قیوم تسلیم کیے جاتے ہیں۔ گویا مرزا صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ میرے سے پہلے تمام امت محمدیہ **نعوذ باللہ** مشرک تھی اور جب تک کہ سر سید کی تعلیم سے متاثر نہ ہوئے وہ خود بھی حیات مسیح کا قول کرنے کی وجہ سے مشرک تھے۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ مشرک مدعی نبوت نہیں ہو سکتا۔

۵- **بلند پروازی:** مریض مراق جب اپنے خیالات سوداویہ میں بدمست رہتا ہے تو دماغی

خشکی کے باعث ایک دفعہ جو خیال دماغ میں بیٹھ گیا نکل نہیں سکتا بلکہ اس کی حاشیہ آرائی میں دور تک چلا جاتا ہے۔ مرزا صاحب کو چونکہ شروع میں کتب بینی کا مرض لگا ہوا تھا اس لئے اپنے تقدس کا خیال یہاں تک بڑھ گیا کہ جب مناظرہ میں کچھ جواب نہ بن پڑتا تو بد اخلاقیوں اور ذاتی اتہامات کی بنا پر مدمقابل کے حق میں بددعائیں کرنے لگ جاتے تھے جس سے اپنے بچاؤ کی صورت پیدا کر لیتے اور اصل موضوع بحث سے مدمقابل کو ایسا غافل کرتے کہ اسکو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے اور آخر یہ مبحث قرار پاتا کہ آیا یہ بددعا بچی ہے یا نہیں۔ بہر حال مرزا صاحب کی جو بھی تحریر ہوگی یا جو بھی مناظرہ پڑھو گے، اس میں اپنے تقدس کی تمہید ساتھ ساتھ چلتی ہوئی نظر آئی گی۔ کیونکہ امراض سوداوی میں جب مواد سر میں جمع ہو جاتا ہے تو کبر اور نخوت کی بیماری بھی پیدا ہو جاتی ہے جس میں انسان یہی سمجھتا ہے کہ ہمچو من دیگرے نیست۔ اب ہم ذیل میں اپنے تمام بیانات کی سند خود مرزا صاحب کے کلام سے ہی پیش کرتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب نے "درثمین" کی آخری نظموں میں لکھا ہے کہ مرزائی پارٹی کے سوا دنیا میں کوئی انسان نہیں ہے، سب جانور ہیں۔ احادیث قابل اعتبار نہیں رہی مرزا صاحب کو خود خدا نے سمجھا دیا ہے کہ مسیح وفات پا چکے ہیں، وحی جاری ہے، نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ حیات مسیح کا قول شرک اور تقلید شیطان ہے اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تناسخ کے طور پر آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جس قدر نبی گزرے ہیں ان میں مرزا کی روح بار ہا مختلف روپ لے کر ظاہر ہوتی رہی ہے۔ گویا تناسخ کا مسئلہ اس کے نزدیک اپنے عقائد کا اصل اصول تھا۔

انتخاب نظم درثمین

چھوڑ کر فرقاں کو آثار مخالف پر جمے — سر پہ مسلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار

جبکہ ہے امکان کذب و کجروی اخبار میں   پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہیں پر انحصار

جبکہ ہم نے نور حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے   جبکہ خود وحی خدا نے دی خبر یہ بار بار

پھر یقیں کو چھوڑ کر کیوں کر گمانوں پر چلیں   خود کہو رویت ہے بہتر یا نقول پر غبار؟

تفرقہ اسلام میں لفظوں کی کثرت سے ہوا   جس سے ظاہر ہے کہ راہ نقل ہے بے اعتبار

صد ہزاروں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر   ہو گئے شیطان کے چیلے گردن دیں پر سوار

نقل کی تھی اک خطا کاری مسیحا کی حیات   جس سے دیں نصرانیت کا ہوگیا خدمت گزار

موت عیسیٰ کی شہادت دی خدا نے صاف صاف   پھر احادیث مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار؟

گر گماں صحت ہو پھر قابل تاویل ہیں   کیا حدیثوں کیلئے فرقاں پر کر سکتے ہو وار

گردنوں میں ان کے ہے سب عام لوگوں کا گناہ   جنکے وعظوں سے جہاں کے آگیا دل میں غبار

روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک!   میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرش رب العالمین   قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے   نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی   کوئی ہے روباہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

یاد وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکان دین   مہدیٔ موعود حق اب جلد ہوگا آشکار

پھر وہ دن جب آگئے اور چودھویں آئی صدی   سب سے اول ہوگئے منکر یہی دیں کے منار

ہے غضب کہتے ہیں اب وحی خدا مفقود ہے   اب قیامت تک ہے اس امت کا قصوں پر مدار

نعمتیں دیں میرے مولیٰ نے وہ اپنے فضل سے   جن سے ہیں معنی انعمت علیکم آشکار

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر   یہ تو ہے سب شکل انکی ہم تو ہیں آئینہ دار

ساٹھ سے کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی   سال ہے اب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار

تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں   جب کہ میں نے وحی ربانی سے پایا افتخار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے — وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں — نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اک شجر ہوں جسکو داؤدی شکل کے پھل لگے — میں ہوا داؤد اور جالوت میرا شکار

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب — گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

ملت احمد کی ڈالی تھی جو مالک نے بنا — آج پوری ہو گئی ہے اے عزیزان دیار

اسمعوا صوت السماجاء المسیح جاء المسیح — نیز بشنواز زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں — ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

آسماں میرے لئے تو نے بنایا ایک گواہ — چاند سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

تو نے طاعون کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے — تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے — بے اسکی معرفت کا چمن نا تمام ہے

دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر — سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرہ بھر

پر یہ کلام نور خدا کو دکھاتا ہے — اس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت فاتحہ اتاری ہے — اس پاک دل پہ جسکی وہ سورت پیاری ہے

یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے — یہ میرے صدق دعوے پہ مہر آلہ ہے

پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا — توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

ابن مریم مر گیا حق کی قسم! — داخل جنت ہوا وہ محترم

مارتا ہے اس کو قرآں سر بسر — اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے
کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شد از کرد گار بچگوں! غور کن در انهم لا یرجعون

بر خلاف نص یہ کیا جوش ہے سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے
کیوں بنایا ابن مریم کو خدا سنت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا اب تلک آئی نہیں اس پر فنا
مولوی صاحب یہی توحید ہے؟ سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے؟
کیا یہی توحید حق کا راز تھا؟ جس پہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا

آؤ لوگو! کہ یہیں نور خدا پاؤ گے لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز پر ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نور پیغمبر سے ہمیں ! ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
ربط ہے جان محمد سے میری جاں کو مدام دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا افتراء ہے جسے از خود ہے بنایا ہم نے

چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کیلئے سب سے پہلے یہ کرم ہے میری جانا تیرا
کس کے دل میں یہ ارادے تھے یہ تھی کس کو خبر کون کہتا تھا کہ یہ ہے بخت درخشاں تیرا

''ضمیمہ انجام آتھم'' میں اپنی تہذیب کا ایسے فقروں میں پورا ثبوت دیا ہے کہ اے ظالم مولویاں! اے بدذات فرقہ مولویاں! نادان جاہل اور بے سمجھ کا لفظ تو آپ کے نزدیک معمولی تہذیب تھی۔ کیونکہ آپ کو خدائی کا دعویٰ تھا تو پھر کون بشر ہے کہ مقابلہ میں آ کر ایسے لفظ کا مستوجب نہ ہوتا؟

''حقیقۃ الوحی'' ص ۸۴/۸۷ میں اپنے وحی کو عام کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ قرآن شریف میرے منہ کی باتیں ہیں۔'' وہ اگرچہ اس کی تاویل کریں گے مگر ہم نے اس طرز ادا سے یہ ضرور نتیجہ نکال لیا کہ قرآن شریف کو مرزا صاحب نے بالکل معمولی کلام سمجھا ہوا تھا۔''

آئینہ کمالات اسلام'' ص ۵۴۸ میں آپ نے بالکل ہی تہذیب کو جواب دیدیا ہے۔ جناب درافشانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' میرے نہ ماننے والے حرام زادے ہیں۔'' خوب! مدعی نبوت اور یہ حیا سوز فقرے!!! مرزائی ان فقرات کی خود کچھ تاویل کریں۔ مگر ہمارے نزدیک تو صرف ایک ہی تاویل ہے وہ یہ کہ مراقی آدمی آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور تقدس کی آڑ میں جو کچھ بھی کہہ گزرے کفش بردار اور کاسہ لیس سبحان اللہ کی گواہی سے اس کو شان جلالی کا نام دیا کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ نبی کریم ﷺ (**لم یکن فحاشا**) تو فحش گوئی سے کوسوں دور تھے۔ اور (**کان المرزا فحاشا**) آپ مرزا فحش گو ہے۔ اب اتباع رسول میں انعکاس کا دعویٰ اور ظل اور بروز کا ادعاء کیسے ہو سکتا ہے؟

ہم اس موقع پر ناظرین کو یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا بنیادی اصول صرف وہی تھا جو ان کے'' درثمین'' میں یا اس کے بعض چیدہ چیدہ فقرات میں مذکور ہو چکا ہے۔ اسی اصول کو کئی طرز پر اپنی تمام کتابوں میں شائع کیا ہے۔ اور انہیں ساٹھ امور مذکورۃ الصدر کو دہراتے دہراتے ساٹھ کتابیں لکھ ماری ہیں۔ سردست ہم آپ کے عقائد پر بحث

نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مرزائی مذہب کا بُعد مذہب اسلام سے کن وجوہات اور کس درجہ پر ہے۔ عام لوگ کہا کرتے ہیں کہ وہ بھی اہل سنت ہیں اور اہل قبلہ ہیں ان کو کیوں خارج از اسلام سمجھا جاتا ہے؟ لیکن ان کی لاپرواہی ہے یا بے سمجھی ہے کہ جب اس مذہب کے عقائد، تمدن، فروعات ہم سے الگ ہیں اور توہین انبیاء یا تحقیر امت ان کے نزدیک ایک ضروری عقیدہ ہے تو کس طرح اہل سنت و جماعت میں داخل ہونے کے مستحق ہوسکتے ہیں؟

ناظرین ذرا غور کر کے یہ بھی سمجھ لیں کہ لاہوری پارٹی کے عقائد بھی وہی ہیں جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں اب جو لوگ ان کو قادیانیوں سے ہلکا سمجھتے ہیں، سخت غلطی پر ہیں۔ **ھداھم اللّٰہ تعالٰی۔**

متذکرہ بالا اشعار کا مطلب سلیس نثر میں یوں ہے کہ:

۱......حیات مسیح کا قول خلاف قرآن ہے۔

۲......اور امام مسلم و بخاری کے ذمہ افترا ہے۔ ورنہ وہ بھی وفات مسیح کے قائل تھے۔

۳......احادیث میں کذب و کجروی ہے اس لئے ان پر اعتبار کرنے والے احمق ہیں۔

۴......میں نے (مرزا نے) اپنی آنکھ سے خدا کا دیدار کیا ہے۔

۵......اور خدا نے اپنے زبانی بتایا ہے کہ مسیح مر گیا ہے۔

۶......اس لئے تمہاری شنید میری دید کے مقابلہ میں کب برابر اتر سکتی ہے۔

۷......احادیث کے لفظ چونکہ مختلف ہوتے ہیں اس لئے لوگوں میں اختلاف پڑ گیا ہے۔ اور سب احادیث کا اعتبار جاتا رہا ہے۔

۸......احادیث کے ماننے والے (عالم، محدث، امام سب کے سب) شیطان کے چیلے ہیں۔

۹......احادیث نے یہ غلط مسئلہ بتایا ہے کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہے۔

۱۰......احادیث کے رو سے اسلام عیسائیت کا ماتحت ہو گیا ہے۔

۱۱......قرآن نے مسیح علیہ السلام کو صاف مردہ ذکر کیا ہے۔

۱۲......اب احادیث کا اعتبار ہی کیا ہے، بالفرض اگر صحیح مانی جائیں تو ان میں تاویل ہو سکتی ہے۔

۱۳......اور احادیث مان کر قرآن پر حملہ کرنا کفر ہے۔

۱۴......جن لوگوں نے وعظ کے ذریعہ حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ شائع کیا ہے، تمام سننے والوں کا گناہ ان کی گردن پر ہوگا۔

۱۵......حیات مسیح علیہ السلام کی تردید کر کے اپنا تقدس بیان کیا ہے کہ میں نے ہی نسل انسان کو کمال تک پہنچایا ہے۔

۱۶......خدا میرے دل میں ہے۔

۱۷......قاب قوسین سے بڑھ کر میرا تقرب ہے کہ خدا نے میرے اندر ڈیرہ لگایا ہے۔

۱۸......میں خود مسیح ہوں مگر وہ فرضی مسیح نہیں جو آسمان سے اتر کر تمہیں آ ملے گا۔

۱۹......میں امام مہدی ہوں مگر وہ نہیں کہ جس کو تم امام مہدی سمجھ رہے ہو۔ کیونکہ تم تو انسان ہی نہیں ہو بلکہ جانور ہو۔

۲۰......لومڑی، سؤر اور سانپ کی طرح تم چالبازی بے غیرتی اور ایذا رسانی میں لگے رہتے ہو تم کو انسان کون کہہ سکتا ہے۔ (انسان دیکھنے ہوں تو قادیان میں آؤ تم کو بڑے لمبے چوڑے انسان دکھائے جائینگے) چونکہ شروع شروع میں عام مولوی صاحبان مرزا صاحب کو ولی سمجھتے تھے مگر جب مرزا صاحب کے مراق پر ان کو اطلاع مل گئی تو سب کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس لئے اپنے دوستوں کو مخاطب ہو کر کہا ہے کہ تم خود ہی کہتے تھے کہ۔

۲۱......امام مہدی آنے والا ہے اب جبکہ میں آ گیا ہوں تو بھاگتے کیوں ہو؟

۲۲......ثابت ہوا کہ تم منکر اسلام ہو۔

۲۳......یہ بالکل ناممکن ہے کہ وحی بند ہو، ورنہ یہود ونصاریٰ اور ہنود کی طرح ہم بھی روایات سے ثابت کیا کریں گے کہ نبی آیا کرتے تھے۔

۲۴......اس لئے ضروری ہے کہ مجھے نبی تسلیم کرو تا کہ ان کو وحی اور نبوت کا نمونہ سامنے پیش کیا جائے کہ دیکھو اسلام میں یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے ورنہ تم بھی نبی بن کر دکھلاؤ۔

۲۵......**اتممت علیکم نعمتی** سے مراد رسول اللہ کا عہد مبارک نہیں بلکہ میرا زمانہ مراد ہے۔

۲۶......مفسرین جاہل تھے۔ چونکہ میں نبی ہوں اس لئے مجھے کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ بلکہ میں شیشہ ہوں اور میرے مخالفین کو اپنا ہی کافرانہ چہرہ نظر آتا ہے۔

۲۷......سچا نبی چالیس سال تک زندہ رہتا ہے میں تمیں سال گزار چکا ہوں۔ اور چالیس برس کی عمر میں مجھے وحی آگئی تھی۔

۲۸......اس لئے میری نبوت کا منکر کافر ہے۔ (افسوس پھر بھی کسر رہ گئی اور نو سال پہلے ہی اپنی تکذیب پر مرزا نے خود ہی مہر لگا دی) تم بیوقوف ہو۔

۲۹......تم میری قدر نہیں کرتے۔

۳۰......خدا تو مجھ پر عاشق ہے میں اس کی بلائیں لیتا ہوں اور وہ مجھ پر جان دیتا ہے۔

۳۱......درحقیقت میں ہی ایک نبی ہوں باقی انبیاء میرا ظل ہیں۔

۳۲......بلکہ میں خدا ہوں انبیاء کے روپ میں ظاہر ہوتا رہا ہوں۔

۳۳......اور یہ میرا آخری روپ ہے۔ (یہاں تناسخ کا مسئلہ حل کیا ہے۔ مؤلف) میں ہی داؤد کا باپ ہوں بلکہ میں خود ہی داؤد ہوں۔

۳۴......میں نے ہی جالوت کو مارا تھا۔ (ارے حضرت خوب کہی۔ مؤلف)

۳۵......چونکہ میرا نام احمد (قابل تعریف۔ مؤلف) ہے۔ اس لئے خدا نے مجھ کو مسیح تو بنا دیا

ہے۔مگر صلیب پر نہیں چڑھایا تا کہ مسیح ناصری کی طرح ملعون نہ ٹھہروں کیونکہ توریت کے رو سے جو صلیب پر لٹکتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے۔(توہین مسیح میں اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔مؤلف)

۳۶......محمد رسول اللہ ﷺ میرے پیش خیمہ تھے۔

۳۷......اسلام کی اصل تکمیل میرے آنے سے ہوئی ہے۔

۳۸......آسمان اور زمین سے میری صداقت کی آوازیں آرہی ہیں (مگر صرف آپ نے ہی سنیں تھیں۔مؤلف)

۳۹......اور نعرے لگارہی ہیں کہ میرے مرید بن جاؤ وقت جا تا ہے۔

۴۰......آسمان میرا گواہ ہے۔

۴۱......کیونکہ اس پر دمدار ستارے میری صداقت کیلئے نمودار ہوئے تھے۔

۴۲......اور شمس وقمر کا گرہن بھی میری علامت ہے،قرآن شریف میں سورہ والشمس میں میرا ہی زمانہ بیان ہوا ہے۔

۴۳......مرض طاعون بھی میرا تائیدی نشان ہے جو صرف مخالفین کیلئے مخصوص ہے میرے مریدوں کو کبھی طاعون نہیں پڑیگا اگر طاعون سے بچنا ہے تو میرے مرید بن جاؤ اور اگر مرید بن کر بھی مرجاؤ تو یہ سمجھوں گا کہ تمہارا دل انکاری تھا۔اس لئے جب قادیان میں طاعون پڑا تھا تو قادیان کے رہنے والے تین سو تیرہ (۳۱۳) مر گئے تھے۔جن میں سے ایڈیٹر اخبار ”بدر“ بھی تھا۔قرآن شریف کی تعریف میں کہا ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان نبی بن سکتا ہے اور دوسری مذہبی کتابوں سے نبی نہیں بن سکتا۔اور نہ ہی خدا کو دیکھ سکتا ہے۔

۴۴......میرے مرید بنو میں خدا دکھا دوں گا۔

۴۵......سورۂ فاتحہ کی تعریف میں کہا ہے کہ یہ سورۃ میری ہی صداقت کا نشان ہے۔کیونکہ اس

میں **الحمد** کا لفظ موجود ہے جس سے میرا نام احمد مشتق ہوا ہے محمد کا نام جلالی بھی اس سے ہی مشتق تھا۔ مگر وہ گزر چکا ہے اب جمالی رنگ دکھایا گیا ہے۔ **رحمانیۃ** بھی جلالی صفت ہے اسکے بعد **رحیمیت** جمالی صفت کا اب ظہور رہوا ہے۔ ''**یوم الدین**'' سے مراد ظہور مسیح کا زمانہ ہے کیونکہ اسوقت حکومت برطانیہ نے انصاف کرنا شروع کر دیا ہے اور **صراط مستقیم** نبوت حاصل کرنے کا طریق ہے کہ جس پر چلنے سے ہزاروں آدمی نبی کی مقام پر پہنچ گئے تھے مگر مسیح کا نام مجھے ہی عنایت ہوا ہے۔ ''**مغضوب علیھم**'' سے فرقہ مولویاں مراد ہے اور ''**ضالین**'' سے مراد پادری ہیں۔ کیونکہ جب میں محمد بن کر آیا تھا تو ان دو لفظوں سے عرب کے یہود و نصاریٰ مراد تھے۔ اور اب جبکہ میں احمد کا روپ بدل کر آیا ہوں اور ظل محمدی کہلاتا ہوں تو مولوی اور پادری بھی پرانے یہودیوں اور پادریوں کے ظل ہوں گے کیونکہ قرآن شریف میں مذکور ہے ﴿**کمابدأنا اول خلق نعیدہ**﴾ ہم جیسے شروع کرتے ہیں ویسے ہی لوٹاتے ہیں تو اسلام کا آغاز جلالی رنگ میں تھا اب دوسرا دورہ جمالی رنگ میں ہوا ہے تو جس طرح نبوت نے دوسرا پہلو دکھایا ہے اسی طرح یہودیت اور عیسائیت بھی دوسرا پہلو دکھا رہی ہے۔ (صاحبان اس تحریف قرآنی پر مرزا صاحب یہ فخر کرتے تھے کہ میرے جیسی تفسیر قرآنی کوئی نہیں لکھ سکتا۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں'' اعجاز المسیح ''، لکھی جس پر بہت حیص بیص ہوئی اور اسی کا خلاصہ تفسیر آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ مؤلف)

۴۶...... اے اللہ تو نے مجھ کو ہی مسیح بننے کیلئے منتخب کیا ہے۔

۴۷......کیونکہ دوسرے اس نام کے حق دار نہ تھے۔

۴۸......وفات مسیح قرآن شریف کی تیس آیات سے ثابت ہے۔

۴۹......اور مردہ کبھی واپس نہیں آتا۔

۵۰......اس لئے نزول مسیح کا مسئلہ خلاف قرآن ہوا۔

۵۱......تم مسیح کو خدا سمجھتے ہو اس لئے تم مشرک ہو۔

۵۲......مولویو! کیا تم اس مسئلہ کے رو سے مشرک اور کافر نہیں ہو؟ اور شیطان کے چیلے نہیں ہو؟ کیا تم نے حیات مسیح مان کر اسلام اور توحید کا دم بھرا تھا؟

پھر قادیان کی تعریف میں لکھتا ہے کہ

۵۳......لوگو! طور موسیٰ کی بجائے طور تسلی قادیان بن گیا ہے ہم اس پر چڑھ کر لوگوں کو خدا کی زیارت کراتے ہیں۔

۵۴......آج کل خدا کے نور دل میں امنڈتے چلے آرہے ہیں انہوں نے ہر رنگ میں ہم کو رنگ ڈالا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم کرشن مہاراج بھی ہیں۔ اتباع رسول سے مجھے یہ نور حاصل ہوئے ہیں۔

۵۵......اور خدا مجھ سے یکجان ہو گیا ہے۔

۵۶......اور میں محمد سے یکجان ہو گیا ہوں اس لئے تثلیث کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے اور ختم رسالت کی مہر بھی نہیں ٹوٹی۔" (اس تقریر نے تو مراقیت کا پورا ثبوت دیدیا ہے کیونکہ لگاتار دعوے چلے آتے ہیں اور دلیل ایک بھی نہیں دی۔ مؤلف)

۵۷......اخیر میں لکھتا ہے کہ لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔

۵۸......اور میں ان کا دعا گو ہوں۔ (ہاں ذرا لوگوں کو جانور، سؤر، مشرک اور کافر کہہ دیا تو کیا ہوا ہماری تقدس کے سامنے لوگوں کی کیا جرأت ہے کہ ہماری گندہ زبانیوں کو گالیاں سمجھیں۔ مؤلف)

اب ہم اشعار کا خلاصہ ختم کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اردو شاعری میں بالکل ہی طفل مکتب تھے۔ ملاحظہ ہو۔ درختوں پر گل داؤدی لگانا، پھول کی جگہ پھل

استعمال کرنا، اور خان کی جگہ خانہ اور یوں کہنا کہ کیا جوڑ ہے ان اشعار کے علاوہ بندش الفاظ بالکل کمزور ہے۔ ان شاء اللہ کسی آئندہ مقام پر اس بیان کو مفصل ذکر کیا جائے گا۔ جہاں مرزائیوں کی سلطان القلم کی لیاقت علمی پر بحث ہوگی۔

٦-خدائی دعویٰ: کتب طب مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک مالیخولیا کے بیماروں نے انسانیت سے بڑھ کر دعوے کئے تھے اور پیشگوئیاں بھی کی تھیں۔ جو عموماً سچی نکلتی تھیں۔ مرزا صاحب کو بھی چونکہ دورانِ سر مالیخولیا مراقی تھا اس لئے یہ کہنا بالکل آسان ہے کہ آپ کا خدائی دعویٰ، دعویٰ نبوت، دعویٰ مماثلۃ مسیح اور ظل و بروز وغیرہ یہ سب کچھ ان دونوں بیماریوں کا ہی اثر تھا اگر تقدس کا بھوت آپ کو اجازت دیتا اور آپ علاج کراتے تو یقیناً آپ کو اس مخمصہ سے نجات مل جاتی مگر جب دیکھا کہ مالیخولیا سے ماننا زیادہ ہوتی ہے تو علاج چھوڑ ہی نہیں دیا بلکہ اس میں ترقی کرنے کیلئے وہ اسباب اختیار کئے گئے کہ جن سے تقدس بھی بڑھتا گیا اور دنیاوی زندگی کا لطف بھی آ گیا اور ایسی گدی قائم کر گئے جو جدی گدی سے بھی بڑھ کر مفید ثابت ہوئی۔

(الف) ظل و بروز: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک بقول "**یجری اللہ فی حلل الانبیاء**" تناسخ کا مسئلہ صحیح ہے اور آپ نے "درثمین" کے مذکور الصدر شعروں میں یہ بھی بتایا ہے کہ خود مرزا صاحب کی روح مختلف روپ بدلتی ہوئی آخری روپ میں آئی ہے جس سے ہم اس نتیجہ تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کا انسان میں روپ بدلنا یا ایک روح کا مختلف انسانوں میں تبدیل ہو کر آنا یہ دو عقیدے مرزا صاحب کے نزدیک تسلیم شدہ تھے اس لئے اگر مرزا یہ دعویٰ کریں کہ میں خدا ہوں یا یوں کہیں کہ خدا مرزا ہے یہ سب کچھ ماننا پڑیگا۔ علی ھذا القیاس اگر مرزا صاحب یوں ارشاد فرمائیں کہ میں محمد ہوں یا یوں لکھیں کہ محمد، مرزا ہے تب بھی صحیح ماننا پڑیگا جیسا کہ آپ کی حسب ذیل تحریرات اس نکتہ آفرینی پر کافی روشنی

ڈال رہی ہیں۔ مرزا صاحب ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنا مسلک صاف کرنے کیلئے بڑی جدو جہد سے کام کرتے رہے کہ جس میں ان کو کبھی نبی منذر ہونے کا دعویٰ کرنا پڑا، کبھی ختم رسالت کا مسئلہ سنگ راہ واقع ہوا، کبھی ظہور مہدی و مسیح کی پیشگوئیاں ہمت بڑھاتی تھیں اور کبھی مسیح کے متعلق حیات و ممات کے شکوک واوہام کا دفعیہ کرنا پڑتا تھا۔ غرض یہ کہ ۱۹۰۱ء تک آپ نے یہ تمام دشوار گھاٹیاں طے کر کے آخری منزل مقصود پر پہنچ کر اعلان کر دیا تھا کہ

''میرا کوئی حق نہیں ہے کہ رسالت یا نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور جب میں مسلمان ہوں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں ایسا دعویٰ کروں؟ (حمامۃ البشریٰ) جس جگہ میں نے اپنی نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ میں ایسا رسول یا نبی نہیں ہوں کہ جناب رسالت مآب کی شریعت کو منسوخ کر کے نئی شریعت آپ کے برخلاف قائم کروں اور میں اس سے کبھی انکار نہیں کر سکتا کہ جناب رسالت مآب کی تابعداری میں مجھے نبوت اور رسالت ضرور مل گئی ہے۔ علاوہ بریں نبی کے دو معنی ہیں ایک وہ جو مستقل طور پر وحی پاتا ہو تو میں اس معنی کے رو سے نبی نہیں ہوں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے کثرت کیساتھ مکالمہ پانے والا بھی نبی ہوتا ہے اور جو خدا کا پیارا غیب کی خبریں خدا کی طرف سے حاصل کرے وہ بھی نبی ہوتا ہے اور جب مجھے مکالمہ الٰہیہ اور اخبار بالغیب حاصل ہیں تو ضرور نبی ہونے کا دعویٰ میری طرف سے صحیح ہوگا جس کا مجھے انکار نہیں ہے اور جو لوگ مجھے اس بنیاد پر کافر کہتے ہیں کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے' وہ غلطی پر ہیں' کیونکہ انکو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے ہاں نبوت کا کیا معنی ہے؟ ورنہ کبھی ایسی حرکت نہ کرتے۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) کیونکہ یہ ثابت حقیقت ہے کہ اصلی رسالت بالوحی (بغیر اقتداء کے) حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر منقطع ہو کر ختم ہو گئی ہے اور آپ کے بعد جو شخص نبوت مستقلہ کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے

اور کافر ہے۔ (دین الحق، ص ۲۷)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ دو قسم پر ہے اول یہ کہ پہلی شریعت کو منسوخ کرنے کیلئے کیا جائے جیسا کہ "بہائی مذہب" میں بہاء اللہ کو مستقل نبی اور ناسخ شریعت اسلامیہ مانا گیا ہے۔ دوم یہ کہ اسلامی خدمات کو اپنے ذمہ لینے کیلئے نبوت کا دعویٰ کیا جائے اور خدا کی طرف سے الہام پا کر نبوت کا خطاب حاصل ہو تو اس قسم کا نبی پکا مسلمان ہوتا اور ایسی نبوت کفر نہیں ہے۔

جب مرزا صاحب نے اپنی خانہ زاد منطق سے "دو قسم" کے ادعائے نبوت تجویز کر لیے اور اس اعتراض سے رہائی حاصل کی کہ "جناب رسالت مآب ﷺ کے بعد مدعی نبوت کافر ہوتا ہے۔" تو دوسری ایک اور مشکل پیش آ گئی وہ یہ تھی کہ جناب رسالتماب ﷺ کی نبوت چونکہ آخری نبوت تھی اس لئے دعویٰ نبوت جدید اگر چہ تابعداری کی حیثیت میں کیا جائے، غلط ہوگا ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ حضور کی نبوت آخری نبوت نہ تھی۔ مرزا صاحب نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ

"جب تابع نبی حضور کا ظل اور سایہ ہوتا ہے اور وہ مانتا ہے کہ حضور کی نبوت ہر طرح سے کامل تھی اور اس کی نبوت ناقص ہے تو اس کا مطلب یوں ہوا کہ میری نبوت حضور کی نبوت کا ایک جزو ہے اور اسی میں داخل ہے۔" (ازالہ، ۵۷۷)

"کیونکہ مجھے خدا نے اپنے رسول کا بروز بنایا ہے (گویا آپ کی روح نے ہی نبوت کا دعویٰ کیا ہے) اور جب صورت محمدی کا ظہور ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے "نبی" اور "رسول" کہہ کر پکارا اس لئے میرا نام "محمد" اور "احمد" بھی رکھا گیا۔ اب نبوت محمدیہ "محمد" کو ہی مل گئی، کسی غیر کو نہیں ملی۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

آئینہ کمالات اسلام، ص، ۳۲۶ میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جب کبھی بھی

اسلام کے اندرونی فتنے پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کی روحانیت نے اہل کمال میں روپ بدلا تھا جن کا نام خدا تعالیٰ کے نزدیک "محمد" اور "احمد" کہا گیا اور ایسے باکمال ظلی نبی کہلاتے ہیں اور ایسے نبی ایک نہیں ہزاروں گزرے ہیں۔

توضیح المرام، ص،۱۱میں ذکر کیا ہے کہ "نبوت کاملہ کا دروازہ ہر وقت بند ہے اور نبوت جزویہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے جس میں کثرت مکالمہ اور مبشرات ومنذرات کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔"

ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ، ص،۶۴ میں کہتے ہیں کہ "ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے مگر ایک قسم کی نبوت ہر وقت کھلی ہے جسکا مفہوم صرف کثرۃ مکالمہ اور مبشرات ومنذرات ہیں لیکن وہ بھی اتباع رسول سے وابستہ ہے۔"

ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ، ص،۲۲ میں لکھا ہے کہ "میں اپنی نبوت سے مراد صرف کثرہ مکالمہ لیتا ہوں اور ایسی نبوت اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک بھی تسلیم شدہ امر ہے اور جو شخص اس نبوت کے سوا کسی اور قسم کی نبوت کا مدعی ہے اس پر خدا کی لعنت ہو۔"

چشمہ معرفت، ص،۳۲۴ میں لکھتا ہے کہ حضور کی ذات سے تمام کمالات نبوۃ ختم ہو گئے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہ ہوئی یعنی وہ نبوت جو آپ کی تابعداری سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ آپ کی نبوت کا ہی ظل اور مظہر ہے۔

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ "نبوت تابعہ چونکہ ختم رسالت کا ظل ہے اس لئے اس کا وجود کوئی اور وجود نہیں ہے بلکہ یہ نبوت' نبوت محمدیہ کا مظہر اور جمالی رنگ ہے۔"
بہر حال مرزا صاحب نے تناسخ اور حلول کی بنیاد پر اپنی نبوت کی عمارت کھڑی کی ہے اور ان کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک نبوت تابعہ جاری ہے کیونکہ صوفیائے کرام نے جن کمالات نبوت کے جاری رہنے کا یقین کیا ہے انکا نام "کرامت"

رکھا ہے ان کے نزدیک منصب نبوت سے اس کو تعبیر کرنا کفر ہے جیسا کہ آئندہ کسی موقع پر اس کی تصریح کی جائے گی چونکہ مرزا صاحب کا دماغ صحیح نہ تھا اس لئے تصریحات صوفیہ کو انہوں نے خواہ مخواہ نبوت تابعہ سمجھا اور تمام صوفیاء واولیاء واصفیاء کو بھی نبی بنا کر چھوڑا حالانکہ امت محمدیہ میں سے کسی مقبول بارگاہ یزدانی سے دعویٰ نبوت نہیں سنا گیا اور اگر نبوت تابعہ صرف کمال اتباع کا نام رکھا جائے اور تھوڑی دیر کیلئے مرزا صاحب کی خانہ زاد اصطلاح کے مطابق ولی اور نبی کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کیا جائے تو مرزا صاحب کا یہ کہنا غلط ہو جائیگا کہ ''میرا منکر کافر ہے۔'' حالانکہ کسی ولی پر ایمان لانا اسلام میں ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ مثلا جناب شیخ المشائخ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تمام اولیاء کے سرتاج مانے گئے ہیں مگر آپ نے یہ نہیں لکھا کہ میرا منکر کافر ہے تو پھر مرزا صاحب کو کیا حق حاصل ہے کہ اپنے منکر کو کافر کہیں۔ اگر کھینچ تان کر یہ ثابت کیا جائے کہ مرزا صاحب چونکہ ظل نبی ہیں تو انکا انکار کرنا گویا خود نبی کا انکار کرنا ہوگا، تو یہ استدلال ہر مسلمان تابع رسول کے حق میں بھی جاری ہوسکتا ہے کہ جسکی ظلیت اور اتباع کو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں اور اس میں جناب کی خصوصیت نہیں رہتی۔ اصل بات یہ ہے کہ مراقی الدماغ کو اپنی تقدس کی جب دھن لگ جاتی ہے تو بے ثبوت باتیں گھڑتا چلا جاتا ہے اور **بناء الفاسد علی الفاسد** کی بنیاد پر اپنے آپ کو خدا سے جاملاتا ہے اور جب ثبوت طلب کرو تو جیب خالی نظر آتی ہے، ہاں مریدوں کو خوش کرنے کا مصالحہ خوب تیار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک پیر کے ملفوظات وحی الٰہی کا حکم رکھتے ہیں، لیکن جو شخص ابھی تک حلقہ ارادت سے باہر کھڑا ہے اس کے نزدیک سوائے شطحیات کے یہ ملفوظات اور کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہمارے خیال کی تصدیق خود مرزا صاحب کے اقوال ہیں کہ جن میں عند الصحۃ بیان کیا ہے کہ میرا منکر کافر نہیں ہے۔

چنانچہ اخبار بدر، ج رنمبر ۲۰۱۹، ۲۴ مئی ۳۰ ص، ۶ میں جو اقوال مرزا صاحب

کے شائع ہوئے ہیں ان میں لکھا ہے کہ "مرزا صاحب نے اپنی وفات سے پہلے ایک دن فرمایا تھا کہ جو ہم کو کافر نہیں سمجھتا ہم اسے کافر نہیں سمجھتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اگر ہم اس کو کافر نہ جانیں تو حدیث شریف کے خلاف ہوگا۔" اس قول میں اپنی حرکات کو بالائے طاق رکھ کر وجہ تکفیر میں اپنی نبوت کو پیش نہیں کیا۔ بلکہ یہ وجہ گزاری ہے کہ مسلمان کو کافر کہنا کفر ہوتا ہے۔

(ب) مماثلۃ بالمسیح علیہ السلام: عام لوگ اس اشتباہ میں پڑے رہتے ہیں کہ جب مرزائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں تو مرزا کہاں سے مسیح بن گیا؟ اور اگر مرزا صاحب حضرت عیسیٰ ہی بن کر آئے ہیں تو ان کے صفات ان میں کہاں موجود ہیں؟ اور چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے سے پہلے ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ ضروری تھا تو وہ کب ظاہر ہوئے اور اگر خود ہی مرزا صاحب امام مہدی تھے تو ان میں امام صاحب کا حلیہ اور اوصاف کہاں ملتے ہیں؟ اور یہ شبہ بھی پڑتا ہے کہ جب مرزا صاحب امام مہدی اور حضرت مسیح دو نوں بنتے ہیں تو دونوں کے اوصاف کا ان میں موجود ہونا ناممکن ہوگا کیونکہ ایک شخص میں دو آدمیوں کا حلیہ اور صفات کا پایا جانا قرین قیاس نہیں ہے بالخصوص جبکہ ایک جوان ہو اور دوسرا جوانی گزار چکا ہو تو ایسے دو شخصوں کا رنگ ڈھنگ اور وضع قطع بالکل ہی الگ ہوتی ہے اس لئے مرزا صاحب کا دعویٰ بالکل غلط ہے مگر عوام الناس یہ نہیں جانتے کہ مرزا صاحب نے ان مشکلات کو کس طرح حل کیا ہوا ہے اور کس طرح ان تمام اعتراضات سے بچ کر نکل گئے ہیں کہ غیر احمدی دیکھتے ہی رہ گئے ہیں، اور ان حالات کے بعد جب یہ سوالات پیش کئے جاتے ہیں تو مرزائی مناظر یوں کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ تم کو اسلام کی کچھ بھی خبر نہیں ہے مرزا صاحب بھی ایسے آدمیوں کو اپنی تصانیف میں نادان اور جاہل کہہ گئے ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اس موقع پر اپنے مراق کے زور سے یوں تخیل جما رکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام

تو مر گئے ہیں اور جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح یا عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے تو چونکہ کوئی مردہ اس دنیا میں واپس نہیں آیا اور نہ آتا ہے اس لئے اس نزول عیسیٰ سے یہ مراد ہے کہ امت محمدیہ میں ایک شخص پیدا ہوگا کہ جس کو خدائے تعالیٰ اپنے الہام میں عیسیٰ کے نام سے پکارے گا اور وہ ابن مریم (ایک پاکدامن عورت کا بیٹا) بن کر ظاہر ہوگا تو گویا ''مسیح'' کا لفظ تین مقام پر استعمال ہوا ہے۔ **ایک** مسیح دجال پر کہ جس سے مراد پادری یا عیسائی لوگ مراد ہیں۔ دوم مسیح ناصری پر جو ابن مریم موضع ناصرہ کے باشندے تھے اور بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور واقعہ صلیب کے بعد کشمیر میں ۸۷ برس روپوش ہو کر مر گئے اور محلہ خانیار میں دفن ہوئے۔ سوم مسیح محمدی پر جس کی متعلق احادیث میں آیا ہے کہ قتل خنازیر اور کسر صلیب کرے گا جس سے مراد یہ ہے کہ عیسائیوں کا مقابلہ کرے گا اور نصرانیت کو جڑ سے اکھیڑ دیگا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ''براہین احمدیہ'' لکھ کر عیسائی مذہب کی بنیاد کھوکھلی کر دی ہے اور اپنے زمانہ میں مرزا صاحب ہی ہدایت پر قائم ہیں ان کے منکر جس قدر بھی ہیں سب گمراہ یا کافر ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ **لا مھدی الا عیسیٰ** مہدی اور عیسیٰ ایک ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب ہی امام مہدی بھی ہیں اور چونکہ ''مسیح محمدی'' کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ حاکم فیصل ہو کر آئیں گے اس لئے مرزا صاحب کو پورا اختیار ہے کہ اپنے اجتہاد سے جس مسئلہ اسلامی کو چاہیں مسترد کر دیں اور جس مسئلہ کو چاہیں قبول کریں اور یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے تفسیر اپنی گھڑ لی ہے اور مطلب کی حدیثیں چن لی ہیں اگرچہ وہ موضوع تھیں باقی احادیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے اگرچہ وہ صحیح اور بالکل سچی تھیں کیونکہ اس وقت احادیث کے صحت وسقم کا معیار صرف مرزا صاحب کی ذات مبارک ہے اور بس۔

ناظرین! اس مراقی اور بے دلیل داستان سازی سے بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ

مرزا صاحب نے اسلام میں اپنا مذہب قائم کرنے میں کس قدر جرأت سے کام لیا ہے اور کس طرح اسلام کا پہلو بدل ڈالا ہے اہل اسلام کو فخر تھا کہ قرآن وحدیث کے مفہوم کو کوئی نہیں بدل سکتا مگر یہاں آکر یہ دعویٰ ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ کیونکہ ''مسیح محمدی'' کا مسئلہ ایجاد کرنا، احادیث کی صحت وسقم کا معیار اپنی رائے کو قائم کرنا، قرآن شریف کی آیات میں تصرف جدید سے نئے نئے مفہوم پیدا کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ مرزا صاحب نے گو لفظ تو اسلام کے تبدیل نہیں کئے مگر معنی اور مفہوم تبدیل کرنے میں ساری کسر نکال دی ہے اور اس پر یہ شوخی دکھلائی ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک قرآن شریف کا ایک حرف یا ایک حرف کا شوشہ بھی منسوخ نہیں ہوا اور بایں ہمہ اپنے الہامات کو قرآن شریف کی طرح قطعی اور وحی ربانی تصور کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ انکے خیال میں قرآن شریف کی تکمیل ان الہامات کے ذریعہ سے ہوئی ہے ورنہ اسلام نامکمل تھا جیسا کہ ''درثمین'' کی نظم میں مذکور ہو چکا ہے۔

جن لوگوں نے بہائی مذہب کا مطالعہ کیا ہے وہ سمجھ چکے ہیں کہ جو کچھ بھی مرزا صاحب نے چالیں چلیں ہیں سب کی سب بہائی مذہب سے سیکھی ہیں مگر ذرا نوعیت میں فرق کر لیا ہے تا کہ لوگوں کو سرقہ مذہبی کا شبہ نہ پڑے فرق صرف اتنا رکھ لیا ہے کہ بہائی مذہب کے بانی نے صاف کہہ دیا تھا کہ قرآن شریف بحکم آیۃ **ولکل اجل کتاب** اس زمانہ میں قابل تعمیل کتاب نہیں رہی اس لئے ضرورت تھی کہ دوسری کتاب نازل ہو چنانچہ کتاب اقدس لکھی گئی جس میں اسلام کو منسوخ دکھلایا اور اسی قسم کے اور رسائل لکھے کہ جن میں مناظرانہ پہلو اختیار کر کے اپنی نبوت، اپنی وحی اور اپنے الہام کو ثابت کیا مگر اہل اسلام نے اس کو کافر مطلق قرار دے کر ایران میں قتل کیا اور اس کی تعلیم کو زندقہ اور ارتداد ثابت کیا جب اسکا ایران میں خاتمہ ہو گیا اور اس کی تعلیم سے مرزا صاحب متاثر ہو چکے تو جناب نے

نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا مگر صفائی یہ کی کہ بظاہر اس ایرانی نبی کے خلاف اپنے مذہب کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے قرآن کے الفاظ کو تو نہ بدلا لیکن اس کے مفہوم پر جو تیرہ سو سال سے اہل اسلام میں مسلمہ طور پر تسلیم کیا جا چکا تھا اپنے الہام کی آڑ میں چھاپہ مارا اور احادیث کا تو سرے سے ہی انکار کر دیا سوائے ان احادیث کے جو ان کے مطلب کی ٹھہریں اور اسی طرز تنسیخ سے ثابت کر دیا کہ ''ایرانی مسیح'' (بانی مذہب بہائی) نے قرآن کو قطعاً منسوخ کر دیا اور قابل عمل نہ رہنے دیا تھا۔ مگر مرزا صاحب نے اپنی استادی سے اندر ہی اندر سے اس کی جڑیں اکھیڑ ڈالیں اور بظاہر اسلام کے خیر خواہ، دردمند اور مبلغ اسلام کہلاتے رہے یہی وجہ تھی کہ دورخی چال سے علماء اسلام نے مرزا صاحب کو دجال، کذاب اور مفتری کا خطاب دیکر مسترد کیا اور مسیح ایرانی کی طرح مسیح قادیانی کو بھی جوتے سے ٹھکرا دیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ امر پایۂ تحقیق تک پہنچ چکا تھا کہ **(عدو کاشح اضر من عدو فاضح)** کھلم کھلے دشمن سے اندرونی دشمن زیادہ مضر واقع ہوتا ہے۔

(ج) **دعویٰ نبوت**: مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کی بنیاد پہلے پہل اپنے تقویٰ اور پرہیز گاری پر رکھی۔ پھر خوابوں کی ذریعہ اپنے مراقی خیالات شائع کئے اور علمائے اہل اسلام ان کی طرف سے خیر خواہی کرتے رہے اور جو خواب الٹا بھی ہوتا اس کی تاویل ایسے طور پر کرتے کہ وہ مرزا صاحب کے حق میں مفید پڑتا لیکن مرزا صاحب نے جب بلند پروازی شروع کی اور سوداوی آوازوں کو فرشتہ کی آواز سمجھنے لگے، تقدس کا زور ہو گیا، مریدوں کی کثرت ہو گئی، مال و دولت بھی جمع ہو گئے تو ''امام مہدی'' بننے کی سوجھی اور اس وقت علمائے اسلام نے مرزا صاحب کی طرف داری چھوڑ دی اور الگ ہو گئے اور اس مسئلہ میں حیص بیص شروع کر دی مگر جب الہام نے زور پکڑ لیا اور حکیم نور الدین اور حکیم احسن امروہی ساتھ شامل ہو گئے تو ''مثیل مسیح'' بننے کا دعویٰ کیا اور چاروں طرف سے تردید کی بوچھاڑ

ہونے لگی۔ تب مرزا صاحب کی طرف داری میں دونوں مذکور الصدر حکیم جان توڑ کوشش سے اخیر دم تک لڑتے رہے اور مخالفین کی تردید میں بہت سے رسالے لکھ مارے۔ آخر جب مذہب مرزائیت کی بنیاد پڑ گئی اور منارۃ المسیح بنایا گیا تو مثیل مسیح کی بجائے "مسیح محمدی" کا رنگ بدلا اور اس نو پید خیال پر ایسے اڑ گئے کہ باوجود ہزار تردیدوں کے اپنے الہام کے ذریعہ سے یہی کہتے رہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کشف کے ذریعہ یہ مسئلہ بتایا ہے اور آج تک امت محمدیہ میں سے کسی ایک پر بھی یہ مسئلہ منکشف نہیں ہوا۔ اس کے بعد جب یہ وادی بھی طے ہو چکی تو یہ منوانا شروع کر دیا کہ مسیح کا لفظ نبوت پر شامل ہے اس لئے مرزا صاحب نبی ہیں مگر خاتم الانبیاء کے ماتحت ہیں ورنہ ایرانی مسیح کی طرح اسلام مٹانے کو نہیں آئے اور جب یہ منزل بھی گزر گئی تو اپنی وفات سے پہلے جو تازہ ترین پرچہ اخبار عام لاہور کا چھپا تھا اس میں اعلان کر دیا کہ ہم بفضل خدا نبی اور رسول ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ تمام قیود سے پاک ہو کر نبوت مطلقہ کا درجہ حاصل ہو گیا ہے اور تمام ابتدائی مدارج طے ہو چکے ہیں اس سے پہلے "اخبار بدر" ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں اعلان کیا تھا کہ "ہمارا دعویٰ کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔"

(و) **دعویٰ الوہیت**: "آئینہ کمالات اسلام" ص ۵۶۵ میں مرزا صاحب نے قرب نوافل کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے استدلال کے موقع پر یوں لکھ دیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا تو میرا غصہ اس کا غصہ ہو گیا، میرا حلم اس کا حلم ہو گیا، میری حلاوت اور تلخی اس کی حلاوت اور تلخی ہو گئی اور میری حرکت و سکون اسی کی حرکت و سکون ہو گئی اور جب میں اس حالت میں مستغرق تھا تو میں یوں کہہ رہا تھا کہ اب ہمیں اپنا نظام جدید پیدا کرنا چاہئے اور نئی زمین بنانی چاہئے تو میں نے زمین و آسمان بالا جمال پیدا کئے جس میں ترتیب و تفریق نہ تھی تو پھر میں نے ترتیب و تفریق شروع کر دی

جبکہ میں نے دیکھا کہ خدا خود ترتیب و تفریق پیدا کرنا چاہتا ہے تب میں نے یقین کیا کہ میں اس کے پیدا کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہوں تو میں نے پہلا آسمان پیدا کر لیا اور کہا کہ **انا زینا السماء الدنیا بمصابیح** پھر میں نے کہا کہ **نرید ان نخلق الانسان من سلالۃ من طین** ہم انسان کو پکی مٹی سے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

"توضیح المرام" ص ۲۷ میں لکھتے ہیں کہ میرا مقام اور حضرت عیسیٰ کا مقام وہ ہے کہ اگر ہم دونوں خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کریں تو صحیح ہوگا اور عنقریب میں دعویٰ کروں گا کہ میں خود خدا ہوں اور مجھ سے الوہیت کا دعویٰ ظاہر ہوگا اور میری تصدیق کرنے والے اسے مان لیں گے۔

"براہین احمدیہ" کا مشہور الہام ہے کہ خدا نے مجھے کہا۔(**انا منک وانت منی. انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی**) میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے۔ تو میری توحید و یکتائی کی جگہ ہے۔

اس واقعہ پر مرزائی تاویل کرتے ہیں کہ زمین و آسمان پیدا کرنے کے متعلق خواب تھا مگر **انا منک وانت منی** تو ضرور ہی الہامی صورت میں ہیں اس لئے اگر پہلا دعویٰ الہام نہ بھی ہو تو دوسرے الہام ملانے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے یوں دعویٰ کیا تھا کہ:

۱......میں اور پیغمبر ﷺ ایک ذات ہیں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

۲......میں نے یقین کیا کہ میں وہی خدا ہوں۔ (آئینہ کمالات ص ۵۶۵)

۳......میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کروں تو صحیح ہے۔ (توضیح المرام، ص ۲۷)

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ، مرزا غلام احمد اور خدا تعالیٰ ایک بھی ہیں اور تین بھی اور یہی تثلیث ہے جو انجیل میں مذکور ہے۔ اور تثلیث کا ماننے والا جب اسلام میں خارج از

اسلام قرار دیا گیا ہے تو خود مدعی تثلیث کب اسلام میں داخل رہ سکتا ہے۔
اس موقع پر تناسخ کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے اور ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب تناسخ کے قائل تھے مگر صرف اپنے لئے اور اپنے تقدس کے واسطے۔ کیونکہ "آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۴" میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسیح کو اس زہریلی ہوا کا پتہ لگ گیا جو عیسائیوں میں چل رہی تھی تو آپ کی روح نے آسمان سے اترنے کیلئے حرکت کی اور یاد رکھو کہ" وہ روح میں ہی ہوں۔" اور اسی "آئینہ کمالات" کے ص ۲۴۳ میں یوں بھی لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی روح کو عیسائیوں کی دجالیت کا علم ہوا اور صفت دجالیت عیسائیوں میں کمال تک پہنچ گئی تو وہ روح حرکت میں آئی۔ خواجہ کمال الدین نے اپنی کتاب "کرشن اوتار" کے ص ۳۰ میں اس مشتبہ دعوی کا سارا بہروپ کھول کر رکھ دیا ہے آپ لکھتے ہیں کہ "کرشن اپنے وقت میں بے شک ہو گزرا ہے مگر خدا تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اپنے ایک ہزار مظہر کرشن کی مانند پیدا کرے چنانچہ وہی ہوا۔ مثلاً پہلا کرشن اوتار نبی عرب جناب محمد رسول اللہ ﷺ عرب میں ظاہر ہوئے اور ان دنوں میں آخری کرشن اوتار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔"
اب ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مرزائی تعلیم میں تناسخ اور روپ بدلنے کا مسئلہ ہندوؤں کی طرح تسلیم شدہ امر نہیں ہے کچھ مرزائی اس سے نفرت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ **انا منک وانت منی** کا مطلب یہ ہے کہ میں اور تو ہادی خلق ہونے میں متحد ہیں گویا اس جگہ بعض صفات کے لحاظ سے محبت کے طور پر یہ لفظ کہا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا **فمن تبعنی فانہ منی** میرے تابعدار مجھ سے ہیں اور خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ **سلمان منا اھل البیت** حضرت سلمان ہم میں سے ہیں۔ لیکن یہ عذر قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ انسان تو دوسرے انسان کے متعلق اتحاد صفاتی کا دم بھر سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی صفات اور ذات میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا ورنہ توحید کا تخم بھی نہیں رہتا اور

اسلام اور شرک میں صرف لفظی فرق رہ جاتا ہے۔

ان تمام حوالہ جات اور دعاوی سے ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو مراق اور دوران سر ضرور تھا جس کی وجہ سے ان کی دماغی حالت بالکل خراب تھی اور جو جو علامات طبیبوں نے لکھے ہیں سب کے سب آپ میں موجود تھے ورنہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم مرزا صاحب کو آپ کی آخری گھڑی تک ہی صحیح المزاج تسلیم کریں کیونکہ مرزا صاحب کا سارا لٹریچر ہی اس قسم کا ہے کہ کسی جگہ کچھ کہتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے خلاف کہنے لگ جاتے ہیں اور مریدوں کو مصیبت آپڑتی ہے کہ دونوں مخالف اقوال کو کیسے درست کر کے دکھلائیں۔ اس لئے کچھ تو تنگ آکر کہہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کو اس موقع پر غلطی لگی تھی کیونکہ اجتہادی مسائل میں غلطی کا ہونا بہت ممکن ہے لیکن جس بحث کو ہم نے چھیڑا ہوا ہے وہ اجتہادی نہیں ہے بلکہ الہامی اور کشفی ہے اس میں غلطی کا اعتراف کرنا ان کے خدا اور الہام کرنے والے کو غلط کر دینے کے برابر ہوگا۔

کچھ مرزائی ایسے بھی ہیں کہ جن کو مخالفین کی بات کا کچھ تصور ذہن میں آجاتا ہے اور وہ کچھ ہٹ دھرمی سے پرہیز کرتے ہیں ایسے موقع پر ان کا یہ عذر ہوتا ہے کہ ایسے الہامات ''متشابہات'' ہیں ہم کو ان کا علم نہیں ہے گویا ایک شخص دعویٰ الوہیت یا تثلیث کر رہا ہے ہم اس کو یوں ہی ٹال دیتے ہیں کہ یہ آیت متشابہ ہے۔

بھلا یہ کون سا اسلام ہے اور کون سی دینداری ہے ورنہ جس قدر اسلام میں ایسے مدعی واجب القتل قرار پاکر جہنم رسید ہو چکے ہوں، کہنا پڑتا ہے کہ وہ بھی صحیح الاسلام تھے اور ان کا دعویٰ بھی کسی تاویل کے ماتحت صحیح تھا۔ حالانکہ خود مرزائی مانتے ہیں کہ مسیح ایرانی واجب القتل تھا کیونکہ اس نے بھی نبوت اور الوہیت کا دعویٰ کیا تھا مگر فرق اتنا ہے کہ اس نے نئی شریعت کا دعویٰ کیا تھا اور مرزا صاحب نے تجدید اسلام کا دم بھرا تھا جس کے ضمن میں

وہ سب کچھ کر گزرے تھے جو مسیح ایرانی نے قتل ہونے تک کرنا تھا۔

ایک محقق لکھتا ہے کہ مراق مرزا کا ثبوت محتاج دلیل نہیں ہے جو لوگ قبر مسیح کے متعلق مرزا صاحب کی تحریر پڑھتے ہیں کہ مسیح کی قبر کوہ جلیل میں ہے یا یوروشلم میں یا مدینہ منورہ میں یا کشمیر میں یا جنھوں نے ''ازالہ اوہام'' کی ان عبارتوں کا مطالعہ کیا ہے کہ جن میں مرزا صاحب یوں رقم طراز ہیں کہ جس مہدی اور مسیح کا انتظار تھا وہ میں ہی ہوں۔ اور جب کوئی خیال آتا ہے تو لکھ دیا ہے کہ جو مسیح دمشق میں اترے گا میں اس سے انکار نہیں کر سکتا ممکن ہے کہ خونی مہدی بھی پیدا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ میرے جیسے ہزاروں مثیل مسیح اور مثیل مہدی پیدا ہوں۔ یا جنھوں نے وفات مسیح کے متعلق مرزا صاحب کا استدلال **توفیتنی** سے پیش کیا ہوا پڑھا ہے کہ جس میں وہ کبھی اسکو ماضی بناتے ہیں اور کبھی مضارع۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ایسے کلمات صحیح الدماغ کی زبان سے نہیں نکل سکتے اس لئے جو کچھ بھی مرزا صاحب نے کہا ہے یا کیا ہے اپنے مایہ ناز مالیخو لیا اور دوران سر کے ماتحت کیا ہے ورنہ صحیح المزاج ایسے متضاد اور مشتبہ اقوال سے ضرور اجتناب کریگا۔

اس موقع پر مرزائی الزامی طور پر جواب دیا کرتے ہیں کہ اگر مخالفین نے مرزا صاحب کو مجنون یا مختل الدماغ کہہ دیا ہے تو یہ سب کچھ آپ کی صداقت کا نشان ہوگا۔ کیونکہ آپ کو بذریعہ الہام کہہ دیا گیا ہے کہ **(ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل)** ''تجھے یہ لوگ وہی گالیاں دیں گے اور وہی اتہام لگائیں گے جو پہلے انبیاء کے بارے میں کہتے تھے۔'' اس عذر کی تردید میں ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ کبھی ہم نے مرزا صاحب کو مجنون کا خطاب نہیں دیا کیونکہ ''مراق اور جنون'' ایک ہی ہوتے ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ مراق کمزور ہوتا ہے اور جنون میں مراقیہ علامات نہایت شدت سے ہوتے ہیں۔ مرزا صاحب کو مراقی کہنا گویا مجنوں کہنے کے مساوی ہے لیکن اس عذر کی تردید یوں ہو سکتی ہے کہ انبیاء

سابقین علیہم السلام میں سے کسی نے اپنے مراق یا جنون کا خود اقرار نہیں کیا اور مرزا صاحب خود اقرار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنی صداقت کا نشان بھی بتلاتے ہیں تو پھر مرزا صاحب کی حالت کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی حالت پر قیاس کرنا کیوں جہالت نہ ہوگا؟ قرآن شریف میں سورۂ سبا کھول کر دیکھو اس میں آپ کو صاف نظر پڑے گی ﴿**قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَةٍ**﴾ ''یارسول جو لوگ آپ کو دیوانہ یا مجنون کہتے ہیں ان سے صرف ایک امر کا مطالبہ کرو کہ ایک ایک یا جماعت بن کر میرے دماغ کی تشخیص کرو کہ آیا میرے دماغ میں جنون تو نہیں ہے؟''

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کو اس پڑتال کی جرأت نہ ہوئی اور ان کا زبانی دعویٰ غلط ہو گیا کہ رسول ﷺ کے دماغ میں فتور آ گیا ہے آیا۔ مرزا صاحب نے بھی جو اپنے آپ کو حضور علیہ السلام کا ظہور ثانی بتاتے ہیں کبھی اپنی تصانیف میں اپنے مراق اور اختلال دماغ کی نفی میں کوئی چیلنج دیا ہے کہ کوئی ثابت کرے کہ میں (مرزا) پاگل نہیں ہوں؟ بلکہ یہاں تو فخریہ طور پر کہا جاتا ہے کہ ہمارا دماغ ٹھیک نہیں ہے اور ساتھ ہی ''ظہور ثانی'' کا دعویٰ بھی ہے اور یہ اجتماع ضدین بھی اہل عقل کے نزدیک ناممکن ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ مرزا صاحب کے عہد میں یا بعد میں جن لوگوں نے دعویٰ مہدویت یا ادعائے نبوت کیا ہے ان کو تو یوں کہہ کر ٹال دیتے رہے کہ وہ پاگل تھے اور ان کا دماغ صحیح طور پر کام نہیں کر سکتا تھا حالانکہ ان کا اپنا اقرار موجود نہ تھا کہ وہ مراقی ہیں مگر مرزا صاحب خود اپنی دیوانگی کا اقرار کرتے ہیں اور یہ مرید انکی تصدیق کرتے چلے جارہے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاید تصدیق کنندگان بھی ایسے ہوں گے۔

''بدر'' ۶ دسمبر ۱۹۰۶ء ص ۴ میں منشی احمد حسین احمدی لکھتے ہیں کہ ''پیسہ'' اخبار میں عبدالعزیز تھانیسری نے خلیفہ وقت ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو میں نے وہ دعویٰ پاؤں سے ٹھکرا

کر دور پھینک دیا اور مسکرا کر کہا کہ ایسے مختل الدماغ (مراقی) کی بے جوڑ باتوں پر کون توجہ دے سکتا ہے۔ افسوس کہ منشی صاحب کو مرزا صاحب کے مراق پر اطلاع نہ تھی اور اگر تھی تو اپنا دماغ درست نہ تھا ورنہ کبھی بھی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہوتے اور کسی وقت بھی ''اخبار بدر'' میں دوسروں کی تضحیک شائع کرنے میں جرأت نہ کرتے۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ ان کی اشاعت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مرزائیوں نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ''مراقی کا قول معتبر نہیں ہے'' لیکن یہ عمل پیرا نہیں ہوئے۔

۴...... بروز، ظل، انعکاس اور تناسخ

مرزائی تعلیم کا کافی طور پر ایک پر مغز مطالعہ کرنے والا یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزائی مذہب کے بانی نے پہلے صرف صوفیائے کرام میں اپنی جگہ لی تھی اس کے بعد آپ نے مہدی دوراں، مصلح، منذر اور مامور من اللہ بننے کا دعویٰ کیا تھا اور جب لوگوں میں اسکی پوری شہرت ہو گئی تو مسیح محمدی اور مثیل عیسیٰ علیہ السلام بلکہ مثیل جملہ انبیاء علیہم السلام کا نعرہ لگا دیا اور آخر جب مریدں میں مقبولیت کی استعداد کافی طور پر نظر آئی تو خالص نبوت کا دعویٰ شائع کر دیا۔ مگر جب مرزا صاحب کا اپنا اقرار موجود تھا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ آخر الانبیاء ہیں تو اپنی نبوت کے لئے کئی بہانے سوچ لئے۔

اول: یہ کہ مسیح محمدی جب مثیل مسیح ناصری ہے اور جب مسیح ناصری کو نبی تسلیم کیا گیا ہے اس لئے مرزا صاحب (مثیل مسیح) کو بھی نبی تسلیم کرنا پڑے گا۔

دوم: یہ کہ ختم رسالت کا دعویٰ اس صورت میں ممنوع ہے کہ مدعی نبوت اسلام کو مٹانے کیلئے نبوت جدید پیش کرے نہ کہ وہ نبی بھی حکم امتناعی میں داخل ہوگا جو اسلام کی تائید میں اپنی نبوت پیش کرتا ہو۔

سوم: یہ کہ کمال اتباع نبوی کیوجہ سے میں اور محمد یکذات ہو گئے ہیں اسلئے جو نبوت محمدی ظہور اول میں وقوع پذیر ہوئی تھی وہی نبوت ظہور ثانوی میں نمودار ہوئی ہے یعنی نبوت محمدیہ کیلئے دو دفعہ ظاہر ہونا مقدر میں لکھا تھا اس لئے نبوت قادیانی خود نبوت محمدی ہے کوئی غیر نبوت نہیں ہے۔

چہارم: یہ کہ لفظ خاتم النبیین اور حدیث نزول مسیح کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب میں مدعی الہام (نبی) کا موجود ہونا ناممکن ہو گیا ہے مگر اسلام میں جزو نبوت کے ماتحت سلسلہ وحی والہام جاری رکھا گیا ہے جو مسیح کے نام سے اخیر زمانہ میں پایا جائے گا اس لئے نبوت قادیانیہ کا استثناء موجود ہے۔

پنجم: یہ کہ قادیانی نبوت، نبوت محمدی کا ظل اور سایہ ہے۔ یا یوں کہو کہ مرزا صاحب کا آئینہ دل بالکل صاف ہو گیا تھا۔ جس میں نبوت محمدیہ کا پورا نقشہ اور مکمل فوٹو کھنچ گیا تھا اسلئے یہ نبوت بھی ختم رسالت کے برخلاف نہیں ہے کیونکہ یہ اُس کا بروز، ظل اور عکس ہے اور صوفیائے کرام کے نزدیک ایسی نبوت کا اعتراف بھی موجود ہے۔

ششم: یہ کہ جزوی نبوت اور نبوت کا چالیسواں جزو قیامت تک باقی ہے جس سے مراد مبشرات و منذرات ہیں جو کثرت مکالمہ کے حاصل کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور رویائے صادقہ مثل فلق الفجر رونمائے صدق وصفا ہو کر نبوت بن جاتے ہیں۔

ہفتم: یہ کہ کثرت مکالمہ کا نام ہی ہم نے نبوت رکھ لیا ہے (**ولکل ان تصطلح ولکل امرئ مانوی**) اور یہی مراد محدثیت سے ہے جس کا اجراء اور امکان احادیث کی رو سے ثابت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی محدث سمجھا گیا ہے۔

بہر حال اس قسم کے حیلوں اور بہانوں سے مرزا صاحب نے ختم رسالت کا روڑہ اپنے راستہ سے نکال دیا اور لوگوں کو ایسے گورکھ دھندے میں پھنسا دیا کہ اگر اس کا ایک کنڈہ

کھولتے ہیں تو دوسرا سامنے آجاتا ہے آخر کب تک کھولتے جائیں گے اور آخیر میں کم از کم یہ تو کہنا پڑے گا کہ مرزا صاحب کا ادعا بھی کچھ معنی رکھتا ہے جس کی تردید کوئی آسان امر نہیں ہے لیکن جو شخص اسلامی تعلیم کی تصریحات پر سرسری نظر بھی رکھتا ہے اسکے سامنے یہ تمام عذر بدتر از گناہ ہیں اور انکا بطلان اظہر من الشمس ہے کیونکہ ....

۱...... مسیح محمدی اور مسیح ناصری الگ الگ تسلیم کرنا اسلامی تصریحات کے خلاف ہے اور آج تک کسی آیت یا حدیث میں اس کا ثبوت پیش نہیں کیا گیا اس لئے یہ تفریق مرزا صاحب کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے اور بس! اب اس اختراعی بنیاد پر جو دیواریں اوپر اٹھائی جائیں گی سب کی سب بے بنیاد متصور ہوں گی۔

۲...... یہ عذر پیش کرنا کہ نبوت قادیانی نبوت محمدیہ کے حق میں ہے اسلئے اس کو ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا، بالکل غلط ہے کیونکہ امتناع نبوت وختم رسالت نے تمام قسم کی نبوتوں کا فیصلہ کر دیا ہے۔ مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ ختم رسالت کے ماننے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی نبی خواہ نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا اسی تعمیم کے بعد یہ تعمیم بھی ان پر واجب ہے کہ خواہ تابع یا آپ کے حق میں ہو یا مخالف اور ناسخ اسلام ہو وہ بھی نہیں آسکتا اور یہ تعمیم اسلام میں ابتداء سے چلی آئی ہے اس اجماعی تعمیم کا خلاف صرف مرزا صاحب نے کیا ہے اور وہ بھی صرف اپنی ذات کیلئے۔ ورنہ اگر دوسرے شخص کی نبوت اس معنی میں پیش کی جاتی تو ہمیں امید تھی کہ کبھی اس تعمیم سے انکار نہ کرتے۔

اس موقع پر ہمیں حدیث سازوں کا قصہ پیش نظر آرہا ہے کہ ایک دفعہ کسی حدیث ساز سے پوچھا گیا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ (**من كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار**) ''جو شخص مجھ پر افتراء کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں خود ہی تلاش کر لے۔'' اور تم اس حدیث کے خلاف جھوٹی حدیثیں کیوں گھڑا کرتے ہو؟ تو حدیث ساز نے

کہا، کہ اس حدیث میں **علی** کا لفظ موجود ہے کہ جس سے **معلوم** ہوتا ہے کہ آپ کے برخلاف اسلام کونقصان پہنچانے کی خاطر حدیث گھڑنا حرام ہے ورنہ باریک اشارہ یہ ہے کہ اگر اسلام کی خاطر یا اس کی تائید میں کوئی افتراء باندھا جائے تو جاتے ہی بہشت کا دروزہ کھلا ہوا ملے گا۔ ملاعلی قاری لکھتے ہیں کہ افتراء ہر حالت میں گناہ کبیرہ ہے خواہ مفید ہو، یا نقصان دہ۔ اسی طرح دعویٰ نبوت ہر طرح ممنوع ہے خواہ مفید ہو خواہ مضر اور یہ اصول بالکل ظاہر ہے کہ حیلہ و بہانہ سے کسی حرام کوحلال نہیں بنایا جاسکتا کیا کوئی شخص زنا اور شراب کواس لئے حلال بنا سکتا ہے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ اخیر زمانہ میں زنا اور شراب خوری بہت ہوگی اور جب تک انکی اشاعت یا اسکا ارتکاب نہ کیا جائے اس پیشینگوئی کی صداقت ظاہر نہیں ہو سکتی اس لئے باریک اشارہ یہ ہے کہ یہ دونوں اخیر زمانہ میں حلال ہو جائیں گے۔ پس اگر مرزا صاحب کا عذر صحیح ہے تو اس بے ایمان کا عذر بھی صحیح ہوگا۔ ورنہ ہمارے نزدیک ایسے حیلے بہانے اہل اسلام کے لیے موزوں اور مناسب نہیں ہیں۔

۳...... نبوت محمدیہ کا دودفعہ ظہور بھی اسلامی تصریحات کے صریح خلاف ہے اور اس کی بنیاد تناسخ (اور روپ بدلنے) پر ہے اور اہل توحید و اہل شرک کے درمیان بھی مسئلہ امتیازی فرق رکھتا ہے۔ اگر ہم اس کوتسلیم کرلیں تو ہم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حسب تصریحات ہنود انکے راجے مہاراجے سارے خدائے تعالیٰ کا مظہر اور روپ تھے اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسے انسان کی پرستش خلاف توحید نہیں ہے۔ اگر یہی بات صحیح تھی تو مرزا صاحب جب تھوڑی دیر کیلئے خدا بن گئے تھے تو مریدوں کو کیوں حکم نہیں دیا تھا کہ مجھے سجدہ کرو اور میری ہی پرستش سے نجات حاصل کرو۔ مگر ایسا کرنے سے مرزا صاحب خود محترز رہے کیونکہ ان کے ضمیر نے خود ان کو بتا دیا تھا کہ ایسے شطحیات کا کچھ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس قسم کے انکلیات اعتقادی مسائل میں کارآمد نہیں ہوا کرتے ان سے صرف اتنا ہی فائدہ ہوتا ہے کہ"

مریدوں نے سن کر اپنا مال و جان قربان کر دیا اور بس۔" اور یہ خیال کرنا کہ ﴿وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ سے اشارہ سمجھ میں آتا ہے کہ "اخیر زمانہ کے لوگوں میں نبوت محمدیہ کا ظہور ثانوی ہوگا۔ جس سے آخری زمانہ کے مسلمان صحابہ کے درجہ تک پہنچ جائیں گے اور وہ یہی جماعت قادیانیہ ہے۔" بالکل غلط ہے کیونکہ اس قسم کے خیالات کا پیدا کرنا قرآن شریف میں تحریف کہلاتا ہے کیونکہ ہمیں اسکا وہ معنی تسلیم کرنا ہوگا جو اسلام کے کسی اصول کے مزاحم نہ ہو اور اس کی بنیاد اسلامی دیوار کو بیخ و بن سے نہ گرا دیتی ہو یا اس سے اسلامی عمارت کو کسی قسم کا خطرہ پیدا نہ ہوا ہو بلکہ ایسے مضرات سے بچنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کا مفہوم جو بھی پیش کیا جائے اسکی منقولی سند میں کسی معتبر ہستی کا قول پیش کیا جا سکے تا کہ تحریف و تنسیخ کے الزام سے مخلصی ہو۔ کیا اب مرزائی کوئی منقولی سند اس موقع پر پیش کر سکتے ہیں؟ ورنہ اگر اس قسم کی کج بحثی شروع کی جائے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ نبوت محمدیہ کے ظہور ثانی کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں خود رسول اللہ ﷺ ہم میں موجود رہتے ہیں۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ. سے یہ مسئلہ بالکل صاف نظر آتا ہے۔ اور اگر انسان بالکل ہی آزاد ہو جائے تو یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ رسول ﷺ تو ہر ایک مسلمان کے دل میں موجود رہتے ہیں، اس لئے دل کا حکم وہی ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہوگا۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ انسان کو اپنی قلبی نبوت ہی کافی ہے کسی دوسری نبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا مرزائی اس قسم کے واہیات موشگافی کو جائز رکھیں گے؟

اس موقع پر مرزا صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ میں اور محمد ایک ہیں، اس لئے محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہی۔ کیونکہ پہلے تو آدمیوں کا مختلف شخصیات رکھتے ہوئے ایک ذات ہو جانا ہی قرین قیاس نہیں ہے۔ اگر بالفرض آنکھ بند کر کے ہم مان بھی لیں کہ مرزا صاحب ترکی النسل رسول اللہ عربی نسل سے متحد بالذات ہو گئے تھے تو کیا اس سے صرف

نبوت کا ہی حق حاصل ہوا تھا اس کے سوا حرمین شریفین اور عرب کی سلطنت پر بھی آپ کو کیا دوبارہ قبضہ کرنا ضروری نہ تھا؟ دوسری دفعہ قرآن شریف کا نزول کیوں نہ ہوا؟ قبائل عرب سے دس سال متواتر اور لگاتار لڑائی کیوں نہ کی؟ مساوات کو اپنی تعلیم میں کیوں نہ لیا؟ تحفہ قیصریہ کی بجائے سلاطین غیر اسلام کو تبلیغی پیغام کیوں نہ پہنچائے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ مرزا صاحب کی زندگی حضور کی زندگی کا تیسرا حصہ ہے جو مکی اور مدنی زندگی کے بعد ابھی تک ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی اور گویا رسول خدا دوسرے جنم میں قادیان تشریف لے آئے تھے تو ہم کہیں گے کہ اس کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ مرزا صاحب جب مر گئے تھے تو روضہ نبویہ جو ہڑ کے کنارے قادیان میں قرار پایا تھا اور مدینہ منورہ تب خالی ہو گیا تھا کیا کوئی ذی عقل ایسے فضول خیال کو تسلیم کر سکتا ہے؟ ہمیں افسوس ہے کہ مرزائی پارٹی جب معراج جسمانی، حیات مسیح، صعود مسیح، احیاء موتی اور دوسرے خرق عادت معجزات کو قرین قیاس نہیں سمجھتی تو اس بے بنیاد کلام کو کس طرح تسلیم کر بیٹھی ہے کہ مرزا صاحب اور حضور علیہ السلام ایک ہی ہو گئے ہیں۔ اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ وفات مسیح کے ثبوت میں تو بار باریوں کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف کے رو سے کوئی مردہ اس دنیا میں واپس نہیں آ سکتا۔ تو پھر رسول خدا ﷺ کیسے واپس آ کر مرزا صاحب سے متحد بالذات بن گئے؟ اور اگر یوں کہا جائے کہ حضور کی روح یہاں قادیان میں آ گئی تھی تو تناسخ کا عقیدہ ہو گا۔ اور اگر یوں کہا جائے کہ آیا کچھ نہ تھا صرف فرط محبت سے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو فقط ایک دفعہ خیال کر لیا تھا کہ میں اور حضور ایک ہو گئے ہیں تو ہم بھی کہیں گے کہ اس وقت مراق کے سبب انجرات شدت سے ضرور سر چکرا رہے ہوں گے ورنہ کوئی عقل مند ایسا قول شائع کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تعجب کی بات ایک اور بھی یہاں پیدا ہوتی ہے کہ مرزا صاحب "آئینہ کمالات" میں خود کہہ چکے ہیں کہ حضور مسیح کی روح حرکت کرتے کرتے مجھ میں آ گھسی تھی

اب یہ تناسخ بھی نہ ہوا کیونکہ اس میں صرف ایک روح چکر لگاتی ہے اور یہاں مرزا صاحب کے جسم میں تین روحیں جمع ہوگئی ہیں۔ خود ایک مرزا صاحب کی روح، حضرت مسیح کی روح اور حضرت رسول کریم ﷺ کی روح اگر کتاب ''نزول المسیح'' اور ''درثمین'' کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم نہیں کس کس کی روح مرزا صاحب کے بدن میں حلول کرتی تھی۔ اس لئے ہمیں خیال آتا ہے کہ مرزا صاحب نے ''حلول جسمانی'' اور ''حلول روحانی'' دونوں کو تسلیم کیا تھا جس کو سوائے ان چند دشمنان عقل کے کسی نے تسلیم نہیں کیا تھا کہ جن کو ''نصیریہ یا اسماعیلیہ فرقہ'' کہتے ہیں۔ اور اہل اسلام نے ان کو پوری ہمت خرچ کر کے صفحہ روزگار سے مٹا دیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس زہریلی ہوا کے جراثیم قادیان میں آنکلے تھے۔ جہاں چاروں طرف حلول ہی حلول نظر آتا ہے وہاں جا کر دیکھئے آپ کو بیت المقدس، جنۃ البقیع، مکہ معظمہ، مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، منارۃ المسیح، کوفہ، خارجی، شیعہ اور قوم یزید سب کچھ بروزی طور پر نظر آئے گا۔ ایسے سادہ لوگوں کو کس کس جگہ میں متنبہ کیا جائے۔ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے کوئی کس کس بات کا جواب دے اور کس کس کو سمجھائے؟

ع ہر بن موئے زخم شد پنبہ کجا کجا نہم؟

۴...... یہ امر بھی تصریحات کے خلاف ہے کہ قادیانی نبوت کا استثناء موجود ہے۔ ہم کہتے ہیں کہاں ہے؟ مرزا صاحب سے پیشتر جس قدر بھی اسلامی تعلیم موجود ہے اس میں کہیں نہیں آیا کہ قادیانی نبوت کا استثناء صحیح مانا گیا ہے اور اگر یہ خیال ہے کہ جزو نبوت باقی تھی تو اس سے تمام امت بہرہ ور ہوتی رہی ہے مرزا صاحب کو خصوصیت کہاں سے آگئی تھی کہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ مجھے نہ ماننے والے حرامزادے ہیں اور یہ کیوں کہہ دیا تھا کہ

ع داد آن جام را مرا بتمام

پہلے لوگ جو جام نبوت سے تھوڑا بہت حصہ لیتے رہے مگر مجھے سارا جام مل گیا تھا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اتحاد ذاتی کی وجہ سے ساری کی ساری نبوت جناب میں منتقل ہوگئی تھی اس لئے نبوت کا اعلان کیا گیا۔ بہر حال پہلے پہل یہ کہنا صرف تمہیدی اشاعت تھی کہ مجھ میں جزو نبوت ہے بعد میں یہ راز کھل گیا کہ ساری نبوت بھی آگئی ہے اگر ۱۹۰۱ء تک مرزا صاحب کو یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ آپ ادھوری نبوت کے مالک ہیں یا پوری نبوت کے؟ کیا کوئی مرزائی کوئی ایسا نبی پیش کر سکتا ہے کہ جس نے حسب تصریحات قرآن وحدیث تدریجی طور پر آہستہ آہستہ نبوت حاصل کی ہو اور ایسا بے خبر رہا ہو کہ جب تک کسی مرید نے نہیں پوچھا جناب کو اپنی خبر ہی نہیں کہ میں کیا ہوں؟ پورا ہوں کہ ادھورا؟

۵...... یہ بہانہ کرنا بھی بے محل ہے کہ مرزا صاحب آئینہ کی طرح شفاف ہو گئے تھے جس میں تمام انبیاء علیہم السلام کا فوٹو اتر آیا تھا۔ اس لئے وہ تمام انبیاء علیہم السلام کا عکس ہو گئے تھے اور عکسی نام رکھ لیا تھا کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ شیشہ میں کثیف اشیاء کا عکس پڑتا ہے لطیف اشیاء کا فوٹو نہیں لیا جا سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا میں ایک ایسی جماعت بھی خلاف تجربہ عقیدہ رکھتی ہے کہ مرزا صاحب تو لطیف تھے اور باقی انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور کثیف جسم کے مالک تھے۔ ہاں اگر تعاکس یا انجلاً کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے پھر بھی کسی حد تک قرین قیاس ہوتا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ باجود اس کے جناب کو حضور کی غلامی کا بھی دعویٰ ہے اور مرزا محمود نے تو کہہ دیا ہے کہ مرزا صاحب ''افضل المرسلین'' تھے اتنے پیچ کی ضرورت نہیں رکھی۔ اور دیکھئے کہ یہ استدلال ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب میں صرف فوٹو آ گئے تھے اور روح کوئی نہیں آئی تھی اور استدلال سابقہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے جسم میں روحیں آئی تھیں اس لئے دونوں استدلال متناقض ہوئے اور دعوائے نبوت کا ثبوت پیش نہ ہوا۔ کیا کوئی مرزائی اس تخالف بیانی کو اٹھائے گا؟

اس بہانہ کی تصحیح کیلئے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ صوفیائے کرام میں ایسے لوگ بھی

گزرے ہیں کہ جنہوں نے مرزا صاحب کی طرح بروز نبوت اور ظل رسالت کی آڑ لے کر اپنے آپ کو نبی اور ظل الٰہی ظاہر کیا تھا۔

اس استدلال کا جواب یوں ہے کہ......

الف......صوفیائے کرام کے نزدیک وحدت وجود کا مسئلہ کسی حد تک قابل تسلیم سمجھا گیا ہے جس میں وہ نہ صرف اپنا اتحاد ذات محمدیہ سے ثابت کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک ہر ذرہ بھی اپنے خالق سے متحد فی الذات ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں:

ع اگر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

کیا مرزا صاحب بھی اس عقیدہ پر قائم ہیں؟ ان کے دلائل سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اپنی رسالت کی دُھن میں صرف ذات رسول اور ذات الٰہی سے اتحاد پیدا کرتے ہیں اور جملہ کائنات سے اتحاد کے قائل نہیں ہیں۔ اس لئے صوفیائے کرام کے اقوال سے استدلال قائم کرنا بالکل غلط ہوگا۔

ب......صوفیائے کرام کے اقوال میں سے ایک قسم وہ ہے کہ جن کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے کہ واقعی انہوں نے کہے ہیں بلکہ خواہ مخواہ ان کے ذمہ تھوپ دیئے گئے ہیں ورنہ ان کی شان اس سے برتر تھی کہ ایسے بے محاورہ یا غلط سلط الفاظ استعمال کرتے۔ سو ایسے کلمات جو خود ہی صحیح نہیں ہیں۔ وہ قابل استدلال نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ ثابت نہ کیا جائے کہ واقعی انہوں نے ہی ایسے فقرات اپنے منہ سے نکالے تھے۔

ج......فلسفیانہ اصول کے بنیاد پر جو تحقیق مولانا بحر العلوم یا دوسرے بزرگوں نے پیش کی ہے۔ ان سب کو ملا کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صوفی اگرچہ فیضان نبوت سے بہرہ ور ہوتا ہے مگر کسی وقت بھی وہ مجاز نہیں ہے کہ کسی طرح کی نبوت کا دعویٰ کر سکے ورنہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت کے ثابت کرنے میں صوفیائے کرام کے

کلمات اور تحقیقات سے بروز وانعکاس وغیرہ تو پیش کیا جاتا ہے لیکن یہ نہیں پیش کیا جاتا کہ انہوں نے ختم رسالت کے بعد دعوی نبوت کو خواہ وہ کسی طرح ہی ہو ممنوع بھی قرار دیا ہے اب خود ہی سوچ لیں کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔

د......ادعائے نبوت کے مقام پر علمائے شریعت جو واقعی وارث انبیاء علیھم السلام ہیں۔وہ حسب تصریحات اسلام مجبور ہیں کہ جو شخص بھی ختم رسالت کے بعد مدعی نبوت (جزوی، بروزی، انعکاسی، حدیثی، تبعی) یا خواہ کسی قسم کا مدعی نبوت ہو، وہ حسب تصریحات مرزا صاحب بھی خارج از اسلام ہے (دیکھو ۱۸۸،۲۱۲،۲۱۴) خواہ خود مرزا صاحب ہی ہوں یا کوئی صوفی ہو یا اولیائی کا دم بھرتا ہو اس لئے اگر یہ ثابت کیا جائے کہ جن صوفیاء کا کلام پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے ہی مرزا صاحب کی طرح دعوی نبوت کیا تھا اور اسکو الہامی رنگ چڑھایا تھا اور پھر اس کی اشاعت کرا کرا کے منکرین کو کافر، حرامزادے اور غیر انسان قرار دیا تھا تو علمائے اسلام مجبور ہوں گے کہ احترام ختم رسالت قائم رکھتے ہوئے انکو بھی اسلام سے خارج قرار دیں اس لئے ایسے استدلالات سے مرزا صاحب کی نبوت کا ثابت کرنا بالکل لا حاصل ہوگا اور بس۔

ھ......اسلامی سلطنت خاندان عباسیہ میں جب آ گئی تھی تو آہستہ آہستہ ایرانی فتوحات کی وجہ سے عیاشی نے قدم جمانا شروع کر دیا تھا جس کا اثر شعراء اسلام پر کافی طور پر پڑا۔ بالخصوص فارسی شعراء تو چونکہ ایران اور شیراز کے ہی رہنے والے تھے گو انہوں نے اسلام کے ظاہری تعزیرات سے عیاشی کا ارتکاب تو ترک کر دیا تھا مگر قلم اور زبان اُسی مذاق سے آشنا ضرور تھے۔اس لئے جو بھی شعر لکھتے خواہ وہ کسی اسلامی نکتہ خیال سے لکھا جاتا مگر استعارات و تشبیہات وہی ہوتے جو قبل از اسلام تھے۔اس کے علاوہ اسی عہد اسلامی میں مرتدین ''قرامطہ'' کا بڑا زور تھا۔جا بجا ان کے نام لیوا پیدا ہو چکے تھے۔سلطنت نے ہر چند اس مذہب کو جڑ سے اکھاڑا مگر ان کے اکھاڑے اندر ہی اندر جم چکے تھے۔قرامطہ کا مسلک کسی

حد تک ''بروز، انعکاس، حلول اور اکتساب النبوۃ'' کے عنوانات میں ظہور پذیر ہو چکا تھا۔ اس قسم کی باتوں کا وجود اسلامی عقائد، اسلامی احکام یا اسلامی مسائل میں کہیں نہیں ملتا۔

اخیر پر یہاں ایک اور بھی شبہ پڑتا ہے کہ مرزائی پارٹی میں جب قرآن مجید کا مفہوم ایک نئے ڈھانچہ میں ڈھالا گیا ہے تو بہت ممکن ہے کہ صوفیائے کرام کا کلام بھی ان چابکدست استادوں کی استادی سے نہ بچ سکا ہو اس لئے ناظرین کا فرض ہے کہ صرف ان کے کہے سے سچ نہ مان لیا کریں بلکہ ان کا فرض ہے کہ صوفیائے کرام کا ان کی خود اپنی تصنیف میں لکھا ہوا دیکھیں کہ اسی کلام کا ماقبل و مابعد کس مضمون کو ادا کر رہا ہے۔ آخر جب ہر طرح سے اطمینان ہو جائے تو پھر ہمارے دس جوابوں کی طرف متوجہ ہوں ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۶) مرزائیوں کا اثبات نبوت مرزا صاحب میں یہ دعویٰ بھی قابل سماعت نہیں ہے کہ ''مرزا صاحب نے لفظ نبوت سے صرف اس قدر مراد لیا ہے کہ ان کو اخبار بالغیب اور کثرت مکالمہ سے سرفراز کیا گیا ہے اور یہ صرف اصطلاحی لفظ ہے جو دوسرے مفہومات سے الگ ہے''۔ کیونکہ مرزا صاحب اگر صرف یہی حجت پیش کرتے تو پھر بھی ان کو ہرگز اجازت نہ تھی کہ کسی قسم کی خانہ ساز نبوت کا دعویٰ کرتے۔ کیونکہ اس میں اہل اسلام کو سخت دھوکہ دہی، **فساد فی الدین**، خلاف تصریح اسلامیہ، اور سخت فرقہ بندی کا اندیشہ تھا، چنانچہ وہی ہوا اور مرزائیوں نے الگ اڑہائی اینٹ کی مسجد کھڑی کر کے اغیار کو اپنی خانہ ساز نبوت کے انکار پر اسلام سے خارج سمجھ لیا ہے یہ تو اینٹ کی مثال ہے کہ سردی کے وقت رات کو ایک اونٹ نے ایک عربی سے کہا تھا کہ مجھے صرف گردن خیمہ کے اندر کر لینے دو تو عربی ذرا پیچھے ہٹ گیا پھر دو ٹانگیں بھی اندر کر لیں تو عربی کھڑا ہو گیا۔ آخر جب اونٹ سارا ہی اندر آ گیا تو عربی (مالک خیمہ) سے کہا کہ باہر چلے جاؤ تمہاری یہاں جگہ نہیں ہے۔ اسی طرح مرزا صاحب نے

آہستہ آہستہ جب پاؤں جمائے اور ایک جماعت تیار کر لی تو اخیر میں اہل اسلام کو اسلام سے ہی جواب دیدیا اور تمام اسلام پر خود ہی قابض ہو بیٹھے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب پہلے سے چھپے رستم تھے۔ اور بعض نبض شناس اہل علم "براہین احمدیہ" کے زمانہ سے قیاس کر رہے تھے۔ کہ یہ شخص ضرور نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ چنانچہ ان کا یہ دعویٰ صحیح نکلا اور ایسا صحیح نکلا کہ مرزا صاحب کی کوئی پیشینگوئی بھی ایسی صحیح نہیں نکلی اور زر اندوزی کی ایسی گدی قائم کر گئے ہیں کہ آج قادیان پیرس کا نمونہ بن رہا ہے۔ اور اسلامی تمدن سے وہاں روز افزوں روگردانی ہو رہی ہے اور احکام اسلامیہ کو توڑ موڑ کر معاشرت مغربیہ پر قربان کیا جا رہا ہے غالباً مرزا صاحب کا اپنی نبوت سے بھی یہ ہی مطلب تھا جو حاصل ہو گیا ہے ایک پڑھا لکھا آدمی کسی گاؤں میں گمنام ہو کر زندگی بسر کر رہا تھا آخر اپنی کروٹ بدلی اور دعویٰ کیا کہ میں اللہ ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے شہرت ہو گئی اور ایک بڑے بھاری مجمع میں جواب دہی کے لئے پیش ہوا۔ تو بحث کیلئے صرف چند اہل روشناس منتخب کئے خلوت میں کہنے لگا کہ میرا دعویٰ مطلقاً خدائی کا نہیں ہے۔ الا پنجابی زبان میں 'کچے' اور 'بے عقل' کو کہتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اللہ ہوں یہ ان کی غلطی ہے میرا کیا قصور ہے؟ اس پر تمام نے کہا کہ مولوی صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ تم نہیں سمجھے آخر جب لوگ چلے گئے تو مدعی الوہیت نے صاف کہہ دیا کہ میں اللہ ہوں۔ علمائے اسلام بھی میرے دعوے کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اپنی جماعت تیار کر کے جنگ زرگری شروع کر دی۔ اور بڑے پیر صاحب بن کر ایچ پیچ کی باتوں میں خوب مال کھایا اور آخر لوگوں کا ستیاناس کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔ اسی طرح مرزا صاحب نے بھی پہلے پہل محدثیت کا دعویٰ کیا اور اصطلاحی نبوت کا دم بھرا۔ پھر حسب عقیدہ محمود یہ نبوت میں ترقی کرنا شروع کر دیا اخیر عمر میں اپنے غیر مشروط نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور لوگوں میں اختلافات کا دروازہ کھول کر چل دیئے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۵...... مرزا صاحب کے مذہبی مقابلے

پہلا مقابلہ ۱۸۷۸ء جنگ تناسخ

مرزا صاحب نے سب سے پہلے آریوں سے مقابلہ کیا ان کی تردید میں اخبار ''سفیر ہند'' کے ذریعہ مضامین شائع کرائے جن میں زیر تنقیح یہ مسئلہ تھا کہ آیا ''تناسخ'' کا مسئلہ درست ہے یا غلط؟ ۲۲؍مارچ ۱۸۷۸ء میں مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ اگر ''آریہ'' یہ ثابت کریں کہ روحیں بے انت ہیں تو ہم ان کا پانچ سو روپیہ دیں گے۔ آریوں نے کہا کہ اگرچہ روحیں بے انت نہیں ہیں مگر بوقت ضرورت انکو ''مکتی'' سے نکال کر تناسخ جاری رکھا جاتا ہے اور اس پر مناظرہ کی درخواست کی۔ مرزا صاحب نے اس کے جواب میں ۱۰؍جون ۱۸۷۸ء کو اشتہار دیا کہ مناظرہ خاص مجلس میں ہو اور تین آدمی (دو برہمو ایک عیسائی) منصف مقرر ہوں۔ اور جلسہ میں صرف تین تقریریں ہوں پہلے ہماری پھر آریوں کی اور اخیر میں پھر ہمارا جواب الجواب سن کر مجلس برخاست کی جائے۔ یہ شرائط چونکہ یکطرفہ تھیں آریوں نے غالبًا منظور نہ کیں اور باتوں ہی باتوں میں یہ بحث طول کھینچ گئی جس کا نتیجہ سوائے منافرت کے کچھ نہ ہوا۔

دوسرا مقابلہ ۱۸۸۰ء جنگ الہامی

مرزا صاحب کی پہلی تصنیف ''براہین احمدیہ'' ہے جس کی ترتیب وتالیف کے متعلق ''مراق مرزا'' میں کافی روشنی ڈالی جاچکی ہے اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اور اپنی ناموری حاصل کر لینے کے بعد ایک اشتہار دیا جس میں اس کی نشرواشاعت کیلئے دو طریق پیش کئے۔ اول یہ کہ ہر ایک مسلمان بھائی اپنی جیب سے چندہ بھیج کر شرکت حاصل

کرے۔دوم یہ کہ اشاعت سے پہلے ہر ایک دردمند اسلام پانچ پانچ روپے میں کتاب اصولیت کو قبول کرے تاکہ جس قدر تیار ہوتی جائے اس کے نام روانہ کی جایا کرے اور یوں بھی لکھا کہ اگر اغنیاء ایک دن کا خرچ جوان کے باورچی خانہ میں ہوتا ہے بھیج دیں تو یہ کام بآسانی سرانجام پا سکتا ہے اور یوں بھی تحریر کر دیا کہ کوئی مخالف اسلام اگر اس کا جوب ان شرائط کے ماتحت دیگا جو'' جلد اول'' میں بیان کی گئی ہیں تو اس کو دس ہزار روپے انعام دیئے جائیں گے۔

بہر حال یہ کتاب چھپی اور لوگوں نے پانچ پانچ روپے پیشگی بھیج کر اپنے اخلاص کا اظہار کیا مگر جب نشر و اشاعت کا وقت آیا تو اس کی قیمت بیس، پچیس روپے تک بھی وصول کی گئی اور کافی روپیہ جمع ہو گیا۔ (کلمہ فضل رحمانی) اور اس وقت تک بھی مرزا صاحب نے کوئی دعویٰ نہیں کیا اور صرف'' خاکی غلام احمد قادیانی'' لکھ کر مضمون ختم کر دیا کرتے تھے۔ پہلے ''رئیس قادیان'' لکھتے تھے اب'' خاکسار'' بن گئے۔آپ کی یہ پہلی تبدیلی ہے اور اس کتاب کے اندر برہمو سماج، آریہ سماج اور عیسائیوں کو خوب اشتعال دلا کے مقابلہ میں آمادہ پیکار کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آریوں نے'' تکذیب براہین احمدیہ'' لکھی جسمیں اسلام پر وہ حملے کئے کہ اس سے پہلے جن کا نام ونشان تک نہ تھا اور جن کا باعث صرف یہی کتاب ثابت ہوئی یہ مقابلہ اخیر میں الہامی مقابلہ تھا کیونکہ اس کتاب میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ'' اگر مخالفین اسلام کے مذہب میں صداقت ہے تو آؤ میرے الہام کے مقابلہ میں الہام کرو۔''

ان الہامات کو دیکھ کر عاقبت اندیش طبائع نے مرزا صاحب سے تنفر کا اظہار کیا اور بعض حضرات پھر بھی آپ کی تائید میں قائم رہے چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس کتاب کی بڑی تعریف وتوصیف کی۔ (دیکھو سیرت مسیح)

تیسرا مقابلہ ۱۸۸۷ء، ۱۸۸۸ء جنگ بشیر

۱۸۸۷ء میں مرزا صاحب کے دو جوان فرزند بقید عمر ۲۰، ۲۲ سال موجود تھے۔

۲۰/فروری ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ خدائے تعالٰی نے الہام میں مجھے کہا ہے "اے مظفر تجھ پر سلام۔" اور ایک لڑکا دینے کا وعدہ بھی کیا ہے جو تمہارا مہمان ہو کر آتا ہے اور جس کا نام (عمنوائیل) بشیر بھی ہوگا۔ وجیہ، پاک، زکی، ذکی، صاحب فضل، صاحب شکوہ اور عظمت و دولت، صاحب نص مسیحی و روح الحق، کلمۃ اللہ، شافی امراض، فہیم، حلیم، علیم علوم ظاہری و باطنی، فرزند دلبند ارجمند، مظہر الاول والاخر، مظہر الحق والعلا، كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ، نور علی نور، ممسوح عطر عنایت الٰہی، منجی اسیران قوم، زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گیں، تب اپنی نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ (غرض یہ کہ تمہارے گھر حضرت مسیح جنم لینگے)

چونکہ مرزا صاحب نے یہ "اشتہار ہوشیار پور" میں شائع کیا تھا۔ اور جناب کی اس وقت اہلیہ انبالہ چھاؤنی میں اپنے باپ (میر ناصر نواب صاحب) کے گھر گئی ہوئی تھی۔ اس لئے قادیاں میں سے دو آدمیوں (سلطانی، صابر علی) نے شائع کر دیا کہ مرزا صاحب کے گھر فرزند پیدا ہو چکا ہے جس کا ابھی تک لوگوں سے اظہار نہیں کیا تھا۔ اس لئے یہ پیشینگوئی غلط ہے اس پر مرزا صاحب نے ۲۲/مارچ ۸۶ء کو ایک جوابی اشتہار شائع کیا کہ ابھی تک میرا کوئی تیسرا فرزند پیدا نہیں ہوا۔ صرف وہی دو ہیں جو بیس سال سے موجود ہیں لیکن نو سال تک الہام کے مطابق ایک لڑکا ضرور پیدا ہوگا خواہ دیر سے ہو، خواہ جلدی ہو۔ اور یہ پیشگوئی دو سال سے پہلے خاص خاص آدمیوں کے سامنے ظاہر بھی کر دی گئی ہے اور یہ خیال کرنا بھی غلط ہے کہ ہم نے حمل دیکھ کر یہ کہا ہے کیونکہ "حمل" دیکھنے سے قطعی طور

پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ واقعی لڑکا ہی ہوگا یا لڑکی۔

بالفرض اگر لڑکے کا یقین بھی ہو جائے تو یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ لڑکا ایسا ہوگا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ آسمانی نشان ہے جو رسول خدا ﷺ کی صداقت کیلئے ظاہر ہوگا۔ کیونکہ دُعا کے ذریعہ ایک خاص روح منگوائی گئی ہے جس میں صفاتِ مذکورۃ الصدور موجود ہونگے اور اس قسم کی روح کا جسمانی حالت میں ظاہر ہونا ان تمام روحوں سے زیادہ بڑھ کر شانِ صداقت ہوگا جو حضرت مسیح یا دیگر انبیاء کی دُعا سے (بقول بائبل) دوبارہ زندہ ہوئی تھیں اور کچھ دیر بعد پھر الگ ہوتی تھیں۔ کیونکہ وہ روحیں معمولی تھیں جن کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ لیکن یہ روح ایک عظیم الشان ہے کہ جس کے آنے سے کمالِ اسلام ظاہر ہوگا۔ اس لئے یہ معجزہ احیائے موتی سے بڑھ کر ثابت ہوگا۔ اس اشتہار پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ نو برس تک لمبی پیشینگوئی صداقت کا نشان نہیں ہے تو مرزا صاحب نے ۸/اپریل ۱۸۸۶ء کو اشتہار دیا کہ آج الہام کے ذریعہ سے یوں معلوم ہوا ہے کہ بہت جلد ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو "مدتِ حمل" تجاوز نہیں کریگا مگر معلوم نہیں ہوا کہ آیا یہ وہی لڑکا ہے جس کے صفات مذکور ہو چکے ہیں یا کوئی اور دوسرا لڑکا ہوگا۔

بہر حال مرزا صاحب نے لوگوں کو ایک الجھن میں ڈال دیا جو کسی طرح سلجھ نہ سکتی تھی۔ بدقسمتی سے ان دنوں میں موجودہ حمل سے لڑکی ہوئی اور لوگوں نے اعتراض کیا کہ ولد موعود مدت حمل سے تجاوز کر گیا ہے حالانکہ موجودہ حمل سے اس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مرزا صاحب نے اس کے جواب میں ۷/اگست ۸۷ء کو اشتہار دیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ موجودہ حمل سے وہ لڑکا ہوا۔ بلکہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ اگر اب نہ ہوا تو دوسرے حمل سے ضرور پیدا ہوگا۔ آخر وہ لڑکا (جو اس موعود کے علاوہ ہے) ۷/اگست ۸۷ء کو پیدا ہو گیا ہے اور یہ جو کہا گیا تھا کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا۔ اس سے مراد صرف یہی تھا کہ بہت

جلد پیدا ہوگا اور دوسرے حمل میں پیدا ہوگا۔ اور ہم کو اپنے الہام کی تشریح کرنے کا پورا اختیار ہے۔ اب مرزا صاحب نے یہ سمجھا کہ یہ وہی لڑکا ہے کہ جس کو "عنموائیل" کہا گیا ہے حالانکہ یہ وہ نہ تھا بلکہ اس کی پیشگوئی ابھی ملتوی کی گئی تھی۔ اور یہ لڑکا درمیان میں دوسری پیشگوئی کے ماتحت پیدا ہو گیا تھا اور اس میں صفات مذکورۃ الصدور کا پایا جانا ضروری نہ تھا۔ مگر مرزا صاحب کو اجتہادی غلطی لگ گئی تھی اور یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہی "عنموائیل" ہے اس لئے اس کا نام جھٹ بشیر رکھ دیا اور خیال کیا کہ یہی لڑکا دنیا کو برکتیں دے گا۔ لیکن بدقسمتی سے یہی بشیر ۴، نومبر ۱۸۸۸ء کو مر گیا۔ اب لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپکے بشیر کا کیا ہوا؟ اس پر مرزا صاحب نے یکم دسمبر ۸۸ء کو جواب شائع کیا کہ "پہلے الہام میں ایک لڑکا بتایا گیا تھا۔ لیکن بعد میں اپریل کے الہام میں ایک دوسرا لڑکا بھی مجھے عنایت ہوا جس کو میں پہلا سمجھا تھا اور یہ میری اجتہادی غلطی تھی۔ بہر حال ابھی تک وہ موعود نہیں آیا۔ انتظار رکھو۔" اور جب یہ تاویل شائع کی گئی تو لوگوں نے خیر خواہی کے طور پر کہا کہ ایسے الہام یا کشف کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے کہ جس سے فضیحت ہوتی ہو۔ تو مرزا صاحب نے اسی اشتہار میں یوں لکھا کہ "ہم نے اپنا کام (اظہار کشف) خدا کے بھروسہ پر کرنا شروع کر دیا ہے۔ غیر کو ہم مردہ سمجھتے ہیں اور بعض مولوی صاحبان بھی ہم پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ درحقیقت جب دنیا اور غفلت کا کیڑا ان کی ایمانی فراست کو بالکل کھا گیا ہے بدقسمتی سے یہ لوگ اپنی بیماریوں کو صحت خیال کرتے ہیں اور کمالات الٰہی اور قرب ولایت کی عظمت بالکل ان کے دلوں سے اٹھ گئی ہے اگر یہی حالت رہی تو ان کا ایمان نبوت پر قائم رہنا معرض خطر میں پڑ جائے گا۔"

اب اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب الہام کرتے تھے مگر اس کے پورا کرنے میں ان کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ چنانچہ لوگ کہتے تھے کہ وہ الہام پورا نہیں

ہوا۔اور جناب کہتے تھے کہ ایک آنچ کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ورنہ پورا ہونے میں شک نہیں تھا۔اس موقع پر ناظرین غور کریں کہ عنموائیل کی پیشینگوئی کیوں شائع ہوئی اور اس سے کون مراد تھا۔غالباً مرزا صاحب کا یہ مقصد تھا کہ اپنے تقدس کی بنیادیوں رکھ دیں کہ آپ ولی یا مہدیٔ وقت بنیں تا کہ نو سال تک مسیح گھر ہی پیدا ہو جائیں کیونکہ جس قدر بھی عنموائیل کے اوصاف لکھے ہیں وہ سب کے سب قرآن شریف میں حضرت مسیح کے متعلق مذکور ہیں لیکن مرزا صاحب کو اس الہام میں کامیابی نہ ہوئی' حسب منشاء اپنے گھر مسیح پیدا نہ ہو سکا۔اس لئے غالباً یہ خیال کیا ہوگا کہ اگر بالفرض بشیر مسیح ہو کر پیدا ہوا بھی تو معلوم نہیں کب جوان ہوگا اور کب ہمیں اس سے فائدہ کی امید ہوگی اس بنا پر آپ نے اس الہام کو ملتوی کر دیا۔اور یہ تجویز سوچی کہ خود ہی مہدی بن کر مسیح بن جائیں تا کہ دونوں لطف خود ہی اٹھائیں۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قربت ولایت اور کشف کے مدعی بن کر لوگوں کو مردہ، غافل اور بے ایمان قرار دینا شروع کر دیا۔ورنہ پہلے اپنے آپ کو صرف خاکسار ہی لکھتے تھے اور اہل اسلام کو اپنا بھائی جانتے تھے۔لیکن اس اشتہار کے بعد اپنا لقب مبلغ رکھ دیا تھا۔اور لوگوں کو مردہ اور بے ایمان کہنا شروع کر دیا اور یہ مرزا صاحب کے مدارج کی پہلی سیڑھی تھی۔جس پر آپ نے پاؤں رکھا تھا پھر ترقی کرتے کرتے نبی بن گئے تھے۔اور ''عنموائیل'' کی پیشینگوئی کو ایسا نظر انداز کر دیا کہ اپنی تصانیف میں ذکر تک نہیں کیا۔اور جب خلیفہ محمود گدی نشین ہوئے تو اس وقت پیشینگوئی معرض بحث میں آ گئی۔چنانچہ عنموائیل بننے کے کئی ایک دعویدار بن کر مقابلہ میں آئے۔لیکن مرزا محمود نے سب کو شکست دی اور اپنے نام کے ساتھ بشیر کا اضافہ کر لیا۔اور ''الفضل اخبار'' شائع کر کے اپنے علم و فضل کا اظہار بھی کرنے لگے۔سفر یورپ میں اگر کچھ بھی کامیابی ہو جاتی تو برکت حاصل کرنے کا الہام بھی پورا ہو جاتا مگر یہ کمی باقی رہ گئی ورنہ دوسرے اجزاء کھینچ تان کر پورے کر لئے

تھے۔مگر ہمارے نزدیک اس الہام کی حقیقت نہ تو مرزا صاحب نے ظاہر کی تھی اور نہ ہی مرزا محمود نے اس کو ظاہر کرنے دیا ہے۔وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب پر جب عیسائیوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا کہ حضرت مسیح تو مردے زندہ کیا کرتے تھے اور حضرت رسول اللہ نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔تو مرزا صاحب نے جواب سے عاجز آ کر ایک الہام پیش کر دیا تھا۔جس میں یہ ظاہر کرنا مطلوب تھا کہ خاص بچہ کا پیدا ہونا مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے کیونکہ مردہ کی روح بہت جلد واپس چلی جاتی ہے اور بچہ دیر تک زندہ رہے گا وغیرہ وغیرہ۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ جس مسیح پر عیسائی نازاں ہیں وہ تو ہمارے گھر پیدا ہونے والا ہے اور ہم اس کے باپ ہیں۔ لیکن اب مرزا محمود بتائیں کہ آیا ان کو دعویٰ مسیحیت کرنا ضروری تھا یا نہیں؟اگر ضروری ہے تو مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت بالکل غلط ہو جاتا ہے۔بہر حال یہ ایک ایسا گورکھ دھندہ ہے کہ جس کا جواب مرزائی تعلیم میں موجود نہیں ہے مگر ہم صرف ایک فقرہ سے جواب دے سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کو شروع سے ہی مراق تھا اور یہ الہام بھی اسی کا نتیجہ ہے اور بس۔

چوتھا مقابلہ ۱۸۹۱ء جنگ دہلی

۱۸۸۸ء میں بمقام لدھیانہ اشتہار بیعت دیا اور لوگ دھڑا دھڑ مرید ہونے لگے اور خاصی جماعت تیار ہوگئی۔اس کے بعد ۶/اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب دہلی چلے گئے۔ اور وہاں مولوی نذیر حسین کو مخاطب کر کے اشتہار دیا کہ ''چونکہ آپ نے مجھے ملحد کہا ہے اور خود احادیث نبویہ کے خلاف حیات مسیح کا قول کرتے ہو،سخت افسوس ہے۔تمہارے طعن سے امام ابوحنیفہ بھی نہیں بچ سکے تو ہم کس طرح بچ سکتے تھے۔مولوی عبدالحق کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ گوشہ نشین ہیں اس لئے ان کو مخاطب نہیں کیا جاتا۔آپ حیات مسیح پر مناظرہ کریں

تاکہ باہمی فیصلہ ہو جائے۔" اس اشتہار کے شائع ہونے پر مولوی نذیر حسین کے شاگرد جمع ہو گئے۔ اس وقت مرزا صاحب کوٹھی نواب لوہارو بازار بلیماران میں مقیم تھے۔ حاجی محمد احمد نے بھوپال سے مولوی محمد بشیر کو بلوا کر مناظرہ مقرر کیا۔ مولوی صاحب نے حیات مسیح کا ثبوت اپنے ذمہ لیا۔ بحث کوٹھولوہارو میں ہوئی۔ اور فریقین کے دس دس آدمی منتخب کئے گئے جن میں سے مولوی عبدالمجید اور مولوی محمدی حسین کی شمولیت سے انکار کیا گیا۔ مولوی صاحب نے پانچ دلائل حیات مسیح کے متعلق لکھ کر پیش کئے جس کا جواب مرزا صاحب نے کل دس بجے پر ٹال دیا آخر دوسرے روز جواب دیا مگر جلسہ میں اسے پڑھ کر نہ سنایا۔ اور چھ دن تک تین /تین پرچے تیار ہو گئے تھے۔ چوتھا پرچہ شروع ہی تھا کہ مرزا صاحب نے عذر کیا کہ میرے خسر بیمار ہیں بحث ادھوری چھوڑ کر دہلی سے قادیان کو روانہ ہو گئے۔ جس میں مرزا صاحب کو شکست ہوئی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مرزا صاحب "ازالۃ الاوہام" اور "توضیح المرام" لکھ چکے تھے۔ اور براہین احمدیہ کے تمام مطالب کو اپنے اوپر منطبق کر کے یہ اعلان کر دیا تھا کہ مسیح کا نزول مرزا صاحب کا ظہور ہی ہے اور بس۔

پانچواں مقابلہ ۱۸۹۳ء جنگ مقدس

جون ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب امرتسر میں ڈپٹی عبداللہ آتھم پادری سے الوہیت مسیح پر نبرد آزما ہوئے۔ ۱۵ یوم (دن) زور آزمائی ہوتی رہی۔ جوڑ سخت تھا کوئی فیصلہ نہ بن پڑا آخر تنگ آکر مرزا صاحب نے جلسہ کے موقع پر یہ اعلان کیا کہ اگر سوا سال کے اندر آتھم نہ مرے گا، تو میں جھوٹا ورنہ وہ جھوٹا۔ (یعنی دسمبر ۱۸۹۴ء تک) اور یہی مرزا صاحب کا آخری حربہ تھا کیونکہ مذہبی دلائل سے آپ کی جیب ہمیشہ خالی رہتی تھی آخر تنگ آمد بجنگ آمد کی پناہ لے کر سامعین کی توجہ پھیر دیتے تھے۔ اور اسی میں اپنی کامیابی کا راز مضمر کیا ہوا تھا لیکن خدا

کی قدرت آتھم کی موت بمقام فیرزپور ۲۷ جولائی ۹۶ ء کو ہوئی اور ایک سال پونے گیارہ ماہ کا وقفہ پڑ گیا تو ''انجام آتھم'' میں مرزا صاحب نے اس کی وجہ یوں بیان کی کہ الہام میں بعد کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آتھم اپنے دل میں خائف نہ ہوا تو تاریخ مقررہ پر مرے گا، ورنہ کچھ توقف کیا جائیگا۔ اور لوگوں نے جب اس جواب کو پسند نہ کیا تو آپ نے یوں کہا کہ ارے سالا مر تو گیا، چار دن کی تقدیم و تاخیر کیا حقیقت رکھتی ہے؟ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۸۵) پھر کہا کہ ارے نالائق قوم! جب وہ وعید کے مطابق مر گیا ہے تو میعاد کی بحث کرنا کیا مطلب رکھتی ہے؟ (سراج منیر، ۶۲) الغرض مرزا صاحب کا یہ الہام بھی ادھورا ہی تھا اور اس میں بھی وہی استادی رکھی تھی کہ ایک آنچ کی کسر باقی تھی ورنہ دل میں توبہ کرنا یا ڈرنا ایک حاشیہ ہے کہ جس سے ہر ایک الہام کو درست کیا جا سکتا ہے۔

چھٹا مقابلہ ۱۸۹۳ء مباہلہ غزنویہ

جون ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب نے آتھم کے بعد مولوی عبدالحق غزنوی کو مباہلہ کیلئے مجبور کیا۔ مولوی صاحب نے کہلا بھیجا تھا کہ چونکہ آج کل آتھم کے مقابلہ میں آپ مصروف ہیں۔ اور ۱۵/ جون ۹۳ ء کو آپ کو لاہور بھی بغرض مناظرہ جانا ہے اس لئے تاریخ مباہلہ بڑا ناموزوں ہوگا مگر مرزا صاحب نے جواب دیا کہ ''لاہور میری طرف سے حکیم نور الدین یا احسن امروہی جائیں گے تاریخ مباہلہ سے گریز کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔'' یہ جواب سنتے ہی مولوی صاحب بھی تیار ہو گئے۔ چنانچہ دونوں فریق ۱۰/ ذی قعدہ ۱۰ ھ کو دو بجے بعد از ظہر عیدگاہ (متصل رام باغ امرتسر) میں حاضر ہو کر رو بقبلہ ہو کر اونچی آواز سے ایک دوسرے کو بدیں الفاظ بددعائیں دیتے تھے کہ اگر مرزا ''دجال مفتری کذاب'' اور ''محرف کلام اللہ'' ہے تو وہ غارت ہو، ورنہ مولوی عبدالحق غارت ہو جائے اور

آپس میں لعنتیں بانٹتے تھے اور جب تھک کر واپس آ گئے تو مرزا صاحب نے رسالہ ''حجت الاسلام'' میں لکھا کہ اگر اس مباہلہ کے بعد ایک سال تک کوئی نشان ظاہر نہ ہوا تو میں خدا کی طرف سے نہ ہوں گا مگر جب سوا سال تک آتھم نہ مرا تو لوگوں نے کہا کہ مرزا صاحب کو مباہلہ میں شکست ہوئی جبکہ مرزا نے جواب دیا کہ اگر وہ نہیں مرا تو نہ سہی، میرے مرید تو پہلے سے بڑھ گئے ہیں۔ بس میرے لئے یہی نشان صداقت کافی ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۲۰) اور مرزا صاحب ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو مر گئے اس طرح فوری موت سے مرزا صاحب کا خاتمہ ہوگیا۔ اخیر نو سال بعد ۶ مئی ۱۹۱۷ء کو مولوی صاحب بھی چلتے بنے۔ ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾

ساتواں مقابلہ ۱۸۸۱ء۔ ۱۹۰۵ء (نکاح محمدی) جنگ محمدی

یہ مقابلہ بڑا زبردست تھا۔ اس کا تذکرہ عموماً مجالس مناظرہ میں آیا کرتا ہے کیونکہ اس میں فریق مخالف متعدد زبردست ہستیاں تھیں۔

۱......محمدی بیگم، زوجہ آسمانی مرزا صاحب، ہمشیرہ زادہ مرزا امام الدین۔

۲......سلطان محمد، شوہر محمدی بیگم پٹی ضلع لاہور۔

۳......عزت بی بی، منکوحہ فضل احمد ولد مرزا غلام احمد مدعی مسیحیت۔

۴......احمد بیگ والد محمدی بیگم سکنہ ہوشیار پور۔

۵......شوہر ہمشیرہ احمد بیگ۔

اصل واقعہ یوں تھا کہ مرزا صاحب کو (معلوم ہوتا ہے) مخالفین اسلام اسلامی نکاح زینب کے مسئلہ میں بہت دق کرتے تھے اور مسلمانوں نے بھی ان کا قافیہ تنگ کرنا شروع کر دیا تھا کہ مسیح تو آپ بن گئے مگر آپ پر یہ کیسے عائد ہو سکتا ہے کہ (بمضمون حدیث

نبوی) مسیح ۴۵ سال تک حکومت کرے گا اور اس اثنائے حکومت میں ایک شادی کرے گا اور اس کی اولاد بھی ہوگی۔ مرزا صاحب چونکہ تقدس کا شکار تھے اس لئے ان سے کوئی جواب تو نہ بن پڑا آخر ایک پیشگوئی کردی کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے اور زمین پر اس کا ظہور بھی ہوگا اور اگر (میرے فرضی سسرال) انکار کریں گے تو آسمانی سسر اور میری بیوی کا شوہر ظاہری دونوں مر جائیں گے۔ (۲۱راگست ۱۸۹۴ء تک) تو میری باطنی بیوی بیوہ ہو کر پھر میرے پاس آجائے گی۔ اس کے بعد اپنے رشتہ داروں کو سفارشی خط لکھے اور الہام پورا کرنے میں منتیں بھی کیں مگر سب اکارت گئیں آخر لوگ ضد پر اڑ گئے نکاح نہ ہونے دیا۔ مرزا سلطان محمد اور محمدی بیگم، مرزا صاحب کی وفات کے بعد کئی سال تک صحیح و سلامت زندہ رہے اور بال بچوں میں پھولے پھلے مگر مرزا صاحب کی کچھ پیش نہ گئی اور یہ پیشینگوئی لفظ بہ لفظ غلط نکلی جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نہ تو نکاح زینب کا اعتراض اٹھا سکے اور نہ ہی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ صحیح تھا لہٰذا ان کو دجال، مفتری، کذاب اور محرف کلام اللہ وکلام رسول جو کچھ بھی کہا جائے درست تھا۔ آخر جب مرزا صاحب نے محسوس کیا کہ لوگ یہ پیشینگوئی (باوجود ہزار حکمت عملی کھیلنے کے) پورا ہونے نہیں دیتے اور خدائے قدوس کی غیرت کا بھی تقاضا یہی ہے کہ الہام کا راز طشت از بام ہو جائے تو لگے بغلیں جھانکنے کہ اب کیا کیا جائے۔ آپ کے روح القدس ٹیچی نے (غالباً) یہ مشورہ دیا ہوگا کہ یوں کہہ دو کہ یہ نکاح فسخ ہو گیا ہے یا ملتوی کردیا گیا ہے مگر یہ کمال بے شرمی تھا کہ مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی سلطان محمد نے چھین لی تھی اور فسخ نکاح کا انتظار بھی نہیں کیا تھا اسلئے مجبوراً مرزا صاحب نے نکاح ثانی دیکھ کر اپنا نکاح فسخ کرا دیا تھا۔ ٹیچی کی دوسری روایت ہے کہ" نکاح ملتوی کر دیا گیا تھا گویا اسکا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ جھوٹ کہا تھا کہ پہلے میرا نکاح ہو چکا تھا مگر اب فسخ ہو گیا ہے۔" بلکہ اصل واقعہ یوں ہے کہ ابھی آسمان

پر نکاح نہیں ہوا تھا، صرف مشورے ہو رہے تھے مرزا صاحب کو (افراط محبت سے) یہ غلطی لگ گئی تھی کہ نکاح ہو چکا ہے بدقسمتی سے التواء نکاح کی مدت مرزا صاحب کی وفات تک پہنچ گئی اور یہ نوبت ہی نہ پہنچی کہ سلطان محمد کی موت واقع ہوتی اور اس کی بیوی بیوہ ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آتی اس لئے التواء کا لفظ صحیح معنی پر واقع نہ ہو سکا۔ اور اس مقابلہ میں مرزا صاحب کو سخت شکست ہوئی اور دعویٰ مسیحیت بھی خاک میں مل گیا۔ اب مرزائی تو یوں کہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی "متشابہات" میں سے ہیں حالانکہ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کی صداقت کیلئے یہ سب کچھ کیا تھا تا کہ مخالفین پر اتمام حجت ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ متشابہات سے اتمام حجت نہیں ہوتی۔ کچھ مرزائی کہتے ہے کہ پیچی کی پہلی روایت درست ہے کہ نکاح فسخ ہو گیا تھا۔ مگر اس پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ **اول** یہ کہ کیا مرزا صاحب کی غیرت کا یہ تقاضا تھا کہ منکوحہ تو مرزا صاحب کی ہو مگر چلی جائے سلطان محمد کے گھر، شاید نکاح آسمانی سے مراد صرف ناطہ ہوگا لیکن اس کی تصریح کہیں نہیں ملتی۔ دوم یہ کہ صداقت مسیح کی تو یہی علامت تھی جو ظہور پذیر نہ ہوئی تو اب مرزا صاحب کو مفتری کیوں نہ کہا جائے گا۔ حکیم نورالدین صاحب کی پارٹی یوں کہتی ہے کہ الہام میں ہے کہ ایک لڑکی (احمد بیگ کی) تمہارے نکاح میں آئے گی۔ اب اگر وہ شخصی طور پر نہیں آئی تو ممکن ہے اس کی اولاد میں سے کوئی اور لڑکی کی (بحکم علم میراث) مرزا صاحب کی اولاد میں سے کسی لڑکے کے ساتھ شادی ہو جائے مگر یہ جواب بالکل ہی غلط ہے کیونکہ **اولاً** یہاں وراثت کا کوئی تنازع ہی نہ تھا کہ علم میراث کی اصطلاح سے اس مشکل کو حل کیا جاتا اور اگر "بنت" کے لفظ سے اس کی اولاد مراد لی جا سکتی ہے تو مرزا صاحب سے مراد (بحکم میراث) آپ کے آباؤ اجداد ہوں گے نہ کہ اولاد در اولاد۔ کیونکہ تقسیم ترکہ کے وقت اگر باپ مر چکا ہو تو دادا وارث ہوا کرتا ہے نہ کہ بیٹا یا پوتا۔ اب اس اصول کے مطابق یہ مفہوم پیدا ہوگا۔ کہ مرزا

صاحب کا کوئی گدی نشین جدی امجد محمدی بیگم کی کسی پوتی سے نکاح کرے گا اور یہ بالکل بے جوڑ بات ہے۔ **ثانیاً** اگر مرزا صاحب کے قائم مقام (بموجب رواج) اولاد در اولاد لی جائے تو جس مشکل کیلئے یہ تکلیف کی گئی ہے وہ عقدہ تو لاینحل ہی رہ گیا ہے کیونکہ بموجب حدیث شریف کے تو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح خود نکاح کریں گے اور خود انکی اولاد بھی ہوگی اور یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ اور **ثالثاً** اگر یہ مراد ہو کہ مسیح کی اولاد میں سے کوئی بچہ نکاح کرے گا اور خود مسیح نکاح نہیں کریں گے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کی اولاد حضرت آدم کی طرح بغیر ماں باپ کے ہوگی۔ کیونکہ جب خود باپ کی شادی ہی نہ ہوگی تو اس کی صلبی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے نور الدین صاحب کا جواب کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے اقرار کے مطابق مسیح نہ بن سکے اور یہ پیشگوئی سراسر غلط نکلی جس کی تفصیل مختصر طور پر مرزا صاحب کی اپنی زبانی یوں ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے رشتہ داروں کو یوں کہلا بھیجا تھا کہ ......

اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء :

خدائے تعالیٰ نے کہا ہے کہ نکاح کے لئے سلسلہ جنبائی کر کے انکو بتاؤ کہ جو برکات ۲۰ر فروری ۱۸۸۰ء کے اشتہار میں درج ہے تم کو مل جائیں گی۔ ورنہ خسر اور داماد دونوں مر جائیں گے اور لڑکی خراب ہوگی۔ **کذبوا بایتنا کذابا. کانوابھا یستھزء ون فسیکفیکھم اللّٰہ. یردھا الیک. لاتبدیل لکلمات اللّٰہ. ان ربک فعال لما یرید. انا معک وانک معی. عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا.**

خط اول، بنام علی شیر وروانگی از لدھیانہ اقبال گنج ۱۸۹۱ء :

تم بہت اچھے آدمی ہو تمہارا اور محمدی بیگم کا نکاح عید سے دوسرے دن ہونے والا ہے تمہاری بیوی مشیر کار ہے اگر وہ اپنے بھائی احمد بیگ کو سمجھائے تو بہت جلد کاروائی

ہمارے حق میں ہو جائے گی۔ کیا تم مجھے روسیاہ، ذلیل اور خوار کرنا چاہتے ہو؟ اور آگ میں ڈال دو گے۔ سنا ہے کہ وہ کہتی ہے کہ مرزا غلام احمد مرتا بھی نہیں، مرتے مرتے پھر جی اٹھا۔ کیا میں چوہڑا چمار ہوں۔ (م، نہیں تم ابا جان تو ضرور ہو۔) اس کو سمجھاؤ ورنہ عزت بی بی کو طلاق ہو جائے گی۔ اور باقی رشتے بھی ٹوٹ جائیں گے۔ (خوب دھمکی تھی مگر عزت بی بی کو طلاق نہ ہوئی، بلکہ الہام واپس لیا گیا۔)

واقعی مرزا صاحب کو اس موقع پر جو ناکامی ہوئی ہے، ناقابل تلافی ہے آتش فراق میں جلنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جب رشتہ داروں نے لاپروائی کی تو مرزا صاحب نے اپنے خسر کو پر زور لکھا کہ ......

خط بنام احمد بیگ ۲۷ جولائی ۹۲ء:

خدا کی قسم مجھے الہام ہوا ہے کہ تیری لڑکی (مسمات محمدی بیگم) سے نکاح کروں گا اور یہ الہام دس لاکھ آدمیوں میں شائع بھی ہو چکا ہے (کیا تم اتنے ہی بے رحم ہو گئے کہ میرے جیسے عاجز کی مدد نہ کرو گے؟) تم میرے معاون بنو۔ ورنہ لوگ میری پگڑی اڑائیں گے۔ (م، ایسی اڑی کہ مرزائی تا قیامت یاد کریں گے) پھر کرمنی کو لکھا کہ ......

خط بنام والدہ عزت بی بی:

تم کو واضح ہو کہ احمد بیگ اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے نہیں کرنا چاہتا اس لئے اس کا علاج میں نے یوں سوچا ہے کہ میرا بیٹا فضل احمد تیری لڑکی کا طلاق نامہ بدیں الفاظ لکھ کر تیار رکھے کہ

''جس وقت محمدی بیگم کا نکاح غلام احمد کے سوا کسی دوسرے سے ہوا اسی وقت سے عزت بی بی کو تین طلاق۔'' اور میں نے حکیم نور الدین کو کہلا بھیجا ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرائے ورنہ فضل احمد عاق اور لاوارث متصور ہوگا۔ (م، مرزا صاحب کو یہ معلوم نہ تھا کہ عاق بھی وارث

ہو جاتا ہے اور یہاں علم و دانش مسیح بن گئے تھے)

خط از عزت بی بی بنام والدہ خود :

والدہ صاحبہ تم اگر مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم سے نہیں کرنا چاہتیں تو مجھے آ کر قادیان سے لے جاؤ۔ کیونکہ غیر سے نکاح کرنے کے وقت ہی مجھ پر تین طلاق پڑ جائیں گی۔ (افسوس ان گیدڑ بھبکیوں سے رشتہ دار نہ ڈرے اور غیر سے نکاح ہو گیا)

کرامات الصالحین :

اب دوسری چال چلی گئی اور الہام گھڑے گئے کہ

دعوت بالتضرع والابتهال فاخبرنی انی ساجعل بنتا من بناتهم آية سماها وقال انها ستجعل ثيبة ويموت بعلها وابرها الى ثلث سنة (م، سنين) من يوم النكاح ثم نردها اليک بعد موتهما.

ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۱۰ :

سلطان محمد کی تقدیر مبرم ہے اس کا انتظار کرو، اگر میں جھوٹا ہوں، (م، اس میں کیا شک ہے) تو میری موت آجائے گی اور یہ پیشینگوئی پوری نہ ہوگی۔ (م، ایسا ہی ہوا)

حقیقۃ الوحی، ص ۱۹۱ :

لوگ کہتے ہیں کہ اگر الہام سچ ہے تو خود بخود واقع ہو جائے گا تم اس قدر منت سماجت اور جدوجہد اس کے پورا کرنے میں کیوں کر رہے ہو۔ احمقو! (ہمارے الہام کوشش کا نتیجہ ہوتے ہے) اس لئے کہ اس کے سرانجام دینے میں کوشش کرنا اور معاونت کرنا، طریق مسنون ہوگا (م، یہ سنت مرزائی ہے ورنہ سنت نبوی میں ایسی جدوجہد اور منت سماجت کا پتہ نہیں چلتا)

الحکم ۳/جون ۱۹۰۵ء :

چونکہ رد کا معنی واپس دلانے کا ہے اس لئے الہام میں یہ اشارہ ہے کہ محمدی کا نکاح دوسری جگہ ہوگا پھر وہ بیوہ ہوکر میرے نکاح میں آئے گی۔ (انگور کھٹے ہیں)

ضمیمہ انجام آتھم، ص/۳۱۱ :

یہ جو آیا ہے کہ مسیح نکاح کریں گے اور آپ کی اس نکاح سے اولاد بھی ہوگی۔ اس سے مراد کوئی ایسا نکاح ہے جو ایک خاص نشان رکھتا ہوگا ورنہ ایسے قول سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ (م، خاص نشان بنانے کی کوشش تو بہت کی گئی مگر مسیح نے منہ کی کھائی)

تتمہ حقیقۃ الوحی، ۱۹۰۶ء ص/۳۲ :

محمدی بیگم سے میرا نکاح آسمان پر پڑھا گیا تھا مگر اس کا ظہور اس شرط سے مشروط تھا کہ یہ لوگ توبہ نہ کرتے۔ (**ایتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک**) لڑکی نے توبہ کی اور میرا نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا (م۔ مگر زناکاری کس کے ذمہ لکھی گئی اور بے غیرتی کس کے حصہ میں آئی۔ کیا بلاء سے مراد مرزا صاحب ہیں۔ کیا جملہ ندائیہ بھی شرط بنتا ہے؟ اور **توبی** کب سے **تابت** کے معنی میں ہوا؟)

ضمیمہ انجام اتھم، ص/۵۴ :

اس الہام کا دوسرا جزو (واپسی یا موت سلطان محمد) پورا نہ ہوا۔ تو میں برے سے برا ٹھہروں گا۔ (اس میں کیا شک ہے) اے احمقو! (مریدوں سے خطاب ہے اور آپ ان کے سردار ہیں) یہ انسان کا افترا نہیں ہے (دماغی مراق کا نتیجہ ہے) پختہ وعدہ بے ٹل نہیں سکتا۔ جب یہ وعدہ پورا ہو جائے گا کیا یہ احمق جیتے رہیں گے بلکہ ان کی ناک کٹ جائے گی۔ (مرزائی بتلائیں کہ ناک کس کی کٹی، اور سیاہ داغ کس کے چہرہ پر آیا؟)

ضمیمہ ص ۲۲۳:

الامر ای موت السلطان محمد قائم علی حالہ لا یردہ احد باختیالہ، والقدر مبرم. سیأتی وقتہ فواللہ انہ الحق، وجعلت ھذا الالھام معیارا لصدقی فی دعوای وادعائی بالمسیح، وما قلت الا بعد ما نبھت من ربی.

شہادت القرآن، ص ۸۰:

یہ پیشینگوئی عظیم الشان ہے اور اس کی چھ جزئیں ہیں موت احمد بیگ، موت سلطان محمد، حیات دختر تا نکاح ثانی، حیات مرزا، نکاح ثانی ۳ سال تک، حیات احمد بیگ ڈھائی سال تک تا شادی اول دختر خود (م، ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ کیسی تشریح و تفصیل سے سمجھایا گیا ہے کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہیں)

الغرض اس مقابلہ میں مرزا صاحب کی تکذیب خوب ہوئی ہے اور مرزائیوں کا یوں کہنا کہ لڑکی کا باپ مر گیا تھا اور باقی لوگوں نے توبہ کر لی تھی اس لئے نکاح فسخ ہو گیا تھا، بالکل بے سود ہے کیونکہ جس مطلب کے لئے یہ الہام چلایا گیا تھا، وہ تو کسی صورت میں پورا نہ ہوا۔ وہ الہام یہ تھا کہ "مسیح کی شادی بڑی دھوم سے ہو گی"

الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء (بیان عدالت):

احمد بیگ کی دختر مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے وہ مجھ سے بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہو گا۔ وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی ہے، جیسا کہ الہام میں تھا۔ عدالت میں میری تضحیک کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا اور سب کے سر ندامت سے نیچے ہوں گے۔ لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیشینگوئی

شرطی تھی لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی، اس لئے چھ ماہ کے اندر مر گیا اس کا خوف خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر۔ اس لئے خدا نے ان کو مہلت دی مگر وہ لڑکی میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ (ہاں ضرور آئے گی)

اشتہار انعامی ۴:

مرزا سلطان محمد بڑا سخت جان ہے ہم نے بہت تخویف کی، خط بھیجے۔ اس نے مطلق پرواہ نہ کی۔ (م، گو بظاہر اکڑا رہا مگر معلوم ہوتا ہے کہ حسب روایت حضرت ٹیچی اندر سے ضرور توبہ کرتا ہوگا۔ اور توبہ بھی اول درجہ کی کی ہوگی تب ہی تو اس کو مرزا صاحب کے مرنے کے بعد ۱۹۳۰ء تک جینا نصیب ہوا) اس مقام پر توبہ کا مفہوم صرف اتنا نکلتا ہے کہ ٹیچی کہہ دے کہ فلاں شخص مرزا صاحب کی دھمکی سے متاثر ہوگیا ہے ورنہ ترک فعل بد اور اعلان رجوع ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ اسلامی توبہ ہے اور وہ قادیانی توبہ ہے۔ اگر یہ معنی نہ لیا جائے تو سلطان محمد کی توبہ صحیح نہیں رہ سکتی ہے کیا اس نے بیوی چھوڑ دی تھی؟ یا کیا بیوی نے اس کے گھر رہنے سے انکار کر دیا تھا؟ اگر نہیں، تو ترک فعل کا کیا ثبوت بنے گا۔ اور اسلامی توبہ کیسے متصور ہوگی؟ کیونکہ گناہ صرف نہ تھا کہ مرزا صاحب کو چھوڑ کر اس کی بیوی کا نکاح دوسری جگہ کرایا گیا تھا شاید یہ اخلاقی گناہ ہوگا۔

آٹھواں مقابلہ ۱۸۹۹ء سہ سالہ جنگ

۵ رنومبر ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے لے کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک (تین سال کے اندر) میری صداقت کیلئے کوئی نہ کوئی ضرور ہی آسمانی نشان ظاہر ہوگا، ورنہ میں ایسا ہی مردود، **ملعون، کافر، بے دین اور خائن** ہوں گا جیسا کہ مجھے خیال کیا گیا ہے۔ اس اعلان کیلئے بڑی لمبی چوڑی دعا شائع کی گئی جس کا ضروری اقتباس یہ ہے کہ

"یا اللہ اگر کوئی تصدیقی نشان نہ دکھلائے گا تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا۔ اور تمام ان الزاموں، تہمتوں اور بہتانوں کا مصداق سمجھوں گا جو مجھ پر لگائے گئے ہیں۔ اور جو لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ جھوٹے بھی تحدی کرتے ہیں اور ان کی تائید بھی ہوتی ہے وہ جھوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سلسلۂ نبوت کو مشتبہ کر دیں کیونکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر گرتا ہے اور تیرے غضب کی نظر بھی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے۔"

مرزا صاحب کا یہ اعلان بھی خالی گیا اور کوئی "آسمانی نشان" ظاہر نہ ہوا، جو زیر بحث آنے کی حیثیت رکھتا ہو اس لئے مرزا صاحب نے خود ہی اپنے اوپر افتراء پردازی کا الزام قائم کر دیا۔

نواں مقابلہ ۱۹۰۰ء، جنگ گولڑہ

۲۰ رجولائی ۱۹۰۰ء کو جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے اعلان کیا گیا کہ پیر صاحب لاہور شاہی مسجد میں آ کر میرے مقابل سات گھنٹے "زانو بزانو بیٹھ کر چالیس آیاتِ قرآنی کی عربی میں تفسیر لکھیں جو بتقطیع کلاں بیس ورق سے کم نہ ہو۔ پھر جس کی تفسیر عمدہ ہو گی، وہ مؤید من اللہ سمجھا جائے گا لیکن اس مقابلہ کیلئے پیر صاحب کی شمولیت یا ان کی طرف سے چالیس علماء کا پیش کردہ مجمع ضروری ہے اس سے کم ہوں گے تو مقابلہ نہ ہوگا۔ پیر صاحب نے اگست ۱۹۰۰ء کو شاہی مسجد لاہور میں ایک مجمع کثیر کے ساتھ ڈیرہ لگا دیا۔ مگر قادیان سے مرزا صاحب نے حرکت تک نہ کی۔ اگر آ جاتے تو بعد میں اپنے سامنے تصفیہ کر لیتے کہ کس کو علماء میں شامل کرنا ہے اور کسے خارج کرنا ہے، مگر تاریخ مقررہ پر پیر صاحب حاضر تھے اور لوگ دھڑا دھڑ جلسہ میں شریک ہو رہے تھے تو دیواروں پر اشتہار لگے ہوئے نظر آتے تھے۔ جن پر یہ لکھا تھا کہ "پیر صاحب مناظرہ سے بھاگ گئے ہیں"۔

اصل واقعہ یوں ہے کہ مرزا صاحب کی تردید میں پیر صاحب نے سب سے پہلے
قلم اٹھایا تھا اس وقت مرزا صاحب کی طرف سے حسن امروہی اور مولوی نورالدین جواب
دہی کیلئے مامور ہوئے تھے۔ زیر بحث اس وقت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت، وفات مسیح اور
تحریف کلام اللہ و کلام رسول تھا مسک عارف تحفہ گولڑویہ وغیرہ مرزا صاحب کی طرف سے
شائع ہوئے تھے پیر صاحب نے ''شمس الہدایہ'' لکھ کر مرزائیوں کا تمام بخیہ ادھیڑ دیا تھا مگر
انہوں نے اس کی تردید میں ''شمس بازغہ'' لکھی تھی جس میں بحث یہ بھی چل گئی تھی کہ عربیت
پر حاوی کون ہے؟ پیر صاحب یا مرزا صاحب؟ کیونکہ زیر بحث کلمہ توحید کی ترکیب نحوی کو
لاکر پیر صاحب نے احسن امروہی کا ناطقہ بند کر دیا تھا اب مرزا صاحب نے عربیت کا زور
دکھلانے کی خاطر پیر صاحب کو تفسیر لکھنے کی دعوت دی تھی۔ خیال یہ تھا کہ پیر صاحب عربی
میں تفسیر لکھنے کی جرأت نہ کریں گے مگر آپ تشریف لے آئے اور آپ کے مرید بھی آپ کی
طرف سے بحث کرنے کو تیار تھے۔ اگر مجلس میں آجاتے تو غالباً پیر صاحب تک نوبت ہی نہ
پہنچتی آپ کے مرید ہی مرزا کو آڑے ہاتھوں لے لیتے۔ اگر بالفرض اور کوئی نہ بڑھتا تو
مولوی محمد حسن صاحب مرحوم فیضی رئیس بھیں ضرور آگے بڑھنے کو تیار بیٹھے ہوئے تھے اور یہ
شخص اس سے پیشتر ایک دفعہ خاص قادیان جا کر مرزا صاحب کے دانت کھٹے کر آیا
تھا۔ جس کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ راجہ جہانداد خان رئیس جہلم مرزا صاحب کا مرید ہو گیا تھا
اور چونکہ مولوی صاحب کا دوست تھا مولوی صاحب نے اس تبدیلی مذہب کو پسند نہ کیا اس
لئے راجہ صاحب سے مناظرہ ٹھہر گیا جس میں راجہ صاحب ہار گئے۔ اور مولوی صاحب سے
درخواست کی کہ قادیان آکر اپنی تشفی کر لیں اسلئے مولوی صاحب بمعہ راجہ صاحب اور چند
احباب کے لاہور آئے اور ملا محمد بخش وغیرہ دس، گیارہ اصحاب کو صرف شہادت موقع کیلئے
ہمراہ لے کر قادیان پہنچے وہاں مرزا صاحب نے مولوی صاحب سے تعارف قدیم کا سلسلہ

گانٹھ کر خیر مقدم کا فریضہ ادا کیا اور بہترین طریق پر خاطر مدارات کی۔ اثنائے سفر میں مولوی صاحب نے ایک قصیدہ عربیہ لکھ رکھا تھا اس کا جواب مرزا صاحب سے طلب کیا اور لفظ نبوت پر تبادلہ خیالات کیلئے کہا مگر مرزا صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میں اپنی طرف سے کوئی دعویٰ نبوت نہیں کرتا ہوں یہ صرف تعریفی الفاظ ہیں جو شائع کئے جاتے ہیں۔ اس پر راجہ صاحب کو یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب نے بحث سے گریز اختیار کیا ہے، اس لئے بیعت تڑوا کر یہ ساری جماعت واپس لاہور آ گئی۔ مگر بدقسمتی سے قادیانی اخباروں میں یہ شائع ہو گیا کہ مولوی محمد حسن صاحب بمعہ اپنے رفقاء کے مرزا صاحب سے بیعت کر گئے ہیں چنانچہ اس غلط افواہ کی تردید "پیسہ اخبار" لاہور میں مولوی صاحب نے نہایت بسط سے کر دی اور سارے واقعہ کو کھول کر بیان کر دیا۔ غرض یہ کہ مرزا صاحب نے مقابلہ پر ہتھیار ڈال دیئے اور جب پیر صاحب واپس چلے گئے تو مرزا صاحب نے "اعجاز المسیح"، لکھی جس میں نصف سے زیادہ صفحات تک گالیاں دیں اور باقی نصف میں سورہ فاتحہ کی تفسیر عربی میں لکھی جس میں اپنی خود ساختہ تحریف قرآنی کا پوری طور پر ثبوت دیا' پیر صاحب کی طرف سے "سیف چشتیائی"، لکھی گئی جس میں بالاستیعاب مرزائی تعلیم کی پوری تردید کی گئی اور "اعجاز المسیح" کے اغلاط کی ایک طویل فہرست مولوی محمد حسن صاحب سے تیار کروا کر شامل کر دی۔ کتاب کی نوعیت یہ ظاہر کرتی تھی کہ پیر صاحب نے تصحیح کی ہے جب یہ کتاب قادیان پہنچی تو مرزا صاحب اپنی آخری تصنیف نزول المسیح لکھ رہے تھے۔ اس میں ذکر کیا ہے کہ ہم نے خیال کیا کہ پیر صاحب نے عربی میں کوئی کتاب لکھی ہو گی مگر دیکھا تو اردو میں تھی اس لئے ردی کی ٹوکری میں پھینک دی۔ اس کے بعد تصحیح اغلاط کے متعلق بحث چھڑ گئی۔

مرزائیوں نے پیر صاحب پر طعن شروع کر دیا اور مولوی صاحب کو اپنا مدمقابل سمجھ لیا اس اثناء میں مولوی صاحب کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ اور مولوی کرم الدین

صاحب دبیر نے مولوی صاحب کے لڑکے نابالغ کی طرف سے حق توکیل حاصل کر کے مرزا صاحب پر دعویٰ دائر کیا کہ انہوں نے مولوی صاحب کو ''کذاب اور لئیم'' کہا ہے تین سال تک یہ مقدمہ چلتا رہا۔ آخری میں فریقین پر جرمانہ ہوا اور مرزا صاحب نے اپیل کے ذریعہ جرمانہ واپس کرا لیا مگر حضرت دبیر نے نہ تو اپیل کی اور نہ ہی جرمانہ معاف کرایا کیونکہ جرمانہ کی مقدار بہت قلیل تھی۔ اس مقدمہ کے دوران مرزا صاحب نے پیسہ اخبار لاہور میں پیر صاحب اور دبیر صاحب کے خلاف بہت زہر یلے الہام شائع کیے مگر وہ سارے کے سارے ہی غلط نکلے اور آج یہ تینوں موجود ہیں مگر مرزا صاحب کا وجود نہیں ملتا۔ اگر زندگی اور موت ہی معیار صداقت تھا تو مرزا صاحب، پیر صاحب اور دبیر صاحب کی عین حیات میں کیوں مر گئے؟

دسواں مقابلہ ۱۹۰۱ء نومبر۔ اعلان نبوت، جنگ تکفیر

درپردہ شروع سے ہی مرزا صاحب کے متعلق متفطن طبائع محسوس کر رہی تھیں کہ یہ شخص کچھ دعویٰ کرے گا مگر مرزا صاحب نے پورے طور پر کچھ نہ بتایا کہ آپ کیا ہیں؟ کبھی مہدی بنتے، کبھی مسیح اور مثیل مسیح اور کبھی انکار بھی کر دیتے۔ اور جب مثیل مسیح کا مسئلہ انہوں نے حل کر لیا تو اپنی نبوت کے متعلق کاروائی کرنی شروع کر دی کیونکہ حضرت مسیح کی نبوت مسلمہ تھی مگر تاہم یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ آیا آپ کی نبوت کس قسم کی ہے، مستقل ہے یا غیر مستقل، مثالی ہے یا اصلی، تشریعی ہے یا غیر تشریعی؟ بڑی جدو جہد اور تفحص و تمحیص کے بعد آپ نے مستقل نبوت کا دعویٰ شائع کیا اور اس میں وہ تمام شکوک رفع کر دیئے جو آپ کی نیرنگی طبع کے متعلق تھے مثلاً یہ کہ ''خاتم الرسل'' کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا، نہیں آ سکتا یا یہ کہ آپ کی نبوت جزوی اور صرف بشارات پر مبنی ہے یا یہ کہ آپ کی نبوت صرف درجہ ولایت یا

محدثیت تک محدود ہے یا یہ کہ وہ تشریعی اور جدید نہیں ہے۔ ان سب شکوک کے متعلق آپ نے فیصلہ کر دیا کہ خدا کے فضل و کرم سے ہم نبی اور رسول ہیں اور ہماری نبوت تشریعی جدید ہے مگر اسلام کی ناسخ نہیں ہے بلکہ اسلام کا اصلی رخ دکھلانے کیلئے ہے علمائے اسلام نے اسلامی تعلیم کو تاریکی میں ڈال دیا تھا۔ میرا کام یہ ہے کہ ان کے خلاف اسلام کے اصلی معارف اور حقائق پیش کروں جو آج تک کسی پر منکشف نہیں ہوئے اور جن کی بنیاد صرف الہام اور وحی جدید پر ہے، نہ کہ پرانے دلائل اور فرسودہ خیالات پر۔ گویا آپ نے اپنی شریعت کا نام "اسلام" ہی رکھا مگر قرآن و حدیث کے مطالب کو ایسے طور پر تبدیل کر دیا کہ مخالفین اسلام کو خوب موقع مل گیا کہ وہ کہیں کہ اسلام میں ترمیم واقع ہو گئی ہے اور ابدیت اسلام کا دعویٰ غلط ثابت کر دیا کیونکہ جس قدر مرزا صاحب نے ختم رسالت اور اپنے ادعائے نبوت میں مطابقت پیدا کی تھی، وہ سب کی سب یا تو تناسخ اور رجعت پر مبنی تھی اور یا اس کی بنیاد حلول اور سریان پر رکھی تھی جو سراسر حکمائے یونان کا مذہب تھا۔ ورنہ اسلامی تصریحات تمام کی تمام اس کے خلاف تھیں۔ جیسا کہ "مراق مرزا صاحب" میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ اس دعویٰ کا اعلان کرنا تھا کہ اہل اسلام نے مقابلہ پر ان کی تکفیر کرنی شروع کر دی جس کے جواب میں بجائے اس کے کہ مرزا صاحب کو ندامت ہوتی الٹا یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ خود کافر ہیں کیونکہ ایک نبی کو کافر کہتے ہیں، یہودی صفت ہیں کہ زمانہ حاضرہ کے مسیح کی تکفیر کرتے ہیں۔ **ذریۃ البغایا** ہیں کہ مسیح کی بیعت نہیں کرتے۔ اور نشان صداقت ہیں کیونکہ حسب روایات احادیث مہدی کی تکفیر منصوص ہے۔ اس اعلان کا نام آپ نے "ایک غلطی کا ازالہ" رکھا جس کا ضروری اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بعض مرید ہماری تعلیم سے ناواقف ہیں اور مخالفین کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ

۱......جو وحی میرے پر نازل ہوئی ہے اس میں سینکڑوں دفعہ مجھے مرسل، رسول اور نبی کہا گیا ہے اور اس وقت تو بالکل تصریح اور توضیح کے ساتھ یہ لفظ موجود ہے۔

۲......"براہین احمدیہ" کو بائیس برس ہو چکے ہیں اس میں صاف لکھا ہے کہ **محمد رسول اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء. ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرعلی الدین کلہ،** دنیا میں ایک نذیر آیا (دنیا میں ایک نبی آیا) جس سے مراد میں ہوں اور مجھے **محمد رسول اللہ** اور **جری اللہ** کہا گیا ہے۔ اب یہ اعتراض کرنا کہ یہ عقیدہ خاتم النّبیین کے خلاف ہے، بالکل غلط ہوگا کیونکہ ﴿ **وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ** ﴾ میں ایک پیشینگوئی ہے کہ ہندو، یہودی، عیسائی یا رسمی مسلمان کیلئے پیشگوئیوں کے تمام دروازے بند کئے گئے ہیں اور نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں مگر سیرت صدیقی کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے یعنی **فنا فی الرسول** کی۔ پس جو اس کھڑکی سے اندر آتا۔ اس پر نبوت محمدی کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ (یعنی وہ محمد بن کر نبی بن جاتا ہے) اب خاتم النّبیین کے یہ معنی ہوئے کہ **لاسبیل الی فیوض اللہ (النبوۃ) من غیر توسط محمد علیہ الصلوۃ والسلام** میں بھی محمد اور احمد ہوں اور اس نبوت میں شریک ہوں۔ (گویا نبوت محمدی ایک مفہوم کلی ہے جس کے افراد کثیر التعداد ہیں اور یہ نبوت شخصی نہیں ہے تاکہ جاری نہ رہ سکے) اور یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت مسیح اتریں گے اور چالیس برس سے زائد حکمران رہیں گے، بالکل معصیت ہے کیونکہ نبوت عیسوی منقطع ہو چکی ہے اور نبوت محمدی جاری ہے۔ اور یہ لازم آتا ہے کہ رسول اللہ کی شان حضرت مسیح سے کم ہو۔ کیونکہ آپ کی نبوت چالیس برس رہی ہے اور مسیح کی نبوت چالیس سے زیادہ تصور کی گئی ہے۔ جس جگہ میں نے نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ میں مستقل (بغیر توسط محمد کے) اور صاحب شریعت جدید (مخالف اسلام کے) نہیں ہوں۔ ورنہ میں وہ نبی ہوں جس

کو ظلی طور پر محمد احمد کہہ کر آنحضرت کا ہی وجود قرار دیا گیا ہے، اس لئے ختم رسالت کا مفہوم صحیح رہا اور میں بھی نبی بن گیا۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں اور اس طرح آنحضرت اگر ہزار دفعہ بھی دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں تو ختم رسالت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ اس بروزی رنگ میں میرا وجود درمیان میں نہیں ہے کیونکہ میں خود محمد اور احمد بن چکا ہوں۔ اب نتیجہ یوں نکلتا ہے کہ خود آنحضرت نے ہی اپنے دوسرے وجود میں اپنی نبوت سنبھال لی ہے اور محمد کی نبوت محمد کے پاس رہی ہے، غیر کے پاس نہیں گئی۔

اور یہ بروز ایک خدائی وعدہ تھا کہ **''وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ''** اخیر زمانہ کے لوگوں میں پیغمبر کو بھیجا جائے گا، جو عہد صحابہ کو نہیں پا سکے اور یہ قاعدہ ہے کہ سب انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش رہتا ہے لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔

حقیقۃ الوحی، ص ۳۹۰ مطبوعہ ۱۹۰۱ء میں ہے کہ لوگ افتراء کرتے ہیں کہ میں نے نبوت (خلاف اسلام) کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا خلاف قرآن ہے میں اس کا مدعی نہیں ہوں بلکہ میں امتی بن کر نبی ہوا ہوں اور نبی سے مراد صرف یہ ہے کہ بکثرت شرف مکالمہ الہیہ و مخاطبہ پاتا ہوں۔

اس اعلان میں مرزا صاحب نے خلاف اسلام نبوت کے متعلق متعدد غلطیاں کی ہیں۔

اول: یہ کہ نبوت محمدیہ کو شخصیت سے نکال کر مفہوم کلی بنا ڈالا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں دی۔

دوم: یہ کہ اپنے آپ کو پیغمبر کا وجود ثانی قرار دیا ہے اور ثبوت نہیں دیا کہ آپ ایسے کیوں ہیں؟

سوم: یہ کہ شخص واحد کا وجود ہمیشہ ایک ہی ہوا کرتا ہے اور ہزار شیشوں میں جو عکس پڑتا ہے اس کو وجود شخصی نہیں کہا جا سکتا۔ ورنہ ایک انڈے کو ایسے موقع پر ہزار انڈے بنا سکتے ہیں۔

چہارم: یہ کہ اصلی وجود کے غائب ہونے سے تمام ظلی وجود غائب ہوجاتے ہیں اسلئے یہ ضروری تھا کہ مرزا صاحب پیغمبر کے عہد میں پیدا ہوتے اور آپ کی وفات سے مرزا صاحب بھی مرجاتے۔

پنجم: یہ کہ سیرت صدیقیہ کی کھڑکی میں داخل ہونے والا اگر نبی بن سکتا ہے تو ضروری تھا کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر بروزی نبی تسلیم کئے جاتے۔

ششم: یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا بروز تسلیم نہ کرنا (حالانکہ احادیث میں نزول مسیح مذکور ہے) اور پیغمبر کا بروز ثابت کرنا محض تحکم اور زبردستی ہے۔

ہفتم: یہ کہ مرزا صاحب نے مفہوم جزوی کو مفہوم کلی میں تاویل کرنے سے الحاد کا دروازہ کھول دیا ہے کیونکہ بعینہ اسی اصول سے جبریل، مسیح، مہدی بلکہ خود ذات باری تعالیٰ بھی مفہوم کلی میں تحویل ہوسکتے ہیں۔ تو پھر آپ ہی بتائیں کہ توحید کہاں رہی؟

ہشتم: یہ کہ اگر کوئی شخص توحید بمعنی اقرار شخصیت الٰہیہ چھوڑ کر ایک نیا معنی اختراع کرے کہ تمام کائنات کو ایک ہی ذات کا مظہر بتائے اور **جعل المختلفین ذاتا واحدا** کا قول کرے تو کیا ایسی توحید اور شرک متحد اور یکساں نہ ہوں گے؟ اسی طرح تمام نبوتیں نبوت محمدیہ کا مظہر قرار دے کر ہزاروں بروزی نبوتیں ہوسکتی ہیں تو پھر نبوت مسیح کے بروز سے آپ کو کیوں گریز ہے؟

نہم: یہ کہ جب بروزی وجود میں نبوت محمدیہ کو کئی ہزار دفعہ تسلیم کیا گیا ہے تو حضور کی نبوت کا زمانہ، نبوت مسیح سے ہزاروں دفعہ زیادہ ہوجائے گا۔ اور یہ کہنا غلط ہوگا کہ 'عندالنزول' آپ کی نبوت کا زمانہ نبوت محمدیہ کے زمان سے زیادہ ہونا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

دہم: یہ کہ جس قسم کا بروز پیش کیا گیا ہے وہ 'تناسخ' کے مساوی ہے اس لئے اسلام اس کو تسلیم نہیں کرسکتا۔

یازدہم: یہ کہ مرزا صاحب اس لئے بروز محمد بنے ہیں کہ ان کو محمد کہا گیا ہے۔ پس اگر یہی قاعدہ صحیح ہے تو مرزا صاحب کو (بذریعہ وحی قادیانی) تمام انبیاء، تمام اولیاء، سلاطین اور بانیان مذہب کے نام سے جب بلایا گیا ہے۔ تو آپ ہی بتائیں کہ مرزا صاحب کس کس کا بروز بنیں گے؟ ہمیں بروز کرشن اور بروز مسیح کے وقت یہ ماننا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کفر و اسلام کے لئے معجون مرکب تھے یا مداری کا پٹارہ تھے جو جی چاہا ظاہر کر کے کام چلتا کیا۔

دوازدہم: یہ کہ مرزا صاحب کی یہ تحقیق نہ کسی اسلامی تحقیق پر مبنی ہے اور نہ کسی فلسفیانہ اصول سے مطابقت رکھتی ہے اس میں صرف مراق سے مدد لی گی ہے اس لئے قابل التفات نہیں ہے۔

سیزدہم: یہ کہ اگر اسی طریق سے کوئی مرید مرزا صاحب کا ظل بن جائے اور تمام جائداد یا حقوق مالیت کا مدعی بن جائے تو کیا مرزائی تسلیم کرلیں گے؟

چہاردہم: یہ کہ اگر کسی خیالی ترکیبوں سے کسی کی شخصیت منتقل ہوسکتی ہے تو دنیا میں اسی بہانہ سے ہر ایک دوسرے پر دعویدار ہوسکے گا۔ پس اس لئے یہ تقریر بالکل فضول ہے۔

پانزدہم: یہ کہ ﴿لَمَّا یَلْحَقُوْا﴾ کی آیت سے بروز ثابت کرنا اہل تحقیق کا مذہب نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تعلیم اور قرآن شریف چونکہ قیامت تک قائم ہیں اس لئے آپ کی رسالت صرف آپ کے زمانہ تک محدود نہیں ہے بلکہ تمام نوع انسانی کیلئے واجب التسلیم ہے جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔ الغرض اس اعلان میں مرزا صاحب نے تمام اہل اسلام سے مقابلہ کیا مگر ہتھیار بالکل کھوٹے استعمال کئے ہیں اس لئے بجائے کامیاب ہونے کے موجب تضحیک اسلام بنے ہیں۔

گیارھواں مقابلہ ۱۸۹۷ء جنگ پشاور

۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء کو مرزا قادیانی نے اشتہار دیا کہ کتاب ''جنگ مقدس'' (مناظرہ آتھم) کیساتھ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہار شامل کیا گیا تھا اس میں درج تھا کہ ''اندرمن مرادآبادی اولیکھرام پشاوری'' اگر منظور کریں تو ان کی نسبت پیشینگویاں شائع کی جائیں تو اندرمن نے اعراض کیا اور کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ مگر لیکھرام نے اجازت دی تو الہام ہوا **عِجلاً جسداً له خوار. له نصبٌ وعذاب** آج ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء کو مجھے الہام ہوا کہ وہ اپنی بدزبانیوں کی وجہ سے چھ سال کے عرصہ کے اندر مر جائے گا اگر اس پر ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت رکھنے والا ہو گا، تو میں مامور من اللہ نہیں ہوں۔ اور ہر ایک سزا کے بھگتنے کیلئے تیار ہوں بے شک مجھے رسی ڈال کر پھانسی دیا جائے کیونکہ انسان کا پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر ہے۔ (سراج منیر، ص۱۱۲)

اس سے پیشتر عبداللہ آتھم اور سلطان محمد شوہر محمدی بیگم کی موت کی پیشینگوئی کا اعلان بھی ہو چکا تھا لوگ منتظر تھے کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے مگر نتیجہ سوائے ناکامیابی کے کچھ نہ ہوا۔ کیونکہ عبداللہ آتھم تو بجائے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء میں مرا۔ سلطان محمد آج ۱۹۳۰ء تک زندہ ہے۔ اور لیکھرام کے متعلق چونکہ تمام اہل اسلام کو اشتعال تھا اس لئے مرزا صاحب کی پیشگوئی کو دخل دینا قرین قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے اشتعال کے موقع پر راجپال اور شردھانند کی موت کافی ثبوت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی سر فدائی نے پنڈت لیکھرام پشاوری کا کام بھی تمام کر دیا تو کیا تعجب ہوگا۔ کیونکہ اس میں مرزا صاحب اپنی طرف سے کسی حکمت عملی کا ارتکاب نہیں مانتے۔ اور نہ ہی لوگوں میں مشہور ہے کہ قاتل کوئی مرزائی تھا صرف اتنا ہی سنا گیا ہے کہ پشاور سے نکل کر لاہور میں اس نے دچھو والی کے کسی مندر میں پناہ لی تھی کیونکہ پٹھانوں سے اس کو زیادہ خطرہ تھا مگر قاتل نے پیچھا نہ

چھوڑا اور کچھ دنوں کیلئے آریہ بننے کی خواہش کی پنڈت صاحب کا خدمت گزار رہا اور اسی مندر میں اس ہندو قاتل نے ۶/مارچ ۱۸۹۷ء کو چھری مار کر پیٹ چاک کر دیا اور خود بھاگ گیا جس کا سراغ آج تک نہیں ملا کہ وہ کون تھا؟ قیاس غالب ہے کہ وہ برہمو سماجیہ ہو گا۔ کیونکہ مسلمانوں کی طرح برہمو سماج بھی آریوں کے ہاتھ سے ہمیشہ نالاں رہتے ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کو ہندو بن کر مندر میں خدمت گزار رہنے کی کیا ضرورت تھی، بہر حال یہ موت بھی اتفاقیہ طور پر ہوئی۔ اور ان مذہبی دشمنیوں کی زیر اثر ہوئی جو آریوں نے غیر آریوں سے برپا کر رکھی تھیں ورنہ نہ کوئی نشان مرزا تھا اور نہ کوئی خرق عادت کے طور پر یہ قتل ہوا تھا کیونکہ اس قسم کے قتل کئی دفعہ ہوئے اور آئندہ ہونے کا احتمال ہے۔ اس کے علاوہ لیکھرام لاہور ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ ڈاکٹروں نے اطمینان دلایا کہ اب جانبر ہو جائیں گے مگر زخم کاری تھا لیکھرام نے مایوسی کے عالم میں دم دیدیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید علاج میں بھی کمی رہ گئی تھی۔

بارھواں مقابلہ ۱۹۰۲ء جنگ غیب دانی

۱۹۰۲ء میں موضع مُد ضلع گورداسپور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مدعو کیئے گئے۔ زیر بحث یہ مسئلہ تھا کہ آیا مرزا صاحب کی پیشینگوئیاں کچھ اصلیت بھی رکھتی ہیں یا کہ صرف تخمینی باتیں ہیں جو "حدیث النفس" اور "انجرات مراقیہ" سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتیں۔ سرور شاہ مرزائی نے مقابلہ میں آ کر بڑی جدو جہد سے ان کو الہامی ثابت کرنا چاہا مگر مولوی صاحب نے ایک پیشینگوئی بھی سچی نہ نکلنے دی اور امر واقعی بھی یہی تھا کہ جن لوگوں کے متعلق مرزا صاحب نے موت کی پیشینگوئی کی تھی ان میں سے اگر کوئی مرا بھی تھا تو قانون قدرت کے ماتحت مرا تھا۔ مرزا صاحب کی

عادت تھی کہ گول مول لفظ شائع کر دیتے تھے جس کی تاویل زکام تک بھی کی جا سکتی تھی اور اگر فریق مخالف پر کوئی تکلیف نہ آتی تو وہ لفظ محفوظ رکھے جاتے جو پھر کسی موقع پر کام آ جاتے تھے اگر چہ موقع ہاتھ سے نکل گیا ہوتا مگر مرزا صاحب کی صداقت کا اعلان ضرور ہو جاتا۔ واقعات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی راستباز نے اپنی صداقت کیلئے وہ طریق اختیار نہیں کئے تھے جو مرزا صاحب نے (قلمی، درہمی اور زبانی) اختیار کر رکھے تھے کیونکہ یہ طریق عام اشتہار بازوں کے ہوتے ہیں ورنہ مقبولان بارگاہ الٰہی کی کوئی ایک نظیر بھی نہیں ملتی کہ کسی نے پیچھے پڑ کر اپنی بات منوائی ہو مگر یہاں یہ عالم ہے کہ ایک بات کہی' پیر و مرید' دونوں اشاعت کے پیچھے لگ گئے، پھر اخبارات میں شائع کی اس کے بعد خود ہی وہ کتابی صورت میں نقل کی۔ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ عربی، فارسی اور اردو میں مختصر اور مطول طریق پر اسی کو رٹتے رہے اور اس کی مختلف نوعیتیں قائم کر لیں صرف اس خیال سے کہ کسی نوعیت کے ماتحت تو واقعات موافقت کریں گے اگر بالکل ہی ناکامی رہی تو اخیر میں کہہ دیا کہ یہ متشابہات میں داخل ہوگئی ہیں یا اس کا کوئی اور پہلو بدل دیا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی مرزا صاحب نے ایک چال چلی تھی وہ یہ کہ جب مرزائیوں کو "مُد" میں شکست فاش ہوئی تو مرزا صاحب کو بڑا طیش آیا۔ اور عربی نظم میں تک بندی لگانی شروع کر دی۔ فرط جوش غضب میں پانچ سو سے زیادہ شعر لکھ مارے جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو دل کھول کر گالیاں دیں اور جب وہ بخار نکل گیا تو اپنے دعاوی کی رٹ لگانی شروع کر دی۔ اخیر میں جب اس سے فارغ ہوئے تو پیر صاحب اور سید علی حائری اور مولوی اصغر علی صاحب روحی وغیرہ کو کوسنا شروع کر دیا اور کچھ ایسے لفظ بھی کہے کہ اگر ان کے متعلق کچھ ذرہ بھر بھی حالات دگرگوں ہونے کی خبر مرزائیوں کو لگ جائے تو آج بھی ان کو پیشینگوئی کے سانچے میں ڈھال لیں۔ یہ قصیدہ نام کو تو "الہامیہ" اور "اعجازیہ" ہے مگر اس قدر شاعرانہ انداز سے گرا ہوا ہے

کہ اگر کسی غلط شعر کا حوالہ دینا ہو تو اس قصیدہ سے بڑھ کر کوئی مصالحہ موزون نہ ہوگا۔ بایں ہمہ مرزا صاحب نے اپنے ہمہ دانی کا یوں غرور دکھلایا تھا کہ لوگوں کو بڑی عجلت کے ساتھ ویسا ہی جواب لکھنے پر دعوت دی جس کا جواب مولوی اصغر علی صاحب روحی اور دیگر بزرگوں نے لکھا اور اخبارات میں شائع کیا اور عموماً اہل علم نے اس کو اس لئے نظر انداز کر دیا کہ غلط اشعار کا جواب کیا دیا جائے۔ چنانچہ مولانا محمد علی مونگیری نے اس کی تردید میں ایک ''قصیدہ جوابیہ'' لکھا اور ساتھ ہی ''قصیدہ اعجازیہ'' کے اغلاط چھپوا کر شائع کر دیئے جس کا جواب الجواب مولوی اسماعیل مرزائی قادیانی نے دیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اشعار پر اعراب غلط لکھے تھے اس لئے عروضی غلطیاں بکثرت موجود ہیں اگر نئے اعراب لگائے جائیں تو انکی تصحیح ہو سکتی ہے۔ مثلاً مرزا صاحب ایک مصرعہ کو یوں پڑھتے ہیں **بِاَخِ الْحُسَيْنِ وَوُلْدِهٖ اذ اُحْصِرُوْا**۔ اور یہ غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب نے بحر طویل میں شعر کہنے شروع کئے تھے اور یہ مصرعہ ''کمال استغراق فی المراق'' کی وجہ سے بحر کامل میں زبان سے بے ساختہ نکل گیا تھا اس لئے مولوی اسماعیل صاحب اسے یوں اعراب دے کر پڑھتے ہیں **بِاَخِ الْحُسَيْنِ وُلْدِهٖ اِذْ اُحْصِرُوْا**

معزز ناظرین! خود ہی اندازہ لگائیں کہ مرزائی لٹریچر کس قدر لچر اور پوچ ہے۔ با عقل بھی اسے پسند نہیں کرسکتا۔

تیرھواں مقابلہ ۱۹۰۳ء جنگ ثنائی نمبر ۱

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ''تاریخ مرزا'' میں لکھتے ہیں کہ جب میں ۱۸ سال کا تھا تو مخلصانہ حیثیت میں قادیان گیا اور جس خلوص سے میں وہاں حاضر ہوا۔ چشم دید واقعات اور مرزا صاحب کی بے اعتنائی سے وہ سارے کا سارا ہی تبدیل ہو گیا۔ ان کے

مکان پر دھوپ میں جگہ ملی۔ انتظار کے بعد مرزا صاحب نے بغیر سلام کے مزاج پرسی کے بجائے مکان پرسی شروع کر دی۔ کہاں سے آئے ہو، اور کیوں؟ میں مختصر جواب دے کر واپس امرت سر آ گیا اور جب تحصیل علم سے فراغت پا کر دوسری دفعہ در دولت پر حاضر ہوا تو اس وقت مرزا صاحب مسیح بن چکے تھے اور موضع مد کا مشہور مقابلہ بھی پیشینگوئیوں کی پڑتال کے متعلق وقوع پذیر ہو چکا تھا جس میں فریق مخالف سرور شاہ کو شکست ہوئی تھی اور اس کا تدارک مرزا صاحب قصیدہ عربیہ میں کر چکے تھے اور ''اعجاز احمدی'' ص ر ۱۱ مطبوعہ ۹۳ء میں اعلان کر چکے تھے کہ اگر مولوی ثناء اللہ قادیان میں آ کر کوئی ایک بھی میری پیشینگوئی غلط ثابت کر دیں تو فی پیشینگوئی ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اور اسی اعجاز احمدی، ص ر ۲۳ میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے ''نزول المسیح'' میں ڈیڑھ سو پیشینگوئیاں لکھ رکھی ہیں جن کو غلط ثابت کرنے میں مولوی صاحب ڈیڑھ ہزار روپے کا انعام پانے کے مستحق ہوں گے۔ اس کے بعد توہین کرتے ہوئے مرزا صاحب نے لکھا کہ میرے مرید ایک لاکھ ہیں اگر میں ان سے سفارش کروں گا تو مولوی صاحب کو ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جائے گا اور جبکہ ان پر قہر الٰہی نازل ہے اور دو دو آنہ کیلئے در بدر خراب ہوتے ہیں اور مردے کفن اور پیسوں پر گزارہ کرتے ہیں تو ایک لاکھ روپیہ ان کیلئے بہشت ہوگا اور اگر اس تحقیق کیلئے شرائط کے ماتحت قادیان نہ آئیں تو لعنت ہے اس لاف و گزاف پر جو انہوں نے موضع مد میں مباحثہ کے وقت کی اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ انہوں نے بغیر علم اور پوری تحقیق کے عام لوگوں کے سامنے تکذیب کی۔ وہ انسان کتوں سے بدتر ہوتا ہے جو بے وجہ بھونکتا ہے اور وہ زندگی لعنتی ہے جو بے شرمی سے گزرتی ہے۔

اور صفحہ ۳۷ میں لکھا کہ مولوی صاحب تمام پیشینگوئیوں کی تصدیق کیلئے قادیان نہیں آئیں گے اور پیشینگوئیوں کی تصدیق کرنا ان کیلئے موت ہوگی اور اگر اس چیلنج پر وہ

مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے تو ضرور پہلے مریں گے۔

مولوی صاحب ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ گئے۔ اور اطلاعی رقعہ لکھا کہ آپ چونکہ بنی نوع کی ہدایت کے لئے مامور ہیں اس لئے میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھیں اور اجازت دیں کہ عام مجلس میں آپ کی پیشینگوئیوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ مرزا صاحب نے جواب لکھ بھیجا کہ اگر آپ صدق دل سے شبہات رفع کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی خوش قسمتی ہوگی اگرچہ میں ''انجام آتھم'' میں لکھ چکا ہوں کہ گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا، مگر آپ کے شبہات رفع کرنے کو تیار ہوں۔ آپ اقرار کریں کہ منہاج نبوت سے باہر نہیں جاؤں گا اور صرف وہ اعتراض کروں گا جو دوسرے انبیاء پر وارد نہ ہوں۔ آپ کو صرف تحریری شبہ پیش کرنا ہوگا اور وہ بھی صرف ایک دو سطر میں جس کا جواب مجلس میں آپ کو سنایا جائے گا۔ ایک دن میں صرف ایک شبہ حل کیا جائے گا کیونکہ ہمیں فرصت نہیں ہے اور آپ چوروں کی طرح بلا اطلاع آگئے ہیں آپ کو منہ بند رکھنا ہوگا، صم بکم رہنا ہوگا، آپ شبہ پیش کریں تین گھنٹے کے بعد آپ کو جواب ملے گا۔ جو ایک گھنٹہ تک بیان ہوتا رہے گا اس پر بھی اگر شبہ پیدا ہو تو پھر لکھ کر دو سطر میں پیش کرنا ہوگا۔ میں ۱۴ جنوری تک یہاں ہوں کیونکہ ۱۵ جنوری کو مجھے جہلم جاکر تاریخ مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب دبیر بھگتنا ہے اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو ہمارا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ الغرض یہ مختصر خاکہ اس کا جواب ہے جو مرزا صاحب نے بار بار دہرا کر دیا تھا۔ مولوی صاحب نے اس کا جواب یوں دیا کہ آپ نے تحقیق کیلئے بلایا ہے (رفع اشتباہ کیلئے نہیں بلایا) لیکن میں فراخ دلی سے اس بے انصافی کو بھی قبول کر لیتا ہوں مگر اتنی اجازت ضرور دیجئے گا کہ میں اپنا شبہ پڑھ کر سناؤں اور مجلس میں جانبین سے کم از کم پچیس آدمی ضرور ہوں اور آپ کے جواب پر بھی مجھے تنقید کرنے کا حق دیا جائے آپ نے مجھے چور اور ملعون قرار دیا

ہے خدا اس کا بدلہ آپ کو دے۔ اس کے جواب میں مولوی حسن امروہی نے مرزا صاحب کی طرف سے جواب لکھا کہ آپ کو تحقیق حق مطلوب نہیں ہے کیونکہ آپ مناظرہ کی صورت پیش کررہے ہیں جس سے مرزا صاحب متنفر ہیں۔ یہ جواب لے کر مولوی صاحب معہ اپنے رفقاء کے امرتسر واپس چلے آئے اور مرزا صاحب کی جان چھوٹی۔

مرزا صاحب کا تقدس زور پر تھا۔ وہ مخالف کو بھی ایسا مرید سمجھتے تھے کہ جس سے کوئی جرم سرزد ہو چکا ہو اور اپنی ہی شرائط پر کلام کرنا چاہتے تھے۔ غیر کی طرف سے مطلق توجہ نہ ہوتی تھی اور ایسے بہانہ سے ٹالتے تھے کہ تقدس بھی قائم رہ جاتا اور فیصلہ بھی نہ ہوتا۔ اور ایسی باتیں کرتے تھے کہ جن کو عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ مثلاً اسی مناظرہ میں ادھر تو تحقیق کے لئے بلایا ہے اور ادھر مناظرہ سے گریز کیا ہے اور ایک طرف ڈیڑھ سو پیشینگوئی پر تنقید کرنے کو کہا ہے اور دوسری طرف صرف چار دن کی مہلت میں روزانہ چار گھنٹہ میں تمام شکوک رفع کرنے کا ذمہ لیا ہے، یہ مزاق نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

چودھواں مقابلہ ۱۹۰۷ء جنگ ثنائی نمبر ۲

۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے ایک طویل البیان اشتہار سپرد قلم کیا اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے کہا کہ اپنے اخبار 'اہل حدیث' امرتسر میں اسے شائع کریں اس کے نیچے جو چاہیں لکھ دیں۔ اس کا ضروری اقتباس یہ ہے کہ آپ مجھے مفتری، کذاب، دجال، ٹھگ اور مفسد وغیرہ لکھتے رہتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ مجھے 'اہل حدیث' امرتسر میں کہا گیا ہے اور مفتری، مفسد اور کذاب ہوں۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں ہی مجھے ہلاک کر اور میری موت سے مولوی صاحب اور انکی جماعت کو خوش کر۔ (مولوی صاحب) اگر میں ایسا ہی ہوں تو میں آپ کی زندگی میں

ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی عمر نہیں ہوتی بلکہ آخر وہ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے اگر میں ایسا نہیں ہوں تو آپ مکذبین کی سزا (ہیضہ یا طاعون وغیرہ) سے نہیں بچیں گے بجز اس کے کہ میرے سامنے توبہ کریں اور میرے متعلق بدزبانی چھوڑ دیں۔ یا اللہ! مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو مفسد اور مفتری ہے اس کو دنیا سے صادق کی زندگی میں اٹھا لے یا کسی ایسی آفت میں مبتلا کر جو موت کے برابر ہو۔ آمین ثم آمین۔

'اخبار بدر' ۲۵/ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا کہ جو دعا مانگی گئی تھی وہ قبول ہو گئی ہے کیونکہ اس دعا کے متعلق الہام ہوا ہے **اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** صوفیاء کی بڑی کرامت استجابت دعا ہے اور بس۔ اس مقابلہ میں مرزا صاحب اپنی بددعا کے شکار ہو گئے اور مکذبین کی دعا سے نہ بچ سکے بلکہ فوری موت سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو رخصت ہو گئے۔ اگر ہم اس موقع پر مان لیں کہ واقعی مرزا صاحب مستجاب الدعوات تھے تو ہمیں پورا حق حاصل ہے۔ مرزائیوں کا یہ عذر غلط ہے کہ بددعا مولوی صاحب کی منظوری سے مشروط تھی جیسا ''کہ اعجاز احمدی'' میں گزر چکا ہے۔ کیونکہ وہ واقعہ ۱۹۰۳ء کا ہے اور یہ دعا ۱۹۰۷ء میں مانگی گئی ہے اس لئے اس کا اس واقعہ سے وابستہ کرنا غلط ہو گا۔ اس کے علاوہ بددعا کے موقع پر دشمن سے منظوری لینا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ دشمن بھی اس بددعا میں پیش کردہ الفاظ میں شریک کار ہو جائے جس کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ دشمن اپنے نقصان کیلئے بددعا کرنے والے کو بزرگ سمجھ کر وکیل بنائے۔ بھلا مولوی صاحب، جبکہ مرزا صاحب کو کاذب جانتے تھے، کب اپنی بددعا کرنے میں بزرگ سمجھ کر وکیل بنا سکتے تھے ورنہ درپردہ مرزا صاحب کے تقدس کا اقرار لازم آتا تھا جو کسی صورت میں قابل تسلیم نہ تھا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو بددعا میں قبولیت کا پورا وثوق نہیں ہوتا تھا اس لئے عدم قبولیت کو رفع کرنے میں دو طریق

اختیار کرتے تھے۔ اول یہ کہ فریق مخالف بھی مرزا صاحب سے ہم نوا ہو جائے تا کہ مباہلہ کی صورت پیدا ہو جائے اور چونکہ اپنے لئے بددعا کا قبول ہونا زیادہ قرین قیاس ہے اس لئے مرزا صاحب کی حوصلہ افزائی ہو جاتی تھی۔ دوم یہ کہ فریق مخالف توبہ نہ کرے اور توبہ سے مراد ان کے نزدیک صرف خاموشی تھی، ترک فعل مراد نہ تھا کہ جس سے بنائے مخاصمت پیدا ہوگئی تھی اور اس حیلہ سے مرزا صاحب کی ناکامیوں کو کامیاب بنانا آسان تھا اور عدم منظوری کے موقع پر جھٹ کہا جاتا تھا کہ یہ اندر سے توبہ کرتا ہے۔ مگر مولوی صاحب کے متعلق کوئی حیلہ پیش نہیں کیا۔ چنانچہ فیصلہ لدھیانہ جو خلیفہ نورالدین صاحب کے عہد میں ۱۹۱۲ء کو تین سو انعامی رقم پر مولوی صاحب کے حق میں ہوا تھا صاف ثبوت ہے اس امر کا کہ مرزائی اس بحث پر کبھی جیت نہیں سکتے۔ مرزائیوں نے اس موقع پر یہ عذر بھی پیش کیا تھا کہ ''صادقین'' موت کی تمنا کیا کرتے ہیں اس لئے مرزا صاحب اگرچہ مفتری بن کر مر گئے تھے، تاہم سچے تھے۔ اس کا جواب یوں ہے کہ مرزا صاحب اگرچہ اپنے دعوے میں سچے نہ تھے مگر افتراء اور کذب میں ضرور صادق تھے اس لئے ہم بھی مان لیتے ہیں کہ ''صادقین'' اگرچہ افتراء میں ہی سچے ہوں، موت چاہتے ہیں۔ قرآن شریف میں بھی ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ کا خطاب اہل افتراء یہودیوں سے ہی ہے۔ غور کرو اور خوب سمجھو کہ مرزا صاحب اپنے افتراء میں سچے تھے۔

پندرھواں مقابلہ ۱۹۰۸ء جنگ پٹیالہ

''چشمہ معرفت'' ص/۳۲۱ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں میرے کئی ایک دشمن میرے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تھے، مگر ہلاک ہو گئے جن میں سے آخری دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی ہے جس کا دعویٰ ہے کہ ''۴/اگست ۱۹۰۸ء تک میں اس

کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔" یہ بیس برس تک میرا مرید رہا آخر اس نے یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ بغیر اتباع رسول ﷺ کے اور بغیر قبول اسلام کے بھی نجات ہو سکتی ہے۔ میں نے اس کو سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا تو میں نے اپنی جماعت سے اس کو خارج کر کے مرتد قرار دیدیا اب میں نے اس کے مقابلہ میں یہ پیشینگوئی کی ہے کہ "وہ میری زندگی میں مر جائے گا اور میں محفوظ رہوں گا۔"

اس موقع پر ایک معتبر مسلمان کا بیان ہے کہ یہی ڈاکٹر صاحب قادیانی نبوت سے منکر ہو کر لاہور آئے تھے اور محمڈن ہال موچی دروازہ میں تین روز تک ایک ایک گھنٹہ لیکچر دیا تھا کہ میں نے کیوں "قادیانی مذہب" چھوڑا جو میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا اور اس لمبے چوڑے لیکچر کا خلاصہ یہ تھا کہ میں عموماً مرزا صاحب کی خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھتا تھا اور میرے سپرد ایک خاص خدمت کی ہوئی تھی کہ ماہ بماہ ایک تولہ مشک خالص بہم پہنچایا کروں جو ساٹھ ستر روپے تک دستیاب ہوتی تھی اور حکیم نور الدین صاحب کی معیت سے ایک یاقوتی تیار کرتا تھا جو مرزا صاحب کی قوت جسمانی قائم رکھنے کی خاطر ماہ بماہ تیار ہوتی تھی۔ بٹالہ شہر سے رات دن ڈاک جاتی تھی جس پر سوڈہ کی بوتلیں اور برف وغیرہ لائی جاتی تھی۔ قادیان میں قصابوں کو حکم تھا کہ مغز اور ہڈیاں مرزا صاحب کے گھر پہنچائیں تا کہ ان کی یخنی مرزا صاحب نوش کیا کریں اس قسم کے تکلفات خورد و نوش میں بہت تھے جن میں مریدوں کا روپیہ بے دریغ صرف ہوتا تھا۔ مجھے ایک دن یاقوتی تیار کرتے ہوئے خیال پیدا ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی خوراک تو بالکل سادہ تھی اور پوشاک میں بھی کوئی تکلف نہ تھا۔ یا اللہ مرزا صاحب فنا فی الرسول ہو کر ماہواری سینکڑوں کی یاقوتی کیوں کھا جاتے ہیں؟ میں نے دو چار دن تک تو اس کو شیطانی وسوسہ خیال کیا مگر ایک دن مرزا صاحب سے پوچھنا ہی پڑا۔ آپ نے مجھے ڈانٹ کر لاحول کا وظیفہ بتایا کچھ دن وہ بھی پڑھا مگر یہ خیال تبدیل نہ

ہوا۔ معذرت کے طور پر مرزا صاحب سے دوسری دفعہ عرض کیا گیا تو آپ نے کثرت اشغال، کثرت ہموم و غموم اور ضعف دماغ کا بہانہ پیش کیا جس پر میں نے یہ عذر کیا کہ آنحضرت علیہ السلام سے بڑھ کر نہ آپ کو کام کرنا پڑتا ہے اور نہ آپ کو جان کا خطرہ رہتا ہے تو اس آرام کی زندگی میں آپ کی ذاتی خورونوش میں اس قدر تکلفات کیوں؟ انبیاء میں جسمانی اور روحانی طاقت خدا کی طرف سے ہوتی ہے روکھا سوکھا کھا کر ہزاروں پر بھاری ہوتے ہیں مگر آپ ہیں کہ سینکڑوں روپے کی یاقوتی اور مرغن ہفت الوان نعمت کھا کر بھی تبلیغ اسلام میں صرف گھر بیٹھے ہی کاغذی گھوڑے چلایا کرتے ہیں۔ پس یا تو آپ فنا فی الرسول نہیں ہے یا یہ واقعات غلط ہیں۔ مرزا صاحب نے حکیم نورالدین صاحب سے کہلا بھیجا کہ اس مریض ایمان کے شکوک رفع کرنے میں کوشش کریں چنانچہ میں انکے سپرد کچھ دن رہا۔ مگر میری تشفی نہ ہوئی آخر الامر مرزا صاحب سے پھر ملتجی ہوا کہ جناب میرے شکوک کا تشفی بخش جواب دیجئے اس وقت مرزا صاحب جلال میں تھے اور میرے متعلق بہت سی شکایات بھی سن چکے تھے۔ مجھ خادم سے کہا کہ تم کافر ہو گئے ہو تمہارا نام رجسٹر ایمان سے نکال دیا گیا ہے۔ مجھے اس وقت غیرت اسلامی نے جوش دلا کر یوں گویا کیا کہ **امنت باللہ وملئکتہ الخ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** میں مسلمان ہوں فرمانے لگے۔ تم مرتد ہو گئے ہو تمہارے ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اس وقت مجھے ایک اور شبہ پیدا ہو گیا اور عرض کیا کہ ''یہ اسلام بھی ایک خوب مذہب ہے کہ جس کی ڈوری غیر کے ہاتھ میں ہے، کل آپ کہیں گے کہ جاؤ تمہاری بیوی کو بھی طلاق دیتا ہوں' اگر یہی مرزا کا اسلام ہے تو بس میرا اسلام ہے۔ یہ کہہ کر میں نے وہ مذہب چھوڑ دیا۔ اور دین فطرت یعنی مذہب اسلام کی طرف رجوع کیا جو خدا کے فضل و کرم سے اس وقت مجھے حاصل ہے۔''

مرزا صاحب کا مذکورہ بالا بیان اور یہ لیکچر دونوں آپس میں زمین و آسمان کا فرق

رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ شاید ڈاکٹر صاحب نے پہلے وہ شبہ پیش کیا ہو جو مرزا صاحب نے بیان کیا ہے اور دوسرا شبہ کہ جس میں مرزا صاحب کی ذرہ خفت تھی آپ نے بیان کرنا مناسب نہ سمجھا ہو اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی بریت کا اظہار کرتے ہوئے بیان کردیا ہو۔ بہر حال ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس جان کے کھیل میں کون مارا گیا۔ جواب ظاہر ہے کہ ''مرزا صاحب مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آسمانی نشان سے ہلاک ہوئے اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب ۱۴ سال بعد ۱۹۲۲ء تک زندہ رہا جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب بھی ایک دن اپنے ہی مرید کا شکار ہو گئے تھے۔ ؎

صیاد نہ ہر بار شکارے ببرد   باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد

۶......نبوت مرزا پر مرزائیوں کی خانہ جنگی

جب مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں مر گئے تو آپ کے بعد اس جگہ حکیم نور الدین صاحب بھیروی جانشین ہو کر خلیفہ اول قرار پائے تقریباً چھ سال تک آپ نے بڑی سرگرمی سے کام کیا مگر شریعت مرزائیہ میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ جب حکیم نور الدین صاحب چار سال کے بعد وفات پا چکے تو اختلاف رائے پیدا ہو گیا کہ آیا حکیم محمد حسن صاحب امروہی مستحق خلافت ہیں یا کوئی اور؟ بڑی بحث و تمحیص کے بعد آخر یہ فیصلہ ہوا کہ حکیم صاحب کی شخصیت لاثانی ہے اس لئے آپ کے حق میں ووٹ زیادہ نکلے اور آپ جب بیعت لینے کھڑے ہوئے تو آپ نے مرزا صاحب کے صاحبزادہ میاں محمود صاحب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے انتخاب کیا ہے اور میں اس صاحبزادہ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ لوگوں میں نمک حلالی کی صدائیں بلند ہو گئیں مگر خواجہ کمال اینڈ کمپنی چونکہ شروع سے ہی صاحبزادہ صاحب سے اختلاف رائے رکھا کرتے تھے اور ان

کے دلوں میں آپ کا وقار علمی بہت کم تھا اسلئے **انا خیر منه** کا نعرہ لگاتے ہوئے اور آستان خلافت سے سرتابی کرتے ہوئے سیدھے لاہور آ پہنچے اور مسئلہ خلافت کے منکر ہو بیٹھے اور اپنے تنظیم قائم کرنے کے لئے مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کو اپنا امیر جماعت منتخب کر کے الگ جماعت بنا ڈالی۔اب مرزائی جماعت میں فرقہ بندی پیدا ہو گئی اور تمام فرقوں کو مٹا کر اخیر دو حصوں میں منقسم ہوئی۔'قادیانی' اور 'لاہوری'۔اور ان میں اختلافی مسائل بھی پیدا ہو گئے جن میں ایک بڑا اہم مسئلہ ''نبوت مرزا'' کے عنوان سے دیر تک زیر بحث رہا۔وجہ یہ ہوئی کہ مرزا صاحب اور خلیفۃ الاول کے عہد میں اعلان نبوت مرزا کو چنداں فروغ حاصل نہیں ہوا تھا کیونکہ ان کو پھر بھی اسلام کا پاس خاطر کچھ نہ کچھ ملحوظ تھا مگر مرزا محمود نے گدی سنبھالتے ہی نبوت مرزا کو زیر بحث لا کر لاہوری اور قادیانی مرزائیوں کو کفر اور ارتداد تک پہنچا دیا۔ چنانچہ لاہوری پارٹی اور خلیفہ معزول حکیم امروہی، مرزا صاحب کو ظلی نبی ماننے لگے۔اور مرزا محمود صاحب آپ کو اس درجہ سے اوپر ترقی دے کر مستقل نبی ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے۔اسی کشمکش میں محمد حسن امروہی اینڈ کمپنی لاہوری پارٹی میں شامل ہو کر خلیفہ محمود کی تردید میں تالیف وتحریر سے برسرپیکار بن گئے۔غالباً ان کو افسوس ہوا ہوگا کہ جس امید پر آپ نے اپنے ہاتھوں سے مرزا محمود کو خلیفہ منتخب کیا تھا اس پر تمام پانی پھر گیا تھا۔کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ صاحبزادہ صاحب ہم سے پوچھ کر کام چلائیں گے۔جس سے میری عزت بھی بنی رہے گی۔مگر صاحب زادہ صاحب بڑے ہوشیار تھے۔کسی کے ماتحت کب رہ سکتے تھے۔آخر اختلاف رائے کا یہ نتیجہ نکلا کہ لاہوری پارٹی، قادیانی جماعت کو آج تک کافر کہتی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہ انہوں نے نبوت مستقلہ کو مرزا صاحب کے ذمہ لگا دیا ہے اور قادیانی پارٹی لاہوری جماعت کو اس لئے مرتد کہتی ہوئی سنائی دیتی ہے کہ انہوں نے خلافت کا انکار کر کے بغاوت کی ہے اور مرزا صاحب کی مستقل نبوت کو تسلیم نہیں کیا۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ

مرزا صاحب نے چودھویں صدی کے تمام مذہبی مناصب ومراتب طے کرتے ہوئے اخیر میں نبوت پر آ کر قدم جمائے تھے جس میں قادیانی اور لاہوری دونوں قسم کے مرزائی اختلاف رائے رکھتے ہوئے تکفیر وارتداد تک پہنچ گئے۔ اب لاہوری پارٹی کا خیال ہے کہ مرزا صاحب صرف لغوی نبی تھے کہ جن کی نبوت کے انکار سے کافر نہیں ٹھہرتا۔ اور قادیانی پارٹی کا عقیدہ ہے کہ آپ کی نبوت دوسرے انبیاء کی طرح اصطلاحی اور مستقل نبوت تھی۔ شروع میں گو آپ امتی نبی، لغوی نبی، عکسی نبی، بروزی نبی اور ظلی نبی یا مجازی نبی تھے لیکن اخیر میں آپ مستقل اور حقیقی تشریعی نبی بن چکے تھے۔

جب بقول ہر دو فرقہ زیر حکم آیت ﴿ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ﴾ پیغمبر علیہ السلام کو دو دفعہ دنیا میں پیدا ہونا تسلیم کیا گیا ہے تو جب آپ ظہور اول میں نبی تشریعی حقیقی اور مستقل تھے تو ظہور ثانی میں بھی بقول محمود وہی حیثیت رکھتے ہوئے نبی تسلیم کئے جائیں گے جو ظہور اول میں تھی بلکہ آیت ﴿ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا ﴾ کے ضمن میں آپ کا ظہور ثانی ظہور اول سے افضل اور اکمل ہونا سمجھا جاتا ہے چونکہ **لیظھرہ علی الدین کلہ** کا وعدہ بھی ظہور ثانی سے وابستہ ہے اور انسانی تجربہ بھی ثابت کرتا ہے کہ جب ایک چیز کو دوسری دفعہ بنایا جاتا ہے تو اس کی پہلی ساخت سے دوسری ساخت بہترین نمونہ پر ہوتی ہے۔ جس کی طرف **العود احمد** کا اشارہ پایا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مرزا صاحب افضل المرسلین تسلیم نہ کئے جائیں اس سے قطع نظر کرکے ہم جب یہ دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے آئینہ وجود میں تمام انبیاء سابقین کا عکس موجود ہے اور خود پیغمبر کا ظل بھی وہاں موجود ہے تو اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی شان تمام انبیاء سے برتر ہے کہ جن میں تمام اظلال اور عکس موجود نہ تھے بلکہ خود پیغمبر علیہ السلام کو بھی یہ درجہ حاصل نہ تھا جو مرزا صاحب کو حاصل تھا کیونکہ آپ میں صرف (اگر ہو سکتے ہیں تو) انبیاء سابقین

کے عکس موجود ہو سکتے ہیں اور اپنا عکس اور ظل موجود نہیں ہو سکتا۔ پس اس دلیل کی بنا پر جو شخص مرزا صاحب کو ایسا نبی نہیں مانتا یا تردد کرتا ہے یا ماننے میں خاموشی اختیار کرتے ہوئے خالی الذہن رہتا ہے تو وہ بحکم آیت ﴿نُؤمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ﴾ ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا﴾ کافر ہے اور ایسے لوگوں سے ترک موالات بحکم آیت ھذا ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ﴾ اشد ترین اور محکم ترین فرض ہوگا۔ کیونکہ آیت ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (الی) لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ﴾ ظاہر کرتی ہے کہ تمام انبیاء سابقین کہ جن میں خود پیغمبر اسلام بھی داخل ہیں، یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ جب مسیح موعود کا ظہور ہوگا تو تم کو اس کی تصدیق کرنی ہوگی پس جبکہ مرزا صاحب کی تصدیق خود پیغمبر اسلام پر فرض ہے تو دوسرا کون شخص ہو سکتا ہے کہ جس پر یہ تصدیق فرض نہ ہو۔

اب پانچ دلائل سے مرزا محمود صاحب نے اپنے باپ کی نبوت کے ثابت کرنے میں وہ تمام خامیاں پوری کر دی ہیں جو مرزا صاحب سے اپنے آخری اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں بھی پوری نہ ہو سکی تھیں۔

ع پدر اگر نتواند پسر تمام کند

اور واقعی آپ پر یہ فرض بھی تھا کیونکہ مرزا صاحب (تیسرے مقابلہ میں) جب آپ کو مسیح موعود اور ظل الٰہی بلکہ ایک معنی میں خود خدائے منزل (کرشن روپ) بنا چکے ہیں تو بحکم ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ اگر آپ نے اپنے باپ کو افضل المرسلین واجب الاتباع علی خیر الرسل قرار دیا ہے تو کون سی بڑی بات ہوگئی ہے بلکہ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ پر پورا عمل کرتے۔ تو ان پر یہ بھی فرض تھا کہ اپنے باپ کو افضل الالٰہ بھی ثابت کرتے پھر ہم بھی مان لیتے کہ اس خلف الرشید نے بر والدین کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ مگر تاہم ہمیں امید ہے کہ آپ کسی تازہ ترین تحریر یا تقریر میں اس کمی کو پورا کرنے میں دریغ

نہ کریں گے۔

بہر حال مرزا محمود لاہوری پارٹی کے مقابلہ میں بہت بڑا غلو کر رہے ہیں کیونکہ مرزا صاحب کو لاہوری پارٹی کے افراد مجلس صرف ظلی نبی، امتی نبی، تابع نبی، غیر تشریعی نبی، لغوی نبی یا محدث اور مجدد و مسیح موعود تو مانتے ہیں مگر مستقل نبی، حقیقی نبی اور مطاع الانبیاء یا افضل المرسلین نہیں مانتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک حسب فرمودۂ مسیح قادیان **اھدنا الصراط المستقیم** پڑھ کر پانچ وقتہ نماز میں ہمیں ہدایت ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ سے **منعم علیھم** کے راستہ پر چلنے کی توفیق طلب کریں تا کہ رفتہ رفتہ کسی وقت ہم بھی صدیق، شھداء اور انبیاء بن سکیں اور ہم کو بھی **العلماء ورثۃ الانبیاء** کا تمغہ حاصل ہو جائے اور کسی موقع پر **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** کے ضمن میں کسی نہ کسی نبی کا مثیل بن کر تجدید اسلام کا کام اپنے ہاتھ میں لے سکیں۔ جیسے کہ مرزا صاحب نے یہ تمام فضائل حاصل کر کے نبوت بروزی کا دعویٰ کیا ہے اور مجدد اسلام کے بعد مسیح موعود بن چکے ہیں کیونکہ مسلم کی حدیث میں مسیح کو نبی کہا گیا ہے اور جزو نبوت (یعنی نبوت کا چھیالیسواں حصہ) بھی چونکہ کل نبوت میں داخل ہوتی ہے۔ اس لئے جزوی انبیاء کا ظہور خیر القرون سے آج تک جاری ہے۔ اگر یہ فیضان نبوت یا اجرائے نبوت کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ امت خیر الامم کا لقب پانے کی مستحق نہیں رہ سکتی بلکہ مردود یا ملعون کا لقب پانے کی سزاوار ٹھہرے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود کی فضیلت قرآن شریف میں ﴿جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ﴾ سے ظاہر کی گئی ہے اب اگر اس امت میں یہ فضیلت تسلیم نہ کی جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ پیغمبر اسلام کے ظہور اول کے بعد جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کا مذہب صرف اس بنا پر مردہ ہو گیا ہے کہ ان میں ﴿لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ کی پیشینگوئی کے رو سے انبیاء کا آنا بند ہو چکا ہے اسی طرح اسلام بھی بعثت انبیاء سے خالی ہو کر مردہ مذہب بن جائیگا۔ اور تازہ ترین

الہام یا وحی جدیدکا نمونہ مخالفین کے سامنے پیش نہیں کر سکے گا۔اس کے علاوہ احادیث نبویہ بھی اس پر شاہد ہیں کہ اس امت میں محدث ہوں گے جو کثرت مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوکر نبوت ظلی کا دعویٰ کرتے ہوئے امتی نبی کہلائیں گے۔اب ثابت ہوگیا کہ یہ نبوت صرف درجہ کرامت تک پہنچ کر رہ جاتی ہے جس میں فنافی الرسول کا وہ مقام پیش آتا ہے کہ اس میں جو امور پیغمبر اسلام کی طرف بحیثیت نبوت منسوب ہوتے ہیں وہ بعینہ فانی فی الرسول کی طرف بھی منسوب ہو جاتے ہیں اس لئے پیغمبر اسلام کی تصدیق ہی مرزا صاحب کی تصدیق ہوگی الگ تصدیق کی ضرورت نہ رہے گی۔اور مرزا صاحب کی بیعت اسی طرح مدار نجات ہوگی جس طرح نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا نجات بخش ہوسکتا ہے اور تجدید بیعت کی ضرورت اسی وقت زیادہ سخت ہوتی ہے جبکہ اسلام پر مخالف ہوائیں چل رہی ہوں تاکہ باد مخالف سے متاثر ہوکر ایمان مردہ نہ ہوجائے۔پس یہی وہ بیعت ہے جو قبول اسلام کے بعد تبلیغ کیلئے غزوات اسلامیہ میں لی گئی تھی۔اور تجدید خلافت اسلامیہ میں بھی اس کو فرض سمجھا گیا تھا اور اب صوفیائے کرام میں یہی جاری ہے تاکہ تبلیغ اسلام میں کسی تنظیم کے ماتحت ایک جماعت کھڑی ہوئی نظر آئے۔خود مرزا صاحب نے بھی آخری اعلان میں اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ خاتم النبیین کے تحت میں ایک پیشینگوئی مضمر ہے جو میرے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوئی۔وہ یہ ہے کہ نبوت کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔مگر جب اپنے گھروں میں حضور نے خوخہ ابی بکر کھلا رکھا تھا تو اس میں یہ اشارہ تھا کہ سیرت صدیقی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے جس میں فنافی الرسول ہونے کے بعد داخل ہوکر بردنبوت پہنی جاسکتی ہے جو خود محمد رسول اللہ ﷺ نے پہنی ہوئی تھی۔چنانچہ سب سے پہلے صدیق اکبر نے یہ چادر پہن کر ولایت کبریٰ کا درجہ حاصل کیا تھا اور تبلیغ اسلام کی خاطر مسلمانوں سے تجدید بیعت کی اور آخری زمانہ میں مسیح موعود نے اعلان کیا کہ میری

بیعت اور میری تعلیم موجب نجات ہے۔

اربعین ۳۸ میں ہے: **واتخذوا من مقام ابراھیم** (مرزا) **مصلی۔ واصنع الفلک**(تعلیم مرزائی)**باعیننا۔سلام علی ابراھیم**(مرزا) **فاتبعوہ۔**

اربعین نمبر۴ میں ہے:اھل الشرق والغرب یجب علیھم ا ن یدخلوا فی بیعۃ خلیفۃ الاسلام کیونکہ اس وقت صرف وہی فرقہ ناجیہ ہے جو خلیفۃ اللہ مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے ورنہ تجدید بیعت سے تغافل کرنا اگر چہ کفر تو نہیں ہے **مگر** فرقہ ناجیہ میں شمولیت کو مشکوک کردیتا ہے۔(**مگر** غیر ناجی اور کافر کہنا ایک ہی بات ہے)

مرزا محمود کے اقوال اگر چہ اظہر من الشمس ہیں جن کو نقل کی ضرورت نہیں ہے مگر تاہم اتمام حجت کے لئے ان کا اقتباس ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ

انوار خلافت،ص/۵۰:(اب)**واخرین منھم** میں دو بعثوں کا ذکر ہے اور چونکہ احادیث میں نزول مسیح مذکور ہے اس لئے دوسری بعثت سے مراد مرزا قادیانی ہیں اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

انوار خلافت،ص/۳۸:ما ننسخ من ایۃ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ کام کرنے میں زیادہ خوبی والی شئے مراد ہوتی ہے اسی واسطے **العود احمد** کا محاورہ جاری ہوگیا ہے۔پس دوسری بعثت پہلی بعثت سے عمدہ اور بہتر ہوگی۔پس مرزا صاحب احمد (قابل تعریف)اور مسیح علیہ السلام سے بہتر ثابت ہوگئے۔(اسی شکست وریخت کا نام ہی تناسخ ہے)

فضل ۱۹۱۴ء،نمبر۱۲۲،ص/۸: مرزا صاحب بلحاظ نبوت کے ایسے ہیں جیسے اور پیغمبر،اور ان کا منکر کافر ہے۔

تشحیذ الاذہان،ص/۱۴۰،نمبر۴،ج۶: جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا،وہ بھی کافر ہے۔

تشحیذ الاذہان،ص/۱۴۱،نمبر۴،اپریل ۱۹۱۱ء: مرزا صاحب نے اس کو بھی کافر ٹھہرایا ہے

جو سچا جانتا ہے مگر بیعت میں توقف کرتا ہے۔

فضل، ج ۲/، جنوری ۱۹۱۵ء: جس آیت میں رسولوں کا انکار کفر قرار دیا گیا ہے مرزا صاحب بھی چونکہ رسولوں میں شامل تھے اس لئے آپ کا انکار بھی کفر ہے۔ (اس لئے مرزا صاحب کے منکر انکو کافر کہنے سے کافر نہیں ہیں)

قول فصل، ص ۳۳/: صرف فرق یہ ہے کہ مرزا صاحب نے بالواسطہ نبوت پائی ہے اور دوسرے انبیاء نے بغیر واسطہ کے۔ پس جو حال منکر نبی کا قرآن شریف میں مذکور ہے، وہی حال مرزا صاحب کے منکر کا ہے۔

حقیقۃ النبوۃ، ص ۲۰۴/: اگر آپ کو نبی نہ مانا جائے تو وہ نقص پیدا ہوتا ہے جو انسان کو کافر بنانے کیلئے کافی ہے۔

فضل ۳، ج ۳/، ص ۷/، ۲۹/ جون ۱۵ء: پس مسیح موعود کے نبی اللہ اور احمد ہونے سے انکار کرنا حضور کی بعثت ثانی اور احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار ہے جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔ (مرزا صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے بلکہ وہ مسلم کو کافر کہہ کر خود کافر بن رہے ہیں)

فضل ج ۳/، ۱۰، ص ۶/، ۱۵/ جولائی ۱۵ء: حدیث **ستفرق امتی** سے ظاہر ہے کہ فرقہ ناجیہ کے سوا سب ناری ہیں اور **اخرین منھم** سے ثابت ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ سب سے آخری فرقہ ہے کیونکہ **اخرین** اسم تفضیل ہے جس کے معنی ہیں "بہت ہی پیچھے آنے والا" اور حدیث **کیف تھلک امۃ...... و ابن مریم اخرھا** سے معلوم ہوتا ہے کہ **اخرین** کا گروہ مرزا صاحب کی جماعت ہے اور آیہ **اخرین** سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود باعتبار کمالات نبوت و رسالت کے محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں اور تہتر (۷۳) فرقہ میں سے ایک کا ناجی ہونا ظاہر کرتا ہے کہ مسیح موعود پر ایمان لانے سے ناجی بنے گا اور حضور کے صحابہ

میں شمار ہوگا اور منھم سے معلوم ہو گیا کہ جس طرح عہد صحابہ میں ان کے سوا دوسرے فرقے ناری تھے اور کافر تھے اسی طرح آخرین کے زمانہ میں ان کے سواسب فرقے ناری اور کافر ہیں۔ پس بعثت اول میں منکرین کو کافر قرار دینا اور بعثت ثانی میں منکروں کو کافر قرار نہ دینا حضور کی ہتک اور آیت سے استہزاء ہے۔ (مرزا محمود صاحب قدرت ثانیہ ہیں اور مرزا صاحب کا بروز اول ہیں اور حضور کا بروز ثانی ہیں اب انکا منکر بتاؤ کیسا ہوگا)

ذکرالٰہی، ص ۷۰: مرزا صاحب عین محمد تھے کیونکہ آپ کے کامل مظہر تھے اس لئے آپ کے مقابل میں خادم ہیں اور جب آپ کو الگ تصور کیا جائے تو آپ کو عین محمد کہا جائے گا۔ پس میرا ایمان ہے کہ مرزا صاحب حضور کے نقش قدم پر چلتے چلتے عین محمد بن گئے تھے۔ (مرزا محمود چونکہ مرزا صاحب کا بروز ہیں اس لئے وہ بھی عین محمد ٹھہرے)

حقیقۃ النبوۃ، ص ۲۳۲: خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا جب تک کہ حضور کے نقش قدم پر چل کر غلامی اختیار نہ کرے اور جب دروازہ نبوت کھلا ہوا ہے تو مسیح موعود ضرور نبی ہیں۔

حقیقۃ النبوۃ، ص ۱۳۸: ہمارا عقیدہ ہے کہ اس آیت میں سوائے مسیح موعود کے کوئی نبی نہیں گزرا کہ جس کا یہاں ذکر ہو۔

حقیقۃ الوحی، ص ۳۹۱: ابدال واقطاب واولیاء میں سے صرف مجھ کو ہی اسم نبی دیا گیا ہے اور میرے سوا کسی کو اس کا حق بھی نہیں ہے۔ (جیسا کہ **کان اللہ نزل من السماء** کی آیت صرف خلیفہ محمود کو خدا کا لقب دے رہی ہے)

حقیقۃ الوحی، ص ۳۳۱: چونکہ اخرین صرف مسیح موعود کی جماعت ہے اس لئے ثابت ہوا کہ مسیح موعود ہی رسول تھے۔

ریویو موسومہ کلمۃ الفصل، ص ۱۴۶: اگر نبی کریم کا منکر کافر ہے تو مسیح موعود کا منکر بھی کافر

ہے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہ تھے۔اس لئے اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں ہے تو نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے بعثت اول میں آپ کا منکر کافر ہو اور آپ کی دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ، اکمل اور اشد ہے آپکا انکار کفر نہ ہو۔

کلمۃ الفصل، ص/۱۰۵: کیا اس بات میں کوئی شک ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد (ﷺ) کو اتارا جب تک **اخرین منھم** کی آیت موجود ہے اس وقت تک تُو مجبور ہے کہ مسیح موعود کو محمد کی شان میں قبول کرے۔ (ہم مجبور نہیں ہوسکتے)

کلمۃ الفصل، ص/۱۱۳: مسیح موعود کو تب نبوت ملی تھی جب کہ اس نے نبوت محمد یہ کے تمام کمالات کو حاصل کرلیا تھا اور اس قابل ہوگیا تھا کہ ظلی نبی کہلائے۔پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کو اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کر کھڑا کردیا۔(بالکل خیالی بات ہے)

حقیقۃ النبوۃ، ص/۲۵۷: نبی کریم کے شاگردوں میں سے علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک نے نبوت کا درجہ بھی پایا ہے اور نہ صرف نبی بنا بلکہ اپنے مطاع کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کرکے بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ (ہاں خدا بھی بنا ہے)

کلمۃ الفصل، ص/۱۱۶: امت محمدیہ میں سے صرف ایک شخص نے نبوت کا درجہ پایا ہے اور باقیوں کو یہ رتبہ نصیب نہیں ہوا۔ (اس ایک کو بھی یہ درجہ نصیب نہیں ہوا)

کلمۃ الفصل، ص/۱۵۸: اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو مبعوث کرے گا۔پس مسیح موعود خود رسول اللہ تھے جو اشاعت اسلام کیلئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ (قول بالتناسخ ہے)

کلمۃ الفصل، ص/۱۱۴: مسیح موعود کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں ہے بلکہ خدا کی قسم اس نبوت نے جہاں آقا کے درجہ کو بلند کیا وہاں غلام کو بھی اس مقام پر کھڑا کردیا جس تک

انبیائے بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں تھی۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچائے۔ (غلط)

کلمۃ الفصل، ص ر ۱۱۷: مسیح موعود تمام انبیاء کا مظہر ہے جیسا کہ اس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **جری اللہ فی حلل الانبیاء** اس سے اس کے آنے سے گذشتہ تمام انبیاء پیدا کئے گئے۔ پس سلسلہ موسوی سے سلسلہ محمدی بڑھ گیا کیونکہ ان انبیاء کے علاوہ جو تورات کی خدمت کیلئے مبعوث ہوئے تھے خود موسیٰ علیہ السلام بھی تو اس سلسلہ میں دوبارہ دنیا میں بھیجے گئے اور یہ سب کچھ مسیح موعود کے وجود باوجود میں پورا ہوا۔ (یہ عجیب قسم کا تناسخ ہے کہ ساری دنیا مرزا صاحب میں ظاہر ہو گئی تھی)

الفضل، ص ر ۶، ج ر ۳، ۳۸، مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء: جب اللہ تعالیٰ نے **واذ اخذ اللہ میثاق النبیین** میں سب نبیوں سے عہد لیا جن میں نبی کریم بھی شامل ہیں کہ جب تم کو کتاب (تورات وقرآن) اور حکمت (منہاج نبوت اور حدیث) دوں پھر تمہارے پاس ایک رسول مصدق (مسیح موعود) آئے تو تم اے نبیو! ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد فرض سمجھنا۔ پس جب تمام انبیاء پر فرض ہے کہ مسیح موعود پر ایمان لائیں تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں۔ (اس دعوے میں مسیح ایرانی بھی شریک ہے)

تفسیر پارہ اول، ص ر ۱۲، فرقہ محمودیہ: **وبالآخرۃ ھم یوقنون** میں اس وحی کا ذکر کیا ہے جو پیچھے آنے والی ہے جس کا وعدہ آیت **واخرین منھم** میں دیا گیا ہے یعنی وہ وحی جو رسول کریم کی بعثت ثانی میں مسیح موعود پر نازل ہوگی۔ (اتنا بھی معلوم نہیں کہ آخرت کا لفظ مذکر کیلئے ہے یا مؤنث کیواسطے)

کلمۃ الفصل، ص ر ۱۱۷: کیا یہ پرلے درجہ کی بے عزتی نہ ہوگی کہ ہم آیہ **لانفرق**......میں داؤد اور سلیمان وغیرہ کو تو شامل کریں اور مسیح موعود جیسے عظیم الشان نبی کو شامل نہ کریں بلکہ یوں

ہی چھوڑ دیا جائے۔

الفصل، ص ۴، ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء: مسیح موعود نے ''خطبہ الہامیہ'' میں بعثت ثانی کو بدر کر رکھا ہے اور بعثت اول کو ہلال۔ جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کا کافر بعثت اول کے کافروں سے بدتر ہے۔ **اخرین منھم** سے مسیح کی جماعت صحابہ میں داخل ہے جو نبی پر ایمان لانے سے صحابہ بنتی ہے کسی امتی پر ایمان لانے سے صحابہ نہیں بنتی۔ (یہ تین حوالے مسلمانوں کو کافر بنانے میں مشین کا کام دیتے ہیں)

ازہاق الباطل، ص ۳۲ القاسم علی: حضرت اقدس نے جو زمانہ امتی بن کر گزارا ہے وہ غلام احمد اور مریم بن کر گزارا ہے جب اس سے ترقی پا کر احمد اور ابن مریم بن گئے تو نہ غلام احمد رہے اور نہ مریم۔ یہ ایک نکتہ ہے جو صرف خدا نے مجھے ہی سمجھایا تھا پس امتی کے درجہ سے ترقی پا کر نبی بن جانے پر بھی آپ کو نبی نہ کہنا ایسا ہے کہ کسی پٹواری کو ڈپٹی کلکٹر بن جانے کے بعد پھر پٹواری کہتے جانا اور ڈپٹی کلکٹر نہ کہنا جو در اصل اس کی توہین اور گستاخی ہے۔ (عورت سے مرد یا ماں سے بیٹا کب سے بننا شروع ہوا ہے؟)

کلمۃ الفصل، ص ۱۱۸: اب حقیقی نبوت سے مراد شریعت جدید ہے ورنہ لغوی معنی کے لحاظ سے ہر ایک نبوت حقیقی نبوت ہے جعلی یا فرضی نہیں ہوتی۔ اور مسیح موعود بھی حقیقی نبی تھا اور مستقل نبوت سے مراد وہ نبوت ہے کہ جو بلاواسطہ حاصل ہو ورنہ لغوی معنی کے لحاظ سے ہر ایک نبی مستقل ہی ہوتا ہے عارضی نہیں ہوتا۔ اور مسیح موعود بھی مستقل نبی تھا۔ (تب ہی تو اسلام نے اسے دجال، کافر اور مفتری کہا ہے)

حقیقۃ النبوۃ، ص ۱۸۴: اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کا نام نبی رکھا اور شریعت اسلام نے جو معنی نبی کے کئے ہیں اس معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں ہاں شریعت جدیدہ نہ لانے سے مجازی نبی ہیں۔ (ہاں تحریف قرآن اور تحریف احادیث کیوجہ

سے آپ حقیقی اور شریعت جدیدہ کے مالک ضرور ہیں)

ان عبارتوں میں فرقہ محمودیہ نے آٹھ اقرار کیے ہیں۔

اول: یہ کہ نبی کریم بلکہ تمام انبیاء نے قادیان میں دوسرا جنم لیا تھا جس کو ہم حلول یا تناسخ آسانی سے کہہ سکتے ہیں اور حضرت اکمل بھی 'بدر' نمبر ۴۳، جلد ۲ میں شاعرانہ انداز پر مانتے ہیں۔

شعر

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں	اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل!	غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

دوم: یہ کہ اہل اسلام عموماً اور لاہوری پارٹی خصوصاً اسلام سے خارج ہیں کیونکہ مرزا صاحب کو نہیں مانتے۔ پس مسلمانوں کو شرم کرنی چاہئے کہ جو فرقہ تم کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا اس کو اپنا نمائندہ سمجھنا کہاں تک بے غیرتی ہوگی۔

سوم: یہ کہ فرقہ ناجیہ اس وقت فرقہ محمودیہ ہی ہے اس کی شان پیغمبر کی شان کے برابر ہے۔ مسلمانوں کو عموماً اور لاہوریوں کو خصوصاً ڈوب کر مر جانے کا مقام ہے کہ ایسے مذہبی دشمن کو اپنا رہنما سمجھ کر اس سے بہتری کی توقع رکھتے ہیں۔

چہارم: یہ کہ امت محمدیہ میں سوائے مسیح موعود کے کوئی نبی نہیں گزرا جس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ ولایت کو نبوت ظلیہ نہیں کہتے ورنہ لاہوریوں کی طرح تمام اولیاء کو ظلی نبی مان لیتے۔

پنجم: یہ کہ مسیح موعود کی شان تمام انبیاء سے بڑھ کر ہے اور اس کا منکر بھی اشد ترین کفار میں سے ہوگا۔

ششم: یہ کہ مسیح موعود کی اطاعت تو انبیاء کے ذمہ بھی فرض ہے دوسرے لوگ کس باغ کی مولی ہیں کہ اطاعت کے انکار سے کافر نہ ہوں۔

ہفتم: یہ کہ مسیح موعود کو امتی کہنا کفر ہے اور اس بنیاد پر لاہوری پارٹی کا کفر بالکل ظاہر ہے

کیونکہ وہ مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتی ہے۔

ہشتم: یہ کہ مرزا صاحب کو مستقل اور حقیقی نبی لغت کے طور پر کہا جا سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے بار ہا کہا ہے کہ کثرت مکالمہ سے میں محدث کے درجہ پر ہوں۔ جس پر ارسال کا لفظ قرآن شریف میں بولا گیا ہے اس واسطے وہ رسول ہوا۔ اور لغت میں بھی بھیجے ہوئے کو 'رسول' کہتے ہیں اور غیب دان ہونے سے نبی کہلاتا ہوں۔ اب مرزا محمود کہتے ہیں کہ جب آپ لغت کی بنیاد پر نبی اور رسول تھے تو اس میں کیا حرج ہے کہ مرزا صاحب کو لغت کے لحاظ سے مستقل اور حقیقی بھی کہا جائے اس کا جواب لاہوریوں کے ذمہ میں ہے۔

اہل اسلام کے نزدیک جب یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ بعثت انبیاء منقطع ہو چکی ہے اور آغاز دعاوی میں اس کو مرزا صاحب بھی مانتے تھے تو اس تمام سردردی کا جواب صرف اس لاہوری پارٹی کے ذمہ آپڑتا ہے جو مرزا صاحب کو سچا مان کر ان آٹھ باتوں کا اقرار نہیں کرتی۔ ورنہ جب مسلمان مرزا صاحب کو سرے سے سچا ہی نہیں مانتے تو ایسی باتوں کو بناء الفاسد علی الفاسد سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں ٹھکرا کر پھینک دیں گے مگر تاہم مرزا صاحب کی علمی لیاقت کا اندازہ لگانے کیلئے اور لاہوری پارٹی کا علمی تخمینہ لگانے کیلئے ہم بھی بطور قرض حسنہ اس مقام پر چند نوٹ لکھ دیتے ہیں تاکہ ناظرین محظوظ ہو کر لطف اٹھائیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ بانی فرقہ محمودیہ نے اس مقام پر بری طرح غلطی کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ قرآن شریف پر سوائے سطحی اور تقلیدی بیانات کے ذرہ بھر بھی عبور نہیں' ورنہ ایسے غلط معنی کر کے موجب ہلاکت نہ بنتے۔

اول: یہ کہ مرزا محمود نہیں مانتے کہ کوئی رسول بھی اپنی وفات کے بعد واجب الاطاعۃ رہ سکتا ہے ورنہ بروز ثانی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور یہ عقیدہ مقتضی ہے کہ ہر ایک زمانہ میں ایک نہ ایک بروز موجود رہے اس لئے حضور کا صرف ایک ہی بروز تسلیم کرنا خلاف اصول ہوگا۔

دوم: یہ کہ اخرین کا معنی بہت ہی پیچھے کرنا غلط ہے کیونکہ علمائے لغت کے نزدیک اخر کا لفظ الاخر یا اخرمن سے مختصر ہو کر استعمال ہوا ہے جو تفصیل بعض یا تفصیل نفسی کے معنی دیتا ہے اور اس وقت اخرین سے مراد وہ تمام اہل اسلام ہوں گے جو عہد صحابہ کے بعد شروع ہوتے ہیں اور جن کا وجود قیامت تک رہنا تسلیم کیا گیا ہے اور یہی معنی ہی درست ہیں ورنہ مرزا محمود صاحب کے ترجمہ کے رو سے عہد صحابہ کے بعد اور مرزا صاحب کے ادعائے مسیحیت کے اول، درمیان کا زمانہ نہ بعثت اول میں داخل رہتا ہے اور نہ بعثت ثانیہ میں۔ اس لئے ترجمہ یوں ہوگا کہ حضور کی بعثت امیین میں ہوئی تھی اور امیین کے بعد دوسرے لوگوں میں بھی آپ ہی مبعوث تسلیم کئے گئے ہیں جو ابھی تک (صحابہ کی عین حیات میں) ان سے نہیں مل سکے بلکہ بعد میں پیدا ہوں گے اور یا بعد میں ان کی جماعت میں شامل ہوں گے۔ مرزا محمود کا فرض ہے کہ اپنی غلطی تسلیم کر کے یہ زعم باطل دل سے نکال دے کہ نبی کریم کی دو بعثتیں قرآن میں مذکور ہیں اور خواہ مخواہ اپنے ترجمہ کی بنیاد پر مخالفین اسلام کے مسئلہ حلول اور تناسخ کو تقویت نہ دیں اور یہ بھی یاد رہے کہ بروز کی آڑ لینے میں کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ آپ کا ترجمہ صرف اس صورت میں صحیح بیٹھ سکتا ہے کہ جس طرح نبی کریم خارجی طور پر ظاہر ہوئے تھے اسی طور پر دوسری بعثت میں خارجی طور پر ہی پیدا ہوتے ورنہ بروز کا کچھ معنی نہیں رہتا۔

سوم: یہ کہ بروز سے مراد صوفیاء کرام کے نزدیک صرف ظہور تشابہ صفات ہے اور اس موقع پر مرزا صاحب نے تناسخ کے معنی میں لیا ہے اور یہ ایسا مغالطہ ہے کہ اس سے کفر و اسلام مشتبہ ہو جاتا ہے علاوہ بریں یہ بروز کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں ہے صرف تعلیم فلسفہ کا اثر ہے۔

چہارم: یہ کہ امیین سے مراد صحابہ لینا، پھر اس لفظ کو منھم کے بعد قادیانی جماعت لینا قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ اسلام میں خود نزول آیت کے وقت ام القریٰ صرف مکہ مراد تھا قادیان

کا وجود ہی اس وقت نہ تھا جس کا وجود گیارہویں صدی میں مؤرخین نے تسلیم کیا ہے۔

پنجم: یہ کہ اگر مرزا صاحب مرزائیوں کے نزدیک واقعی بروزی محمدی اور بعثت ثانیہ ہیں تو کیوں الہام مرزا کو قرآن شریف کا اکتیسواں پارہ قرار نہیں دیتے اور کیوں اپنی نمازوں میں مرزا صاحب نے قرآن شریف کی بجائے پڑھنا پسند نہیں کیا تھا اور کیوں یہ نہ کہہ دیا کہ اب قرآن میں اضافہ ہوگیا ہے اور مسیلمہ کذاب کی طرح کیوں نہ کہہ دیا کہ بعثت اول کا قرآن فرقان اول ہے اور بعثت ثانیہ کا قرآن فرقان ثانی ہے ورنہ معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ محمودیہ کی ضمیر خود انکو ملامت کررہی ہے کہ کس طاغوت کی پیروی میں ہلاک ہورہے ہیں:

فان امتریت فی ھذہ النقول فعلیک بالعقائد المحمودیۃ للسید المدثر الجیلانی. ولا بدلک ان تنشد فی الامۃ القادنیۃ المحمودیۃ ھذا الشعر

ع **اذا کان الغراب دلیل قوم یھدیھم طریق الھالکینا**

۷…… لاہوری پارٹی کا فرقہ محمودیہ پر فتوائے کفر

تصریحات مذکورۃ الصدر سے معلوم ہوسکتا ہے کہ فرقہ محمودیہ کے خیال میں فرقہ کمالیہ (لاہوری پارٹی) مرزا صاحب کو مستقل مطاع الرسل نہ ماننے سے اشد ترین کافرین میں سب سے پہلے داخل ہیں۔ اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ لاہوری پارٹی کس طرح فرقہ محمودیہ کو کافر قرار دیتی ہے اور مرزا صاحب کو ظلی نبوت کے اوپر جانے سے روکتی ہے اور کیسے اقوال مرزا صاحب کو اپنے دلائل میں بیان کرتی ہے۔ (خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو)

نشان آسمانی، ص ۲۸: میں ایمان محکم رکھتا ہوں کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں اور اس امت میں کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا۔ قرآن کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہے ہاں محدث آئیں

گے جن میں نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی اور مکالمہ کی صفت پائی جائے گی اور بلحاظ وجود کے شان نبوت سے رنگین کیے جائیں گے جن میں سے میں بھی ہوں۔(م ،مگر وہ مدعی نبوت نہ ہوں گے)

شہادۃ القرآن، ص۵۳: خدا تعالیٰ نے انعام دینے کے بعد **اھدنا الصراط المستقیم** کا حکم دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث قرار دیا ہے تاکہ یہ وجود ظلی ہمیشہ قائم رہے اور خلیفۃ الرسول بھی ظلی طور پر درحقیقت اپنے مرسل کا ظل ہوتا ہے۔

حجۃ اللہ، ص۳، ۱۹۰۸ء: مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا کہ آج اسلام میں ایسے لوگ موجود نہیں ہیں گویا اس نے یہود و نصاریٰ کی طرح اسلام کو بھی مردہ تصور کیا ہے اسلام کی ذلت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ اس کو بھی مردہ مانا جائے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی پر دوسو علماء کا فتویٰ کفر موجود ہے مگر دوسو برس کے بعد انکو کامل اور پاکباز انسان مانا گیا اور ایسی قبولیت ہوئی کہ دنیا مانتی ہے ہاں یہ سچ ہے کہ نبی آتے ہیں تو انکو مخول کیا جاتا ہے (گویا یہ بھی نبی تھے! اور مرزا صاحب کے مرنے کے بعد اسلام پھر مردہ ہو گیا ہے۔ کیا کوئی زندہ کریگا؟)

کرامات الصادقین، ص۵۸: خدا جب ہاتھ پکڑتا ہے تو کسی نبی تک پہنچا دیتا ہے اور حسب اقتضائے حالات زمانہ اس نبی کا کمال، جمال، علم، عقل، نام اور نور عطا کرتا ہے نبی کی روح اور اس کی روح دو متعاکس شیشے ہو جاتے ہیں ایک کا عکس دوسرے میں پڑتا ہے مگر نبی مثل اصل ہوتا ہے اور ولی مثل ظل کے۔ (م ،مگر نبی کا مثل نہیں ہوتا)

حقیقۃ الوحی، ص۱۵۴: ہمیں حکم ہے کہ عبادات و اخلاق میں رسول کریم ﷺ کی پیروی کریں اگر ہم میں وہاں تک استعداد نہیں ہے تو یہ کیوں حکم ہوا، **انعمت علیھم** جس میں بیان کیا ہے کہ یا اللہ جس قدر نبی، صدیق، اور شہداء گزرے سب کے صفات ہم میں ظلی طور پر جمع

کر۔ (م، کیا خدا کی پیروی سے خدا بن جاؤ گے)

آئینہ، ص ر ۳۴۶، ۳۷۵: اللہ تعالیٰ بعض اولیاء کو بعض انبیاء کے قدم پر بھیجتا ہے پس وہ ولی ملاء اعلیٰ میں اسی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اولیاء میں بہت سے ایسے ہیں کہ ان کے نام آسمان میں نبیوں کے نام رکھے گئے ہیں ان کے نور سے نور اور خلق سے خلق حاصل کرتے ہیں ہمارے نبی کریم کی روحانیت ظہور مفاسد کے وقت بروز کرتی رہتی ہے۔ اور حقیقت محمدیہ کا ظہور کس کامل متبع کے وجود میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ مہدی کے بارے میں جو آیا ہے کہ **اسمہ اسمی و خلقہ خلقی** اسی کی طرف اشارہ ہے صدہا ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ متفق تھی اور خدا کے نزدیک ظلی طور پر انہوں نے **محمد** اور **احمد** کا نام پایا تھا (م۔ ایسے نام شیطانی وساوس ہیں)

فتح الاسلام، ص ر ۱۷: صحابہ رضی اللہ عنہم رسول خدا کی عکسی تصویر تھے۔

ایام صلح، ص ر ۳۵: وجود عمر وجود نبی تھا بوجہ ظل کے۔ (م، تو پھر **لانبی بعدی** کیوں وارد ہوا؟)

فتح الاسلام، ص ر ۲۷، سراجدین کے سوالوں کا جواب: جو شخص تعلیم الٰہی کو اپنا امام بنائے گا وہ مسیح کی شان میں آجائے گا اور اس تعلیم سے ہزاروں مسیح گزرے اور ہزاروں مثیل آئیں گے۔ (اب کون ہے؟)

سر الخلافہ، ص ر ۳۲: ابوبکر کتاب نبوت کا نسخہ اجمالیہ تھا اور تمام آداب میں ظل نبی کریم علیہ السلام تھا۔

اخبار الحکم ۲۹، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء: اصطلاح اسلام میں نبی یا رسول وہ ہے جو شریعت جدید لا کر احکام سابقہ کو منسوخ کرے اور نبی سابق کی امت نہ کہلا کر مستقل طور پر خدا سے احکام حاصل کرتا ہے یہاں (میری نبوت میں یہ معنی نہ سمجھو۔ (جیسے الّا کچے کا نام ہے)

اربعین، ص ۱۸: **جری اللہ فی حلل الانبیاء** کا مطلب استعارہ کے طور پر یہ ہے کہ خدا جس کو بھیجتا ہے وہ رسول ہوتا ہے جیسا کہ مسیح کو حدیث **مسلم** میں مجازی طور پر رسول کہا گیا ہے اور غیب کی خبر پانے والا نبی ہوتا ہے اس جگہ یہی لغوی معنی مراد ہیں، اصطلاحی معنی الگ ہیں۔ (م۔ بلکہ یہ مرزائی اصطلاح ہے)

اخبار عام، ۲۳ مئی ۱۸ء: میں صرف اس لئے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کثرت سے پیشینگوئیاں کرنے والے کو کہتے ہیں۔ (پھر تو جفر رمل اور نجوم سے بھی نبوت حاصل ہوسکتی ہے)

بدر مؤرخہ ۱۷، اپریل ۱۹۰۳ء: محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ نبوت غیر تشریعیہ جاری ہے مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ یہ نبوت بھی مسدود ہے صرف انعکاس نبوت جاری ہے (م۔ہاں اس لئے آپ الٹے نبی ہیں)

ضمیمہ براہین نمبر ۵، ص ۱۴۱/۱۸۲: اصلی نعمت خدا سے مکالمہ ومخاطبہ ہے جو انبیاء کو دی گئی ہے اور ہمیں حکم ہوا ہے کہ **اھدنا الصراط المستقیم** پڑھ کر ہم سے یہی نعمت طلب کرو کہ تمہیں دوں گا کہ اگر یہ نہ ہوتا تو اس امت پر نعمتوں کے تمام دروازے بند تھے۔ چونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنے والا مسیح امتی ہوگا تو کلام الٰہی میں اس کا نام نبی رکھنا صرف اس لئے ہے کہ کثرت مکالمہ سے مشرف ہوگا ورنہ اس امت میں کوئی امتی نبی نہیں آسکتا تھا۔ اور مردہ ہوکر خدا سے دور اور مجبور ہوجاتی اور **اھدنا الصراط المستقیم** کی تعلیم نہ ہوتی اور خاتم النّبیین سے یہ مراد نہیں ہے کہ کثرت مخاطبہ بھی بند ہے ورنہ شیطان کی طرح یہ امت بھی خدا کی رحمت سے دور اور لعنتی ہوتی۔ (م۔ چنانچہ اب مرزائی لعنتی ہیں)

اخبار عام نمبر ۲۷۰، ۱۳ مئی ۱۹۰۸ء: میں ہر کتاب میں لکھتا آیا ہوں کہ میری نبوت صرف کثرت مکالمہ پر مبنی ہے خدا مجھ سے بولتا ہے اور میری باتوں کا جواب بھی دیتا ہے۔ (م، تو

پھر تم "کلیم اللہ" ہوئے)

بدر ۲۴ مئی، ص ۸، ۱۹۰۸ء: ہم نے کوئی ان معنوں میں دعوائے رسالت نہیں کیا جیسا کہ ملاں لوگوں کو بہکاتے ہیں اور جو ہمارا دعویٰ منذر اور ملہم ہونے کا ہے وہ متابعت شریعت میں ہے اور ہمیشہ سے ہے آج کا نہیں چوبیں (۲۴) سال سے یہ الہام ہے **جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء** (م، یہ تاریخ ہے)

انجام آتھم، ص ۲۸: بعض دفعہ ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہوجاتے ہیں، سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح کا نام جو نبی اللہ رکھا گیا ہے وہ انہی مجازی معنی کے رو سے ہے جو صوفیائے کرام کا معمولی محاورہ اور امر مسلم ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟ (م، کوئی محاورہ نہیں)

چشمہ معرفت، ص ۳۲۴: خدا نے ارادہ کیا تھا کہ نبی کریم کے کمالات متعدیہ کے اظہار اور نیز اثبات کیلئے کسی شخص کو آپ کی پیروی کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمہ کا بخشے جو اس وجود پر عکسی نبوت کا رنگ پیدا کرے سو اس طور پر خدا نے میرا نام نبی رکھا اور نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہوگئی اور صرف ظلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔ (م، تو پھر نبی کثیف ٹھہرے اور تم لطیف)

مواہب الرحمٰن، ص ۶۶: خدا را مکالمہ است با اولیائے خود ایشاں را رنگ انبیاء دادہ می شود در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن شریف حاجت شریعت را بکمال رسانید۔ (م، یہ خوب محاورہ ہے)

ضمیمہ حقیقۃ الوحی، ص ۶۴: **سمیت نبیا علی وجہ المجاز لاعلی وجہ الحقیقۃ۔**

(نعم کالیاقوت للحیوان)

ازالہ، ص ۳۴۹: آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔

ضمیمہ براہین نمبر۵، ص/۱۳۹، ۱۸۴: اگر نبوت کے معنی صرف کثرت مکالمہ کیے جائیں تو کیا حرج ہے؟ خصوصاً جبکہ قرآن شریف نے امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوسکتا ہے اور خدا کے اولیاء سے مکالمات ہوتے ہیں اور اسی نعمت کے تحصیل کیلئے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ سکھایا گیا ہے تو پھر اس نعمت کے حاصل ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے کیا وہ نعمت جو انبیاء کو دی گئی تھی، درہم و دینار ہیں؟ یاد رہے کہ صفات باری کبھی معطل نہیں ہوتے۔ پس وہ بولنے کا سلسلہ ختم نہیں کرتا اور ایک گروہ ایسا بھی رہے گا جس سے کلام کرتا رہے گا۔ کوئی شخص دھوکا نہ کھائے میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ میری نبوت مستقل نبوت نہیں ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں ہوسکتا، مگر میں امتی ہوں اور میرا نام نبی اعزازی ہے۔ جو اتباع نبی سے حاصل ہوتا ہے تاکہ حضرت عیسیٰ سے تکمیل مشابہت پیدا ہو۔ (بالکل خانہ ساز اصول ہے)

تتمہ چشمہ معرفت، ص/۶۰: میں نے نبی کریم کی پیروی میں عجیب خاصیت دیکھی ہے کہ سچا پیرو درجہ ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ (کتنے پہنچے)

حقیقۃ النبوۃ، ص/۲۷۳، ۲۵/مئی ۱۹۰۸ء: نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے، خدا کی طرف سے ہے۔ جس پر پیشینگوئی کا اظہار بکثرت ہوا سے نبی کہا جاتا ہے خدا کا وجود خدا کے نشانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اس سے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ مثنوی میں لکھا ہے کہ آں نبی وقت باشد اے مرید۔ ابن عربی بھی یوں ہی لکھتے ہیں' حضرت مجدد بھی یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کیا سب کو کافر کہو گے؟ یاد رکھو یہ سلسلہ نبوت قیامت تک جاری رہے گا۔

ایک غلطی کا ازالہ: میں اس طور پر جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں اور نہ رسول، مجھے بروزی صورت نے نبی بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول رکھا ہے۔ (صاف جھوٹ ہے)

ایام صلح، ص ۱۶۳؍۱۳۸: تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علماء امتی کے معنی بھی یہی ہیں۔ ایک حدیث میں علماء کو انبیاء کا وارث بھی بنایا ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ چالیس آدمی ابراہیم کے قلب پر ہوں گے۔ تمام مفسرین کا قول ہے کہ **انعمت علیهم** میں ''تشبیہ بالانبیاء'' مذکور ہے۔ کتاب ''اقتباس الانوار'' میں ہے کہ روحانیت کمل بر ارباب ریاضت چنان تصرف میفرمائد که فاعل افعال شان میگردد۔ واین مرتبه را بروز میگویند۔ درفصوص الحکم می نویسد که بغرض بیان کردن نظیر بروز میگوید که محمد بود که بصورت آدم در مبدء ظهور نمود در خاتم الولایت که مهدی ست نیز روحانیت محمد مصطفی بروز و ظهور خواهد نمود واین را بروزات کمل می گویند نه تناسخ۔ وبعضے برانند که روح عیسی بروز کنند و نزول عبارت همیں نزول است مطابق ایں حدیث: **لامهدی الا عیسی**۔ (آگے لکھتا ہے کہ یہ قول مردود ہے تم نے یہ کیوں نہ لکھا؟)

براہین ۵، ص ۱۲۵: اور محی الدین عربی ایک اپنی کتاب میں (جو ان کی آخری تصنیف ہے) لکھتے ہیں کہ عیسیٰ تو آئے گا مگر بروزی طور پر یعنی کوئی شخص امت محمد یہ کا عیسیٰ کی صفت پر آئے گا۔ صوفیاء کا مذہب ہے کہ بعض کاملین اس طرح پر دنیا میں آتے ہیں کہ ان کی روحانیت کسی اور پر تجلی کرتی ہے اور اس وجہ سے دوسرا شخص پہلا شخص ہی ہو جاتا ہے۔ (کتاب کا نام کیوں نہیں لیا)

ایام صلح ۴۷: نزول مسیح مجسم عنصری کو آیت ''**وخاتم النبیین**'' بھی روکتی ہے اور حدیث بھی روکتی ہے کہ **لانبی بعدی**۔ کیونکر جائز ہے کہ نبی کریم خاتم الانبیاء ہوں اور کوئی دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے کیا اب یہ ضرورت پیش نہیں آتی کہ حدیث نزول مسیح

کے لفظوں کا ظاہر سے ضرور پھیرا جائے۔(تم نہیں سمجھے)

ایام صلح، ص ۷۵: حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ محدث بھی انبیاء ورسل کی طرح مرسلوں میں داخل ہوتے ہیں۔(غلط)

ایام صلح، ص ۱۶۳: جب مسیح میں (حسب عقیدہ اسلام) شان نبوت مضمر ہوگی تو بلا شبہ ختم رسالت کے منافی ہوگا کیونکہ در حقیقت وہ نبی ہے اور قرآن کے رو سے نبی کا آنا ممنوع ہے۔(کیا تم میں نبوت مضمر نہیں؟)

ایام صلح، ص ۱۴۷: اگر کوئی نبی (نیا ہو یا پرانا) آئے تو ہمارے نبی کریم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں، ہاں وحی ولایت اور مکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے۔(پھر تم نبی کیوں بنے؟)

براہین، ص ۵۰۴ حاشیہ ۳: جری اللہ فی حلل الانبیاء کے معنی ہیں کہ منصب ارشاد انبیاء کا حق ہے مگر غیر کو بطور استعارہ ملتا ہے تاکہ ناقصین کو کامل کریں۔ پس یہ لوگ اگر چہ نبی نہیں ہیں مگر انبیاء کا کام ان کے سپرد ہوتا ہے۔(پھر تم نبی کیوں بنے؟)

ازالہ، ص ۴۲۱: جس حالت میں رویائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے اور جس کیلئے بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اس کو اگر نبوت مجازی قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آئے گا۔(ہاں ضرور)

سراج منیر، ص ۲: جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی رسول ہوتا ہے۔ کیا قرأت محدث کی یاد نہیں ہے؟ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ ارے نادانو! بھلا یہ بتاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں رسول اور مرسل کہیں گے یا کچھ اور؟ بار بار کہتا ہوں کہ نبی، مرسل اور رسول جو میرے الہام میں ہیں حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور اسی طرح مسیح کا نبی ہونا بھی حقیقی طور

پر نہیں ہے۔ یہ فہم ہے جو مجھے خدا نے دیا ہے جس کو سمجھنا ہے سمجھ لے۔ (کہ صرف شیطانی وسوسہ ہے)

اشتہار ۱۲/ اکتوبر ۱۸۹۱ء: (مرزا صاحب دہلی کے مناظرہ میں لکھتے ہیں) میں نے سنا ہے کہ شہر دہلی میں علماء یہ مشہور کرتے ہیں کہ میں مدعی نبوت ہوں اور منکر عقائد اہل سنت ہوں۔ اظہار اللحق لکھتا ہوں کہ یہ سراسر افتراء ہے۔ بلکہ میں اپنے عقائد میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھتا ہوں اور ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم سے شروع ہو کر نبی کریم پر ختم ہوگئی۔ یہ وہ عقائد ہیں کہ جن کے ماننے سے کافر بھی مسلمان ہو سکتا ہے تم گواہ رہو میں ان عقائد پر ایمان رکھتا ہوں۔ (افسوس تم قائم نہ رہے اور وحی ولایت گھڑلی)

اشتہار ۲۳، اکتوبر ۱۸۹۱ء: اب میں خانہ خدا (جامع مسجد دہلی میں) اقرار کرتا ہوں کہ جناب کے ختم رسالت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور منکر اسلام سمجھتا ہوں۔ اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ **(جزاک اللہ خیرا)**

انجام آتھم ص ر ۲۷: کیا بد بخت مفتری جو خود نبوت اور رسالت کا دعوی کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ اگر قرآن پر اس کا ایمان ہے تو کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ بعد خاتم الانبیاء کے میں نبی ہوں لیکن میرے الہام میں مجھے نبی کہا گیا ہے وہ حقیقت پر محمول نہیں ہے، مجازی استعارہ کے طور پر ہے جو بعض اولیاء کی نسبت بھی استعمال ہوا ہے۔ (غلط ہے)

قرآن وحدیث: ان الذین امنوا و کانوا یتقون لھم البشری (۱۰،۱۵) **لم یبق من النبوۃ الا المبشرات** (بخاری) **رؤیا المؤمن جزء من ستة واربعین من النبوۃ...... ان الرسالة والنبوۃ قد انقطعت فلا نبی بعدی ولارسول. فشق ذلک علی الناس فقال لکن المبشرات. فقالوا یارسول اللّٰہ ما المبشرات**

قال رؤیا المؤمن (المسلم) **وهی جزء من اجزاء النبوة۔ (قلت یرد دعواه وهو لایدری)**

توضیح مرام،ص۹/: اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نبوت کہ جس کا سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں ہے بلکہ صرف جزوی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔ (غلط ہے)

اب تحریر سابقہ معہ اپنی تائیدی تحریرات کے مرزا محمود کی طرف سے لاہوری پارٹی کو کافر ثابت کرتی ہے جیسا کہ تحریرات ہذا معہ تائیدی تحریرات کے لاہوریوں کی طرف سے مرزا محمود کو خارج از اسلام اور کافر ثابت اور واضح کرتی ہیں۔ اور ہمیں ان دونوں پارٹیوں کے متعلق قلم اٹھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ (عوض معاوضہ گلہ ندارد) ان دونوں نے ایسا فیصلہ کیا ہے کہ جواب ترکی بترکی پورا ہو جاتا ہے مگر تاہم ہمیں حق حاصل ہے کہ لاہوری مسلک پر کچھ تنقید کریں اور بتائیں کہ لاہوریوں نے مرزا صاحب کے ماننے میں پورا حق ادا نہیں کیا۔ اور مرزا صاحب کے وہ دعاوی نظر انداز کر دیے ہیں کہ جن میں آپ نے استقلال نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے بوجوہ ذیل لاہوری مسلک غلط ہے۔

اول: یہ کہ جب ازالۂ غلطی کے اعلان میں مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ میں اور محمد ایک ہو گئے ہیں اور اپنے اندر تمام کمالات محمدیہ نبوت کے جذب کر چکا ہوں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مرزا صاحب کو کامل نبوت کا مدعی تصور نہ کیا جائے۔ کیا انتقال کی وجہ سے نبوت محمدیہ کوئی امر دیگر (نبوت غیر مستقل) بن گئی تھی یا مرزا صاحب میں کوئی ایسی استعداد موجود نہ تھی کہ نبوت کاملہ کو قبول نہ کر سکتے تھے بہر حال اتحاد وحلول مان کر یہ ممکن نہیں کہ مرزا صاحب کو حسب عقیدہ مرزا محمود، نبی مستقل نہ مانا جائے۔

دوم: یہ کہ جب مرزا صاحب نے تدریجی ترقی حاصل کرتے کرتے ظلی نبوت حاصل کر لی تھی

تو حقیقی نبوت کے حاصل کرنے میں جو آپ نے ایک سبیل نکالی تھی کہ میری نبوت عین نبوت محمدیہ ہے، وہ کیوں تسلیم نہیں کی جاتی۔ کیا وہاں جا کر ترقی رک گئی تھی؟ اور جب مرزا صاحب نے ترقی رکنے کے متعلق کہیں اشارہ تک نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ آپ کو مدعی نبوت تشریعی نہ مانا جائے؟

سوم: یہ کہ ایک تحریر میں مرزا صاحب نے مولوی صاحبان کی شکایت کی ہے کہ وہ ان کو نبی بننے کا اتہام لگاتے ہیں۔ تو دوسری تحریر ملا کر پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس اتہام کا دفعیہ یوں کیا ہے کہ میں نے خلاف شریعت نبویہ کے کسی مخالف نبوت کا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ میری نبوت عین محمدیہ ہونے کی وجہ سے شریعت اسلام کے مخالف نہیں بلکہ تائید میں ہے۔ غور کرنے سے یہی بات ماننی پڑتی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تائیدی انبیاء اگرچہ مستقل نبی تھے مگر ان کی جزوی تبدیلی شریعت موسوی کی تائید میں تھی، مخالف نہ تھی۔ علی ہذا القیاس مرزا صاحب کی تجدید شریعت بھی برائے نام اسلام ہی کی تائید میں ہے اور اسلام کا (بزعم خود) اصلی رخ دکھانے کیلئے ہے ورنہ اسلام مٹانے کیلئے نہیں اس لئے لاہوریوں کا فرض ہے کہ تائیدی نبی کے عنوان سے مرزا صاحب کو مستقل نبی تسلیم کریں۔

چہارم: یہ کہ جب مرزا صاحب کا اپنا قول موجود ہے کہ بعثت ثانی میں آپکی روحانیت اشدو اقویٰ ہے اور بعثت اول بمنزلہ ہلال کے ہے اور بعثت ثانی بمنزلہ بدر کے ہے تو کم از کم مرزا صاحب کو اس درجہ میں نبی مستقل کا خطاب ضرور دیا جانا چاہیے ورنہ یہ دونوں تحریریں بالکل نکمی رہ جائیں گی۔ اور فی الواقع اصلی حق تو ہے کہ مرزا صاحب کو بقول محمود افضل المرسلین کا خطاب دیا جائے اور کسی قسم کی بے ایمانی نہ برتی جائے۔ بہرحال اس کا جواب لاہوری مرزائیوں کے پاس کوئی نہیں ہے۔

پنجم: مرزائیوں کی طرف سے پیش کردہ اولیاء امت کا قول بالبروز کرنا بالفرض اگر ہو بھی تو وہ ادعائی قول نہیں ہے اور نہ ہی مرزا صاحب کی طرح انہوں نے اپنے آپ کو نبی کہلانے کی دعوت دی اور نہ ہی اپنی صداقت پر پیشنگویوں سے مسلح ہو کر لڑے، کیونکہ ان کے نزدیک بروز صرف تشابہ فی الصفات ہے اور دعوی نبوت کفر ہے جیسا کہ تحریرات پیش کردہ سے خود ظاہر ہے۔ مگر مرزا صاحب کی تعدی، مرزا صاحب کا ادعائے نبوت اور منکرین سے لڑائی کرنا، ساری عمر صرف اثبات نبوت میں رٹ لگاتے رہنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ بروز کا معنی گو شروع میں تشابہ فی الصفات تھا' مگر اخیر میں عینیت روحانی بلکہ حلول روحانی اور تناسخ تک پہنچ چکا تھا اس لئے محمودی فرقہ حق بجانب ہے اور لاہوری منکر رسالت ہیں۔

ششم: یہ کہ ابتدائے اسلام سے درجہ ولایت کو تسلیم کیا جا چکا ہے اور درجہ محدثیت بھی قابل تسلیم ہے مگر نہ اس عنوان سے جو مرزا صاحب نے یہ دونوں درجے تسلیم کرانے کی ٹھان لی تھی۔ بلکہ ایسی سادگی سے تسلیم ہیں کہ ادعائے نبوت کو ان کے مفہوم سے کچھ بھی اشتباہ نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر اسلام نے خاتم النبیین کی تصریح کے بعد کسی عنوان سے بھی ادعائے نبوت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ مدعی کو خارج از اسلام ثابت کیا ہے۔ اب اگر لاہوری پارٹی کا خیال درست ہو تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب صرف ولایت کے ہی مدعی تھے تو اس کو نبوت کے رنگ میں بار بار کیوں اڑ کر مسلمانوں کے خلاف اڑے رہے اور اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب کو چونکہ مسیح بننا تھا اس لئے نبوت کا عنوان بھی اختیار کرنا پڑا تو پھر یہ امر مشتبہ رہ جاتا ہے کہ آیا ولایت ''بعنوان مسیحیت'' یا ولایت ''بعنوان نبوت'' کا مصداق اور مدعی کوئی امتی ہو گزرا ہے یا نہیں؟ اگر ہو گزرا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا ہے، ہزاروں بروز ہو گزرے ہیں تو مخالفین کے سامنے اس امر کی تصدیق کیلئے نقلی ثبوت بہم پہنچائے جانے چاہیے تھے، نہ یہ کہ صرف دعوی کر کے چلتے بنتے اور اگر کوئی نہیں گزرا' جیسے کہ مرزا محمود کا قول

ہے کہ امت محمدیہ میں ولی بعنوان نبی صرف (مرزا صاحب) ایک ہی گزرا ہے تو وہ تمام ثبوت مفید مطلب نہیں رہتے، جو ملفوظات اولیائے امت سے اخذ کئے گئے ہیں اس لئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کی اصلیت کو اگر کچھ سمجھا ہے تو مرزا محمود نے سمجھا ہے ورنہ لاہوری پارٹی تو یا دیدہ دانستہ چشم پوشی کرتی ہے اور مرتد ہو رہی ہے اور یا محض لاعلمی کی وجہ سے مخالفت پر اڑی ہوئی ہے اور اپنی کمزوری کو رفع نہیں کرتی۔

ہفتم: یہ کہ حسب تصریحات مرزائی محدث اور کلیم اللہ ہم معنی ہیں اور قرآن شریف میں **ومنهم من كلّم الله** وارد ہے جس میں خاص موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے پس اگر صرف مرزا صاحب کی محدثیت پر ہی نظر کی جائے تو مرزا صاحب کو کم از کم موسیٰ علیہ السلام کی شان کا پیغمبر ضرور ماننا پڑتا ہے اور آپ کو انبیاء مرسلین اولوالعزم کی صف میں شمار کرنا پڑتا ہے اور تمام انبیاء کے متعلق یوں ماننا پڑتا ہے کہ وہ سب کلیم اللہ تھے۔

ہشتم: یہ کہ مکالمہ الٰہیہ قرآن شریف میں تین طرح مذکور ہے۔ **اول** پس پردہ بلا توسط جبریل جو موسیٰ علیہ السلام سے ہوا اور اسی خصوصیت سے کلیم اللہ کہلائے۔ **دوم** فرشتہ (جبرائیل) بھیج کر جو انبیاء علیہم السلام سے عموماً تعلق رکھتا ہے۔ اور اسی بناء پر قرآن شریف کو **انه لقول رسول كريم** کہا گیا ہے۔ **سوم** القاء قلبی سے جو الہام یا انکشاف سے تعلق رکھتا ہے، جو عموماً اولیاء کرام میں پایا گیا ہے۔ اور مرزا صاحب نے اپنے مکالمہ کو مخاطبہ سے تعبیر کیا ہے اور وہ بھی کثرت سے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کلیم اللہ تھے۔ اسی وجہ سے اپنے کلام کو مرزا صاحب نے وحی الٰہی بتایا ہے اور قرآن شریف کی طرح اسے قطعی قرار دیا ہے اب لاہوری فرقہ بتائے کہ جب مرزا صاحب محدث بمعنی کلیم اللہ ہوئے اور ان کا کلام صرف الہام یا کشف نہیں بلکہ درجہ الٰہی ٹھہرا تو وہ کہاں سے صرف ولایت پر قائم رہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ گو ابتدائی حالت میں آپ ولی ہوں مگر درجہ نبوت تک ضرور پہنچ گئے

تھے۔اس لئے لاہوری فرقہ غلطی پر ہے۔

نہم: احادیث نبویہ کے رو سے اس امت میں محدثین کی قلت ثابت ہے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ایسے محدث ہزاروں گزرے ہیں اور خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عہد سابقہ میں گو محدث تھے اور اس امت میں اگر کوئی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔اس نوعیت کلام سے قلت محدثین صراحۃً مذکور ہے جو مرزا صاحب کے خیال کی تردید کرتی ہے اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کا وہی کلام قرین قیاس ہے جس میں آپ نے صرف مسیح موعود ہی کو ضرور ثابت کیا ہے اور وہ تمام خیالات غلط یا منسوخ ہیں کہ جن میں بروزات کی بھرمار کی گئی ہے اس لئے لاہوری فرقہ اس مقام پر بھی غلط رائے رکھتا ہے۔

دہم: یہ کہ ''**انعمت علیھم**'' سے مراد نعمت مخاطبہ الہیہ لینا غلط ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ''**اولئک مع النبیین**'' سے مراد حصول درجہ نبوت ہے کیونکہ مَعَ معاشرت معہ مصاحبت میں استعمال ہوا کرتا ہے ورنہ ﴿**اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ**﴾ میں تمام نیکو کار حصول درجہ الوہیت کے حق دار ہوں گے اس لئے ﴿**اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ**﴾ میں اسوہ نبویہ پر چلنے کی توفیق طلب کرنا یا اس پر قائم رہنا مراد ہوگا، نہ یہ کہ خدا سے نبوت کا سوال ہو کیونکہ وہ مانگنے سے حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی ریاضت یا جفاکشی سے حاصل ہوتی ہے **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**۔

یازدہم: حسب تحقیق محدثین محدث وہ کامل مومن ہوتا ہے کہ جس میں کامل فراست ایمانیہ اور نور ایمان کمال تک پہنچا ہوا ہوتا ہے اور ماحول کے واقعات اس پر ایسے منکشف ہوتے ہیں کہ گویا اس کو کسی نے اپنے لفظوں میں بطریق روایت حدیث سنائے ہیں، نہ یہ کہ خدائے تعالیٰ کا مکالمہ کثرت سے پا کر نبی اور مرسل ہو جاتا ہے۔اور اگر کسی نے یوں کہا ہے تو اہل تحقیق کے خلاف لکھا ہے اس لئے نہ حضرت عمر اول المحدثین نبی تھے اور نہ بعد میں کوئی

محدث نبی ہوا۔ اور اس معنی سے لاہوری فرقہ مرزا صاحب کو بروزی نبی ثابت نہیں کر سکتا۔
(نووی شرح مسلم)

۸...... مرزا صاحب کے متعلق ایک شرعی نکتۂ خیال

فرقہ محمودیہ اور فرقہ لاہوریہ کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کو کافر یا مرتد کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ فرقہ محمودیہ کے نزدیک لاہوری مرزائیوں کی طرح جملہ اہل اسلام بھی کافر ہیں اور لاہوری فرقہ کے خیال میں اگرچہ اہل اسلام اس قدر کافر نہیں ہیں جس قدر کہ قادیانیوں کے نزدیک اشد ترین کافر ہیں مگر تاہم فرقہ ناجیہ میں داخل نہیں ہے اور بیعت مرزا صاحب کو اپنے امیر جماعت کے ہاتھ پر فرض جانتے ہیں ورنہ مسلمانوں سے ترک موالات وہ بھی فرقہ محمودیہ کی طرح کرتے ہیں۔ اور طریق عمل میں یا طریق عبادت میں دونوں فرقے مسلمانوں سے الگ رہتے ہیں سوائے اس صورت میں ''تقیہ'' پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے مذہب کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہ ان کی خاص سنت مرزائیہ ہے۔ چنانچہ بھی بوقت ضرورت اپنی نبوت سے منکر ہو بیٹھتے تھے۔

تحریرات مذکورۃ الصدر سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزائیوں کے دونوں فرقے (محمودیہ اور لاہوریہ) نبوت مرزا کے قائل ہیں۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ لاہوری مرزا صاحب کو امتی نبی، ظلی نبی، بروزی نبی وغیرہ وغیرہ مانتے ہوئے اور مخالفین کے سامنے ان کو صرف مجدد، محدث اور اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے قادیانی مرزائی مرزا صاحب کو ترقی دیتے ہوئے نبی مستقل، افضل المرسلین مطاع الانبیاء اور عین محمد بھی یقین کرتے ہیں۔ اس کے بعد تعلیم مرزا اور عقائد مرزا میں پھر دونوں جا کر متفق ہو جاتے ہیں اور یہ علی الاعلان کہتے ہیں کہ ''اسلام کا طرز عمل وہی صحیح ہے جو مرزا صاحب نے بحیثیت مجدد

ہونے کے پیش کیا ہے۔ ورنہ اسلام کا وہ پہلو تاریک ہے اور نا قابل عمل ہے جو مرزا صاحب کے ہوش سنبھالنے سے پہلے خیر القرون سے چلا آیا ہے۔'' کیونکہ مرزا صاحب کا قول ہے کہ ''میری تعلیم اور میری بیعت ہی موجب نجات ہے''۔ اس لئے ہمارے نزدیک دونوں ایک باپ کے ہی بیٹے ہیں۔ اور اہل اسلام کا متفقہ اعلان ہے کہ مدعی نبوت خواہ کسی رنگ میں اپنے آپ کو تمہارے سامنے پیش کرے خارج از اسلام ہوگا۔ چنانچہ مرزا صاحب سے پہلے کئی ایک ایسے حیلہ ساز نبی گزرے ہیں اور مدعی اسلام بن کر اپنے کیفر کردار کو جا پہنچے ہیں۔ اسکی تازہ ترین مثال علی محمد باب مسیح ایران ہے کہ جس نے اسلام ہی کا صحیح پہلو دکھلانے میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا۔ اور قرآن شریف کی آیات سے اپنی نبوت کا ثبوت دیا تھا اور اسلامی روایات سے ہی ثابت کیا تھا کہ اب تجدید اسلام کی ضرورت ہے چنانچہ اس نے اپنی امت میں نئے عقائد اور نئے احکام جاری کر دیئے۔ اور جب ایران میں وہ اپنے دعاوی کے زیر اثر قتل ہو گیا اور اس کی تعلیم نے کثرت سے شیوع پا کر لوگوں کو دعوئ نبوت کی راہ دکھلا دی۔ تو مرزا صاحب نے بھی ان حیلہ بازیوں سے فائدہ اٹھا کر ادعائے نبوت میں پاؤں جمانے شروع کر دیئے۔ پہلے مجدد بنے، پھر مہدی، پھر مثیل مسیح، اس کے بعد ترقی کرتے کرتے بقول فرقہ محمودیہ افضل المرسلین تک پہنچ گئے اور جب کسی سے نبوت کے متعلق جواب دینا پڑتا تو یوں کہہ دیتے کہ ''میں مدعی نبوت نہیں جیسا کہ تم نے خیال کیا ہے'' جس کا مطلب مخاطب یوں سمجھتا کہ واقعی مرزا صاحب کو کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ نہیں ہے۔ مگر دراصل مخاطب کو الو بنا کر ٹال دیتے تھے کیونکہ وہ اپنے کلام میں ایسے لفظ بول جاتے تھے کہ جس کا مطلب یوں نکلتا تھا کہ میں اپنی طرف سے بطور افتراء خلاف اسلام میں مدعی نبوت نہیں ہوں بلکہ مجھے اسلام کی ترقی کا دعویٰ ہے اور خدا کی طرف سے مامور و منذر ہوں میں خود نہیں بنا' اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ یہ مطلب انہوں نے اپنی کتابوں میں

مختلف مقام پر کئی ایک طریق سے بیان کیا ہے۔ اس لئے حقیقت شناس نگاہیں شروع سے ہی تاڑ گئی تھیں کہ اس دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہی ہوا جو کچھ انہوں نے قوت فراست سے محسوس کیا تھا۔ اور ہر چند اپنے دعوئ نبوت کو تصوف یا لغت کی آڑ لے کر پوشیدہ کرنا چاہا مگر آخر معلوم ہو گیا کہ جناب صاف ہی مدعی نبوت ہیں اس لئے تاویل کے خس و خاشاک کو دور کر کے ہم آپ کا اصلی مدعا اصلی صورت میں استدلالی طریق پر پیش کرتے ہیں' تاکہ ناظرین خود ہی ملاحظہ فرما کر فیصلہ کر لیں کہ مرزا صاحب نے اخیر میں علی الاعلان اور شروع میں در پردہ نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو مشتبہ حالت میں رکھ کر یہ پتہ نہ لگنے دیا تھا کہ آپ ہیں کیا؟ مگر رگ وریشہ سے واقف سمجھتے تھے کہ آپ وہی ہیں کہ جس کو آج خارج از اسلام یقین کیا جاتا ہے یعنی بوجوہات ذیل مدعی نبوت (تامہ مستقلہ) تھے، یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر تھے۔

اول: یہ کہ ''حقیقۃ الوحی'' میں بغیر کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنا الہام پیش کیا ہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے: **انک لمن المرسلین، انا ارسلنا الیکم رسولا، کیف ارد ما اوحی الی منذ ۲۳ سنة (وهو اشارة الى ما فی البراهين الاحمدية من الالهام وهو ان نبیا جاء کما یدل علیه اشتهار ازالة الغلط) انی اقسم فی بیت اللّٰه الشریف ان ما اوحی الی هو کلام اللّٰه الذی انزل وحیه علی موسی وعیسٰی وشهد لی الارض والسماء بانی انا خلیفة اللّٰه. وکان مما وجب فی قضاء اللّٰه تعالٰی ان یکذبونی کما وقع فی حقیقة الوحی انی وجدت خطاء کثیرا فضلا من اللّٰه تعالٰی اعنی النعمة العظمی التی اعطیها الانبیاء من قبل (ای کثرة المخاطبة من اللّٰه تعالٰی) وفی حقیقة الوحی فامنت بما اوحی الی کما امنت بالکتب السماویة، وامنت بما انزل علی کما امنت**

بالقران و اتیقن انه کلام اللّٰه کالقران. وقوله تعالیٰ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ الایة اشارة الی ای انني الرسول المرسل لاظهار الاسلام علی جميع الادیان، وما انزل الی من الالهام ففیه لفظا لرسول المرسل والنبی الاکمل فکیف الانکار، واوحی الی محمد رسول اللّٰه(ای انک محمد رسول اللّٰه کما یدل علیه"اشتہار ایک غلطی کا ازالہ") **هکذا کله فی ضمیمة کتابه حقیقة الوحی**۔ان الہامات کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کا کلام الٰہی ہے اور اس پر وہ مسجد میں قسم کھانے کو بھی تیار ہیں کہ میں نبی ہوں اور میرا کلام کلام الٰہی ہے جس پر ایمان دار کا یقین کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ قرآن شریف کو حق ماننا ضروری ہے۔اور جب اللہ تعالٰی نے تمام انبیاء سے میری تصدیق کی ہے تو میرا منکر ویسا ہی کافر ہوگا جیسا کہ انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے(اس کی تائید میں دیکھو نمبر ۱۴۹)

دوم: یہ کہ اربعین نمبر۴، ص/۶، میں ہے اگر یوں کہا جائے کہ مفتری صاحب شریعت ہلاک ہوجاتا ہے تو یہ دعویٰ بلادلیل ہے کیونکہ مفتری کے ساتھ شریعت کی تخصیص نہیں کی گئی،شریعت کیا ہے؟یہی چند اوامر ونواہی کا مجموعہ۔پس جو نبی یہ اوامر ونواہی بیان کرے وہی صاحب شریعت ہوگا۔پس منکروں کا یہ اعتراض کہ رسول صاحب شریعت ہوتا ہے تم صاحب شریعت کیوں نہیں ہو؟ دفع ہوجاتا ہے کیونکہ جو وحی میرے پر نازل ہوئی ہے اس میں بھی اوامر ونواہی موجود ہیں۔مثلا **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم**۔اس قسم کے بہتیرے الہام ہم نے" براہین احمدیہ" میں مدت ہوئی لکھ رکھے ہیں۔اگر ہمارے رسالت پر یہ اعتراض ہو کہ شریعت قدیمہ کی بجائے شریعت جدیدہ سے رسول مامور ہوکر آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ سارے احکام قدیم منسوخ ہوجائیں ورنہ قرآن کریم ناسخ نہ رہے گا کیونکہ اسمیں صحف سابقہ اور کتب قدیمہ کے احکام بھی موجود ہیں

بلکہ مراد یہ ہے کہ شریعت جدیدہ میں شریعت قدیمہ کی صرف جزوی ترمیم و تنسیخ ہوتی ہے اور اس لحاظ سے مرزائی شریعت میں اس امر کے ثابت کرنے میں صرف وفات مسیح کا مسئلہ شائع کرنا ہی کافی ہوگا کہ یہ بھی شریعت جدیدہ ہے اگر یہ مراد ہو کہ شریعت جدیدہ میں سارے احکام منصوص ہوں تو یہ غلط ہوگا۔ کیونکہ اس وقت اجتہاد اور قیاس شرعی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اربعین نمبر۳، ص/۳۵، میں ہے کہ **ارسل رسوله** سے مراد میں ہوں۔ اربعین نمبر۲، ص/۳۲ میں لکھتے ہیں کہ احادیث میں آیا ہے کہ اس امت میں ابراہیم ظاہر ہوگا (اور میں وہی ہوں) پس جو شخص اس کا تابع ہوگا نجات پائے گا اور جو منکر رہے گا وہ گمراہ ہوگا۔ اور یہ بھی ہے کہ **ارسلنا احمد الی قومه فقالوا کذاب اشر**۔ اور اربعین نمبر۴، ص/۱۵ پر یوں بھی ہے کہ میں نے ظنیات یعنی روایات اسلامیہ کو چھوڑ کر اپنی یقینی دلائل کی طرف رجوع کیا ہے جس سے مراد میرے اپنے الہام ہیں۔ میں ان پر ایسا ہی پختہ ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ تورات اور انجیل پر۔

سوم: یہ کہ ''انجام آتھم'' میں مذکور ہے **انی مرسلک وجاعلک للناس اماما، انی مرسل من اللّٰه ومامون وامینه فامنوا بما یقول المرزا لان منکره فی النار.** وفی الاستفتاء **ومارمیت اذ رمیت.** وفی ضمیمة حقیقة الوحی: **وما ارسلنک الارحمة للعالمین.اعملوا علی مکانتکم، لعلک باخع نفسک، دنیٰ فتدلیٰ، سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلا،ان کنتم تحبون اللّٰه، اثرک اللّٰه علی کل شیء.نزلت سرر من السماء لکن سریریک فوق السرر کلها، انا فتحنالک فتحا، لولاک لما خلقت الافلاک، انا اعطیناک الکوثر،اراد اللّٰه ان یبعثک مقاما محمودا**۔ اور ''تتمہ حقیقۃ الوحی'' میں ہے کہ میں نے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ دوسرے انبیاء نہیں دکھا سکے۔ اور خدا

تعالیٰ نے معجزات کا دریا چلا دیا ہے جو قطعی طور پر پیغمبر کیلئے بھی نہیں چلا۔ بخدا اگر یہ معجزات زمان نوح علیہ السلام میں ظاہر ہوتے تو غرق تک نوبت ہی نہ پہنچتی **والذی نفسی بیده ان اللّٰہ ھو ارسلنی وسمانی نبیا وسمانی مسیحا موعود واظھرلی من الایات ما تنیف علی ۳۰۰۰۰۰ (۳لک)**

چہارم: یہ کہ اعجاز احمدی میں ہے **مومن جاء حکما فلہ ان یرد من الاحادیث ماشاء ویقبل منھا ما شاء اذ الحکم علی ماجاء فی البخاری ھو الذی یقبل رایہ رفعا للاختلاف ویعلم بان حکمہ نافذ وان لہ اختیارا بان یحکم بوضع الاحادیث وتصحیحھا. ولیس مبنی ما ادعیتہ ھذہ الاحادیث بل مبناہ القران وما اوحی الی من الالھامات. واما الروایات فلا اقبلھا الا ما وافقنی منھا. واما المخالف منھا فمردود عنی حطاما وانی انا مصداق ھذہ الایۃ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی. العجب انھم یعترضون علی فیصیرون کافرین ولوکانوا من اھل التقوی فی شیء لما اعترضوا علی بما یرد علی غیری من الانبیاء والاولیاء. قد ظھرت لی من الایات نحو عشرۃ مائۃ الف. لہ خسف القمر المنیر وان لی. خسفا القمران المشرقان أتنکر؟**

پنجم: یہ کہ حاشیہ "تریاق القلوب" میں ہے کہ انسان ملہم اور محدث کے انکار سے کافر نہیں ہوتا مگر نبی صاحب شریعت کے انکار سے ضرور کافر ہو جاتا ہے۔ تحفہ گولڑویہ ص/۱۸ میں ہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ تم اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھو جو تجھ کو کافر کہتا ہے یا تیرے ماننے میں تردد کرتا ہے کیونکہ قطعاً ایسے لوگوں کے پیچھے نماز حرام ہے۔

فتاویٰ احمدیہ، ص/۸۲ جلد اول میں ہے کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور اگر کسی کو میری دعوت نہ پہنچی ہو تو اول میری دعوت پہنچاؤ کہ اگر وہ مان جائے تو اس کے پیچھے

نماز پڑھ لو ورنہ نہ پڑھو۔ سیرۃ الابدال، ص/۴ میں ہے کہ ہم کو قرآن کریم سے معلوم ہوا ہے کہ "اخر الخلفاء علی قدم عیسٰی علیہ السلام فلیس لاحد ان ینکرہ والا فلہ العذاب حیثما کان وقال فی حاشیۃ خطبۃ سیرۃ الابدال، الفتح المبین ظھر فی عھد الرسالۃ وبقی الفتح الاخر فی عھد المسیح وھو اعظم منہ والیہ اشیر بقولہ "سبحان الذی اسری بعبدہ" الایۃ ان اللّٰہ خلق ادم فاستزلہ الشیطان ثم خلق اللہ المسیح المحمدی لیکسر شوکتہ ویھزمہ۔
"براہین" میں ہے کہ اگر میری آیات کی تصدیق کرنے والے دنیا میں ایک جگہ کھڑے کئے جائیں تو بھاری سے بھاری فوج بھی ان سے نہ بڑھ سکے۔

ششم: یہ کہ اربعین نمبر ۲، ص/۳۲ میں ہے کہ ماینطق عن الھوٰی ان ھوالا وحی یوحٰی "دافع البلاء" میں ہے کہ ماکان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم. بایعنی ربی (خدا نے میرے ہاتھ پر بیعت کی) کنت منی بمنزلۃ اولادی (تو میرے بیٹوں کی جگہ ہے) انت منی وانا منک (تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں) واصنع الفلک باعیننا ووحینا. ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ (جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں) یوحی الی انما الھکم الہ واحد، الخیر کلہ فی القران.

ہفتم: یہ کہ بقول "فرقہ محمودیہ" یہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ اعلان نبوت ہے اور واقعی اگر اس کے موضوع پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نبوت کا اعلان ہے ورنہ بروزی اور مجازی نبوت کا اعلان تو کتابوں میں ہزار دفعہ ہو چکا تھا۔ ایک جگہ مذکور ہے کہ قول بعدم نبوت غلط ہے اور اس کے ساتھ ہی مرزا محمود کی وہ تفسیر بھی پڑھ لیجئے جو اذا خذ اللّٰہ میثاق النبیین میں کی ہے۔

ہشتم: یہ کہ بقول مرزا محمود مرزا صاحب اگرچہ مشتبہ طور پر نبی تھے مگر بعد میں ظاہر ہو گئے تھے' چنانچہ حقیقت النبوۃ ص/۱۲۱ مجریہ ۵/مارچ ۱۹۱۵ء میں لکھتے ہیں کہ چونکہ ۱۹۰۱ء سے آپ نے نبی کا لفظ اپنے اوپر بار بار اطلاق کیا ہے اور "تریاق القلوب" لکھنے کے بعد 'حقیقۃ الوحی' سے نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی ہے یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے وہ حوالے جن میں آپ نے اپنے نبی ہونے کا انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے۔

القول الفصل ص/۲۴ مجریہ ۳۰ جنوری ۱۹۱۵ء میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب ایسے نبی ہیں کہ جن کو آنحضرت کے ذریعے سے نبوت ملی ہے۔ پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا۔ اب ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ مرزا محمود نے ۳۰/جنوری ۱۹۱۵ء کو منسوخی تحریرات مرزا کا فیصلہ ۱۹۰۲ء سے شروع کیا اور تین ماہ بعد مارچ ۱۹۱۵ء کو اسی فیصلہ کی ایک اور تاریخ پہلے یعنی ۱۹۰۱ء قرار دیدی شاید اس کی وجہ یہ ہو گی کہ ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء کے درمیان میں بھی کسی پوشیدہ ڈائری کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ آپ کو کسی قسم کا شک نہیں ہے کیونکہ نبوت کا اعلان ۱۹۰۱ء سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسی تاریخ سے پہلے تنسیخ بھی شروع ہونی ضرور تھی۔ ہاں تعجب ضرور ہے کہ 'حقیقۃ النبوۃ' کو جب تک ۱۹۰۷ء میں شائع نہیں کیا اس اعلان کو بھی مخفی رکھا ہے۔ یعنی گویا اعلان نبوت چھ سال تک مخفی رہا۔ ممکن ہے کہ زمانہ کی رفتار اس سے مانع رہی ہو۔ بہر حال 'حقیقۃ النبوۃ' میں مرزا محمود نے تبدیلی عقیدہ کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کو منکشف ہوا تھا یا یوں کہو کہ قرآن شریف سے آپ نے نبی کی تعریف نئے عنوان سے سمجھی تھی یا یوں کہو کہ جو درجہ آپ کو دیا گیا تھا اسے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے۔ تو جب آپ کو ہوش آیا کہ خدا نے تو ان کو نبی بنا دیا ہے اور نبی کی تعریف بھی کچھ اور ہے تو آپ نے

زور سے اعلان نبوت کر دیا۔

نہم: یہ کہ رسالہ ''طاعونی علاج'' جو طاعون وہیضہ کے دنوں میں قادیان سے شائع ہوا تھا۔ اس میں مرزا صاحب کی صداقت انبیاء کی طرح شائع کی گئی تھی۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ اخرجنا لهم دابة الارض ای جراثیم الطاعون لایدخل المدینة طاعون و رجال مثیل المسیح الدجالة سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت دجال اور طاعون اکٹھے آئیں گے اور کانوا بایاتنا لایوقنون سے ثابت ہوتا ہے کہ منکرین نبوت مرزا میں طاعون پھیلے گا۔ قال فی'' البراهین'' من دخله کان آمنا یعنی ان القادیان امن من الطاعون وفی اشتهار البیعة اصنع الفلک باعیننا، انهم مغرقون ای مهلکون بالطاعون وفی نور الحق ان العذاب قد تقرر وفی حمامة البشری تهنیت الوباء فان هلاک الناس اولی من ضلالهم وفی اشتهار انی رایت فی المنام ان ملائکة العذاب فی الفنجاب یغرسون اشجارا سوداء ای اشجار الطاعون. قال فی بهاگوت گیت. شعر

چو بنیاد دیں ست گردد بسے نمایم خود را بشکل کسے

فمظهر الربوبیة الیوم هو المسیح القادیان ثم نشر فی ......

فبانکارکم ظهرت خبایا التفات. .... وادعی ڈوی فی امریکا انه الیاس النبی بدعاء فهلک بدعاء المسیح فی سنة واحدة و نشرفی بلقان غلبت الروم فکان کما قال. اس نوعیت کے استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب خود بھی مدعی نبوت تھے اور بقول محمود یہ، مرزائی بھی آپ کو نبی مانتے ہیں۔

دہم: یہ کہ مرزا صاحب نے توہین مسیح علیہ السلام میں اپنا سارا زور خرچ کر دیا ہے جیسا کہ دعوی مرزا میں گزر چکا ہے۔ اس لئے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ضرور مدعی نبوت حقیقی

تھے۔ ورنہ مجازی نبی یا کوئی ولی کسی نبی سے افضل ہونے کا دم نہیں بھرتا اور یہ عذر بالکل ناقابل سماعت ہے کہ مرزا صاحب نے یسوع کو گالیاں دی ہیں مسیح بن مریم کو گالیاں نہیں دیں۔ کیونکہ جو حوالہ ''براہین احمدیہ'' کا نقل ہو چکا ہے اس میں مسیح، عیسیٰ بن مریم اور یسوع تینوں عنوان موجود ہیں اور بطریق کنایہ ایسی توہین کی ہے کہ سوائے شاطر کے کوئی بھی اسکا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ بالفرض یہ عذر صحیح ہے تاہم یہ شعر :

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو   اس سے بہتر غلام احمد ہے

صاف عیسیٰ ابن مریم کی تحقیر ظاہر کر رہا ہے کیونکہ امتی کسی نبی پر فضیلت نہیں پا سکتا۔ علاوہ اسکے اس شعر کی طرز ادا بھی ایسی ہے کہ خواہ مخواہ مخاطب کو انتقام پر آمادہ کر دیتی ہے۔

اب نیچے اہل اسلام کی تحقیق لکھی جاتی ہے جو آج سے پہلے مرزا صاحب جیسے مدعیان نبوت کے خلاف انہوں نے لکھی تھی اور جس کے ماتحت کئی ایک مدعیان نبوت سزائے قتل کو پہنچ چکے تھے۔

اول: ''شفائے قاضی عیاض'' اور اس کی شروح میں لکھا ہے کہ جو شخص مدعی نبوت ہے وہ مرتد ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی مرتد ہوگا کہ جس نے دعوائے نبوت کی دعوت دی ہو' کیونکہ یہ کفر بکتاب اللہ وکفر بحدیث رسول ہے۔ اگر صرف وحی کا دعویٰ کرے اور نبوت کا دعویٰ نہ کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ تحصیل نبوت کا مدعی ہو یا وہاں تک پہنچنے کا مدعی ہو وہ بھی کافر ہے کیونکہ **لانبی بعدی** اور **خاتم النبیین** دونوں صریح حکم ہیں، جن کی تاویل کرنا خلاف دیانت اور خلاف اجماع مسلمین ہے پس جو شخص ایسے نصوص قطعیہ کی تاویل کرتا ہے یا ایسا قول کرتا ہے کہ جس میں امت محمدیہ کی جہالت ثابت ہوتی ہو یا وہ ایسے کام کرتا ہے جو عموماً کفار سے ہی صادر ہوتے ہیں تو وہ بھی کافر ہوگا اگرچہ مدعی اسلام بھی ہو۔ ''شرح ملا علی قاری، ص ۳۹۳'' میں ہے کہ امت محمدیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص کسی نبی کی توہین کرتا

ہے یا گالیاں دیتا ہے یا اس کی کسر شان کرتا ہے وہ واجب القتل ہے۔اور ص ۵۴۵ میں ہے کہ جو شخص انبیاء کو برا کہے اسے قتل کرنا فرض ہے اور یہی حکم ہے اس شخص کا جس نے کسی نبی کی تکذیب کی یا بے عزتی کی۔شفا،ص ۴۳۱ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ نبی کریم ﷺ کا رنگ کالا تھا اسے قتل کرنا واجب ہے' کیونکہ اس نے توہین کی ہے۔

دوم: کتاب الفصل میں ہے یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ چکا ہے کہ جو شخص ذرہ بھر ان احکام سے انکار کرتا ہے جو نبی کریم ﷺ نے بیان کئے ہیں وہ کافر ہوگا اور وہ بھی کافر ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کے بعد دوسرا نبی ممکن سمجھا یا کسی نبی کی توہین کرتے ہوئے مخول کیا اور ص ۱۸۰ میں ہے کہ **کیف یستجیز مسلم ان یثبت نبیا اخر بعد النبی ﷺ الا ما استثناہ النبی ﷺ فی نزول ابن مریم علیہ السلام فی اخر الزمان**۔ اور ص ۲۹۴،۳ میں مذکور ہے کہ **من قال ان اللّٰہ ھو فلان او ان اللّٰہ یحل فی جسم او أن نبیا ینزل غیر ابن مریم علیہ السلام فلا خلاف فی تکفیرہ۔** (ذرا مرزائی غور سے پڑھیں)

سوم: **فی" شرح الفقہ الاکبر" من انکر الاخبار المتواترۃ المعنویۃ کفر. قال فی حاشیۃ الاشباح اذا کانت فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الی ذلک الوجہ الواحد الا اذا صرح بارادۃ توجب الکفر. فی رد المختار من تکلم بالکفر ھازلا کفر ولا اعتداد باعتقاد. وفی الاشباہ ویکفر اذا شک فی صدق النبی او سبہ اونقصہ او حقرہ اونسبہ الی الفواحش کالعزم علی الزناء فی یوسف اوقال لم یعصموا حال النبوۃ وقبلھا.واذا لم یعرف ان محمدا اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات والجھل بھالیس بعذر. قال فی ملتقط**

الیواقیت نحن نکفر من کفرہ المجتهدون من الائمة لا بقول غیرهم.

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص متواتر اور مسلمہ مسائل کا اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ ان کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور وہ بھی کافر ہے جو کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا کہتا ہے کہ وہ معصوم نہ تھے جیسا کہ اہل قرآن کا عقیدہ ہے۔

چہارم: **قال ابن حبان من ذهب الی ان النبوة مکتسبة یلزمه ان تسلب ایضا کما یقوله الیهود فی بلعام انه کان نبیا فی بنی مراب فسلبت نبوة** (ابن حزم) **ومن زعم انها مکتسبة فهو زندیق ومن عقائد الزنادقة انهم یطلبون ان یصیروا انبیاء** (شرح عقائد السفارینی) **ومن جمله ماکفروا به تجویز النبوة بعد النبی ﷺ وباکتسابها. والسلطان صلاح الدین الایوبی قتل عمارة الیمنی الشاعر لانه قال باکتسابها فی قوله** (شعر)

وکان مبدء هذا الدین من رجل سعی فاصبح یدعی سید الامم ﷺ

اتی عمر برجل سب النبی ﷺ فقتله فقال وقال من سب اللّٰه او نبیا فاقتلوه. وقال ابن عباس یستتاب فان رجع والا فقتل. کتب ابو بکر الصدیق الی المهاجر فی امرأة سبت النبی ﷺ لو لا ما سبقتنی لامرتک بقتلها لان حد الانبیاء لایشبه الحدود فمن تعاطی من مسلم فهو مرتد او من معاهد فهو محارب غامر قد یحمل الساب فینقل السب عن غیره فهو کفر خفی اذا التعریض به کالتصریح (الصارم المسلول لابن تیمیه) **قبل الاجماع علی تحریم روایة ما هجی به النبی قرأته وکتابته** (شفائے قاضی عیاض) **أیما مسلم سب النبی او حقره فقد کفر وبانت امرأته** (کتاب الخراج) **الکافر بسبب النبی لا یقبل توبته ومن شک فی کفره کفر** (درمختار)

پنجم:حدیث من صلی صلوتنا......المراد به لا یجوز تکفیر اهل القبلة بذنب ولیس المراد به مجرد التوجه الی قبلتنا فان الضلاة من الروافض القائلین بان علی هو الله او ان الوحی قد غلط لیسوا مؤمنین (شرح فقه اکبر) والذین انفقوا علی ماهو من ضروریات الدین واختلفوا فیما سواها کصفات الباری فاختلفوا فی تکفیرهم ولا نزاع فی تکفیر اهل القبلة المواظب علی الطاعات طول عمره باعتقاد قدم العالم ونفی الحشر بالاجساد وموجبات الکفر (شرح مقاصد،۲۶۸) ان غلا اهل الهواء وجب اکفار لانه لیس من الامة (کشف البزدوی، ۳،۲۳۸) الخلاف تکفیر المخلاف فی ضروریات الاسلام فمن انکرها او استهزأ بها فهو کافر لیس من اهل القبلة ومعنی عدم تکفیر اهل القبلة ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بانکار الامور الخفیة (نبراس،۵۷۲) اهل القبلة المراد منه عن هوموافق ضروریات الاسلام من غیر ان یصدر منه شیٔ من موجبات الکفر نحو حلول الله فی بعض الاجسام المتلبس بشیٔ من موجبات الکفر ینبغی ان یکون کافرا بلاخلاف (شرح التجرید لابن امیر الحاج) تلعب الزنادقة والملاحدة بأیات بالبواطن التی لیست من الشرع فی شیٔ فبلغ مبلغهم فی تعفیة اثار الشرعیة ورد العلوم الضروریة المنقولة عن السلف. ویسیر الخلاف لا یوجب التعادی بین المسلمین وهوما وقع فی غیر الضروریات (ایثار الحق،ص/۴۱۳) ومراد الامام ابی حنیفة فی قوله لا نکفر اهل القبلة عدم التکفیر بالزنب کالزناء والشراب (منحة الخالق،کتاب الایمان لابن تیمیه) عن انس قال رسول الله ثلث من اهل الایمان للکف عمن قال لا اله الا الله ولانکفره

بذنب ولانخرجه عن الاسلام (ابوداود فی الجهاد) وعن انس ایضا من شهد ان لا اله الا اللّٰه واستقبل قبلتنا وصلی صلوتنا و اکل ذبیحتنا فهو المسلم له ماله وعلیه ماعلیه وفی البخاری الا ان تری کفر براحا (صراحا) وفی البخاری یتکلمون بالاستثناء وهم دعاة الی ابواب جهنم من اجابهم الیها قذفوه فیها وما ورد فی حدیث ثلثون رجالا المراد به المدعون بالنبوة وما فی بعض الروایات زیادة علی الثلثین فالمراد انهم کذابون لا یدعون النبوة کالفرق الداعیة الی خلاف ما جاء به محمد ﷺ (منحة الخالق) ومن جحد شیئا من الفرائض بشبهة فیطالب بالرجوع وان نصب القتال قوتل وان رجع والا فقتل (فتح الباری ۱۲،۲۴۸) ان تحریرات سے اہل قرآن کا کفر بھی ثابت ہوگیا ہے کیونکہ وہ بھی اصول اسلام سے منکر ہیں اور اہل قبلہ میں داخل نہیں ہیں۔

ششم: قال الغزالی فی کتابه التفرقة بین الایمان والزندقة یجب الاحتراز عن التکفیر فان الخطاء فی تکفیر الف کافر اهون منه فی سفک دم مسلم. قال ابن بطال ذهب جمهور العلماء الی ان الخوارج من المسلمین لقوله ﷺ یتماری فی الفرقة ولان من ثبت له عقد الایمان بیقین لم یخرج منه الابیقین. قال الغزالی فی الوسیط: الخوارج من الجماعة منهم اهل ردة ومنهم من خرج یدعوا لی معتقداته اعتصاما بالقران والسنة فمنهم الامام حسین واتباعه ومنهم من خرج طلبا للحکموته وهم البغاة.قال ابن دقیق العید المسائل الاجماعیة قد یصحبها التواتر عن الشارع فلا خلاف فی تکفیر من خالفها اذ هو مخالف للجماعة. وعن محمد بن الحسن انه قال من صلی خلف من یقول بخلق القران اعاد صلوته (فتح القدیر) تبرأ من

القدرية عبد الله بن عمر وجابر وابوهريرة وابن عباس وانس بن مالک وعبدالله بن ابی اوفی وعقبة بن عامر و اقرانهم واوصوا خلافهم بان لايسلموا عليهم ولايصلوا على جنائزهم ولايعودوا رضاهم (عقیدۃ الاسفرائنی ۲۵۲) قال الثوری من قال ان القران مخلوق فهو كافر لا يصلى خلفه. قال ابو عبد الله البخاری ما باليت صليت خلف الجهمی والرافضی ام صليت خلف اليهود والنصاری لا يسلم عليهم ولا يعادون ولايناكحون ولايشاهدون ولاتؤكل ذبائحهم (خلق افعال العباد للبخاری) قال محمد بن الحسن والله لا اصلی خلف من يقول بخلق القران. قاله ابو يوسف ناظرت ابا حنيفة ستة اشهر فاتفق رأينا ان من قال بخلق القرآن فهو كافر (کتاب العلوم) قال ابوحنيفة لجهم اخرج عنی يا كافر (مسایرہ) سئل ابو يوسف اكان ابو حنيفة يقول بخلق القرآن؟ فقال معاذ الله ولا انا اقوله اكان برى جهم؟ (کتاب الاسماء للبیھقی) اكثر اقوال السلف بتكفيرهم كليث وابن لهيعة وابن عيينة وابن المبارک ووكيع و خفص بن غياث وابو اسحاق هيشم وعلی بن عامر وهو قول اكثر المحدثين والفقهاء والمتكلمين فيهم وفی الخوارج والقدرية واهل الهواء المضلة واصحاب البدع المضلة وهو قول احمد (شفائے عیاض) والسنة ما اشتهر عن السلف وصح بطريق النص ولولاه لكان البدع كلها من السنن اذ لها شبهة بالعمومات والمحتملات والمستخراجات (ایثار الحق، ۱۰۱) لاحاجة الى تفسير اركان الاسلام وانما يفسره المحرف (ایثار الحق، ۱۵۵) سمع علی رجل يقول ان الحكم الا لله قال كلمة حق اريد بها غيره. و كل من انكر

رؤية الله او يؤول بما لا يسمع في الاسلام وكذا القائل بانه عليه السلام خاتم النبيين لكن معناه المنع التسمية فقط واما بمعنى البعثة والعصمة فهو موجود في الائمة فهو زنديق. قد اتفق جمهور الحنيفة والشافعية على قتل من يجرى هذا المجرى (مسوی) لاتجوز الصلوة خلف اهل الهواء عند الامام (رد المحتار) قالت الروافض لا يخلوا الزمان من نبى ومن ادعى النبوة في زماننا كفر ومن ركن اليه فهو ايضا كافر (تمهيد ابى الدكتور السالمى) قتل عبد الملک بن مروان متنبئاً و صلبه وفعل مثله غير واحد من الخلفاء والملوک باشباههم واجمع العلماء على صواب رايهم فخلافه كفر. وكذا من انكر النقل المتواتر في عدد ركعات الصلوة وقال انه خبر واحد (شفائے عیاض) ان المبتدعة وان اثبتوا الرسل لكن لا بحيث يثبتهم الاسلام فاثباتهم عدم (رد المختار) التواتر اما اسناداً واما طبقة كتواتر القران والعمل باركان الاسلام والتوارث كالسواک وغيره (اكفار الملحدين) خبر الواحد يعمل به في حكم التكفير وان كان جحده ليس بكفر (صواعق حقه) اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مرزائیوں سے میل ملاپ، غمی شادی اور عبادات و معاملات میں نہ رکھو۔ اہل قرآن امۃ مسلمہ اور دیگر فرقہ ہائے اہل قرآن کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ اور جو لوگ امام اعظم کے بارے میں بدظنی کہتے ہیں کہ آپ قرآن شریف کو قدیم نہ جانتے تھے وہ بھی اس عبارت کو غور سے پڑھیں۔

ہفتم: قال الامام الشعراني في كتابه اليواقيت والجواهر ليست النبوة مكتسبة حتى يتوصل اليها كما ظنه الحمقى وقد أفتى المالكية بكفر من قال ان النبوة مكتسبة. ولا تلحق الولاية بداية النبوة ابدا فلوان وليا تقدم

الی عین یاخذ منها الانبیاء لاحترق وان اللّٰه سد باب النبوة والرسالة عن کل مخلوق بعد محمد الی یوم القیمة. وان مقام النبی ممنوع دخوله. وغایة معرفتنا به من طریق الارث النظر الیه کما ینظر من هو فی اسفل الجنة الی من هو فی اعلی اعلیین او کما ینظر اهل الارض الی کوکب فی السماء. وقد فتح لابی یزید من مقام النبوة قدرخرم الابرة فکاد یحترق (یواقیت) قال ابن العربی من قال ان اللّٰه امره انی فلیس ذلک الصحیح انما هو تلبیس لان الامن قبیل الکلام وهو مسدود. ثم قال ان ابواب الامر والنهی قد سدت فکل من یدعیها بعد محمد ﷺ فهو مدعی الشریعة اوحی بها الیه سواء وافق شرعنا او خالف. فان کان المدعی مکلفا ضربنا عنقه والا فضربنا عنه صفحا (فتوحات مکیه) شیخ اکبر کے نزدیک بھی مرزا صاحب واجب القتل اور کافر ثابت ہو رہے ہیں۔

ہشتم: قال النووی تحت حدیث قد یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن احد فی امتی فانه عمر بن الخطاب المحدث ملهم او مصیب فی رأیه (او قال فی الفتح الاصابة غیر النبوة) اومن یلقی فی روعه شیٔ قبل الاعلام (وهوالمعتمد عندالبخاری) اومن یجری الصواب علی لسانه وروی متکلمون فالمتکلم من یکلم فی نفسه اومن یکلمه الملائکة. ولیس المحدث من یکلمه اللّٰه اویخاطبه کما زعمه المرزا...... هذا. قال المجدد فی در المعرفة مکتوب مشائخنا لایثبتون الکلیة والجزئیة بین العالم وخالقه ومن الصوفیة من قال العالم ظل اللّٰه ومن قال انما الموجود هواللّٰه والاعیان ما شمت رائحة الموجود فیرد علیهم الاشکال فیحتملون فی

الجواب فانهم والا فكادوا كاملين لكن كلامهم يهدى الناس الى الاتحاد والزندقة. و فى مكتوب: ومشائخنا لايفترون بترهات الصوفة ولايفتنون بمواجيدهم ولايختارون فصا (اى فصوص الحكم) على نص وفى مكتوب وعمل الصوفية كابى بكر الشبلى وابى الحسن النورى ليس بحجة حلالا وحرمة انما الحجة قول الامام وصاحبيه. وفى مكتوب: واعلم كلامهم ليس بحجة مالم يوافق الشرع. وان الصوفية المستقيمة الاحوال لم يتجاوزوا.

نہم: جب مرزا صاحب دعویٰ نبوت سے انکار کرتے تھے تو خود ہی مدعی نبوت پر کفر کا فتویٰ لگاتے تھے۔ اور دین الحق، ص ۲۷ مصنفہ خلیفہ نور الدین صاحب مجریہ ۲۷، جنوری ۱۹۱۰ء میں یوں لکھتا ہے۔ ''یاد رہے کہ جو شخص رسول اللہ کے بعد مدعی رسالت اور مدعی نبوت ہو گا۔ پس وہ کافر اور جھوٹا ہے اور میرا ایمان ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر نبی کریم ﷺ پر آ کر منقطع اور ختم ہو گئی ہے''۔ معلوم ہوتا ہے بقول محمود ۱۹۰۲ء سے مرزا صاحب نے اعلان نبوت کیا ہے مگر ایسا گورکھ دھندہ بنا گئے ہیں کہ نور الدین صاحب کو بھی معلوم نہ ہوا کہ اصل بات کیا تھی؟ یا شاید عدم توجہ سے کسی نے خلافت اول کے اندر بھی احساس نہ کیا ہو لیکن جب مرزا صاحب کی نسبت علمائے اسلام کی رائے مرزا محمود نے دیکھی اور اعلان نبوت کا بخوبی مطالعہ کیا تو ان کو بھی علمائے اسلام سے متفق ہونا پڑا۔

دہم: قتل مرتد کا مسئلہ قرآن شریف میں سنت قدیمہ ہے جس کو اسلام نے بھی جاری کیا تھا حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ **من بدل دينا فاقتلوه** جو مذہب اسلام تبدیل کرے اسے مار ڈالو۔ صدیق اکبر کے زمانہ میں جب مسلمانوں نے زکوۃ کی فرضیت سے انکار کیا آپ نے نہ اس وجہ سے ان کو مار ڈالا کہ انہوں نے بغاوت کی تھی بلکہ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے

ادائیگی زکوۃ اپنے اوپر لازم نہیں سمجھی تھی۔ اگر صرف بغاوت موجب قتال ہوتی تو حضرت عمر آپ سے بحث نہ کرتے۔ ''فتح الباری جلد ۱۲'' میں مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان زندیقوں کو آگ میں جلوا دیا تھا کہ جنہوں نے آیات قرآنیہ اور عبادات اسلامیہ میں تبدیلی پیدا کی تھی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا تھا کہ ''میں ہوتا تو ان کو جلانے کی بجائے مروا ڈالتا۔'' کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے **من بدل دینا فاقتلوہ**۔ امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نصر نے یمن میں ایک مرتد کو قتل کر ڈالا تھا جو پہلے مسلمان تھا اور پھر یہودی بن گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ **ھذا اقضاء اللّٰہ ورسولہ** تفسیر روح المعانی، جلد خامس میں ہے کہ بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کے پاداش میں قتل کئے گئے تھے کیونکہ انہوں نے ایک تو مذہب توحید چھوڑ دیا تھا اور دوسری توہین موسیٰ کے مرتکب ہوئے تھے۔ کہتے تھے کہ آپ کو خدا کا پتہ نہیں چلا تب ہی تو پہاڑ پر چلے گئے ہیں۔ سامری چونکہ منافق تھا اس کو **لامساس** کی سزا دی گئی۔ جو اصل سے بھی بدتر تھی۔

اب خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کسی ایسی اسلامی سلطنت میں مدعی نبوت ہوتے جہاں اسلامی تعزیرات جاری ہوتی تھیں، تو آپ پر دس طریق کے فرد جرم لگ جاتے۔ ادعائے نبوت حقیقی، ادعائے نبوت غیر تشریعی، اکتساب نبوت، تکفیر اہل اسلام، انکار ختم رسالت معہ اجرائے نبوت، تحقیر انبیاء، معہ توہین عیسیٰ بن مریم، استہزاء بمسائل الاسلام، تجویز عقائد جدیدہ، ارتداد عن مذہب الاسلام، تضلیل امت محمدیہ و تحریف قرآن و حدیث۔

۹..... تصریحات اسلام اور ختم نبوت

اجرائے نبوت کے متعلق مرزا صاحب سے پہلے مسیح ایران (علی محمد باب) نے

یوں کہا تھا کہ نبی اصطلاح قدیم میں خواب دیکھنے والے کو کہتے ہیں اور **خاتم النبیین** کا معنی یہ ہے کہ حضور کی بعثت سے خواب دیکھنے والوں کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور مشاہدہ کرنے والوں کا زمانہ شروع ہو گیا ہے جو اپنی کشفی حالت میں دیکھ کر احکام الٰہی بیان کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور نے فرمایا کہ **علماء امتی افضل من انبیاء بنی اسرائیل** یعنی ائمہ اہل بیت انبیاء بنی اسرائیل سے افضل ہیں اور قرآن شریف میں ہے کہ ﴿ **يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ** ﴾ خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے القاء وحی کیلئے انتخاب کر لیتا ہے اور یوں بھی آتا ہے کہ ﴿ **إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ** ﴾ جب تمہارے پاس رسول آئیں تو تمہیں انکی اطاعت کرنا ہو گا۔ پس بعثت رسل اور القاء وحی قرآن شریف کی رو سے ہمیشہ کیلئے جاری ہے اور انقطاع وحی رسالت کا دعویٰ کرنا خلاف قرآن وحدیث ہے مگر بد قسمتی سے مسلمانوں میں ختم رسالت کا مسئلہ جاری ہو گیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہود اور عیسائی بھی کہتے تھے کہ زمین و آسمان کا ٹل جانا ممکن ہے مگر ہماری شریعت کا زوال ممکن نہیں ہے۔ مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کہنا شروع کر دیا کہ ہمارے نبی آخر الزمان نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور وہ بات سچ نکلی جو حضور نے فرمادی تھی کہ **لتسلکن سنن من قبلکم** تم لوگ بھی یہود و نصاریٰ کی سنت پر چلو گے اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ **انھم ائمۃ الکتاب ولیس الکتاب معھم** یہ لوگ قرآن کی پیشوائی کرتے ہیں اور قرآن کو اپنا پیشوا نہیں سمجھتے اگر قرآن شریف پر عمل کرتے تو پارہ اول میں صاف لکھا تھا کہ ﴿ **فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى** ﴾ میری طرف سے تم کو ہدایت آیا کرے گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول آیا کریں گے۔ پھر سورۂ آل عمران، رکوع ۱۹ اور سورۂ احزاب، رکوع اول میں ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا تھا کہ ایک نبی علی محمد باب آئے گا اور تم کو واجب ہے کہ اسکی اطاعت کرو اور مدد کیلئے

کھڑے ہو جاؤ۔

اب یہ معلوم ہو گیا کہ **ارسال رسل، سنت اللہ** ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی ﴿**فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا** (**ای تحویلا**)﴾ (ماخوذ از کتاب مبین و کتاب التوضیح لابی البرکات الیالی) فرقہ محمودیہ بھی آیت میثاق سے اپنے نبی قادیانی کو سید المرسلین ثابت کرتا ہے۔ اصل میں قرآن شریف پر پورا عبور نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ گھڑا گیا ہے۔ ورنہ اگر تاریخ قرآن پر نظر ڈالی جائے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں آیتیں ﴿**اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ**﴾ اور ﴿**اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى**﴾ مکی سورتوں میں مذکور ہیں کہ جن میں بحکم ﴿**اِنَّهٗ لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى**﴾ کتب ساویہ سابقہ کے مضامین دہرائے گئے ہیں اور احکام قدیمہ کو دہرا کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اسلام کی دعوت توحید صرف آج سے نہیں بلکہ حضرت آدم سے دعوت توحید چلی آئی ہے اور انبیاء سابقین بھی یہی دعوت دیتے رہے ہیں، نہ یہ کہ ان آیات میں امت محمدیہ کو کہا گیا تھا کہ تم میں ہدایت آئے گی یا رسول آئیں گے ان میں تو رسول، ہدایت کے لئے آ چکا تھا تو پھر ان کو کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور مکہ میں ابھی ابھی مٹھی بھر مسلمان تھے امت کہاں تھی؟ اور اسلام کا آغاز تھا اور یہ موقع ہی نہ تھا کہ ان سے کہا جاتا کہ تم بگڑو گے تو اس وقت رسول بھیجے جائیں گے کہ آمدی و کے پیرشدی کا حساب تھا۔ اس واسطے یوں خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ ان آیات میں امت محمدیہ سے خطاب ہو رہا ہے۔ ہاں دراصل پیدائش آدم سے تا ظہور نبی آخر الزمان تمام امم سابقہ مخاطب ہیں اور ان آیات میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ بعثت رسل سنت الٰہی ہے اور اس کے مطابق حضور کی بعثت بھی ہوئی ہے اسی بعثت کی تائید کیلئے آیت میثاق بھی سورہ آل عمران اور سورہ احزاب میں ذکر ہوئی ہے کہ چونکہ انبیاء سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مصدق اور ناصر بنیں اس لئے انبیاء سابقین نے نبی آخر الزمان کی تصدیق اور آپ کی نصرت کیلئے اپنی

اپنی شریعت میں امت کو احکام نافذ فرما دیئے۔ اور اسی اصول کی مطابق خود حضور نے بھی انبیاء سابقین کی تصدیق کی اور ان کے احترام قائم رکھنے میں بڑے زور سے کام لیا اور قیامت کو بھی ان کی تصدیق کیلئے کھڑے ہو کر عدم تبلیغ کا دھبہ ان سے دور کریں گے اور امت محمدیہ بھی آپ کی تائید میں انبیاء کی نصرت و تائید میں کھڑی ہو جائے گی۔ تاکہ یہ عہد خداوندی پورا ہو کہ ﴿لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا﴾ اور ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ اس لئے آیات سابقہ کا خلاصہ یا مطلب یہ ہوا کہ نبوت محمدیہ کے اثبات کیلئے اہل کتاب کو توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ اپنے پرانے مخطوطات مطالعہ کر کے آپ کی تصدیق کریں ورنہ اگر امت محمدیہ کو خطاب سمجھا جائے تو نبوت محمدیہ مقام استدلال میں بالکل خالی رہ جاتی ہے۔ کیا کوئی مسلمان گوارا کر سکتا ہے کہ آپ کی نبوت بلا دلیل رہے؟ خاتم النبیین کے ماتحت نبی کا معنی خواب دیکھنے والا کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ خواب تو چھیالیسواں جزو نبوت ہے جو آپ کے بعد امت محمدیہ کو عنایت ہوا ہے تو پھر اس کا انقطاع کیسے ہوگا؟ اس معنی کی تائید میں یہ کہنا کہ پہلے انبیاء خواب دیکھتے تھے اور انکی کتابوں کا نام رؤیا رکھا گیا تھا، کچھ مفید نہیں پڑتا کیونکہ ان کو نبوت اس لئے نہیں ملی تھی کہ ان کو خواب آتے تھے بلکہ نبوت کا مفہوم وحی الٰہی تھی جو خوابوں کے علاوہ انکو دی گئی تھی اس لئے خاتم النبیین کا صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ ”حضور کے بعد وحی رسالت نہیں آئے گی جیسا کہ خود حضور نے بھی فرمادیا تھا کہ **لا نبی بعدی** کہ میرے بعد وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے اور کوئی نبی جدید مبعوث ہو کر نہیں آئے گا۔“

پہلا مغالطہ

مرزائی اور بہائی دونوں جریان نبوت کیلئے قرآن شریف سے دو قسم کے استدلال

پیش کرتے ہیں۔ **اول:** یہ کہ ﴿**اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ**﴾ ”تمہارے پاس رسول آئیں گے“ یا یہ کہ ﴿**فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِنِّی هُدًی**﴾ کہ ”تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت یعنی کتاب اللہ آئے گی۔“

اور اس کا **جواب** یہ ہے کہ یہ خطاب عام مخلوقات بنی نوع انسان کیلئے ہے صرف امت محمدیہ سے خطاب نہیں ہے۔

دوم: یہ کہ ﴿**اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ**﴾ (سورہ احزاب اور سورہ آل عمران) **خدا نے انبیاء سے** عہد لیا تھا کہ ایک رسول آئے گا اور تم کو اس کی تصدیق کرنا ہوگی۔ جس سے مراد مرزائیوں کے نزدیک مسیح قادیانی ہے اور بہائیوں کے نزدیک مسیح ایران بہاء اللہ ہے۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ ”آل عمران“ میں ماقبل و مابعد مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ آئیں گے تو تم کو تصدیق کرنا ہوگی کیونکہ اس آیت میں یا تو مراد صرف انبیاء بنی اسرائیل ہیں کہ جنہوں نے اپنی اپنی امت سے حضرت نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی نصیحت کی تھی اور وعدہ اطاعت لیا تھا۔ اور خود بنی اسرائیل کا وعدہ بذریعہ انبیاء مراد ہے، کیونکہ یہ آیت حضور کے حق میں ہے کسی دوسرے کے حق میں نہیں ہے اور سورہ احزاب میں ” **اخذ میثاق** “ سے مراد عہد تبلیغ ہے جو ہر ایک نبی سے لیا گیا ہے تاکہ قیامت میں اس کی تصدیق کی جائے۔ اور دونوں آیتوں کو ایک آیت سمجھ کر نئے نبی کی تصدیق کیلئے وعدہ نکالنا تشریحات آیت سے بالکل خلاف ہے اور اسلام نے اسکی تصدیق بھی نہیں کی اس لئے یہ خود رائی اہل اسلام کو منظور نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر یہ کسی نئے نبی کی تصدیق مراد لی جائے تو یہ کیا ضروری ہوگا کہ اس سے مرزا صاحب ہی مراد لئے جائیں مسیح ایران ان سے پہلے تھا اسے مراد کیوں نہیں لیا جاتا؟

دوسرا مغالطہ

سورہ مومن میں مذکور ہے کہ ﴿لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا﴾ خدا کبھی کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ یہ مقولہ کفار کا ہے اس لئے بعثت انبیاء جاری رہے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقولہ قرآن شریف میں **مومن ال فرعون** کی طرف سے درج ہوا ہے کہ جس نے اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی دعوت دی تھی اور ڈانٹ کر بتایا تھا کہ اے قوم تم میں پہلے یوسف علیہ السلام نبی ہو کر آئے اور تم نے ان کی تصدیق سے تنگ آ کر کہا تھا کہ یوسف علیہ السلام کے مرنے کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا' تو وہ بات غلط نکلی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہو کر آ گئے۔ اب اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی بعثت انبیاء کا انکار **مومن ال فرعون** نے مردود قرار دیا تھا کیونکہ زیر بحث اس وقت صرف بعثت موسیٰ علیہ السلام تھی، نہ کہ بعثت انبیاء بعد خاتم النبیین۔ اب ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ پر چسپاں کرنا محض بے انصافی ہے۔ جس کی تصدیق اسلامی روایات میں نہیں ملتی۔

تیسرا مغالطہ

مرزائی ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ سے بعثت انبیاء یوں ثابت کرتے ہیں کہ مکالمہ الہیہ نعمت عظیم ہے جو انبیاء کو دی تھی اور امت محمدیہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ **منعم علیھم** کا راستہ طلب کیا کرے۔ جس کی تشریح آیت ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ﴾ کرتی ہے۔ پس جو شخص انبیاء کے راستہ پر چلے گا تو ان کی تابعداری میں نبوت حاصل کر لے گا چنانچہ بقول مرزا مسیح قادیانی اسی اصول سے نبی بنایا گیا تھا کیونکہ

ظہور مسیح ابن مریم کی پیشنگوئی مرزا صاحب سے ہی وابستہ تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صراط مستقیم سے مراد وہ طرز عمل ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ ﴿وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (شوریٰ) کہ آپ لوگوں کو صراط مستقیم کی راہ بتلاتے ہیں۔ جس کو صراط اللہ کہا گیا ہے اور یہ وہی راستہ ہے کہ 'سورہ یوسف' میں آپ کو ارشاد ہوا ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ ﴿عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ﴾ میں اور میرے تابعدار صراط مستقیم اور بصیرت افزا طریق پر قائم ہیں۔ اس کی تصریح آپ سے فرقہ ناجیہ کی تعریف میں یوں مروی ہے کہ **ما انا علیه واصحابی** یہ صراط مستقیم وہ اسلامی طریق عمل ہے کہ جس پر میں قائم ہوں اور میرے اصحاب۔ اب خلاصہ یوں ہوا کہ ہمیں حکم ہے کہ ہم بدیں الفاظ دعا کریں کہ ہم کو اسوہ حسنہ پر قائم رہنے کی توفیق عنایت فرمائی جائے اور یہی صراط مستقیم ﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ میں حضور کیلئے مخصوص تھا اور امت کیلئے ﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ میں خاص ہو گیا ہے اور **منعم علیهم** سے تمام صحابہ بھی مراد ہیں کیونکہ ﴿اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ﴾ (سورہ احزاب) میں صحابہ ہی کو مراد رکھا گیا ہے اور تخصیص انبیاء کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ انبیاء کے راستہ پر چلنے سے انسان نبی بن سکتا ہے تو یہ بھی لازم آتا ہے انسان خدا بھی بن جائے' کیونکہ اسی صراط مستقیم کو صراط اللہ بھی کہا گیا ہے۔ اور **مع** کا لفظ ہمیشہ مصاحبت مع غیریت ظاہر کرتا ہے جیسا کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ میں ہے کہ اس کی امداد و نصرت نیکوکاروں کے ہمراہ رہتی ہے ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا محسنین کا روپ بدلتا رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ آریہ کی طرح مرزائی بھی اس کو تسلیم کریں کیونکہ وہ مان چکے ہیں کہ خدا بھی روپ بدلتا ہے۔ اور تاریخ قرآن پر نظر ڈالنے سے بالکل مطلع صاف ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک اصول کی طرف اشارہ ہے جو **المرء مع من احب** میں مذکور ہے۔ چنانچہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ دنیا میں تو آپ کا نیاز

حاصل ہے آخرت میں چونکہ درجات مختلف ہوں گے آپ سے نیاز کیسے حاصل ہوگا؟ تو اس کا جواب اس آیت میں یوں دیا گیا تھا کہ اطاعت رسول نیاز حاصل کرنے کا بہترین طریق ہے۔ جس کی تشریح حضور ﷺ نے احادیث میں فرمادی ہے کہ اہل جنت ایک دوسرے سے جب چاہیں گے ملاقات کریں گے ان کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اب اس معیت سے مراد **معیت فی الجنۃ** ہے نہ کہ **معیت فی النبوۃ** اگر **معیت فی النبوۃ** مراد لی جائے تو یوں ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب سے پہلے کوئی بھی صراط مستقیم پر نہ تھا کیونکہ کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزائی قرآن شریف میں تحریف معنوی کے مرتکب ہیں اور انکو تصریحات اسلام سے کوئی سروکار نہیں رہا۔

چوتھا مغالطہ

﴿یَجْتَبِیْ مِن رُّسُلِهٖ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ "آئندہ نبی ہوں گے اور ان کو اطلاع علی الغیب میں انتخاب کیا جائے گا۔"

اس کا جواب یہ ہے بعثت انبیاء کے سلسلے میں آپ آخری نبی ہو کر مبعوث ہوئے تھے اور اپنی صداقت پیش کرنے کیلئے **سنۃ اللہ** پیش کیا کرتے تھے جس کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ اطلاع علی الغیب خاصہ انبیاء ہے اس لئے ہم کو بھی اطلاع علی الغیب ہو جاتی ہے۔ اب اس مقام پر ایک اصول کو پیشگوئی تصور کرنا غلط ہوگا ورنہ لازم آئے گا کہ امت محمدیہ کو آئندہ انبیاء پر ایمان لانا ضرور ہو، نہ کہ حضرت رسول اللہ ﷺ پر، کیونکہ اسی آیت کے اخیر پر مذکور ہے ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ اور یہ مذکور نہیں ہے کہ **امنوا باللّٰہ وھذا الرسول**

پانچواں مغالطہ

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ﴿وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا خَلَا

فِیْهَا نَذِیْرٌ﴾ ﴿وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا اَوْ مُعَذِّبُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾
ان آیات میں خدا تعالیٰ نے ایک اصول پیش کیا ہے کہ ہم رسول بھیج کر اتمام حجت کر لیتے ہیں تو اہل قریہ کی نافرمانی پر ہم عذاب دیتے ہیں اور یہی قاعدہ قیامت تک چلے گا اور اسی کے ماتحت ہم تمام بستیوں کو ہلاک کر دیں گے یا سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلسلہ بعثت جاری ہے۔

جواب یہ ہے کہ بیشک اس مقام پر ایک اصول مذکورہ ہے مگر یہ مذکور نہیں ہوا کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ خاص حد تک ہے اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی بعثت کا زمانہ قیامت تک ہے اور اسی کے ماتحت یہ تمام واردات واقع ہونے والی ہیں۔ ورنہ اگر بعثت نبی کا زمانہ صرف حیات تک رہنا تسلیم کیا جائے تو اس غلط اصول کے مطابق ہر ایک زمانہ میں اور ہر ایک بستی میں ایک نہ ایک رسول کا مبعوث ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ **قریہ** کا لفظ ہر چھوٹی بڑی بستی کو شامل ہے۔ ارے قادیان کا نبی تو تیرہ سو سال بعد تم کو مل گیا اردگرد کی تمام بستیوں کے نبی کس نے دریافت کئے اور نہیں تو ام القریٰ بٹالہ، لاہو، امرتسر، دہلی اور پشاور کا نبی تو بتایا جائے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ ہر ایک بستی میں یا ہر ایک ام القریٰ میں ضرور نبی آتے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کے اصلی مطالب کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ ورنہ اصل مطلب یہ ہے کہ جن بستیوں کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان میں بیشک انبیاء ضرور مبعوث ہوتے آئے ہیں اور ان کی نافرمانی سے ان پر عذاب بھی آچکا تھا۔ اب حضور کی بعثت کے وقت بھی یہی قاعدہ بتایا گیا ہے کہ حسب دستور سابقہ اب بھی ام القریٰ مکہ میں رسول مبعوث ہوا ہے اور اس کے نہ ماننے سے بھی عذاب ہو گا۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ہم ایک بستی کو ہلاک یا معذب کریں گے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب بھی بربادی آتی ہے تو وہاں ایک رسول ضرور ہوتا ہے' کیونکہ بربادی کے اسباب

ہزاروں ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ زنا بھی موجب بربادی ہے اور جھوٹی قسم بھی موجب بربادی ہے اور اگر بربادی کو زیر اثر بعثت انبیاء ہی لینا ضروری سمجھا جائے تو پھر بھی بعثت رسل کے سلسلہ کا ثبوت نہیں ہے کیونکہ آپ کی بعثت تا قیامت ہے اور یہ تمام واقعات اسی بعثت محمدیہ کے ماتحت ہیں جو صرف ایک دفعہ ہی عرب میں ہو چکی ہے اور اگر بعثت ثانی کا قول کیا جائے تو ہر ایک بستی میں بعثت ثانیہ کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ اور نجی سرور کی طرح ہر گھر میں ایک ایک محمد ہو گا اور کروڑوں کی تعداد میں بعثت ثانیہ ظہور پذیر ہوگی۔

چھٹا مغالطہ

﴿**هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی**......**لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ**﴾ اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے کہ خدا تعالیٰ ایک نبی مبعوث کرے گا جس کو خدا تعالیٰ تمام ادیان پر مظفر و منصور کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ نبی مرزا صاحب ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وقت نزول سے پہلے ایسے رسول کا ظہور ہو چکا ہے کہ جس کو تمام ادیان پر غلبہ ہوگا۔ وہ نبی خود رسول کریم ﷺ ہی ہیں کہ جنہوں نے یہود و نصاریٰ، بت پرست، ستارہ پرست اور مادہ پرست اقوام پر ظاہری اور باطنی دونوں طرح غلبہ حاصل کیا تھا جیسا کہ تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے۔

اگر اس آیت کا یہ معنی لیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے رسول کو بھیجنا تقدیر میں مقرر کر لیا ہے جس کو آئندہ کسی وقت میں قیامت سے پہلے بھیجے گا اور اس سے تمام ادیان کو مغلوب کرے گا۔ تو اس لحاظ سے رسول سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے جو اسلامی سلطنت قائم کر کے یہود و نصاریٰ کو داخل اسلام کریں گے اور سوائے اسلام کے کوئی دوسرا دین قبول نہ کریں گے اور یہود و نصاریٰ کا ایسا استیصال ہوگا کہ ان کا نام و نشان تک نہیں

رہے گا۔ اگر چہ ایسے اہل کتاب میں خود اسلام قبول کرنے کے بعد بھی پرانی عداوتیں قائم رہیں گی اور منافقانہ صورت میں مسلمان بنیں گے، لیکن مغلوب ہو کر اسلام کے نیچے دب کر رہیں گے۔ اسلام کو دبانے والی طاقت دنیا میں اس وقت کوئی نہ ہو گی یہ معنی بھی اہل اسلام کو مقبول ہے۔

تیسرا معنی اسکا یوں کہا جاتا ہے اس آیت سے مراد مرزا صاحب ہیں کہ جنہوں نے گھر بیٹھے ہی اپنے خیال میں تمام ادیان پر غلبہ پالیا ہے۔ اور انگریزی حکومت کی خامہ بوسی میں تن، من، دہن، سب کچھ وقف کر دیا ہے۔ اور خود عیسائیت میں جذب ہو کر اپنا اسلامی احساس بھی کھو بیٹھے ہیں اور جھنگن کی طرح اپنی قوت شامہ ضائع کرنے کے بعد کہنے لگ گئے ہیں کہ میرے آنے سے تمام بدبو جاتی رہی ہے۔ یہ معنی اگر چہ داخلہ بیعت کے بعد تو ماننا پڑتا ہے کیونکہ مرزا صاحب جب بعثت ثانیہ محمدیہ کا ظہور ہیں تو قرآن شریف بھی نزول ثانی کا ظہور ہو گا۔ گو پہلے نزول میں آیت سے نبی کریم مراد ہوں مگر نزول ثانی میں (براہین احمدیہ کے اندر) اس رسول سے مراد مرزا صاحب ہیں۔ لیکن جو شخص ابھی تک بیعت نہیں کرتا اس سے یہ توقع رکھنا کہ صرف ہمارے کہنے سے رسول سے مراد مرزا صاحب تسلیم کر لے، بالکل قرین قیاس نہیں ہے' کیونکہ اس کے نزدیک یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے' اس پر کوئی قابل تسلیم دلیل پیش نہیں کی گئی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت مسیح کا ایک نشان بھی مرزا صاحب میں تسلیم نہ کیا جائے' کیونکہ آپ محکوم ہیں، حاکم نہیں۔ آپ عجمی المولد ہیں، دمشقی المظہر نہیں۔ اور آپ کا نزول بعد ظہور مہدی ہے، مگر مرزا صاحب سے پہلے کوئی مہدی نہیں ہوا جو مرزائیوں کے نزدیک تسلیم کیا گیا ہو۔ بہر حال ایسی بیشمار علامتیں ہیں جن میں سے ایک کا وجود بھی بغیر تاویل کے مرزا صاحب میں نہیں پایا جاتا۔ آخر تاویل کب تک چلے گی۔ اگر تاویل ہی کا سلسلہ چلانا منظور ہے تو ہم کسی بندر کو تاویل سے انسان ثابت کرتے ہیں کیا آپ

منظور کرلیں گے؟ براہین احمدیہ ص ر ۴۹۹ میں ایک دعویٰ کیا تھا کہ ہمارے زمانہ میں تمام اطراف عالم میں اسلام پھیل جائے گا مگر وہ بھی پورا نہ ہوا اور آپ مر گئے۔

ساتواں مغالطہ

﴿مُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ اس آیت میں خود حضرت مسیح علیہ السلام نے پیشینگوئی کی ہے کہ میرے بعد ایک رسول احمد نامی آئے گا۔ رسول اکرم کا نام تو محمد تھا، احمد نہ تھا۔ اس لئے یہ پیشینگوئی مرزا صاحب سے تعلق رکھتی ہے بیشک نزول اول میں اس کا تعلق حضور سے تھا مگر نزول ثانی میں اس کا تعلق مرزا صاحب سے ہے۔ پس اس سے نزول مسیح اور جریان نبوت دونوں کا ثبوت مل جاتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ مادری نام بھی تو مرزا صاحب کا غلام احمد ہے صرف احمد نہیں ہے۔ اگر یہ عذر ہو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں احمد کہہ کر پکارا ہے تو ہم بھی کہیں گے کہ حضور کا نام بھی آسمان میں احمد تھا۔ صحف متقدمہ تاریخ قدیم اور اقوال سابقین میں بھی آپ کا نام احمد ہی معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی والدہ نے بھی تفہیم الٰہی کے مطابق آپ کا نام احمد ہی رکھا تھا۔ آپ کے جدامجد عبدالمطلب نے البتہ آپ کا نام محمد رکھا تھا' جو مکہ میں زیادہ مشہور ہوگیا تھا۔ اور مخالفوں نے آپ کو محمد کی بجائے مذمم کہنا شروع کردیا تھا۔ اس وجہ سے مسلمانوں نے محمد ہی کہنا شروع کردیا اور احمد کثیر الاستعمال نہ رہا۔ ورنہ دونوں نام علمیت کے لحاظ سے برابر حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی وصفی نام نہ تھا جیسا کہ مرزائیوں کا خیال باطل ہے اس واسطے یہ دلیل بھی داخلہ بیعت کے بعد مفید ہوسکتی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے جب بعثت ثانیہ اور نزول ثانیہ ہی ہمارے نزدیک مسلّم نہیں تو ہم کیوں بے بنیاد بات پر اپنا ایمان تبدیل کریں۔ اور خارج از بیعت ایک ہی دلیل لکھی ہے اور وہ بھی صرف ایک

دعویٰ کہ احمد وصفی نام ہے اور محمد ذاتی نام ہے۔ اس لئے یہ آیت نبی کریم پر چسپاں نہیں ہوسکتی تو اسکے جواب میں ہم نے بھی دو باتیں پیش کردی ہیں۔ **اول** یہ کہ مرزا صاحب کا نام بھی اسم علم تو غلام احمد ہے ہاں وصفی طور پر (بقول مرزایاں) احمد وصفی لقب ہوگا، علم ذاتی نہیں ہوسکتا اس لئے اس آیت سے نہ جریان نبوت ثابت ہوئی اور نہ صداقت مرزا کا نشان ملا۔

آٹھواں مغالطہ

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ اللّٰهم صل علی محمد. ان محمدا رسول اللہ. من محمد رسول اللہ اس قسم کی عبارتیں قرآن شریف، درود شریف، اذان اور تبلیغی خطوط میں موجود ہیں' کہ جن سب میں محمد کا لفظ مذکور ہوا ہے اور کسی جگہ بھی احمد کا لفظ نہیں آیا اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے جس احمد کی بشارت دی تھی وہ محمد نہیں ہے، احمد ہے۔

اس کا جواب یوں ہے کہ خود مرزا صاحب اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ'' احمد سے مراد محمد ﷺ ہی ہیں کوئی اور نہیں''۔ چنانچہ آئینہ کمالات، ص ۴۲ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس دنیا میں تمام بنی نوع انسان کا آنا جانا یکساں ہے مسیح بھی اسی طرح دنیا سے مر کر رخصت ہوا۔ ابھی تک اگر زندہ ہے تو **من بعدی اسمہ احمد** کی پیشینگوئی نبی کریم ﷺ پر صادق کیونکر ہوئی کیا نزول مسیح کے بعد کوئی اور احمد آئے گا۔ اربعین مجریہ ۱۹۰۰ء میں ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے دو نام ہیں۔ **اول محمد** جو توراۃ میں مذکور ہے **محمد رسول اللہ و الذین معہ** کا اشارہ اسی کی طرف ہے۔ **دوم احمد** جو انجیل میں مذکور ہے اور **من بعدی اسمہ احمد** سے مراد یہی نام ہے۔ اگر کسی اور کی سند مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہوسکتی ہے تو ''مدراج النبوۃ'' میں لکھا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت نے ہاتف سے سنا تھا کہ **یا احمد یا احمد اللہ اعلی وامجد اتاک بک ما وعدک بالخیر**

یااحمد ایک یہودی نے کہا تھا کہ **قد طلع نجم احمد اللیلۃ** ۔ خدا نے آدم سے کہا تھا کہ **اٰخر الانبیاء من ذریتک احمد** ۔ حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ جو''احمد کا منکر ہے وہ داخل جہنم ہوگا۔''طلحہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں سوق بصریٰ ملک شام میں گیا تو ایک راہب نے پوچھا کہ کیا احمد مکہ میں پیدا ہوگئے ہیں؟ میں نے کہاہاں! کہا وہ آخرالانبیاء ہیں مدینہ میں ہجرت کرینگے۔ ایک یہودی مکہ میں اترا تھا تو میلاد کی رات کہنے لگا کہ آج قریش میں احمد ظاہر ہوگئے ہیں۔ یہود خیبر، یہود فدک، یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر کے پاس ایک تحریر موجود تھی جس میں حضور کی صفت لکھی ہوئی تھی چنانچہ لیلۃ المیلاد میں سب کہتے تھے کہ **طلع نجم احمد** ۔ ابن بطا یہودی کا قول ہے کہ میرے پاس ایک تحریر ہے کہ **فیہ ذکر احمد** ۔مقوقس مصر کا قول ہے کہ **لیس بینہ وبین عیسٰی نبی وھو اٰخر الانبیاء امرنا عیسٰی باتباعہ وھوالنبی الذی اسمہ احمد** ۔ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ مدینہ میں یہود کہتے تھے کہ'' حرم شریف میں ظہور احمد قریب ہے۔''تو میں نے زبیر بن باطا رئیس الیہود سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ سرخ ستارہ نمودار ہوگیا ہے جو ظہور نبی کی علامت ہے' اس وقت انبیاء میں سے کوئی نہیں رہا کہ جس کا انتظار ہو' صرف نبی احمد آخر الانبیاء کا انتظار باقی ہے۔ آپ ہجرت کر کے یثرب آئیں گے۔ عبداللہ بن سلام سے خود حضور ﷺ نے دریافت کیا تھا کہ میرے متعلق تورات میں کیا لکھا ہے' تو آپ نے کہا کہ اس میں ہے **من صفتہ کذا او کذا و اسمہ احمد** ۔''عجائب القصص'' فارسی میں ہے کہ حضور ﷺ کی والدہ ایک دفعہ مدینے آئی تھیں تو حضور سے کسی یہود نے پوچھا تھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ تو میں نے کہا **اسمی احمد** تو اس نے میرے میاں کو بتایا کہ **ھذا ھونبی ھذہ الامۃ** یہ سن کر والدہ بہت جلد مکہ واپس چلی آئی تھیں۔ ام ایمن کہتی ہیں کہ دوپہر کو دو یہودی آکر کہنے لگے کہ **اخرجی الینا احمد** پھر دیکھ کر کہنے لگے کہ **ھذا ھو**

نبی ھذہ الامۃ بہ یقع القتل والاسر.

"کنز العمال" میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا انا دعوۃ ابراھیم وبشری عیسٰی صفتی احمد کان اخر من بشرلی عیسٰی ابن مریم ان اللّٰہ اعطانی مالم یعط احد قبلی من الانبیاء وانا احمد قال لی اللّٰہ لن اخزیک فی امتک یااحمد. وفی مسلم عن ابی موسی الاشعری انہ سمی لنا محمد واحمد وقال انا احمد وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبی. کہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے دایہ حلیمہ سے کہا کہ حضور پیدا ہوئے تھے تو آپ کا منہ آسمان کو تھا اور ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی تھی۔ اس وقت آواز غیب سے آئی کہ اس کا نام احمد رکھنا۔ فی فتوح الشام، سفیان ہذلی کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ شام کو جا رہا تھا کہ رات کو ہمیں ایک آواز آئی قد ظھر احمد فی مکہ واپس آ کر دیکھا تو ٹھیک ایسا ہی تھا۔ خالد بن ولید کہتے ہیں کہ مجھے بحیرہ راہب کا دوست مسیماح ملا کہنے لگا کہ ھل وقع لنبیکم معراج قلت نعم قال ھو الذی اخبر بہ عیسٰی ابن مریم. حاکم حلب یوقنا عیسائی مسلمان ہوا تو اہل طرابلس سے کہا کہ قلت بشارتی عیسٰی ابن مریم وھو دین احمد اور اسی نے ابوعبیدہ سے کہا ھو الذی بشربہ عیسٰی' جب حضور تجارت کیلئے شام گئے تھے تو ابو سہیل راہب (مصاحب بحیرہ) نے کہا تھا کہ ھو الذی بشر بہ عیسی ابن مریم۔ ھامان نے خالد بن ولید سے کہا بشر بہ المسیح۔ ہرقل نے اراکین سلطنت سے کہا ھذا ھوالنبی الذی بشرنا بہ عیسٰی ابن مریم۔ موضح القرآن میں ہے کہ انہ محمد فی الدنیا واحمد فی السماء۔ اتقان میں ہے کہ سموہ احمد ومحمدا قبل ان یکون ۔ "فتح البیان" میں ہے کہ احمد ھو نبینا معناہ اکثر حمدا للّٰہ اوانہ یحمد اکثر مایحمد غیرہ وانما اختار عیسٰی ھذا الاسم لانّ حمدہ

اللہ اسبق من حمد الناس لہ۔ ''امام کرخی'' کا قول ہے کہ انما ذکرہ باحمد لانہ مکتوب فی الانجیل ومسمی بہ فی السماء و ھواسبق من تسمیة بمحمد قال علیہ السلام کیف صرف اللہ عنی شتم قریش انھم یشتمون مذمما وانا محمد۔ حاشیہ بیضاوی میں ہے کہ حضور کے نام چار ہزار ہیں جن میں سے ستر نام اسمائے الٰہی سے اشتراک رکھتے ہیں اور آپ کے نام توقیفی ہیں جن میں نئے نام داخل نہیں کر سکتے۔ قال بعض المحققین انما اشتھراسم محمد فی القریش لانھم سموہ مذمما فترک المسلمون لفظ احمد جواباً لہٗ ففی موضع الشتم تبدیل الاسم لیس بعجاب اذ سمی عمرو بن ھشام ابا جھل وسموہ ابا الحکم وسمی عبد العزی بن عبد المطلب، ابالھب(اھل النار) صرفا عما ارادوہ من صباحة وجھہ۔

قال تبع فیہ شعرا :

شھدت علی احمد انہ رسول من اللہ باریٔ النسم
لہ امة سمیت فی الزبور وامة احمد خیر الامم
فلو مد غمری الی عصرہ لکنت وزیرا لہ وابن عم

رفاعة بن زھیر:

او ما تحی من احمد یوم القیمة والخصوم

مسلم:

وادخل الجنة ذات نسق مجاور الاحمد فی المرفق

خالد بن ولید :

واننی نجم بنی مخزوم وصاحب لاحمد الکریم

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

بشیر نذیر ھاشمی مکرم عطوف رؤوف من یسمی باحمد

حضرت علی کرم اللہ وجھہ:

وسبطا احمد ولدانی منھا وایکم لہ سھم کسھمی

مرزا صاحب:

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم آنچناں ازخود جدا شد کز میاں افتادہ میم

گرچہ نسو بم کند کس سوئے الحاد وضلال چوں دل احمد نے بایم دگر عرش عظیم

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

اسی قسم کے اشعار مرزا صاحب کے بہت ہیں، جو ''براہین'' میں مذکور ہیں۔

نواں مغالطہ

﴿مِن بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَد﴾ کی پیشینگوئی مرزا صاحب پر اس لئے صادق آتی ہے کہ انجیلوں میں جو فارقلیط کا لفظ موجود ہے اس کا صحیح معنی ھازم الشیطان ہے جو حضور پر منطبق ہے (کیونکہ ''فارق'' بمعنی ڈرانے والا ہے اور ''لیط'' بمعنی شیطان ہے) اور بعضوں نے فارقلیط کا معنی مُعَزّی یا مُسَلّی کیا ہے اور اس سے مراد بھی حضور ہی ہیں کیونکہ آپ نے من قال لا الٰہ الا اللّٰہ دخل الجنۃ کا اعلان کر کے بتلا دیا تھا کہ اسلام ہی راہ نجات ہے، جس میں آ کر انسان کو اطمینان خاطر حاصل ہو سکتا ہے۔ ﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب﴾ اور جو لوگ ''فارقلیط'' کا ترجمہ 'احمد' یا 'محمد' کرتے ہیں تو وہ حسب تحقیق

مصنف ینابیع الاسلام غلط ہے کیونکہ (بقول مصنف مذکور) یونانی زبان کا اصل لفظ ''پیری کلی طاس'' تھا جس کے معنی تسلی دینے والا ہے مسلمانوں نے اسے پیری کلیوطاس سمجھا اور اس کا ترجمہ احمد کر کے **من بعدی اسمه احمد** کی پیشینگوئی کو صادق بنانے کی کوشش کی۔

جواب اس مغالطہ کے دفعیہ میں یوں کہا جاتا ہے کہ اگر **من بعدی اسمه احمد** کا مفہوم انجیل سے ثابت نہ ہو اور یہ نہ مانا جائے کہ ''فارقلیط'' کا جو لفظ انجیلوں میں وارد ہے۔ اس سے مراد احمد ہی ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ قرآن شریف نے ایک ایسی پیشینگوئی حضرت مسیح کی طرف سے پیش کی ہے کہ جس کی تصدیق اناجیل سے نہیں ہوتی۔ حالانکہ مغالطہ ۸ کے جواب میں ہم نے کئی ایک غیر مسلم کے احوال بھی پیش کئے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اناجیل میں اس پیشنگوئی کا ذکر ضرور ہوا ہے۔ اب مرزائی مسلک کے مقابلہ میں ایسے تمام اقوال کو ناقابل تسلیم قرار دینا قرین قیاس نہ ہوگا، اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ ''فارقلیط'' کا معنی احمد ہی ہے اور مسلی یا معزی نہیں ہے اور مصنف ینابیع الاسلام کا کہنا بالکل غلط ہے 'کیونکہ اناجیل میں اصل لفظ ''پیری کلیوطاس'' تھا جس کو غلطی سے سہو کاتب نے ''پیری کلی طاس'' (بحذف واو) لکھ دیا تھا اور اس قسم کا محو و اثبات اناجیل کے قلمی نسخوں میں کثیر الوقوع تھا۔ اب پیر کلی طاس کا ترجمہ کبھی تو ''مسلی یا معزی'' سے کیا جاتا ہے اور کبھی صاف ہی'' روح القدس'' ہی کو اس کا صحیح مفہوم تصور کیا گیا ہے۔ اس لئے خود اناجیل کے تراجم بھی غیر معتبر ہو گئے ہیں۔

کتاب ''اظہار الحق'' میں مولوی رحمت اللہ مرحوم مہاجر مکی لکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام یہود میں پیدا ہوئے اور بیت المقدس کے پاس قریہ ناصرہ اور بیت اللحم میں پرورش پا کر عبرانی زبان میں انجیل حاصل کی اور بقول نصاریٰ آخری لفظ بھی ''ایلی ایلی لما سبقتنی'' آپ نے عبرانی میں ہی بولے تھے اور واقعہ صلیب کے بعد حواریوں کو مختلف ممالک میں نکال دیا تھا

کیونکہ یہودیوں نے اصلی انجیل تلف کر دی تھی اور قتل و غارت سے عیسائی مذہب کی بیخ کنی کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ لوگ پہاڑوں اور غاروں میں پوشیدہ طور پر اپنا مذہب شائع کرتے رہے اور کچھ عرصہ بعد یہودیوں کی طاقت کمزور ہوگئی تو حواریوں نے آبادی کی طرف رخ کیا' چنانچہ یوحنا یہودی ایران میں آیا اور اس نے ۹۵ ء میں ''سیرتِ مسیح'' یونانی زبان میں (بقول نصاریٰ) مرتب کر کے عیسائیت کی دعوت دی اور اس تاریخی کتاب کا نام ''انجیل یوحنا'' نام پڑ گیا۔ اصل انجیل جو خود حضرت مسیح نے عبرانی زبان میں لکھوائی تھی۔ اس میں آپ نے صاف لکھا تھا کہ میرے بعد احمد آئے گا۔ انجیل یوحنا میں اس کا ترجمہ ''پیری کلیوطاس'' کیا گیا۔ جو قلمی نسخوں میں نقل در نقل ہونے سے پیری کلی طاس بن گیا۔ بہر حال عیسائیت نے یونان میں پرورش پا کر ادھر ادھر پھیلانا شروع کر دیا اور نجران میں پہنچ گیا۔

چنانچہ تیسری صدی عیسوی میں وہاں کے حکمران ذونواس نے عیسائیت قبول کی اور مدینہ شریف کے پاس عیسائیوں کا مرکز بن گیا۔ جس سے دوسرے عرب بھی خال خال عیسائی ہو گئے۔ کیونکہ نجاشی عیسائی نے ان پر حکمرانی شروع کر دی تھی اور جب اسلامی حکومت نے اپنے قوت بازو سے سلطان محمد ثانی کے عہد میں قسطنطنیہ فتح کیا تو یونانی عیسائی ۱۴۵۳ء میں یورپ کو بھاگ گئے اور وہاں اپنی ''انجیل یونانی'' سے تعارف کرایا اور ۱۴۸۰ء میں ولیم ٹنڈیل پیدا ہوا اور جوان ہو کر سٹل ساڈبری میں اتالیق بن گیا۔ اس کے بعد وہ ۱۵۲۳ء میں لندن آیا اور ارادہ کیا کہ انجیل کا ترجمہ انگریزی میں کرے' مگر کامیاب نہ ہوا۔ پھر وہاں سے نکل کر کولون آ گیا۔ وہاں کے مشہور تاجر ھمفری نے اس کا ترجمہ انگریزی میں شائع کیا مگر لوگوں نے اسے باغی سمجھ کر نکال دیا اس نے شہر وارمس جا کر دوسری دفعہ ترجمہ شائع کیا اور اس پر حواشی بھی بڑھائے اور جب یہ ترجمہ لندن پہنچا تو پادریوں نے اسے غلط قرار دیا اور سوائے دو نسخہ کے تمام نسخے جلوا دیئے۔ اس کے بعد اس نے تیسری دفعہ

بیلجیم میں ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تو گرفتار ہو گیا اور ڈیڑھ سال قید کے بعد ۱۵۳۶ء میں اس کو پھانسی دے کر لاش جلائی گئی۔ اس کے بعد تراجم کا رواج ہو گیا۔ چنانچہ آج کل پچھتر (۷۵) زبانوں میں انجیل کے تراجم موجود ہیں' لیکن جو ترجمہ انگریزی میں موجود ہے اس میں ولیم مذکور کا ترجمہ ۱۵۰۱ء تک ملتا ہے کیونکہ اس کا ترجمہ بہت نفیس اور سلیس زبان میں تھا۔

اب معلوم ہو گیا کہ عرب نے یورپ سے پہلے ''انجیل یوحنا'' پر پورے گیارہ سو سال اطلاع حاصل کر لی تھی اور پیری کلیوطاس کو احمد ہی سمجھا تھا اس لئے ممکن ہے کہ اس گیارہ سو سال کے عرصہ میں جو نسخہ قلمی نقل در نقل ہونے کے بعد یورپ پہنچا ہو، اس میں پیری کلی طاس ہو جس کا ترجمہ انہوں نے تسلی دینے والا کر دیا ہو۔ یا کسی نسخہ میں ''پاری کلیو طاس'' ہو اور کسی میں ''پاری کلی طاس''۔ انگریزی تراجم شائع ہونے کے بعد جب انجیل یوحنا کا ترجمہ عربی میں شائع کیا گیا تو کسی نے اس لفظ کو ''بارقلط'' کی صورت میں معرب بنایا اور کسی مترجم نے ''فارقلیط'' کی شکل میں پیش کیا ہو۔ جس کی تشریح شروع میں تو احمد سے ہی کی گئی' جیسا کہ مصنف ینابیع الاسلام بھی مانتا ہے۔ مگر بعد میں بارقلط اور فارقلیط کا مفہوم الگ الگ قرار دے کر اسلام کی ذہنیت کو غلط ثابت کیا گیا اور کہہ دیا کہ مسلمانوں نے اس مقام پر احمد کے سمجھنے میں غلطی کی ہے حالانکہ مصنف مذکور کی رائے تاریخی طور پر خود غلط ہے' کیونکہ اصل یونانی لفظ عرب میں یورپ سے پہلے سو سال گیارہ پہنچ چکا تھا اور انہوں نے صحیح طور پر اس کا ترجمہ احمد کر لیا تھا اور چونکہ عبرانی زبان ان کی ہمسایہ زبان تھی اور ملک شام میں آمد و رفت کثرت سے تھی جس سے وہ بخوبی عبرانی زبان کے ماہر ہو چکے تھے اس لئے ہم بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے خود عبرانی زبان کے اصلی لفظ کو بھی یونانی زبان کے لفظ سے ضرور مطابق کیا ہو گا اس تحقیق تک انگریزوں کے عیسائی بننے سے پہلے پہنچ چکے تھے کہ اس لفظ سے احمد نبی ہی مراد ہیں۔ آخر جب اسلام آیا تو اس وقت بھی یورپ عیسائیت

سے ناواقف تھا مگر عرب کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے سامنے صاف اقرار کیا کہ **من بعدی اسمه احمد** کی پیشینگوئی انجیل میں موجود ہے اور کسی نے یہ عذر نہیں پیش کیا کہ اس لفظ کا معنی روح القدس ہے یا معزی یا مسلی ہے۔ (کیونکہ ایسی ایجاد کرنے والے یورپین ابھی تک عیسائیت سے بے خبر بیٹھے ہوئے تھے)

اب تیرہ سو سال تک اسلام نے عربی عیسائیوں کی تحقیق کے مطابق سمجھا ہوا کہ پاری کلیوطاس ہی ''انجیل یوحنا'' میں مذکور ہوا ہے اور اسی کا ترجمہ احمد ہے۔ مگر جب عیسائیوں نے انگریزی تراجم کے بعد عربی میں تراجم شائع کئے تو مترجمین نے اس لفظ کو ''فارقلیط'' یا ''فارقلط'' معرب بنایا۔ پھر بھی مسلمان یہی سمجھتے رہے کہ اس لفظ کی تعریب میں بھی یہی معنی مذکور ہیں' لیکن مصنف ینابیع الاسلام سب کے بعد یہ دعویٰ پیش کرتا ہے یہ لفظ فارقلیط غلط طور پر معرب بنایا گیا ہے اور اس کے معنی احمد کے نہیں ہیں کیونکہ اس کی تعریب پاری کلی طاس سے واقع ہوگئی ہے نہ پاری کلیوطاس سے۔ مگر ہم ضرور کہیں گے کہ اس تعریب میں غلطی تمہارے عیسائی مترجمین نے ہی کی ہوگی جس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے اور مسلمان جو اس پیشینگوئی میں احمد سمجھتے ہیں اس کی بنیاد یہ تعریب نہیں ہے بلکہ وہ اصلی لفظ یونانی ہے کہ جس سے اسلام سے پہلے عربوں نے احمد سمجھ لیا تھا اب خواہ اس کو موڑ توڑ کر پاری کلیوطاس بناؤ یا پاری کلی طاس تمہارا اختیار ہے ورنہ ہزار سال کے بعد کی تحقیق اس سے پہلے تحقیقات پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتی۔

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ پاری کلیوطاس کا ترجمہ بجائے احمد کے انہوں نے روح القدس یا مسلی غلط طور پر کیا ہے' کیونکہ انجیل میں یوں مذکور ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں خدا سے تمہارے لئے پیری کلیوطاس طلب کروں گا تاکہ تمہارے پاس وہ ہمیشہ رہے، جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہیں آسکتا وہ تمہیں غلطیوں پر سرزنش کرے گا اور تم پر حاکم

ہو گا۔ میں تمہیں نہیں بتا تا وہ تم کو حق بات سمجھائے گا اور وہ خود اپنی طرف سے نہیں بولے گا۔ بلکہ خدا کی طرف سے حکم پا کر بولے گا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد پنٹکوست کے دن روح القدس آیا اور اس نے حواریوں کو تسلی دی اور یہ پیشینگوئی سچی ہو گئی لیکن غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلط ہے' کیونکہ روح القدس پہلے بھی آتا تھا اس کے آنے کی پیشینگوئی کرنا اور کہنا کہ جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہیں آئے گا اور اس کو ہمیشہ ساتھ رہنے والا بتانا اور حاکم تصور کرنا یہ سب ایسی باتیں ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پاری کلیوطاس سے مراد روح القدس نہیں ہے بلکہ انسان مراد ہے ورنہ حضرت مسیح کے بعد چوبیس (۲۴) آدمی اپنے اپنے زمانہ میں اس پیشینگوئی کے بعد نبوت کے مدعی نہ بنتے جن میں سے ایک مدعی ''مونٹانس'' بھی تھا جیسا ''تاریخ کلیسا'' مطبوعہ ۵۶ء میں مذکور ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ظہور احمدی سے پہلے ہی یہ ثابت ہو چکا تھا کہ'' آنے والا انسان ہو گا، فرشتہ نہیں۔'' اور جب آپ کا ظہور ہو گیا تو ساری پیشینگوئی واقع ہو گئی۔ کیونکہ آپ صادق القول، حاکم الاسلام، ناہی عن المنکر، آمر بالمعروف، دائم الاسلام اور قائل بالوحی تھے اور اس وقوع کی تصدیق یوں بھی ہے کہ انجیل برنباس میں صاف لکھا ہے کہ احمد آئے گا۔'' کتاب الاعمال'' میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول منقول ہوا ہے کہ'' خدا تعالیٰ میرے جیسا تمہارے بھائیوں سے ایک نبی مبعوث کرے گا اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالے گا۔''
(انتخاب) یوحنا 'ب' میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے سوال ہوا کہ وہ نبی تم ہو؟ کہا نہیں۔
''تفسیر کشاف'' میں لکھا ہے کہ حواریوں نے پوچھا کہ آپ کی امت کے بعد کوئی اور بھی امت ہے تو آپ نے فرمایا''ہاں'' امت احمد ابھی باقی ہے اور وہ صلحاء پاکدامن ہوں گے۔

عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا مثیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا تھا مگر یہ غلط ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضور ﷺ نے پہلے شرائع کو منسوخ

کیا تھا جہاد کا حکم دیا تھا، والدین سے پیدا ہوئے تھے، نہ کہ مسیح علیہ السلام۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے بنی مصر سے نکل کر شہر یثرب (جو اس وقت ایک کاہن کے نام پر موجود تھا) کو ہجرت کی تھی آپ ﷺ نے بھی مدینہ منورہ کو اپنا دار ہجرت بنایا اور آپ ﷺ بنی اسماعیل سے پیدا ہوئے کیونکہ **من اخوانکم** کا لفظ موجود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسحاق سے پیدا ہوئے تھے، اس لئے مثیل موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ ہیں عیسیٰ علیہ السلام نہیں۔

دسواں مغالطہ

مجمع البحار میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول مذکور ہے کہ **قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانبی بعدہ** اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد نبوت جاری ہے۔

جواب یہ ہے کہ اگر یہ قول صحیح ہے تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں کیونکہ آپ نے **بعدہ** سے یہ مراد لیا ہے کہ یوں نہ کہو کہ حضور کے بعد کوئی نبی زندہ نہیں ہے۔ اور یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوگا۔ کیونکہ ''کنز العمال'' میں خود عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت منقول ہے کہ **لم یبق من النبوۃ بعدہ شیء الا المبشرات**. حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی نہیں ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جریان نبوت کے قائل نہ تھیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے صرف نزول مسیح بجسم عنصری کو پیش نظر رکھ کر کہا ہے اور بس۔

گیارہواں مغالطہ

حضرت مغیرہ جریان نبوت کے قائل تھے کیونکہ ان کے پاس کسی نے کہا کہ **خاتم الانبیاء لانبی بعدہ** تو آپ نے فرمایا کہ جب تم نے خاتم الانبیاء کہا ہے بس یہی

کافی ہے اور **لانبی بعدہ** کہنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پھر حضرت مغیرہ نے فرمایا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسم عنصری اترنے والے ہیں تو پھر یہ فقرہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی نبی آپ کے بعد ظاہر ہونے والا نہیں ہے۔ (تفسیر درمنثور) بہرحال ہمیں **لا نبی بعدہ** کا معنی سوچ لینا چاہئے تا کہ آئندہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے' کیونکہ اس میں **بعدہ** خبر کے مقام پر آیا ہے اور خبر افعال عامہ یا افعال خاصہ سے محذوف ہے۔ اس لئے **پہلا معنی** یہ ہے کہ **لا نبی مبعوث بعدہ** حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ مرقات حاشیہ مشکوٰۃ میں یہی معنی لیا گیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ **لا نبی خارج بعدہ** حضور کے بعد کسی نبی کا ظہور نہیں ہوگا۔ حضرت مغیرہ نے یوں سمجھ کر اسے غلط قرار دیا ہے۔

تیسرا معنی ہے کہ **لانبی حی بعدہ** حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی زندہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی سمجھ کر اس حدیث سے انکار کیا ہے کیونکہ حیاتِ مسیح علیہ السلام کی روایت خود ان سے مروی ہے۔

چوتھا معنی یہ ہے کہ **لا نبی یکون بعدہ** حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں ہوگا۔ یہ مرزا صاحب کا مذہب تھا، جو بعد میں تبدیل ہو گیا تھا۔

یہاں قابل تعجب یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ مسلمان حضور علیہ السلام پر جریان نبوت کو ختم کر دیتے ہیں اور مرزائی مسیح قادیانی کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتے۔ اب مغالطوں کا جواب حضور کے بعد اسی طرح ہے جیسا کہ مرزا صاحب کے بعد ہو سکتا ہے۔ زیادہ کرید کی ضرورت نہیں ہے۔

بارہواں مغالطہ

لوعاش ابراھیم لکان نبیا اگر حضرت ابراہیم بن محمد علیہ السلام زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔ اور یوں بھی آیا ہے کہ **لو کان ابراھیم حیا لکان نبیا**، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بعد نبوت کا امکان تھا۔

جواب یہ ہے کہ مدارج النبوۃ میں صاف لکھا ہے کہ یہ حدیث امام نووی کے نزدیک موضوع ہے تو پھر اس سے استدلال کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ یا عباس رضی اللہ عنہ نے بطور مبالغہ کہہ دیا ہوگا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں فرمایا تھا۔ موضوعات کبیر ص ۶۸ میں "ملا علی قاری" کہتے ہیں کہ **لو صار عمر نبیا لکان من اتباعه** اور اسی طرح **لوعاش ابراھیم لکان نبیا** کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ بالفرض اگر کوئی نبی ہو بھی جائے تو اسے شریعت محمدیہ کے ماتحت رہنا پڑے گا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ **لو کان موسیٰ حیاً لما وسعه الا اتباعی** اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میرے ہی تابع ہوتے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کی بعثت بھی بند ہو چکی ہے۔ اس واسطے کوئی نبوت ظہور میں نہ آئی اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی زندگی آپ کے بعد ناممکن تھی اسی طرح خاتم النبیین نے تمام دوسری فرضی نبوتوں کو بھی ممنوع قرار دیا اور نزول مسیح میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ آپ بھی حضور کی امت ہوں گے اور اسی شریعت کے تابعدار ہوں گے اور اپنی شریعت پر حکم نہ کریں گے کیونکہ ان کی نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شروع نہیں ہوئی بلکہ پہلے شروع ہوئی اور ختم بھی ہو چکی تھی۔

تیرہواں مغالطہ

"**لا نبی بعدی**" کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد مستقل کوئی نبی نہ ہوگا۔ جیسا کہ **ما انذر اباؤھم** سے مراد قبلیہ متصل ہے۔ پس جس طرح آپ کے پہلے چھ صدی کے اوپر نبی آئے ہیں اسی طرح آپ سے چھ صدی کے بعد نبی کا آنا ممکن ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ پھر تو مثیل مسیح کو چھٹی صدی میں پیدا ہونا چاہئے تھا یہ چودہویں میں کیوں پیدا ہوا؟ خوب تک بندی جوڑی ہے کیا مرزا محمود طبابت سے پیٹ پالتے ہیں؟ مرزا صاحب کا باپ تو طبابت پیشہ تھا تو پھر یہ کیوں طبیب نہ ہوئے؟ ایسے قیاسات صرف وہم کے درجہ پر ہیں ان کو حجت شرعیہ قرار نہیں دیا سکتا۔

چودہواں مغالطہ

اس زمانہ کا مجدد کون ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ہیں جنہوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور حدیث **لا مھدی الا عیسیٰ** سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب عیسیٰ بھی ہیں اور عیسیٰ کی نبوت تسلیم شدہ ہے اس لئے اجرائے نبوت ثابت ہوا۔

جواب یہ ہے کہ اس زمانہ کا مجدد مرزا صاحب کو کون تسلیم کرتا ہے؟ ہر ایک فرقہ اپنے لئے الگ مجدد تجویز کرنے کا حق دار ہے۔ حضرات بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کو تسلیم کرتے تھے، دیوبندی مولوی رحمت اللہ صاحب کو، اہلحدیث سید اسماعیل شہید کو اور ہمارے نزدیک مجدد کی شخصیت ممنوع ہے۔ حج الکرامہ میں لکھا ہے کہ ہر ایک جماعت علمائے اسلام مجدد وقت کہلاتی ہے جو احیائے سنت کا کام کرتے رہتے ہیں **ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا** میں بیشک یہ تو مذکور ہے کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے جو احیائے اسلام کرتا ہے مگر صدی کا سر معلوم نہیں کہ ہجری ہے یا عیسوی یا کوئی اور؟ کیونکہ سنہ ہجری حضرت عمر کے زمانہ میں تجویز ہوا

تھا۔اور سنہ عیسوی کا رواج اس وقت مسلمانوں میں نہ تھا۔اگر رواج تھا تو سنہ بعثت یا سنہ فیل کا رواج تھا۔اس کے بعد پھر یہ معلوم نہیں کہ سر سے کیا مراد ہے' ابتدائے صدی یا اختتام صدی کسی کے متعلق کوئی دلیل نہیں ملتی اور صرف زبانی کہہ دینا کافی نہیں ہے اس کے علاوہ **من یجدد** میں **من** لفظ عام ہے اس میں شخصیت نہیں ہے اس لئے ایک جماعت بھی مجدد ہو سکتی ہے اور ایک یا ایک سے زیادہ بھی۔اس سے مرزا صاحب جب شخصی طور پر مجدد نہیں بن سکتے تو پھر دوسرے دعاوی کیسے صحیح ہوں گے،ورنہ ایسے دعاوی کے حقدار تمام مجددین ہوں گے تخصیص مرزا کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

پندرہواں مغالطہ

"**مسجدی اخر المساجد**" میں حضور نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کہا ہے حالانکہ مسجد نبوی کے علاوہ بیشمار مسجدیں موجود ہیں۔اسی طرح" **اخر الانبیاء** " کے بعد کئی ایک نبی ہو سکتے ہیں اور **اخر** کا لفظ انقطاع نبوت کی دلیل نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ **اخر المساجد** سے مراد **اخر المساجد النبویۃ** ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضور کی مسجد نبویہ اپنی نوعیت میں آخری مسجد ہے جیسا کہ مسجدی کا لفظ بتا رہا ہے کہ آپ کی مسجد نبوی مراد ہے اور ترغیب وترہیب میں" **اخر المساجد النبویۃ**" کی تصریح بھی موجود ہے۔اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب حضور ﷺ کی مسجد کے بعد مسجد نبوی کوئی نہیں اس لئے کوئی نبی بھی آپ کے بعد نہیں ہوگا،ورنہ اس کی مسجد بھی مسجد نبوی کہلائے گی اس لئے یہ حدیث انقطاع نبوت کی زبردست دلیل ہے۔

سولہواں مغالطہ

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾

میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر رسول خدا اور خاتم النبیین یعنی روحانی باپ ہیں۔ اور نبوت کے سلسلہ میں جس قدر انبیاء آنے والے ہیں وہ تمام آپ کے روحانی بیٹے ہیں اور آپ کی تابعداری میں انبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔ ورنہ جو نبی آپ کے تابعداری کے خلاف مدعی نبوت ہو وہ چونکہ آپ کا روحانی بیٹا نہیں اس لئے نبی کہلانے کا مجاز نہیں ہے اور یہ نبوت جزوی نبوت ہوگی جو نبوت ثانیہ کی ۱/۴۶ جزو تسلیم کی گئی ہے۔ جس کی ابتداء رؤیائے صالحہ سے ہوتی ہے اور یہی وہ نعمت ہے کہ جس کا سوال ہمیں ﴿ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** ﴾ میں تعلیم کیا گیا ہے۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ خیال درست ہو تو مرزا صاحب کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ یہ ضروری تھا کہ اول التابعین (تابعداری میں پہلے) حضرت صدیق اکبر نبی ہونے کا دعویٰ کرتے۔ اس موقع پر **لکن** صرف اس قدر استدراکیہ نہیں ہے کہ جس سے پچھلے مفہوم کے خلاف بیان کیا جاتا ہے، ورنہ یہ مفہوم نکلتا ہے کہ **ولکن ابا احدی من نسائکم** حالانکہ یہ بھی غلط ہے اس لئے اسکو **لکن** انتقالیہ کہا جائے گا جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ پہلے مضمون کے علاوہ ایک مضمون جدید شروع ہونا بتایا جاتا ہے۔

سترہواں مغالطہ

جب یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے تو **لا نبی بعدی** کیسے ثابت رہے گا کیونکہ آپ کے بعد نبی تو آ گیا اور نبوت بھی جاری رہی' کیونکہ حضرت مسیح کی نبوت بھی ان کے پاس ہی رہے گی۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ **لا نبی بعدی** کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد بعثت انبیاء کا سلسلہ بند ہے' نہ یہ کہ اگر انبیاء سابقین میں سے بھی کوئی آپ کے بعد ظاہر ہو تو وہ بھی

نہ آئے گا۔ حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت بعثت میں مقدم ہے، اب تک ان کے زندہ رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر سے نبی ہو کر آئیں گے۔

اٹھارہواں مغالطہ

خاتم انگوٹھی کو کہتے ہیں یا **خاتم** سردار کے معنی میں آتا ہے یا **خاتم** بمعنی کامل ہے اور کبھی تعریفی موقع پر آخر کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، جیسا کہ متنبّی کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے۔ مگر کسی طرح بھی لفظ خاتم سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ کے آنے سے نبوت بند ہو گئی ہے۔ کیا ایک نعمت کے بند ہونے سے حضور کی عظمت ظاہر ہو گی یا زیادہ ہونے سے آپ کی فوقیت دوسرے انبیاء پر ثابت ہو گی۔ اس لئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ نبوت جاری ہے جیسا کہ پہلے بھی جاری تھی۔ لیکن کوئی نبوت آپ کی منظوری اور آپ کی تصدیقی مہر کے سوا جاری نہ ہو گی اس لئے جو نبی آپ کے ماتحت نہ ہو گا وہی کافر، بے ایمان، مفتری، کاذب اور دجال ہو گا اور جس پر آپ کی تصدیقی مہر ہو گی وہ نبی تابعدار خادم شریعت ہو گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہے کہ **لو کان موسیٰ حیا لما وسعه الا اتباعی** اور مسیح کے متعلق بھی نبی کا لفظ آیا ہے، جس سے مراد امتی نبی ہے، ورنہ اسرائیلی نبی نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس تمام تقریر کی بنیاد اس پر ہے کہ آیت **وخاتم النّبیین** میں لفظ "**خاتم**" بمعنے آخر نہیں ہے اور آخر ہے تو بطریق مبالغہ ہے ورنہ اس کا معنی جاعل النّبیین اور سید النّبیین ہو گا۔ لیکن لغت میں **خاتم القوم اخرھم** آیا ہے اور حدیث شریف میں **خواتیم سورۃ البقرہ** سے حقیقی طور پر آخری آیات مراد ہیں اور اس آیت کے نزول سے پہلے جس قدر یہود و نصاریٰ کی تحریرات ملتی ہیں ان میں بھی "آخر الانبیاء" کا ہی انتظار کیا گیا ہے اور بعد میں بھی جس قدر اسلامی تصریحات ملتی ہیں ان میں بھی آپ کو **آخر**

النبیین ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے سیاق وسباق دونوں کی بنیاد پر "خاتم النبیین" کا معنی آخری نبی ہی ہوگا۔ نبی ساز یا تصدیق کنندہ نہ ہوگا' کیونکہ اس معنی کی تصدیق نہ لغت میں ہے اور نہ کوئی تصریح قدیم یا جدید اس کی تائید کرتی ہے۔ پس ہم حضور کو نبی کامل، سید المرسلین، افضل الانبیاء اور مصدق الانبیاء مانتے ہیں تو اس لفظ کے ماتحت نہیں مانتے بلکہ ایسے مضامین کیلئے دوسرے موقع پر ہزاروں تصریحات موجود ہیں' جن سے ہمارا مطلب پورا ہو جاتا ہے اور چونکہ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** وارد ہے اور نزول مسیح کا مسئلہ عقائد اسلامیہ میں داخل ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کے آنے سے نبوت کا بند ہو جانا یہ معنی نہیں رکھتا کہ اب دنیا میں کوئی شخص بھی احکام شرعیہ پر عمل درآمد کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ بلکہ یہ معنی ہے کہ آپ کی شریعت چونکہ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ اس لئے نبی جدید بھیج کر اس کو ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں رہی' گویا آپ کا وجود آسمان نبوت پر عین سمت الراس پر قائم ہونے والا سورج تھا اور باقی انبیاء کا وجود طلوع آفتاب یا نصف النہار کے کسی درجہ پر تھا۔ اس لئے تکمیل نبوت کی وجہ سے اور عدم احتیاج نبوت جدیدہ کی وجہ سے آپ پر نبوت ختم ہوئی ہے جو ایک اعلیٰ درجہ کا امتیازی مرتبہ ہے اور نہ اس طریق پر بند ہوئی ہے کہ ابھی نبوت تکمیل کو نہیں پہنچی تھی اور آپ سنگ راہ واقع ہو گئے ہیں۔ بہر حال ایسے ناپاک خیال حضور ﷺ کے متعلق گستاخی کا موجب ہیں۔

انیسواں مغالطہ

﴿**وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی**﴾ کے بعد ایک قرأت میں **ولا محدّث** بھی وارد ہوا ہے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ **ستکون فی امتی محدثون ای متکلمون**۔ پس آیت اور حدیث کے ملانے سے معلوم ہوا کہ

رسالت یا نبوت کا سلسلہ امت محمدیہ میں جاری رہے گا۔

جواب یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہوا اور پانی کے متعلق بھی **ارسلنا** کا لفظ واقع ہے اس لئے صرف **ارسلنا** کے لفظ سے نبوت کا ثبوت نہیں ہے اور اس آیت میں بھی انبیاء سابقین کی نبوت کا ثبوت **ارسلنا** سے نہیں ہے، بلکہ اس مطلب کیلئے دوسرے دلائل ہیں جو اپنی جگہ پر مذکور ہیں اور حدیث صحیح یوں ہے کہ **لو کان فی امتی احد لکان عمر۔**

بیسواں مغالطہ

یا عم انت خاتم المهاجرین کما انی خاتم النبیین اس حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو "**خاتم المهاجرین**" فرمایا ہے حالانکہ آپ کے بعد بھی ہجرت کا مسئلہ جاری ہے اور تشبیہ دینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد بھی اسی طرح سلسلہ نبوت جاری رہے گا۔

جواب یہ ہے کہ اس مقام پر ہجرت مکہ مراد ہے مطلق ہجرت مراد نہیں ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ تک اس ہجرت کا اعتبار رہا جس کی وجہ سے صحابہ مہاجرین کہلائے، ورنہ بعد میں ہجرت کرنے والوں کو مہاجرین صحابہ کا لقب نہیں دیا گیا۔ اس لئے یہ روایت انقطاع نبوت کی دلیل بن گئی۔ کیونکہ اب یہ معنی ہوئے کہ اے چچا تم **خاتم المهاجرین** ہو تمہارے بعد جو بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آئے گا اس کو مہاجر کا لقب نہیں ملے گا' جس طرح کہ میں خاتم الانبیاء ہوں، میرے بعد بھی جو شخص مدعی نبوت ہوگا (خواہ کسی طرح کا ہو) وہ بھی تسلیم نہیں کیا جائے گا' بلکہ مفتری، کذاب اور ملعون ہوگا۔

اکیسواں مغالطہ

فیکم النبوة والمملکة حضور ﷺ نے حضرت عباس سے فرمایا تھا کہ

تمہارے خاندان میں سلطنت اور نبوت رہے گی' جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بنی عباس میں نبوت بھی جاری رہی ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی معتبر روایت سے اس کو تسلیم نہیں کیا گیا، اس لئے آیت قرآنیہ کے مقابلہ میں اس کو تسلیم کرنا یا اس کو آیت کی مخصص سمجھنا بیوقوفی ہوگی۔ علاوہ اسکے اگر اس حدیث کو واقعات کی رو سے دیکھا جائے **توفیکم النبوۃ** کا ظہور کسی خلیفہ وقت بنی العباس کے عہد میں نہیں ہوا۔ اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ورنہ کیا مجال تھی کہ اس پیشینگوئی کا ظہور نہ ہوتا۔

بائیسواں مغالطہ

ابوبکر خیر الناس الاان یکون نبی حضور نے فرمایا ہے کہ صدیق اکبر بنی نوع انسان سے افضل ہیں مگر یہ کہ کوئی نبی ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد نبوت جاری ہے ورنہ مضارع (**یکون**) وارد نہ ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ **الا ان یکون نبی مرادا بالناس** اگر 'ناس' کے لفظ سے انبیاء مراد ہوں تو پھر آپ کو خیر الناس کا لقب نہیں ملے گا۔ اس کی تائید واقعات کے علاوہ تمام وہ روایات بھی کرتی ہیں جو فضیلت صدیق رضی اللہ عنہ میں مروی ہیں۔ اس لئے اس سے یہ مراد لینا کہ ایک نبی ہوگا، کلام کو بے ربط کرتا ہے اور استدلال جریان نبوت کی تکذیب کرتا ہے۔

تیئیسواں مغالطہ

"**انا مقفی**" حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنا نام مقفی بتایا ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء آپ کے بعد آئیں گے وہ حضور کے مقفی ہوں

گے اور پیرو کہلائیں گے اور حضور ان کے مطاع اور مقفٰی ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا سلسلہ جس طرح پہلے جاری تھا اسی طرح اب بھی جاری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مقفّی اسم مفعول ہے جو بہ شہادت آیت ﴿ **وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ** ﴾ ماضی کی تحویل میں آکر **الذی قفی به** کے معنی دیتا ہے' کہ آپ سب کے آخر لائے گئے ہیں۔ ورنہ مستقبل کے معنی میں اگر اس کی تحویل کیا جائے تو یوں ہوگا کہ "**الذی سوف یقفی به**" وہ نبی کہ جس کو بعد میں بھیجا جائے گا اور یہ معنی غلط ہے' کیونکہ آپ نبی ہو کر مبعوث ہو چکے تھے۔ اور اگر یہ تحویل کی جائے کہ "**الذی یقفی بالغیر بعده**" کسی غیر کو آپ کے تابعدار بنا کر بھیجا جائے گا تو مستدل کا مطلب تو پورا ہو جائے گا لیکن مقفّی کا لفظ ایسی تحویل وتبدیل کو برداشت نہیں کرتا۔ اس لئے یہ استدلال بالکل عربی زبان سے ناآشنائی کی وجہ سے غلط ہے۔

چوبیسواں مغالطہ

"**خاتَم**" بمعنی مہر اور "**خاتِم**" بمعنی مہر اور ختم کرنے والا۔ جار اللہ زمخشری، ابو حیان اور ابو عبیدہ یہ تینوں **خاتَم** کو آخری قرار دیتے ہیں۔ مگر چونکہ اس پر کوئی عربی محاورہ پیش نہیں کرتے اس لئے معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق یہ معنی کئے ہیں' جیسا کہ کوئی عیسائی **الکلمة** کا معنی حضرت مسیح کرے، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعی لغت میں بھی "**کلمة**" کا یہی معنی ہے۔ البتہ مفردات راغب میں یوں مذکور ہے کہ "**انه ختم النبوة ای تمها و کملها**" جس کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ہوتی ہے کہ حسنین کو ابو عبدالرحمٰن اسلمی **خاتِم النبیین** پڑھا رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا تھا کہ ان کو **خاتَم النبیین** پڑھاؤ۔ اب معلوم ہو گیا کہ تکمیل نبوت یہاں مراد ہے، انقطاع نبوت یہاں

مراد نہیں ہے۔ کیونکہ حسب ذیل تصریحات اجرائے نبوت کی تائید کرتی ہیں۔

ا......انه صار كالخاتم الذى يتزينون به ويختمون به (فتح البیان، جلد سابع، ص/۲۸۲)

۲......انه به ختموا فهو كالطابع لهم (بحر محیط)

۳......ختم به النبيون فلا يوجد نبى يامره الله بالتشريع (شاہ ولی اللہ)

۴......قالت عائشه رضی اللہ عنہا خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبى بعده وهذا لا ينافيه لانه اراد لا نبى ينسخ شرعه (مجمع البحار)

۵......لا امكان للبخل فى المبدأ الفياض (مرزا جان جاناں)

۶......حصول كمالات النبوة لا ينافى ختم الرسالة (مجدد الالف الثانی)

۷......مطلق النبوة لم ترتفع (الیواقیت والجواہر)

۸......انما نقطت نبوة ناسخة بعده لا ماهى تابعة له (فتوحات مکیۃ)

۹......لو عاش ابراهيم لكان نبيا وكذا لو صار عمر نبيا لكان من اتباعه لا يخالف قوله خاتم النبيين كقوله لو كان موسىٰ حيا لما وسعه الا اتباعى كعيسىٰ وخضر والياس علیہ السلام (ملا علی القاری)

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف کے تمام معانی جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف نہ ہوں قابل تسلیم ہیں۔ اس لئے خاتم کا معنی اگر 'تکمیل نبوت' یا 'زینت نبوت' بھی کئے ہیں تو ہم ماننے کو تیار ہیں مگر ساتھ ہی ہم آخر الانبیاء بھی تسلیم کرتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ خاتم سے ''آخر الانبیاء'' مراد نہ لیں کیونکہ لانبی بعدی میں اس کی تشریح موجود ہے۔ غیر مسلم کی تصریحات آپا کو آخر الانبیاء تسلیم کرتی ہیں اور آج تک اجماع امت میں یہی چلا آرہا ہے کہ جس نے آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اس کا خاتمہ کیا گیا۔ اس واسطے جو شہادتیں اوپر لکھی گئی ہیں ان کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ حضور علیہ السلام کے بعد

کوئی اور بھی نبی آ سکتا ہے۔ کیونکہ

۱......**انما الاعمال بخواتیمھا، اعطیت خواتیم البقرۃ** میں "**خاتم**" کو خود حضور علیہ السلام نے آخر کے معنی میں لیا ہے۔ ﴿**رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهٗ مِسْکٌ**﴾ وغیرہ میں متعدد جگہ قرآن شریف میں خدا نے اس کو 'بندش' یا 'انقطاع' کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ اس لئے زمخشری وغیرہ نے یہی معنی لیا ہے۔ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے اپنے اعتقاد سے یہ معنی گھڑ لئے ہیں۔

۲......"مفردات الراغب" نے اگر تکمیل نبوت کا معنی کیا ہے تو اس کو 'خاتم' بمعنی 'آخر' سے بھی انکار نہیں ہے۔

۳......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسنین کو اگر خاتم تلقین کیا ہے تو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ حضور کو آخر الانبیاء نہیں مانتے تھے کیونکہ "**خاتم الشیء اخرہ**" ایک عام محاورہ ہے۔

۴......فتح البیان، بحر محیط اور شاہ ولی اللہ نے اگرچہ مہر کا معنی کیا ہے مگر پھر بھی اس سے تکمیل کے رنگ میں آخری نبوت ہی مراد لی ہے۔

۵......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے "**لانبی بعدی**" سے "**لا نبی خارج**" سمجھا تھا اس لئے اس قول سے منع کرتی تھیں، ورنہ اگر **لانبی مبعوث بعدی** سمجھتیں تو کبھی انکار نہ کرتیں۔ انکار کی وجہ بھی نزول مسیح کا قول تھا۔

۶......علامہ شعرانی، ابن عربی، مرزا جان جاناں، حضرت مجدد اور ملا علی قاری یہ تمام حضرات انقطاع نبوت کے قائل تھے اور اجراء کمال نبوت سے مراد ان حضرات کی صرف فیوض محمدی ہے ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ نبوت بھی جاری ہے۔ لیکن ان کا یہ قول البتہ مشتبہ ہے کہ اگر کوئی نبی ہوگا تو حضرت مسیح کی طرح تابع شریعت نبوی ہوگا اور مخالف یا ناسخ شرع محمدی نہ

ہوگا۔ اس قول سے مرزا صاحب نے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا ہے کہ میں بھی تابع نبی ہوں۔ مخالف نبی نہیں ہوں' تا کہ شریعت کو منسوخ کروں۔ لیکن مرزا صاحب پھر بھی حق بجانب نہیں ہے کیونکہ اسلام میں تابع نبی ایک نمونہ نزول مسیح تسلیم کیا گیا ہے جو مرزا صاحب کی تابعداری کے بالکل خلاف ہے۔ اگر ان بزرگوں کو یہ معلوم ہوجاتا کہ تابعداری کا ایک یہ معنی بھی ہے کہ ظلی طور پر اور تناسخ کے طریق سے خود حضور انور ﷺ کو دوسری دفعہ پیدا کیا جا سکتا ہے تو وہ کبھی اپنے بیان کو مشتبہ نہ چھوڑتے۔

پچیسواں مغالطہ

"**لانبی بعدی**" میں ایسی ہی نفی ہے کہ جیسی **لاصلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد. اذا ھلک کسری فلا کسری بعدہ وانھا ھلک قیصر بعدہ** پس جس طرح مسجد کے ہمسایہ کی نماز دوسری مسجد میں جائز ہے، اگرچہ خالی نقص سے نہیں اور کسریٰ وقیصر کی سلطنت بعد میں بھی قائم رہی اگرچہ کمزور حالت میں تھی اسی طرح نبوت بھی آپ کے بعد باقی رہ سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر انقطاع نبوت کے بیرونی دلائل نہ ہوتے کہ جن کو یہود و نصاریٰ نے بھی تسلیم کیا ہے تو یہ حدیث قابل تاویل تھی مگر اب اگر تاویل کر کے اجرائے نبوت کا قول کیا جائے تو سب سے پہلے فیصلہ جات اسلامیہ کے رو سے ملحد یا مرتد اور زندیق اور تابع بن کر واجب القتل بننا پڑتا ہے اور انسان کو کچھ شرم بھی تو چاہیے' آخر اجماع امت بھی تو کوئی چیز ہے۔ تمام اہل اسلام کے مقابلہ میں صرف اپنی رائے کو صحیح ماننا کتنا بڑا ظلم ہے "صلوۃ الجار" میں کوئی تصریح موجود نہیں ہے۔ کہ انسان اپنے گھر نماز نہیں پڑھ سکتا' بلکہ نوافل کا گھر پڑھنا ہی بہتر ہے۔ اس لئے اس جگہ صلوۃ سے مراد فرائض ہیں۔ کیونکہ مسجد

میں جماعت ہوتی ہے گھر میں پڑھے گا تو اس کو ثواب جماعت نہیں ملے گا۔ اور یہ کہنا غلط ہے کہ قیصر و کسریٰ حضور ﷺ کے بعد بھی رہے، کیونکہ فارس کی سلطنت کسریٰ کے مرنے سے برباد ہو گئی تھی اور قیصر روم ملک شام سے نکل کر روم کے کسی گاؤں میں مسلمانوں سے پناہ گزین ہو گیا تھا اور عرب سے اس کی سلطنت بھی نیست و نابود ہو گئی تھی۔ **ھکذا فسرہ النووی** رحمۃ اللہ علیہ

چھبیسواں مغالطہ

تفسیر درمنثور میں ﴿ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ﴾ کی تشریح میں **فی العدد** لکھا ہے کہ زمینیں بھی سات ہیں۔ بقول ابن عباس ان میں بھی انبیاء کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک موجود ہے۔ پس خاتم النبیین سے اگر یہ مراد ہو کہ آپ کے سوا آپ کے زمانہ میں یا بعد کوئی نبی نہیں ہے تو یہ سلسلہ انبیاء باطل ہو جائے گا، اس لئے اجرائے نبوت صحیح ہوا۔

جواب یہ ہے کہ ہماری زمین کا تعلق دوسری زمینوں سے نہیں ہے اس لئے ہر ایک زمین کے احکام مختلف ہو سکتے ہیں اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ بعض کے نزدیک اسرائیلیات میں شمار ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں یوں وارد ہوا ہے کہ **فیھا محمد کمحمدکم** جس کا مطلب یہ ہے کہ سات زمینوں میں بھی محمد ﷺ ہیں اور وہ بھی اپنی زمین میں خاتم النبیین ہیں۔ تو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ خاتم النبیین مجموعی طور پر سات ہیں اور اس امر میں سب شریک ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اس میں کوئی ہرج نہیں۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دوسرے خاتم النبیین کے بعد یہ سلسلہ نبوت جاری ہے تو ہماری زمین میں بھی شبہ کی گنجائش ہوگی، لیکن حسب تحقیق مفسرین یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ دوسرے خاتم النبیین بھی یا تو حضور ﷺ سے پہلے ہو گزرے ہیں اور یا اگر ہم

عصر تھے تو آپ کے تابع ہو کر رہے تھے۔ مگر حضور ﷺ کی وفات کے بعد ان کا وجود نہیں ملتا کیونکہ آپ کی نبوت حسب تحقیق اہل اسلام جن وانس اور **کافۃ الناس** کے لئے تھی' کہ جس میں تمام **سبع ارضین** کے باشندے بھی شامل ہے اس لئے حضور ﷺ آخری نبی ٹھہرے، تو تمام زمینوں میں بھی بعثت انبیاء بند کر دی گئی ہے۔

ستائیسواں مغالطہ

خاتم النّبیین کے بعد ''**کلھم**'' کا لفظ نہیں ہے اس لئے یہاں **بعض الانبیاء** مراد ہیں۔

جواب '**لا نبی بعدی**' نے '**کلھم**' کا مفہوم ادا کر دیا ہے کیونکہ نبی سے بڑھ کر وحی کا مفسر نہیں ہو سکتا۔

۱۰......تصریحات ختم نبوت فی الحدیث

حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے میں امت کا اتفاق ہے۔ جس کی تصدیق نزول آیت ''**وخاتم النّبیین**'' سے پہلے اور پیچھے ہر طرح پایۂ یقین تک پہنچ چکی ہے مگر تاہم رفع شکوک کیلئے لکھا جاتا ہے کہ

اول: یہ کہ مغالطہ ۹،۸ میں یہود و نصاریٰ کی تصریحات موجود ہیں کہ جن میں حضور ﷺ کو صاف لفظوں میں **اخر الانبیاء** کے عنوان سے آخری نبی یقین کیا گیا تھا اور کسی قسم کی تاویل وہاں نہیں کی گئی تھی۔

دوم: یہ کہ جس قدر مغالطات کے جواب لکھے گئے ہیں' ان میں بھی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور ہی آخری نبی ہیں اور آپ ہی کو خاتم النّبیین قرار دیا گیا ہے۔

سوم: یہ کہ جو کچھ اسلامی فیصلہ جات لکھے گئے' وہ بھی اسی بنیاد پر ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا ہے' جو مدعی نبوت ظاہر ہوئے تھے خواہ کسی رنگ میں تھے' ان کو واجب القتل سمجھا گیا۔

چہارم: ذیل کی تصریحات نبویہ جو خود حضور ﷺ نے فرمائی ہیں وہ بھی ثابت کرتی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خاتم النبیین کا وہی معنی صحیح ہے جو اہل اسلام نے سمجھا ہے، نہ وہ معنی جو مرزائیوں نے گھڑ لیا ہے۔

مسلم وبخاری: **حدیث اللبنة : فكنت انا سددت موضع اللبنة** میں ہی آخری اینٹ قصر نبوت ہوں! کیا اب وہ ٹوٹ گئی تھی کہ مرزا صاحب نے وہ کمی پوری کی یا کہ مرزائی اینٹ اس سے بہتر تھی؟

مسلم وبخاری: **حدیث سیاسة الانبیاء: كلما هلك نبی خلفه نبی و انه لانبی بعدی** (ابو ہریرہ) بنی اسرائیل میں انبیاء حکمران رہے، جب ایک مرتا تو دوسرا پیدا ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس جگہ بندش الفاظ نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے خلفاء نبی قطعا نہیں ہو سکتے۔

ترمذی وابوداؤد: **خلافة النبوة ثلاثون عاما،** میرے بعد خلافت راشدہ تیس سال ہوگی پھر سلطنت میں تبدیلی ہو جائے گی اس میں حضور ﷺ نے نبوت کو جاری نہیں کیا (سفینہ)

نسائی وابوداؤد: **لیس یبقی من النبوة الا الرؤیا الصالحة،** اب صرف رؤیائے صالحہ ہی باقی ہیں، نبوت باقی نہیں رہی۔ (ابو ہریرہ)

کنز العمال: **انا مکتوب عند الله خاتم النبیین** میں خدا کے نزدیک آخری نبی لکھا جا چکا ہوں اور یہ فیصلہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے۔ (عرباض بن ساریہ)

مشکوٰۃ: **انا خاتم النبیین ولا فخر**، میں آخری نبی ہوں اور یہ واقعیت ہے کوئی فخریہ یا تعریفی لفظ نہیں ہے۔ (جابر)

(مرزائی خوب غور کریں کیونکہ وہ اسے تعریفی لفظ ہی سمجھتے ہیں)

درمنثور: **ومحمد نبی وھو خاتم النبیین**۔ مردہ سے سوال ہوتا ہے تو وہ اقرار کرتا ہے کہ حضور ہی میرے پاک نبی ہیں اور حضور ہی خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہیں۔ (تمیم الداری)

کنزالعمال: **حدیث نزول آدم فی الھند: قال جبریل اخر ولدک من الانبیاء** حضرت آدم ہندوستان میں اترے تو آپ کو وحشت ہوئی۔ پھر جبریل نے اذان کہی اور محمد رسول اللہ کہا حضرت آدم نے کہا کہ وہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہے۔ (ابوہریرہ)

نوٹ: لنکا میں قدم آدم کی زیارت گاہ مشہور مقام ہے جس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے۔

احمد: حدیث **التودیع لانبی بعدی اطیعوا ما دمت فیکم**۔ حضور نے دنیا سے دل برداشتہ ہو کر فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے جب تک میں تم میں موجود ہوں اطاعت کرو۔ (ابن عمر) اس حدیث سے بروز ثانی کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ وہ باطل ہے ورنہ ایسے موقع پر آپ ضرور امید دلاتے۔

حدیث الشفاعۃ: انت رسول اللہ وخاتم النبیین قیامت کے دن حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس سے ناامید ہو کر آپ کے پاس عرض کریں گے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ ہی ہماری سفارش کریں۔ (ابوہریرہ)

مشکوٰۃ: **حدیث قرب القیامۃ: انا والساعۃ کھاتین** حضور ﷺ نے دو انگلیاں اٹھا کر فرمایا کہ میں اور قیامت ان دونوں کی طرح مقدم و موخر ہیں۔ (انس) درمیان میں اگر کوئی نبی ہوتا تو حضور یوں کہنے کا حق نہیں رکھتے تھے۔

ترمذی:لو کان بعدی نبی لکانعمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔(عقبہ بن عامر) اس حدیث میں اگر مرزا صاحب اہل نبوت ہوتے تو ضرور ان کا نام ہوتا۔

حدیث انقطاع نبوت: ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی چونکہ بعثت انبیاء کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اس لئے میرے بعد نہ کسی قسم کا نبی آ سکتا ہے اور نہ کسی قسم کا رسول۔(انس بن مالک) لا نفی جنس نے بروز کو روک دیا ہے۔

ابن ماجہ: ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات نبوت چلی گئی اور رؤیائے صالحہ رہ گئیں۔(ام کرز)

ابن ماجہ:انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم۔ میں آخری نبی ہوں اس لئے تم آخری امت ہو۔(ابوامامہ)

ترمذی:حدیث استخلاف علی:لا یکون بعدی نبی۔ آپ کو حضور ﷺ نے ایک موقع پر اپنا خلیفہ بنایا تو آپ نے کہا کہ لوگ مجھے کیا کہیں گے؟(کہ میں جنگ میں شریک ہونے کے قابل نہیں رہا) تو حضور نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ منظور نہیں ہے کہ موسیٰ کے بعد ہارون کی جگہ ہو مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آنے کا۔(حضرت جابر)

مسلم:حدیث الدجاجلۃ: سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ثوبان) اس حدیث میں بندش الفاظ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت صحیح نہ تھی۔قال فی الفتح لیس المراد من ادعی النبوۃ مطلقا فانھم لا یحصون کثرۃ لکون غالبھم عن جنون او سوداء بل المراد بہ من لہ شوکۃ۔ مرزا صاحب بھی مراقی تھے۔

حدیث التفضیل: ختم بی النبیون مجھے فضیلتیں دی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ کہ

میرے آنے سے نبی ختم کیے گئے۔ (ابو ہریرہ) نبوت جاری رہے تو آپ کی فضیلت کیا رہی؟

بخاری: لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (ابو ہریرہ) اور مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی لفظ حضور ﷺ کی مرض موت میں مروی ہیں جس سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی محکم ہے۔

مسلم: انا اخر الانبیاء ومسجدی اخر المساجد (عبد اللہ بن ابراہیم) وعند النسائی خاتم الانبیاء وخاتم المساجد انا محمد واحمد والمقفی (ابو موسیٰ اشعری) قال النووی المقفی ھو العاقب (آخری نبی)

بخاری: انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی (جبیر بن مطعم)

منتخب کنز العمال وطبرانی: قال فی خطبۃ یوم حجۃ الوداع ایھا الناس انہ لا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم (ابوامامہ)

احمد: فی امتی کذابون دجالون سبعۃ وعشرون منھم اربع نسوۃ وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی (حذیفہ)

طحاوی: انہ کذاب من ثلثین کذابا یخرجون قبل الدجال لوگوں نے مسیلمہ کے متعلق گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی تیس کذاب میں سے ایک ہے۔ (ابوبکرہ)

بیہقی و دیلمی ابن کثیر: لا نبی بعدی ولا امۃ بعد امتی (ضحاک و ابن وائل) انی جعلتھم اخر الامم — (انس)

ابوحبان فی کتابہ: اول الانبیاء ادم واخرہ محمد — (ابوذر)

ابن کثیر و در منثور: کنت اول النبیین فی الخلق واخرھم فی البعث — (ابو ہریرہ)

کنت اول الناس فی الخلق واخرھم فی البعث — (قتادہ)

کنزالعمال: ذهبت النبوة لا نبوة بعدی الا المبشرات—(انس وحذیفہ)
طبرانی، درمنثور، ابن جریر، احمد: انه لانبی بعدی (علی ابن عباس، عمر، حبشی بن جنادہ، اسماء بنت عمیس، مالک بن حسن، عقیل بن ابی طالب، عبداللہ بن عمرو)
کنزالعمال: انا مقفی والحاشر والماحی والخاتم والعاقب (ابن عباس وابوموسیٰ وابوطفیل) انما بعثت فاتحا وخاتما (ابوقتادہ) انی خاتم الف نبی اذا کثر (جابرو ابوسعید)
الحاکم کنزالعمال: فیقول قوم نوح امتک اخر الامم (وھب بن منبہ، معاذ) نحن اخر الامم (ابن عباس) نحن الأخرون السابقون (ابوہریرہ) نحن اخیرها واخیرها (بھز بن حکیم)
المختصر للطحاوی: لا وحی الا القران (ابن عباس) اس لئے مرزا صاحب کی وحی باطل ٹھہری۔
کنز، طبرانی، فتح: یا عم انک خاتم المهاجرین فی الهجرة کما انا خاتم النبیین فی النبوة (ابن شہاب) قال انصب انت خاتم النبیین (عمر بن الخطاب، عائشہ، ابوہریرہ) یقول عیسٰی ابن مریم ان محمدا خاتم النبیین قد حضر الیوم فی المحشر (ام ہانی) یقولون فتح اللہ بک و ختم (سلمان رضی اللہ عنہ)
شرح الشفاء، مدارج النبوۃ: عرض علی النبی ﷺ حمار یسمی یزید بن شهاب فقال ان کثیرا من اولادی صاروا مراکب الا نبیاء فلم یبق منهم الا انا ومن الانبیاء الا انت فادخلنی فی مراکبک، قال فی غیاث اللغات وبحر الجواهران من الحمیر ما هو طویل الاذان، یعظمه النصاریٰ لانه کان من مراکب المسیح ابن مریم.

تسمیۃ نبینا خاتم الانبیاء لان الخاتم اخر القوم (کلیات ابی البقاء) خاتم النبیین ای اخرھم (لسان العرب) وھکذا فی القاموس وشرحہ تاج العروس وفی مفردات الراغب تمھا بمجیئہ۔

وفی ابن کثیر والبیضاوی عن ابن مسعود لکن نبینا ختم النبیین۔ وکذلک یدل علیہ قولہ تعالٰی ﴿اکملت لکم دینکم﴾ عند ابن کثیر ﴿انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا﴾ ﴿وما ارسلناک الا کافۃ للناس﴾ ﴿الارحمۃ للعلمین﴾ الذی ختم النبوۃ وطبع علیھا فلا تفتح لاحد بعدہ (ابن جریر) فمن رحمۃ اللّٰہ وتشریفہ لمحمد انہ ختم النبیین (ابن کثیر) ثم قال اذا کان لا نبی بعدہ فلا رسول بالطریق الاولی لان الرسول اخص من النبی (ابن کثیر) انہ خاتم الانبیاء والمرسلین (زرقانی شرح مواھب) معنی وقولہ اخر الانبیاء لاینبأ احد بعدہ وعیسیٰ ممن نبی قبلہ فلا اشکال (زمخشری) یلزم من کونہ خاتم النبیین خاتم المرسلین (سید محمد آلوسی فی روح المعانی) لانبوۃ بعدہ ای لا معہ (خازن) لاینبأ احد بعدہ (مدارک) وکذا صرح بہ الفخر الرازی فی تفسیرہ: ﴿لانذرکم بہ ومن بلغ﴾ لمن کان حیا فی زمنہ ومن یولد بعدہ (ابن کثیر) ھذا الدین کمال الی یوم القیٰمۃ کما قال تعالٰی ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ ﴿لانذرکم بہ ومن بلغ﴾ قال کعب من بلغہ القران فقد ابلغہ محمد (ابن کثیر) ﴿ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ﴾ ای الناس کلھم الی یوم القیمۃ فان اسلموا فقد اھتدوا۔

قال السیوطی فی الخصائص الکبری عن زیاد بن لبید کان علی بعض اطام المدینۃ اذ سمع یا اھل یثرب قد ذھبت نبوۃ بنی اسرائیل ھذا

نجم قد طلع بمولد احمد اخر الانبیاء مهاجرة الی یثرب وعن زید بن عمر وبن نفیل انی بلغت البلاد اطلب دین ابراهیم وکل من اساله من الیهود والنصاریٰ والمجوس یقول هذا الدین وراء ک وینعت النبی ویقول لم یبق نبی غیره. وعن عمر وبن حکم حدثنی بعض عمومتی ان ورقة کانت عنده یتوارثونها فی الجاهلیة. فلما قدم النبی ﷺ المدینة اتوه بها واذا فیها بسم اللّٰه وقوله الحق . وقول الظلمین فی تباب. هذا الذکر لامة تاتی اخر الزمان الخ. قال الشعبی فی مجلة ابراهیم علیہ السلام یاتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء. وعن محمد بن کعب القرظی اوحی اللّٰه الی یعقوب انی ابعث النبی الذی تبنی امته هیکل القدس وهو خاتم الانبیاء اسمه احمد. وعن کعب الاحبار قال دانیال البخت نصر فی تعبیر رؤیاه اما الحجر فدین اللّٰه یقذف به هذه الامة فی اخر الزمان لیظهر علیها.

قال ابونعیم فی دلائل النبوة قال موسیٰ انی اجد فی الالواح امة هم الاخرون رب اجعلهم امتیقال تلک امة محمدﷺ وعن کعب قال ان ابی کان من اعلم الناس بالتوراة لما حضر الموت قال انی حبست عنک ورقتین فیهما نبی یبعث قد اظل زمانه (الی اخر ما قال) ثم نظرت فیهما اذا فیهما محمد رسول اللّٰه خاتم النبیین لانبی بعده.

قال فی الکنز قال ابو بکر الصدیق عند وفات النبی فقد نا الوحی والکلام من عند اللّٰه وعن انس قال ابو بکر لعمر انطلق بنا نزورام ایمن کما کان یزورها النبی فاتیاها فوجداها تبکی وتقول ان خبرالسماء قدانقطع عنا . وفی شمائل الترمذی عن علی کان بین کتفی النبی خاتم النبوة وهو خاتم

النبیین وفی نهج البلاغة عن علی عند غسله بابی انت وامی لقد انقطع بموتک مالم ینقطع بموت غیرک من نبوة الانبیاء واخبار السماء.

قال الحافظ ابن قیم فی کتابه الفرقان لم یکن النبی محتاجا الی غیره فی النبوة لا الی نبی سابق ولا الی نبی لاحق. وعن الراغب الاصفهانی مثله فی مفرداته. وعن ابن حزم فی النحل والملل وجب الاقرار بان وجود النبوة بعد النبی ﷺ باطل لا یکون البتة.

۱۱......مرزا صاحب اوران کے اپنے ذاتی دعاوی

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب اپنی نبوت منوانے میں کامیاب نہیں ہو سکے بلکہ اسلامی تصریحات نے ان کو نہ صرف غلط قرار دیا ہے بلکہ ان پر دس فرد جرم بھی لگا دیے ہیں کہ جن کی وجہ سے آپ ہی خارج از اسلام بن گئے ہیں۔ اور کسی وجہ سے اہل اسلام سے موالات کرنے کے مجاز نہیں رہے۔ اب ذیل میں مرزائیوں کے وہ دعاوی بیان کیے جاتے ہیں کہ جن کے رو سے مرزا صاحب کو مہدی یا مسیح محمدی ثابت کیا جاتا ہے جو سرتا پا غلط ہیں۔

''پہلی دلیل''

معراج الدین احمدی نے ''سیرت المسیح'' میں لکھا ہے کہ قادیان اصل میں کدعہ کا بگڑا ہوا ہے اور اسی گاؤں میں ظہور مہدی ہونا قرار پایا ہے۔ اور مرزا صاحب اپنے ازالہ ص ۱۲۳/ پر لکھتے ہیں کہ ''شاہان دہلی کی طرف سے ہمارے مورث اعلیٰ کو (دریائے بیاس کے پاس ماجھ کے علاقہ میں) قضاء کا عہدہ ملا ہوا تھا کہ جس کی وجہ سے وہ قاضی ماجھی کہلاتے تھے اور گاؤں کا نام اصل میں تو اسلام پور تھا مگر لوگ قاضیاں ماجھی بھی کہتے تھے اور جب وہ قضا چھوٹ گئی تو صرف قاضیاں رہ گیا۔ پنجابی تلفظ نے اس کو (ض کی جگہ د بدل

کر) قادیان بنا دیا۔" آخر میں کادیان کہنے لگے اور جب لوگوں نے مخالفت مذہبی کے زمانہ میں اس کو کید سمجھ کر غلام احمد کادیانی (کیدیانی) لکھنا شروع کیا تو بصرف از کثیر سرکاری کاغذات میں مرزائیوں نے قادیان لکھوایا۔ مگر مخالفین چونکہ وہی پرانی رٹ لگاتے رہے اور ماخذ قید کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوئی' اس لئے قاضیان بنوانے کی کوشش نہ کی گئی۔ بہر حال اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قول کہ یہ لفظ "کدعہ" کا بگڑا ہوا ہے، غلط ہے۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب اپنے ضمیمہ ص ر۴۱ میں لکھتے ہیں مہدی اس گاؤں سے نکلے گا کہ جس کا نام کدعہ ہے (معرب قادیان) خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور خدا اس کے دوست جمع کرے گا جو تین سو تیرہ (۳۱۳) عدد اہل بدر کے مساوی ہوں گے اور ان کے نام بقید سکونت وولدیت پورے طور پر ایک فہرست مطبوعہ میں درج ہوں گے۔ بحمد اللہ یہ پیشینگوئی میرے حق میں پوری ہوئی۔

اس عبارت میں قادیان کو معرب تصور کرنا اور اصل لفظ "کدعہ" قرار دینا دو وجہ سے غلط ہے۔ "اول" یہ کہ بقول خود مرزا صاحب قادیان کو قاضیان ثابت کر آئے ہیں جو خاص عربی لفظ ہے۔ "دوم" یہ بقول خود قادیان کو بھی عربی بتاتے ہیں' چنانچہ اپنے ازالہ، ص ر۷۶ میں لکھتے ہیں کہ کشفی طور پر میں نے اپنے بھائی غلام قادر مرحوم کو قرآن شریف پڑھتے دیکھا تھا' چنانچہ انہوں نے یہ آیت بھی پڑھی کہ "**انا انزلناہ قریبا من القادیان**" (ہم نے مرزا صاحب کو مسیح بنا کر قادیان کے قریب اتارا ہے کیونکہ یہاں کے لوگ چونکہ شریر النفس واقع ہوئے ہیں اس لئے پہلے نوشتوں میں شاید اس کو دمشق سے تعبیر کیا گیا ہے او ر دمشق چونکہ یزیدیوں کی جگہ ہے، ظہور امام مہدی وہاں نہیں ہوا بلکہ قادیان کے قریب مشرقی کونہ میں جہاں مرزا صاحب کا موروثی مکان ہے وہاں ہوا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان عربی لفظ ہے کہ جس کو استعارہ کے طور پر "دمشق" بھی کہتے تھے۔

باوجود اس قدر غلط لکھنے کے پھر مرزا صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ''باغ داد بگڑ کر بغداد ہوا، لوو ہی آنہ بگڑ کر لودہیانہ، امرت سرا بر سر، کاشمیر کشمیر، اور بکہ سے مکہ ہوا۔ بلکہ یثرب سارا بدل کر مدینۃ النبی، طابہ اور طیبہ وغیرہ بن گیا اور اندر پرست شاہ جہاں کے زمانہ میں دہلی بنا، پھر آجکل ''دِلّی'' کہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا غالب گمان یہی تھا کہ قادیان کدعہ ہی تھا۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعی کدعہ مقام ظہور امام ہے یا کوئی اور دوسری بستی ہے جس سے مراد قادیان لینا بالکل غلط ہے؟ اس لئے جب ہم بہائیوں کی تحریرات دیکھتے ہیں تو اور بھی یقین ہو جاتا ہے کہ قادیان کدعہ سے مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ اول تو مقام ظہور ''کرعہ یا کراع'' ہے جس کی اصلیت حجج الکرامۃ ص/۳۵۸ میں ''کر'' لکھی ہے جو فارس میں ایک بستی کا نام ہے۔ ہاں ''کدہ'' کادیان سے ملتا جلتا نظر آتا ہے مگر وہ بھی ''مرو'' کے مضافات میں ایک بستی کا نام ہے اور مرو خود خراسان میں داخل ہے، جو فارس کا ایک حصہ ہے' اس لئے ''کد'' بھی فارس میں ہی ہوا، پنجاب میں نہ ہوا۔ کامل ابن اثیر، جلد ششم، تحت احوال ابن مقنع میں دیکھنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ''کد'' یا ''کر'' فارس میں دو مقام ہیں' فارس سے باہر نہیں ہیں۔ اور فارس دمشق سے مشرق میں واقع ہے۔ اس لئے جن روایات میں آیا ہے کہ مہدی کا ظہور شرقی دمشق سے ہوگا اس سے مراد بھی خراسان ہی ہے (دیکھو حجج ص ۴۰۸) اب مرزا صاحب کا یوں تاویل کرنا کہ پنجاب بھی شرقی دمشق ہے بالکل بے بنیاد تاویل ہوگی۔ کیونکہ اس تاویل کی اس وقت ضرورت تھی جبکہ دمشق کے قریب ترین مواضع میں ہمیں ''کر'' یا ''کد'' نہ ملتے۔ مگر اب ان کی موجودگی میں قادیان کو مقام ظہور امام بنانا بالکل قرین قیاس نہ ہوگا۔

خود مرزا صاحب بھی اپنی تحریر میں اسی خیال کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مقام ظہور حسب تبادر ذہن وحسب تحقیق اہل اسلام قادیان نہیں ہے بلکہ کوئی اور مقام

ہے جو دمشق سے قریب تر ہے۔

چنانچہ اپنے ازالہ، ص ر۳۰ میں آپ ہی لکھتے ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ خاص دمشق کے قریب سے ہی کوئی مہدی (مثیل مسیح) نمودار ہو جائے۔

اور ''احقاق الحق، ص ر۴۷'' پر لکھتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ جس مسیح کی اسلام نے خبر دی ہے وہ میں ہی ہوں بلکہ بہت ممکن ہے کہ کوئی اور مسیح ہو کہ جس پر بغیر تاویل کے یہ اسلامی لفظ صادق آتے ہوں۔ اور تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی ضمیر بھی آپ کو تاویل بعید کے ارتکاب پر اندر ہی اندر ملامت کرتی تھی مگر تقدس مانع تھا اس لئے در پردہ اپنے قول کی تردید بھی کر گئے ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ واقعی مرزا صاحب نے اس غلطی کو محسوس کر لیا تھا کیونکہ لدھیانہ کے مضافات میں ایک اور قصبہ بھی قادیان کے نام سے مشہور ہے اور وہیں مرزا صاحب کا ہم عصر ایک گوجر قوم غلام احمد قادیانی نمبردار ہو گزرا ہے' جہاں مرزا صاحب کی تمام داستان سازی باطل ہو کر رہ جاتی ہے' کیونکہ یا تو وہاں بھی مرزا صاحب اپنے آباؤ اجداد کا قبضہ ثابت کر کے اپنے گاؤں کی وجہ تسمیہ جاری کریں اور یا یہ اقرار کریں کہ یہ لفظ دراصل ''کادی اور آں'' کلمہ نسبت سے مرکب ہے' جس کا مفہوم یوں نکلتا ہے کہ یہاں آرائیں قوم کے باشندے رہتے تھے، تاکہ دونوں گاؤں کی وجہ تسمیہ مشترک طور پر صحیح ہو سکے ۔ورنہ وہاں کا غلام احمد گجر بھی مرزا صاحب کے مقابلہ میں کھڑا ہو کر حق دار تھا کہ وہ بھی مسیح اور مہدی بنے۔ اور مرزا صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہو جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی صرف میں ہی ہوں کوئی دوسرا آدمی اس نام کا نہیں ہے۔ (ازالہ) اگر اسلامی روایات سے مقابلہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقام ظہور امام کو قادیان قرار دینا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ قادیان کی بنیاد ۱۰۰۰ھ ہجری میں پڑی ہے اور ''کرعہ'' کا مقام خود حضور ﷺ کے وقت موجود تھا۔ علی ہذا القیاس قادیان پنجاب میں ہے اور 'کرعہ' یا 'کراع' مقام ظہور عرب بلکہ

یمن میں ہے۔ جیسا کہ ان تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔ **کراع الغمیم موضع علی مرحلتین من مکۃ عند بئر عسفان ثم قال ھو موضع بین مکۃ والمدینۃ** (مجمع البحار ج/ ۳ ص/ ۲۰۷) **ثم قال مکۃ من تہامۃ وھی من ارض الیمن ولذا فقال الکعبۃ الیمانیۃ** (بحار الانوار، جلدثالث، ص/ ۵۰۳) اور یہی قرین قیاس بھی ہے کہ امام صاحب یمن میں پیدا ہوں گے مدینہ میں حسب روایات پرورش پائیں گے اور مکہ میں ظاہر ہو کر بیعت لیں گے۔ بہر حال یہ استدلال بالکل کمزور ہے اور اس کی تائید میں اگر ۳۳ درجہ طول لے کر دمشق کی مشرق میں بنایا جائے تو اور مضحکہ خیز امر بن جاتا ہے' کیونکہ تعیین حدود میں ہمیشہ ماحول قریب مراد ہوا کرتا ہے' دور دراز کی حدود دار بعہ مراد نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب نے اپنے خیال میں 'کدعہ' اور 'قادیان' کو جوہر الاسرار قلمی کی تحریر پر بنیاد رکھ کر متحد بنا لیا تھا اور کسی کی نہ سنی۔ اسی طرح جب تین سو تیرہ (۳۱۳) مریدوں کی نوبت آئی تو وہ بھی پورے نہ ہوئے تو مجبوراً مردے مرید بھی اس فہرست میں شامل کر کے کام چلتا کیا۔ اور اس پیشینگوئی میں ذرہ خیال نہ کیا کہ یہ بھی شرط تھی کہ وہ مرید مہدی کے پاس جمع ہوں گے۔ بہر حال لے دے کر مسیح اور مہدی بن گئے اور چاروں طرف سے اظہار ناراضگی ملامت کے ووٹ اور تکفیری فتاوے شروع ہو گئے اور پیشینگوئی کے خلاف ذرہ بھر مقبولیت نہ ہوئی تو دوسری چال چل دی کہ مہدی کو لوگ کافر بھی کہیں گے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ مقبولیت عام تھی یا نفرت؟ تو خود فیصلہ ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کہاں تک حق بجانب تھے۔

ع — بدنام ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا؟

"دوسری دلیل"

﴿لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ ﴿ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کا

ایک گروہ ابھی عرب سے نہیں ملا اور وہ گروہ ایک نبی کے ماتحت قرار پایا ہے جو خود محمد ہی ہوگا ورنہ یہ لوگ صحابہ میں داخل نہ ہوں گے۔ اور ''ترمذی'' میں مروی ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ عرب کے بدلہ میں دوسری قوم اسلامی خدمت کیلئے تیار ہوگی تو' حضور نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ'' **لو کان الدین عند الثریا لناله رجال من ابناء فارس**'' اہل فارس دین کی خدمت کریں گے جو ثریا تک پہنچ کر ناممکن الحصول ہو گیا ہوگا۔ اور مرزا صاحب کا مورث اعلیٰ مرزا ہادی بیگ سمرقند سے نکل کر خراسان آیا تھا اور خراسان بقول مجمع ص ۳۵۸/ فارس میں داخل تھا کیونکہ سمرقند توران میں واقع ہے اور توران وایران دونوں فارس میں شامل تھے۔ یاقوت حموی لکھتا ہے کہ ع

علت سمرقند ان یقال لها زین خراسان جنة الکوثر

اگر چہ اس وقت یہ علاقہ فارس میں شامل نہیں رہا مگر بوقت تکلم ضرور شامل تھا اور ہادی بیگ ولد برلاس یزدجرد کی اولاد میں سے ''ساسانی'' کہلاتا تھا' جن کی ایک خاص قوم'' مغل'' قرار پائی تھی جس میں ترک بھی شامل ہو گئے تھے۔ تو اس سلسلہ نسب کو ساسانی، مغل اور ترک تینوں لقب حاصل ہو گئے تھے' مگر جب ہند میں آئے تو انہوں نے اپنا نسب نامہ فراموش کر دیا اور مرزا صاحب نے بذریعہ کشف والہام پھر یہ ثابت کیا کہ آپ اہل فارس یا اہل سمرقند مغل، ترک اور ساسان کی اولاد ہیں اور آپ پر وہ حدیث بھی صادق آگئی کہ **اذا رأیتم الرایات السود خرجت من خراسان فاتوها فان فیها خلیفة اللّٰہ المهدی** (رواہ احمد عن ثوبان) جب خراسان میں تم کو سیاہ علم دکھائی دیں تو ان کے نیچے آجاؤ کیونکہ ان کے نیچے خلیفہ مہدی ہوگا۔ مرزا صاحب کا مورث اعلیٰ خراسان سے ہو گزرا تھا اگر چہ اس وقت علم موجود نہ تھے مگر کم از کم آدمی نکلے تو تھے اسی طرح مرزا صاحب بھی اگر چہ جسمانی طور پر وہاں موجود تو نہ تھے مگر (**باعتبار مایکون کے**) بحیثیت بذر اور تخم کے تو

موجود تھے بہرحال اس موقع پر ہوا بھر بھی سہارہ ہم کو مفید رہے گا۔

اس کا جواب یوں دیا گیا کہ **یستبدل قوما غیر کم** میں قوم کا لفظ وارد ہوا ہے اسی طرح اسی حدیث میں صحیحین کے نزدیک **رجال من ابناء فارس** وارد ہے۔ (ابونعیم نے اپنی کتاب ''حلیہ'' میں بھی بروایت ابوہریرہ **قوم من ابناء فارس** ہی لکھا ہے) خود مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں بحوالہ تحفہ گولڑویہ، ص ۲۴ ''**خذوا التوحید یا ابناء فارس**'' ہی تسلیم کیا تھا اس لئے شخصی طور پر مرزا صاحب مراد نہیں ہوسکتے اور نہ ہی آپ کی قوم مراد ہوسکتی ہے، کیونکہ آپ کے مورث اعلیٰ تمرلنگ اور چنگیز خان مسلمانوں کی تباہی کے باعث ہوئے ہیں اور ان کی بدولت بغداد کی سلطنت اسلامیہ کا خاتمہ ہوا ہے۔ علاوہ بریں اگر براہین احمدیہ کے الہام ہی آپ کو القاب دینے میں کافی ہیں تو آپ کو ھامان اسلام بھی کہا جاسکتا ہے' کیونکہ وہاں یہ الہام بھی موجود ہے۔ **اوقد لی یاھامان**۔ آپ کا فارسی النسل ہونا بھی کسی تاریخی ثبوت پر مبنی نہیں ہے صرف الہام ہی الہام ہے جس کو بیرون حدود بیعت میں تسلیم کرنا گناہ عظیم تصور کیا گیا ہے، کیونکہ مرزائی مؤرخ بھی اس الہام کی تکذیب کرتے ہیں۔ چنانچہ معراج الدین نے ''سیرت المسیح'' میں آپ کو 'برلاس' کی اولاد ثابت کیا ہے جو صرف مغل اور تیمور کے رشتہ دار قوم تھی۔ اور ''عسل مصفیٰ، جلد دوئم ص ۴۵۲'' میں ہے کہ مرزا صاحب کے اسلاف سمرقند سے ہندوستان میں آئے تھے اور وہ سمرقند ان ایام میں تاتار چینی میں شامل تھا۔ اور خود مرزا صاحب کے الہام نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ میری ایک دادی چینی نسل کی بھی تھی اور ایک دادی سید بھی تھی۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۰۲) اس لئے وہ الہام غلط ہوا کہ مرزا صاحب فارسی النسل تھے' مگر تاہم مرزائی بدستور رٹ لگائے جاتے ہیں کہ آپ حضرت سلمان کی نسل سے مغل فارسی النسل تھے اگرچہ یہ ثابت نہیں کرتے کہ حضرت سلمان فارسی کب سمرقند میں آباد ہوگئے تھے اور کیا سلمان فارسی یزدجرد کی اولاد بھی

تھے اور یہ کہ کیا سلمان فارسی نے عرب سے ہجرت اختیار کر لی تھی اور یہ بھی نہیں سمجھتے کہ اس کے دو دعویدار اور بھی موجود ہیں۔

اول: حضرت امام اعظم کے تابعدار کہ جنہوں نے بطریق روایت ثابت کیا ہے کہ ایک روایات میں **رجل من ابناء فارس** بھی وارد ہوا ہے جس سے مراد "سراج الامۃ" حضرت امام اعظم مراد ہے اور یہ دعویٰ حنفی مذہب میں تسلیم کیا جا چکا تھا' مگر مرزا صاحب نے اس دعویٰ پر بلاوجہ تورۂ چنگیز خانیہ کے زیر ہدایت چھاپہ مارا۔

دوم: علی محمد باب مہدی ایران کے مرید مرزائیوں سے پہلے اس کے دعویدار بن چکے ہیں اس لئے مرزا صاحب کا دعویٰ تیسرے نمبر پر قابل سماعت نہیں ہو سکتا' کیونکہ احناف کے بعد ایرانیوں کے وجوہات و دعوے بہت پختہ اور سچے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انکی بنیاد تاریخی شہادتوں پر ہے اور مرزا صاحب کا بیان صرف الہام پر مبنی ہے۔ بابیوں کا بیان ہے کہ مقام ظہور امام خاص ایران ہے کیونکہ حجج الکرامۃ ص ۳۷۶/ اور ۳۸۳ میں مذکور ہے کہ امام صاحب اہل ایران سے لڑیں گے۔ (مگر مرزا صاحب نہ ایران گئے اور نہ وہاں لڑے) اور آپ کے اصحاب گو عجمی ہوں گے لیکن ان کی گفتگو عربی زبان میں ہوگی (اور مرزائی پنجابی میں بول چال کرتے ہیں اور عربی میں مرزا صاحب اس وقت خود طفل مکتب تھے تو مریدوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ عربی زبان میں روزمرہ کی گفتگو کریں' جس کا وجود مرزا صاحب کے زمانہ میں بھی نہیں ملتا) اور ان کا محافظ ایک معصوم (نبی اور مسیح ایران) ہوگا جو ان کی جنس سے نہ ہوگا اور عموماً اہل فارس ہی عجم سے مراد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حاکم نے بروایت ابی ہریرہ لکھا ہے کہ اہل فارس کو ایک بہت بڑا حصہ اسلام کا دیا جائے گا۔ پس اس دلیل سے سید محمد علی باب مہدی ایران کی صداقت کا تسلیم کرنا مرزا صاحب کی صداقت سے بہتر ہوگا کیونکہ اس مسلک میں کسی تاویل بیجا کو نہیں لیا گیا اور حضرت باب شیراز میں ظاہر ہوئے

اور آپ کے مرید سارے ہی ابناء فارس تھے' جنہوں نے خراسان میں سیاہ جھنڈے قائم کئے تھے اور اہل فارس نے ان کا مقابلہ کیا تھا اور یہ سب عجمی تھے ان میں ایک بھی عربی النسل نہ تھا۔

اسلام کے نزدیک چونکہ مقام ظہور امام کا فیصلہ خاص یمن قرار دیا گیا ہے اس لئے یہ کمزور بیانات تسلیم نہیں کئے گئے اور یہ کہنا پڑا ہے کہ ابناء فارس کی پیشینگوئی کا تعلق ظہور مہدی سے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد صرف اتنی ہے کہ اسلام کی خدمت عرب کے بعد عجمی کریں گے اور خاص کر اہل فارس اس میں بہت حصہ لیں گے جیسا کہ تواریخ اسلامیہ سے ثابت ہوتا ہے۔

''تیسری دلیل''

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو مثیل موسیٰ علیہ السلام قرار دیا گیا ہے۔ پس جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش چودہ صدی کے بعد ہوئی تھی اسی طرح ضروری ہے کہ مثیل موسیٰ (حضور انور ﷺ کے بعد مثیل مسیح مرزا صاحب) کی پیدائش بھی چودھویں صدی میں ہو۔ چنانچہ مرزا صاحب اپنے ازالہ ص/۱۵۸ میں لکھتے ہیں کہ ''غلام احمد قادیانی'' کے اعداد تیرہ سو ہیں اور صرف میرا ہی دعویٰ کرنا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ میں ہی اس صدی میں مسیح ہو کر آیا، ورنہ تم آسمان سے مسیح کو اتار لاؤ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اول: تو یہی غلط بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور انور ﷺ کے درمیان چودہ صدیاں یقیناً گزری تھیں اور اگر مان بھی لیں کہ کسی ایک روایت میں چودہ صدیاں ہی بنتی

ہیں تو مرزا صاحب بھی کسی ایک روایت میں جو بالکل بے اعتبار ہے مثیل مسیح بن جائیں گے کیونکہ حضور کے بعد چودہ صدیاں سن ہجری کے حساب سے لی جاتی ہیں اور حضور ﷺ سے پہلے یہ سنہ موجود نہیں تھا' اسلئے یہ کیسے یقیناً معلوم ہو سکتا ہے کہ ماقبل و مابعد کی چودہ صدیاں مقدار میں یکساں ہوں گی۔ علاوہ اس کے سنہ ہجری کا آغاز بھی ''محرم'' سے ہوا ہے، حالانکہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی' اس لئے یہ حساب بھی تخمینی بنتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان مختلف بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ چودہ صدیاں نہ تھیں بلکہ سولہ صدیاں تھیں یا کچھ کم و بیش۔ بہر حال پندرہ صدیاں یقینی نہیں ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

۱......تولد موسیٰ علیہ السلام ۲۴۳۳ عبری وجود عالم۔ تولد المسیح علیہ السلام ۴۰۰۰ والفرق ۱۵۶۷

۲......تولد موسیٰ علیہ السلام ۳۸۱۹ سیپ تواجنٹ۔ تولد المسیح علیہ السلام ۵۳۸۶ والفرق ۱۵۶۷

۳......تولد موسیٰ علیہ السلام ۲۷۴۵ سامریہ۔ تولد المسیح علیہ السلام ۴۳۰۵ والفرق ۱۵۶۰

۴......بعض کا خیال ہے کہ تولد موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کا باہمی فرق ۱۵۷۱ سال ہے۔

۵......احسن امروہی تفسیر غایۃ البرہان کے مقدمہ میں بعثت موسیٰ و عیسیٰ کا باہمی فرق ۱۴۸۱ سال لکھتے ہیں۔

۶......''تبیین الکلام'' ج ۱/، میں ہے کہ ان دونوں کے درمیان بعثت کی رو سے ۱۵۲۱ سال کا فرق ہے۔

۷......نواب صدیق لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۸ صدی میں تھے۔

۸......ٹامس رابنسن تورات فارسی کے خاتمہ پر لکھتے ہیں کہ سب کا اتفاق ہے کہ میلاد مسیح اور بعثت ابراہیم کے درمیان ۱۹۲۱ سال کا فرق ہے اور یہود و نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ موسیٰ

علیہ السلام کی بعثت ابراہیم کے بعد ۳۴۶ سال میں ہوئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میلاد مسیح میلاد موسیٰ کے ۱۵۷۱ بعد میں ہوا۔

۹......مرزا صاحب اپنے ازالہ کے ص ۱۱۵ پر لکھتے ہیں کہ میلاد النبی ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ۲۰۰۰ سال کا فرق ہے اور میلاد المسیح اور بعثت نبوی کے درمیان ۶۰۹ سال کا فاصلہ ہے تو اس حساب سے موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا درمیانی فاصلہ ۱۵۹۱ ہوتا ہے۔ بہرحال مرزا صاحب کے اپنے حساب کے رو سے بھی کسی طرح چودہ صدیوں کا فاصلہ نہیں بن سکتا سوائے اس کے کہ منگھڑت باتوں سے کوئی نئی بات پیدا کی جائے۔

مرزا صاحب کا یہ استدلال بھی غلط ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عدد پورے تیرہ سو ہوتے ہیں اس لئے وہ مہدی ہیں، کیونکہ ان کے سوا کئی ایک اوروں کے بھی اتنے ہی عدد ہیں۔ اب کیا وہ بھی حق رکھتے ہیں کہ چودھویں صدی کا مجدد، مسیح یا مہدی کہلائیں؟ وہ یہ ہیں:

۱......مہدیٔ کاذب محمد احمد برم سوڈانی۔

۲......سید احمد پیر لشکر نیچر علی گڑھی۔

۳......مرزا امام الدین ابو اوتار لال بیگیان کادیانی۔

(یہ مرزا صاحب کے بڑے بھائی تھے کہ جو پیر خاکروباں کے نام سے مشہور تھے)

۴......مولوی حکیم نورالدین مستہام بھیروی۔

۵......مولوی کامل سید نذیر حسین دھلوی۔

۶......بندہ بیچارہ فضل احمد مجیب۔

۷......مولوی محمد حسین ہوشیار بٹالوی۔

۸......غلام احمد قادیانی (قوم مغل سکنہ قادیان ضلع لودھیانہ)۔

۹......غلام احمد قادیانی۔

(قوم قریشی ہم عمر مرزا صاحب ساکن قادیان ضلع گورداسپور متصل دورانگلہ)

اب مرزا صاحب قادیانی ساکن قادیان متصل بٹالہ کی تخصیص نہ رہی۔ اور ازالہ ص ۱۸۵ کی تحریر غلط نکلی کہ خدا نے کہا کہ غلام احمد قادیانی کے عدد تیرہ سو ہیں اس لئے تم ہی مسیح موعود اور مجدد اس صدی کے ہو۔ اور یہ بھی غلط ہوا کہ تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کے سوا کوئی غلام احمد قادیانی اور نہیں ہے۔ (منتخب از کلمہ رحمانی) قاضی فضل احمد صاحب لودھیانوی لکھتے ہیں کہ میں نے ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ﴾ کے جواب میں غور کیا تو مرزا صاحب کا خیال کرتے ہوئے فوراً یہ جواب ملا کہ ﴿تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ﴾ جس کے اعداد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) تھے۔ (الفقیہ امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء)

''چوتھی دلیل''

روایات کے مطابق ۱۳۰۰ ہجری دنیا کی عمر کا ساتواں ہزار سال ہے، جس میں امام مہدی کا ظہور قرار پایا ہے۔ اس لئے مرزا صاحب کا دعویٰ جو عین ۱۳۰۰ ہجری میں کیا، صحیح ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ محققین یورپ کے نزدیک ۱۸۷۲ء سے ساتواں ہزار سال شروع ہو جاتا ہے۔ (لے نیل ڈان ج ۲) اور مرزا صاحب کا دعویٰ ۱۸۸۲ء، ۱۳۰۰ھ کو ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دعوے میں دس سال لیٹ ہو گئے تھے اور اگر سن ولادت پیش کیا جائے تو اس میں بھی مرزا صاحب ناکام ہیں، کیونکہ ۱۲۶۰ھ، ۱۸۴۲ء مرزا صاحب کی پیدائش کا سال ہے اور سید علی محمد باب کے ''ادعائے مہدویت'' کا سال ہے اور روایت **انما الایات بعد المائتین** سے مراد اگر **بعد الالف** لیا جائے تو یہ زمانہ بھی

تیرہویں صدی کا ہی نکلتا ہے کہ جس میں مہدی ایران اور مسیح ایران ظاہر ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب کے شریک کار مہدی سوڈانی بھی ہیں کہ تیرہویں صدی ہجری میں جنہوں نے مرزا صاحب سے بڑھ کر کامیابی حاصل کی تھی۔ اس لئے ایک غیر جانبدار شخص کی نگاہ میں یہ مسئلہ بالکل مشتبہ رہ جاتا ہے اور کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ ع

من بکہ اقتدار کنم قبلہ یکے امام دو

جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

نام امیدوار	سن پیدائش	سن دعوی مسیحیت ومہدویت	سن وفات	کل عمر
مرزا صاحب	۱۲۵۰ھ/۱۸۳۲ء	۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء	۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء	۶۶ سال
علی محمد باب	۱۲۳۰ھ	۱۲۶۰ھ/۱۸۴۳ء	۱۲۶۷ھ	۳۷ سال
بہاء	۱۲۲۸ھ	۱۲۶۸ھ	۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء	۸۰ سال
مہدی سوڈان	۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء	۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء	**	**

''پانچویں دلیل''

﴿وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ اور ﴿وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ میں بتایا گیا ہے کہ قرآن شریف ایک زمانہ میں دنیا سے اٹھ جائے گا تو حضور انور کا بروز آخر زمانہ میں ہوگا۔ ان عدد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء کا ہے جس میں غدر ہوا اور اسلامی سلطنت ہندوستان سے جاتی رہی اس وقت مرزا صاحب بالغ تھے، جس کو آپ کے بلوغ کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ پہلے تو یہ سمجھنا کہ بہ کا مرجع آیت میں قرآن شریف ہے ماء کیوں نہیں؟ جو پہلے مذکور ہے۔ دوسرے یہ کہ ظہور امام اور ذہاب قرآن کا زمانہ ایک قرار دینا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ ایسے وقت میں رسول آیا ہی کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس وقت وہ بالغ بھی ہوا کرتے ہیں' بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس وقت وہ مدعی ہو کر تبلیغ رسالت کیا کرتے ہیں، مگر مرزا صاحب کو ابھی ۲۵ سال کا انتظار ہے کہ وہ کب مدعی ہوں اور کب تبلیغ کریں۔ "تا تریاق از عراق آوردہ شود، مار گزیدہ مردہ شود"

اس کے علاوہ اعداد جمل کوئی پختہ دلیل نہیں ہے، ورنہ جن مخالفوں نے مخالف پہلو پر مرزا صاحب کی تاریخیں اخذ کی ہیں وہ بھی درست ہوں گی۔ پیدائش "**الا فی الفتنة سقطوا**(۱۲۵۹)"۔ "دعویٰ مسیحیت ومہدویت "**افی الفتنة سقطوام لا**"(۱۳۰۰) بلوغ، شباب ظلم (۱۲۷۵)۔ وفات ڈوبا غلام احمد ڈوبا (۱۳۲۶)۔ مرگ قادیانی ہیضہ سے۔ غضب کی نگاہ اور "**فی العذاب والضلال البعید**(۱۹۰۸)" اور قادیان کے متعلق یوں کہا جا سکتا ہے کہ احادیث میں اسی جگہ کی طرف اشارہ ہے "**هناک الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان**(۱۰۰۰)" اور عذر کی تکلیف چونکہ دس سال تک رہی ہے اس لئے ۷۳ بھی وہی سنہ ہوگا۔ (کلمہ رحمانی ص۵۷، ۵۹)

قال فی عمدة التنقيح فی دعوة المهدی والمسيح يدبر الامر (الاسلام)من السماء الى الارض(ينز له من السماء) ثم(بعد المائتين) يعرج(ذلک الدين) اليه فی يوم كان مقداره الف سنة مما تعدون(ای يشرع رفع الدين)بعد سنة ۲۶۰، اذهو زمان اختفاء الامام ای سنة ۱۲۶۰

(۲) لا تحرک به لسانک الاية فالمراد فيه بالبيان الحديث اذبه

فصل القران ثم صار تکمیل الحدیث الی سنة۲۶۰،(وهو زمان تصنیف صحیح المسلم) فشرع زمان الرجوع الی الالف فتم التدبیر والرجوع الی سنة ۱۲۶۰ ، وهوزمان ظهور الباب من آل فارس(وهو الشیراز) حیث جبل بیبتون و یقال له مطلع العلوم ومطلع اهل فارس اذلا یبقی من الاسلام الارسمه و لا من القران الا اسمه وفی الحدیث اقرء وا القران قبل ان یرفع فناله رجل من الثریا ۔ وفی الحجج المراد بقوله علیه السلام الأیات بعد المائتین اما ایات صغری وهی شرور حد ثت فی الاسلام واما أیات کبری بعد الالف ای فی المائة الثالثه عشر. قال ابوالبرکات فی کتابه التوضیح هذه الأیات تقع فی المایة الاخیرة من الیوم الذی وعد به علیه السلام امته بقوله ان صلحت امتی فلها یوم وان فسدت فلها نصف یوم من ایام الرب وان یوماعندربک کالف سنة مما تعدون هکذا فی الجواهر ثم قال المجلسی ان لکل امة مدة معلومة تنتفی بعدها لقوله تعالٰی لکل امة اجل فاذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون وهی لهذه الامة الف سنة لقوله تعالٰی یدبر الامر الأیة ولما مضی سنة ۲۶۰، الی زمان الامام العسکری حسن بن علی وغاب عن الناس وظهرت الفتن بعده فظهر القائم بعده بعد یوم الرب ای الف سنة۱۲۶۰،والیه نظر قوله تعالٰی ویستعجلونک بالعذاب اذ قالوا ان کان هذا هو الحق من عند ربک فامطر علینا حجارة من السماء اوائتنا بعذاب الیم فقال لهم اللّٰه تعالٰی لکم میعاد یوم لا تستاخرون عنه ساعة ولا تستقدمون. قال الآسی هذه الاستدلالات و ان کانت علی غیر شیء لکنها عند الخصم علی شیء خطیر.

''چھٹی دلیل''

مرزا صاحب کی تصدیق کیلئے ۱۳۱۱ھ کو ایک ہی رمضان شریف میں کسوف وخسوف کا اجتماع ہوا' جو ظہور مہدی کی علامت احادیث میں لکھا تھا۔

جواب یہ ہے کہ حدیث کی عبارت یہ ہے **ان لمهدینا ایتین لم تکونا منذ خلق اللّٰہ السموات والارض ینکسف القمر الاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی نصف منه**۔(رواہ الدارقطنی عن محمد بن علی)

اول: اس حدیث شریف کو رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں کہا۔

دوم: اس کے راوی جعفر جعفی اور عمرو ہیں جن کو اسماء الرجال میں محدثین نے کذاب، وضاع الحدیث لکھا ہے اس لئے ان کی حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

سوم: مرزا صاحب کے زمانہ میں اجتماع کسوف وخسوف جو ہوا تھا وہ یوں تھا کہ ۱۳ کو چاند گرہن ہوا تھا اور ۲۷ کو سورج گرہن ہوا' جو کسی طرح اس حدیث کا مصداق نہیں بن سکتا' کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن ہوگا اور پندرہ کو سورج گرہن۔

چہارم: یہ کہ ظہور مہدی ایران 'باب' کے وقت ۱۲۶۷ھ میں بھی خسوف وکسوف کا اجتماع رمضان شریف میں بعینہ ہوا تھا جس طرح کہ مرزا صاحب کے عہد میں ہوا تھا۔ آیا وہ بھی مہدی تھا؟

پنجم: یہ کہ رمضان شریف میں عام طور پر اجتماع کسوف وخسوف کئی بار مرزا صاحب سے پہلے بھی ہو چکا ہے جیسا کہ کتاب ''یوز آف دی گلولیس'' میں لکھا ہے کہ دورۂ قمر ۲۲۳ سال کا ہوتا ہے، جس میں دس دفعہ یہ اجتماع رمضان شریف میں ہو چکا ہے۔ اور اگر یہ معنی لیا جائے کہ ہلال کو گرہن ہو تو علم نجوم کے لحاظ سے ناممکن ہو جاتا ہے۔ مگر مرزا صاحب نے اس حدیث کو

ممکن الوقوع بنانے میں یوں کوشش کی ہے کہ **اول لیلۃ** سے مراد ایام بیض کی پہلی رات ہے کیونکہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں عموماً چاند گرہن لگتا ہے اور **نصف منه** سے مراد لیالی محاق کی درمیانی رات ۲۷/تاریخ رمضان ہے' کیونکہ اس وقت چاند سیاہ ہو جاتا ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ چاند گرہن اپنی راتوں میں سے پہلی رات کو ہوگا اور سورج گرہن انہی راتوں (۲۶، ۲۷، ۲۸) کے درمیانی رات میں ہوگا مگر یہ ساری کوشش بے فائدہ ہے' کیونکہ ایسے اجتماعات کئی دفعہ ہو چکے ہیں۔ اور حدیث کا دعویٰ ہے کہ آج تک ایسا اجتماع نہیں ہوا اس لئے یہ تاویل بیجا غلط اور بلا ضرورت اور علامت جہالت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی ستارہ ہلال رمضان کے سامنے سے گزر کر چاند گرہن پیدا کرے اور پندرہ کو سورج گرہن بھی ہو جائے' وہاں اگر چاند گرہن میں زمین کو بھی چاند کے سامنے مانا جاوے تو پھر پہلی تاریخ کو چاند گرہن ممکن نہ ہوگا۔ لیکن یہ شرط ضروری معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اگر کوئی دمدار ستارہ یا کوئی اور قسم کا ستارہ جو ابھی تک دریافت نہیں ہوا چاند کے نیچے سے گزر کر اسے سیاہ کر دے تو کیا اس کو چاند کا گرہن نہ کہیں گے؟ اور مرزا صاحب کا یوں کہنا کہ قمر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلی تاریخ مراد نہیں ہے کیونکہ ہلال کو قمر نہیں کہتے، غلط ہے۔ کیونکہ عام محاورات میں یوں کہتے ہیں کہ **شهور قمرية** تو کیا اس وقت ہلال کی تاریخ مراد نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن شریف میں ﴿**وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ**﴾ موجود ہے اور اس میں اسکی منزلوں کا ذکر ہے تو کیا ہلال کے لئے منزل کوئی بھی نہیں ہے؟ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ قمر عام ہے اور ہلال بدر خاص نام ہے۔ اور مرزا صاحب کا کہنا غلط ہے۔

"ساتویں دلیل"

ظہور امام کی دلیل دمدار ستاروں کا نکلنا بھی ہے' چنانچہ وہ بھی مرزا صاحب کے عہد میں پایا گیا۔

جواب یہ ہے کہ دمدار ستارے ہمیشہ نکلتے رہتے ہیں اس لئے یہ کوئی خاص نشان صداقت نہیں ہوسکتا ورنہ مرزائیوں کو باب کی صداقت بھی تسلیم کرنا ہوگی' کیونکہ باب نے ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۳ء میں دعویٰ نبوت کیا اور ۱۲۶۲/۱۸۴۵ء میں اکفلی ستارہ دمدار نمودار ہوا تھا کہ جس کی دو "دمیں" تھیں اور ۱۳۰۰ء ۱۸۸۲ء میں بھی ایک دمدار ستارہ نکلا تھا مگر اس وقت مرزا صاحب اور بھاء دونوں مدعی تھے اور یا مرزا صاحب ابھی مدعی بننے کو تھے' اس لئے یہ بھی نشانِ صداقتِ مرزا نہیں ہوسکتا۔ ۱۸۴۳ اور ۱۸۶۱ میں جو ستارے دمدار نمودار ہوئے تھے اس وقت نہ مرزا صاحب مدعی نظر آتے ہیں اور نہ بھاء۔ اہل نجوم کا قول ہے کہ ۳۳ سال کے دورے میں دمدار ستارے نمودار ہو جاتے ہیں۔ مگر ہر وقت کسی مدعی کو اپنا نشان صداقت تصور کرنا نہیں سنا گیا، ورنہ آج تک کئی امام آخر الزمان پیدا ہو کر مر جاتے۔ انکا یہ بھی قول ہے کہ کئی دفعہ انکا گزر کرہ ہوا میں ہوتا ہے تو شعلہ انداز ہو جاتے ہیں اور کبھی نکتہ تقاطع ارض سے نہیں گزرتے تو شعلہ انداز بھی نہیں ہوتے۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۴ نومبر ۱۸۶۶ کو تو وہ شعلہ افگن ہو کر نمودار ہوئے اور ۱۸۹۹ میں ان کا ظہور نہ ہوا اور ۱۸۸۵ میں جو ظہور ہوا وہ بالکل معمولی تھا حیرت انگیز نہیں تھا' اس لئے قابل ذکر ہی نہیں ہوسکتا تو پھر اس کو نشان صداقت قرار دینا کیسے صحیح ہوگا۔ (عمدۃ التحقیق)

”آٹھویں دلیل“

قصیدۂ اول: خواجہ نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

قدرت کردگار مے بینم ۱ حالت روزگار مے بینم

از نجوم ایں سخن نمی گویم ۲ بلکہ از سر یار مے بینم

در خراسان و مصر وشام وعراق ۳ فتنہ کار زار مے بینم

ہمہ را حال میشود دیگر ۴ گر یکے در ہزار مے بینم

قصہ بس عجیب مے شنوم ۵ غصہ در دیار مے بینم

غارت وقتل ولشکر بسیار ۶ از یمین و یسار مے بینم

بس فرو مایگان بے حاصل ۷ عالم وخوند کار مے بینم

مذہب دین ضعیف مے یابم ۸ مبدء افتخار مے بینم

بوستان عزیز ہر قومے ۹ گشتہ غم خوار و خوار مے بینم

منصب وعزل و تنگی اعمال ۱۰ ہر یکے را دوبار مے بینم

ترک و تاجیک رابہم دیگر ۱۱ خصم گیرو دارمے بینم

مکرو تزویر وحیلہ درہر جا ۱۲ از صغار کبار مے بینم

بقعہ خیر سخت گشتہ خراب ۱۳ جائے جمع شرار مے بینم

اند کے امن گر شورامروز ۱۴ در حد کوہسارمے بینم

گرچہ مے بینم ایں ہمہ غم نیست ۱۵ شادیئے غمگسار مے بینم

بعد ازاں سال چند سال دگر ۱۶ عالمے چوں نگار مے بینم

بادشاہے شام دانائی ۱۷ سرورے باوقارمے بینم

حکم اسل صورتے دگرست ۱۸ نہ چوں بیداد وارے بینم

غ رسال چوں گزشت از سال ۱۹ بوالعجب کاروبار ے بینم

گہ در آئینہ ضمیر جہان ۲۰ گرد زنگ و غبارے بینم

ظلمت ظلم ظالمان ویار ۲۱ بے حد وبے شمار ے بینم

جنگ و آشوب وفتنہ و بیداد ۲۲ درمیان وکنارے بینم

بندۂ خواجہ وش ہمے بینم ۲۳ خواجہ را بندہ وارے بینم

ہر کہ اوبود بار یاب امسال ۲۴ خاطرش زیر بار ے بینم

سکہ نوزنند بر رخ زر ۲۵ در ہمش کم عیارے بینم

لیک از حاکمان ہفت اقلیم ۲۶ دیگرے را دو چار ے بینم

ماہ را رو سیاہ ے نگرم ۲۷ مہر ر اول فگار ے بینم

تاجر از دور دست وبے ہمراہ ۲۸ ماندہ در رہگذار ے بینم

حال ہندو خراب ے بینم ۲۹ جورزنگ دتار ے بینم

بعض اشجار بوستان جہاں ۳۰ بے بہار وثمار ے بینم

ہمدلی و قناعت کنجی ۳۱ حالیا اختیار ے بینم

غم مخور زانکہ من دریں تشویش ۳۲ خرمی وصل یارے بینم

چوں زمستان بے چمن بگزست ۳۳ شمس خوش بہار ے بینم

دور او چوں شود تمام بکام ۳۴ پسرش یاد گار ے بینم

بند گان جناب حضرت او ۳۵ ہمہ را تاجدار ے بینم

بادشاہے تمام ہفت اقلیم ۳۶ شاہ عالی تبارے بینم

صورت وسیرتش چو پیغمبر ۳۷ علم وحلمش شعارے بینم

ید بیضا کہ بود تابندہ ۳۸ باز با ذوالفقار مے بینم
گلشن شرع را ہمے بویم ۳۹ گل دین را بہار مے بینم
تا چہل سال اے برادر من ۴۰ دور آن شہسوار مے بینم
عاصیاں آں امام معصوم ۴۱ خجل و شرمسار مے بینم
غازی دوستدار دشمن کش ۴۲ ہمدم ویار غار مے بینم
زینت شرع ورونق اسلام ۴۳ محکم واستوار مے بینم
گنج کسرے وقند اسکندر ۴۴ ہمہ برروے کارے بینم
بعد ازاں خود امام خواہد بود ۴۵ پس جہاں رام وار مے بینم
ا ح م د مے خوانم ۴۶ نام آن نامدار مے بینم
دین و دنیا از وشود معمور ۴۷ خلق از وبختیار مے بینم
مہدیئے وقت وعیسیٰ دوران ۴۸ ہر دورا شہسوار مے بینم
ایں جہاں راچو مصر مے نگرم ۴۹ عدل اور احصار مے بینم
ہفت باشد وزیر سلطانم ۵۰ ہمہ را کامگار مے بینم
بر کف دست ساقیئے وحدت ۵۱ بادۂ خوشگوار مے بینم
تیغ آہن دلان زنگ زدہ ۵۲ کند وبے اعتبار مے بینم
گرگ بامیش وشیر با آہو ۵۳ در چرا باقرار مے بینم
ترک عیار دست مے نگرم ۵۴ خصم او در خمار مے بینم
نعمت اللہ نشستہ در کنجے ۵۵ از ہمہ بر کنار مے بینم

۴۳ سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہور مہدی کے وقت ضعف اسلام دور ہو جائے گا اور وہ ۱۳۰۰ کے بعد کا زمانہ ہے، کہ جس میں مجدد وقت کا انتظار تھا۔

۴۰ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب چالیس سال تک اپنا کام کریں گے۔

۳۷ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب بروز محمدی ہوں گے۔

۴۶ سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو احمد نام لے کر پکارے گا۔

۴۷ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب تبلیغ اسلام کریں گے۔

۳۶ سے ثابت ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہوگا اور

۴۸ سے ثابت ہے کہ عیسیٰ اور مہدی ایک ہی شخص کے نام ہیں۔

۱۹ سے ثابت ہے کہ بارہ سو کے بعد تیرہ سو ہجری میں مہدی کا ظہور ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس وقت تسلیم ہو سکتا ہے کہ اس کے دعویدار صرف مرزا صاحب ہی ہوں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے مدعی دو اور بھی ہیں۔ **اول**: تابعداران سید احمد بریلوی۔ (دیکھو سوانح احمدیہ) اور یہی ہیں کہ جن کو مرزا صاحب نے خود مسیح بن کر یحییٰ اور مہدی کا خطاب دیا تھا مگر بعد میں انکاری ہو بیٹھے تھے۔ بہرحال یہ لوگ مرزا صاحب کے ہم عصر تھے۔ **دوم**: بابی مذہب کے شیدائی یہ کہتے ہیں کہ ۱۳۰۰ میں باب کا زمانہ ہے۔ اور شعر نمبر ۱۹ میں اصل شعر یوں بتاتے ہیں۔ ''غ، ر، س چوں گزشت از سال'' یعنی جب ۱۲۶۰ گزریں گے تو حضرت باب کا ظہور ہوگا۔

عام اہل اسلام کا خیال ہے کہ یہ قصیدہ اور ایسے کئی ایک قصائد ۱۸۵۷ء میں غدر کے وقت مسلمانوں کی طفل تسلی دینے کیلئے اختراع کئے گئے ہیں ورنہ اصل میں کسی ''کشف صحیح'' پر ان کی بنیاد نہیں ہے۔ پچھلے ترک موالات کے دنوں میں دو قسم کے اور قصیدے بھی شائع ہوئے تھے ایک کا قافیہ ''شود'' تھا اور دوسرے کا ''بیانہ'' وغیرہ۔ اور اس میں مختلف التواریخ اور متباین المضامین تھے' اس لئے ایسے قصائد قابل اعتبار ہی نہیں' تا کہ ان کی صداقت پر کسی کا

دعویٰ شناخت کیا جا سکے۔ اسکے علاوہ یہی قصیدہ دوسری جگہ اگر دیکھو گے تو جزوی طور پر ضرور مختلف ہوگا۔ چنانچہ ایک جگہ پر (بقول بعض) یوں لکھا ہے۔ م، ح، م، د ے بینم؟ اور شعر ۴۶ جس سے یہ ثابت ہے کہ امام مہدی کا نام حسب روایات محمد ہوگا، احمد نہ ہوگا۔ مرزائیوں نے خواہ مخواہ احمد بنالیا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ شاہ ولی اللہ کی پیشینگوئی بھی مشترکہ طور پر اختلافی ہو۔ اس لئے وثوق سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے مراد فلاں مدعی ہے اور فلاں نہیں۔ اور دراصل فقراء کی پیشینگوئیاں ظنی یا وہمی ہوتی ہیں' ان کا اعتبار مسئلہ شرعیہ میں نہیں ہوتا۔

قصیدہ دوم خواجہ نعمت اللہ ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

راست گویم باشاہے در جہاں پیدا شود — نام آں تیمور شاہ صاحبقران پیدا شود
بعد ازاں میراں شاہ کشورستاں گردد پدید — والیٔ صاحبقراں اندر زماں پیدا شود
چوں کند عزم سفر او از فنائے سوئے بقا — بعد ازاں احوال شاہ انس وجاں پیدا شود
بعد ازاں گردد عمر شاہان شاہ مالک رقاب — گردد آں شاہ مدعی بس مہربان پیدا شود
شاہ بابر بعد ازاں در ملک کابل بادشاہ — پس بدہلی والیٔ ہندوستان پیدا شود
از سکندر چوں رسد نوبت بہ براہیم شاہ — ایں یقین داں فتنہ در ملک آں پیدا شود
باز نوبت چوں رسد شاہ ہمایوں راز حق — ہمدراں افغان یکے از آسماں پیدا شود
حادثہ رو آورد سوئے ہمایوں بادشاہ — وآنکہ نامش شیر شاہ باشد جہاں پیدا شود
چوں رود در ملک ایراں پیش اولاد رسول — تا کہ قدر و منزلش از قدرداں پیدا شود
شاہ شاہاں مہربانیہا کند در حق او باوقار — عزتش چوں خسرواں پیدا شود
تازمانی آنکہ او لشکر بیارد سوئے ہند — شیر شاہ فانی شود پسرش براں پیدا شود

پس ہمایوں آمدہ گیرد تمامی ملک ہند　　بعد زاں اکبر شاہ کشورستاں پیدا شود

بعد ازاں شاہ جہانگیر است گیتی را پناہ　　آید در جہاں بدر جہاں پیدا شود

چوں کند عزم سفر آں شاہ سوئے دار البقا　　ثانی صاحب قراں اندر جہاں پیدا شود

ثانی صاحب قراں تا چہل شاہی میکند　　تا کہ پسرش خود بہ پیشش آں زمان پیدا شود

فتنہ ہا در ملک آرد نیز بس گرد خراب　　از عجائب ہا بود گر آب وناں پیدا شود

در تحیر خلق مانند چوں چنیں گردد جہاں　　مشتری از آسماں آتش فشاں پیدا شود

راستی کمتر بود کذب و دغل گردد فزوں　　دوست گردد دشمنی اندر میاں پیدا شود

ہمچناں در عشرہ باشی بادشاہی میکند　　تا ز فرزندان او کوچک بداں پیدا شود

او بر آید پر کند اوازہ خود در جہاں　　و الی در خلق عالم سر فشاں پیدا شود

اندر آں اثنا قضا از آسمان آید پدید　　آنکہ نام او معظم بے گماں پیدا شود

خلق را فی الجملہ در دوران او گردد سکون　　بر جراحت ہائے مروم مرہم آن پیدا شود

نادر آید او ز ایران می ستاند ملک ہند　　قتل دہلی پس بزور جہد آں پیدا شود

بعد ازاں شاہ قوی زور است احمد بادشاہ　　او بملک ہند آید حکم آں پیدا شود

چوں کند عزم سفر آں شاہ سوئے دار البقا　　رخنہ اندر خاندانش زاں میاں پیدا شود

قوم سکھاں چیرہ دستی چوں کند بر مسلمیں　　تا چہل ایں دور بدعت اندراں پیدا شود

بعد زاں گیرد نصاریٰ ملک ہندوستان تمام　　حکم شاں صد سال در ہندوستان پیدا شود

چوں شود در دور آنہا جور و بدعت را رواج　　شاہ غزی بہر قتلش خوش عناں پیدا شود

قاتل کفار خواہد شد شاہ شیر علی　　حامیٔ دین محمد ﷺ پاسباں پیدا شود

درمیان این آں گردد چو بس جنگ عظیم　　قتل عالم بے شبہ در جنگ آں پیدا شود

فتح یابد از خدا آں شاہ بزور خود تمام　　قوم عیسیٰ علیہ السلام راشکستے بے گماں پیدا شود

غلبۂ اسلام ماند تا چہل در ملک ہند | بعد ازاں دجال ہم از اصفہاں پیدا شود
او برائے دفع آں دجال مے گویم شنو | عیسیٰ آید مہدی آخر زماں پیدا شود
پانصد و ہفتاد ہجری آں زمانے گفتہ شد | یک ہزار و سی صد ہشتاد آں پیدا شود
سالہا چوں سبزہ می بگزرد فرمان او | شور غوغا اختلاف زاں میاں پیدا شود
نعمت اللہ را چو آگاہی شد از اسرار حق | گفتۂ او بے گماں بر مہر ماہ پیدا شود

نوٹ: اس قصیدہ میں امام آخرالزماں کا نام نہیں بتایا گیا اور نہ ہی پہلے قصیدہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

قصیدہ سوم خواجہ نعمت اللہ ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

چوں آخری زمانہ آید دیں زمانہ! ۱ شہباز سدرہ بینی بر دست رائیگانہ
بینی تو عیسوی را بر تخت بادشاہی ۲ گیرند مومناں را با حیلہ وبہانہ
احکام دین و اسلام چوں شمع گشتہ خاموش ۳ عالم جہول گردد جاہل شود عالمانہ
در شہر کوہ کشلاک نوشند خمر بیباک ۴ ہم بھنگ، چرس، تریاق نوشند باغیانہ
فاسق کند بزرگی بر قوم از سترگی ۵ پس خانہ بزرگی سازند بے نشانہ
در کوہ گلہ باناں در شہرہا خراماں! ۶ باشند چو بادشاہاں سازند خوش مکانہ
آن عالمان عالم گردند ہم چوں ظالم ۷ پس شستہ رو خود را برسر نہند عمامہ
زینت دہند خود را باشملہ وجبہ ۸ گوسالہ ہائے سامر باشند درون جامہ
ہم بنگ ہائے رشوہ، ہر قاضیٔ چو حشوہ ۹ با غمزہ و کرشمہ گیرند بر علامہ
ہر مومن نزاری در چنگ قاضی آری ۱۰ چوں سگ پئے شکاری قاضی کند بہانہ
ہم مفیان فتویٰ دہند بے جا ۱۱ از حکم شرع سازند بیروں لبے بہانہ

در مکتب و مدارس علم نجوم خوانند ۱۲ ہم اعتقاد بے جا نہند بے کرانہ

فسق و فجور در کو رائج شود بہر سوء ۱۳ مادر بدختر خود سازد بے بہانہ

در ہند سندھ و مدارس اولاد گورگانی ۱۴ شاہی کنند اما شاہی چو ظالمانہ

تا مدت سہ صد سال در ملک ہند و بنگال ۱۵ کشمیر و شہر گوپال گیرد تا کرانہ

صد سال حکم ایشاں در ملک بلخ و توراں ۱۶ آخر شود بیکساں در کہف غائبانہ

آں راجگان پنگی مخمور و مست بھنگی! ۱۷ در ملک شاہ فرنگی آئند غالبانہ

صد سال حکم ایشاں در ملک ہند مے داں ۱۸ آرید اے عزیزاں ایں نکتہ بیانہ

طاعون و قحط یکجا در ہند در گشت پیدا ۱۹ پس مومناں بمیرند ہر جا ازیں بہانہ

مردے ز نسل ترکاں رہزن شود چو سلطاں ۲۰ گوید دروغ دستاں در ملک ہندیانہ

دو کس بنام احمد گمراہ کنند بے حد ۲۱ سازند از دل خود تفسیر فی القرانہ

اسلام و اہل اسلام گردد غریب منداں ۲۲ در ملک بلخ و توراں در ہند و سندھیانہ

در شرق و غرب یکسر حاکم شوند کافر ۲۳ چوں میشود برابر ایں حرف ایں بیانہ

از پادشاہ اسلام عبد الحمید ثانی! ۲۴ چوں کیقباد و کسریٰ مے باشد عادلانہ

بر او نصاریٰ ہر سو اغوا غلو نمایند ۲۵ پس ملک او بگیرند با حیلہ و بہانہ

بر کوہ قاف میداں باشد ز ردس فرماں ۲۶ خوارزم و خیرہ یکساں گیرند تا کرانہ

جاپان و چین و ایران خرطوم ہم کہستاں ۲۷ ہم ملک مصر و سوداں گیرند تا کرانہ

قتل عظیم سازند در دشت مرو میداں ۲۸ بر قوم ترکماناں آئند غالبانہ

شاہ بخارا توراں تابع شود بدیشاں ۲۹ تا آنچہ شعر خوانم گیرند تا کرانہ

نیپال و ملک تبت، چترال تنگہ پربت ۳۰ پس ملک ہائے گلگت گیرند باغیانہ

روشہ چو شاہ شطرنج بریک بساط چینم ۳۱ از بہر ملک وہم گنج آئند مدعیانہ

سرحد جدا نمائند از جنگ باز آئند ۳۲ صلح فریب سازند صلح منافقانہ

کافر چو مومناں را ترکیب دیں نمایند ۳۳ از حج مانع آئند و ز خواندن قرآنہ

در عین بے قراری ہنگام اضطراری ۳۴ رحمے کند چو باری بر حال مومنانہ

ناگاہ مومناں را شو رائے پدید گردد ۳۵ با کافراں نمائند جنگے چو رستمانہ

گردد زنو مسلماں غالب زفیض رحماں ۳۶ یعنی کہ قوم افغاں باشند شادمانہ

آخر حبیب اللہ صاحب قرآں من اللہ ۳۷ گیرد ز نصر اللہ شمشیر از میانہ

رود اٹک دو سہ بار از خون تاب کفار ۳۸ تر میشود بیکبار جریاں جارحانہ

پنجاب شہر لاہور ہم ڈیرہ جات بنوں ۳۹ کشمیر ملک منصور گردند غائبانہ

چوں مردمان اطراف ایں مژدہ کہ شنوند ۴۰ یک بار جمع آئند بر باب عالیانہ

قوم فرانس وایراں بر ہم نمودہ اول ۴۱ با انگلش واطالی آئند جارحانہ

ایں غزوہ تا بہ شش سال باشد ہمہ بدنیا ۴۲ خوں ریختہ بقرباں سلطان غازیانہ

حامد شود علمدار در ملک ہائے کفار ۴۳ فی النار گشتہ کفار از لطف آں یگانہ

اعراب نیز آئند از کوہ ودشت و ہاموں ۴۴ سیلاب آتشینے از ہر طرف روانہ

آخر بموسم حج مہدی خروج سازند ۴۵ آں شہرہ خروجش برا مشہور رو جہانہ

خاموش نعمت اللہ اسرار حق مکن فاش ۴۶ در سال کنت کنزاً باشد چنیں بیانہ

باشد کی بجائے گشتہ پڑھیں تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ یہ نظم ۵۴۸ھ میں تیار ہوئی ہے۔

نوٹ: اگر پہلے قصیدے میں شعر ۴۶ مرزا صاحب کے حق میں ہو تو قصیدہ نمبر ۳ کا شعر ۱۲۱ اس کی تردید کررہا ہے۔

''نویں دلیل''

۱......مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے فرمایا تھا کہ قادیان سے ایک نور نکلے گا مگر میری اولاد اس سے محروم رہے گی۔ (براہین احمدیہ ص/۲۴۸)

۲......گلاب شاہ مجذوب نے (بقول کریم بخش ناخواندہ کے) کہا کہ عیسیٰ جوان ہو گیا۔ تمام حالات بتا کر کہا کہ اس کا نام غلام احمد ہے۔ (ازالہ ص/۷۰۷)

۳......نواب صدیق الحسن نے کہا ہے کہ مہدی کی تکفیر ہوگی۔

۴......براہین احمدیہ کے شائع کرنے کو خود حضور انور نے ارشاد فرمایا۔ (براہین ص/۲۴۸)

۵......اسی طرح متعدد اولیاء اللہ نے آپ کی تصدیق کی ہے جس کی تصریح عسل مصفی کے اخیر ہے۔

جواب: بہت ممکن ہے کہ ان لوگوں نے غلطی کھائی ہو اور بعد میں جب مرزا صاحب کو اسلام کے خلاف دیکھا ہو تو انکار کر دیا ہو۔ مہدی کی تکفیر کا مسئلہ بھی کشف پر مبنی ہے اس لئے یہ بھی قابل التفات باقی نہیں رہا۔ خواب کا معاملہ تو یہ سب سے کمزور اور خیالی دلیل ہے۔ مرزا صاحب حضور انور کو دیکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا'' براہین'' شائع کرو۔ ''ازالۂ الاوہام'' میں صوفی محمد لکھنوی کا خواب لکھا ہے کہ بقول حضور انور مرزا بڑا خراب آدمی ہے۔ اب ناظرین خود ہی سوچیں کہ دونوں خواب کیسے صحیح ہو سکتے ہیں ایسے لوگوں کو خدا ہدایت دے' کیونکہ عجیب رنگ میں حضور انور کو بدنام کر رہے ہیں کہ آپ بھی کسی جگہ کچھ کہتے اور کسی جگہ کچھ۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے کہ خواب میں شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا اس لئے خواب میں حضور ﷺ کا آنا اصلی ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کو شیطان پھر بھی دھوکا دے سکتا ہے۔ اس لئے خوابوں کا اعتبار مطلقاً نہیں ہے اور کسی مسئلہ شرعیہ کے ثابت کرنے میں کار آمد نہیں ہو سکتیں۔ ہاں پیغمبر کے خواب، صحابہ کے خواب اور سچا درد رکھنے والوں کے خواب سچے نکلتے ہیں۔ مگر آج کل وہ لوگ نہیں رہے۔ اس لئے آجکل کے خواب حدیث النفس، بخارات غذائیہ، بخارات دماغیہ، اور تسویلات شیطانیہ سے اگر مشتبہ نہ ہوں، تو پھر قابل توجہ ہو سکتے ہیں، ورنہ مشکل ہے۔

۱۲...... مہدی اور مسیح دو ہیں یا ایک؟

مرزائیوں کے خیال میں مرزا صاحب مسیح اور مہدی دونوں تھے اور بہائی مذہب میں چونکہ الگ الگ ہوئے ہیں اس لئے ان کا آپس میں ایک دفعہ جو مقابلہ ہوا ہے اس موقع پر وہی نقل کر دینا کافی ہے۔

(مرزائی) امام مہدی کے متعلق جو روایات آئی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ ہی وجہ ہے کہ "صحیح مسلم و بخاری" میں ان کو روایت نہیں کیا گیا اور نہ ہی "موطا امام مالک" میں ان کا نشان ملتا ہے۔ اور حسب تحقیق مرزا صاحب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ محدثین کے بعد گھڑ لیا گیا ہے' کیونکہ ابن خلدون نے ان تمام روایات کو مخدوش قرار دیا ہے۔ اور ان میں ایسا شدید اختلاف موجود ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خود ہی تردید کر رہے ہیں۔ اس لئے جنہوں نے ان کو تسلیم کیا ہے ان کو باہمی مطابقت پیدا کرنے میں یوں کہنا پڑا ہے کہ

۱...... مہدی علیہ السلام شخصی نام نہیں ہے بلکہ ایک جماعت کا نام ہے جو مختلف اوقات میں ہو گزرے ہیں اور ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ابھی باقی بھی ہو۔

۲...... مہدی علیہ السلام اولاد علی رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھتا ہے' فاطمی ہونا ضروری نہیں۔ (ابوداؤد حج الکرامہ)

۳......اولا د امام حسن رضی اللہ عنہ میں سے کوئی ایک مہدی بن کر ظاہر ہوگا۔

۴......اولا د امام حسین رضی اللہ عنہ میں سے کوئی ایک مہدی بن کر ظاہر ہوگا۔ (ابن عساکر)

۵......مہدی حسنین رضی اللہ عنہما کی اولا د میں سے ہوگا۔ (حج)

۶......حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت میں داخل ہیں کیونکہ مہدی ان کی اولا د میں سے ہوگا۔

۷......مہدی بنی امیہ میں ظاہر ہوگا کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ ''میری اولا د میں مہدی ہوگا'' جو دنیا کو اپنے عدل سے پُر کر دیگا۔ (تاریخ الخلفاء)

۸......مہدی علیہ السلام اولا د عباس رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوں گے۔ (حج)

۹......مہدی علیہ السلام کا ظہور قریش کے کسی قبیلے میں سے ہوگا۔ (کنز)

۱۰......اولا د علی رضی اللہ عنہ اور اولا د عباس رضی اللہ عنہ دونوں سے آپ کا تعلق ہوگا۔ (حج)

۱۱......اتنا ثابت ہوا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور امت محمدیہ میں ہوگا۔ خدا جس کو چاہے مہدی بنا دے۔

۱۲......محققین کا اصلی مذہب یہ ہے کہ ایک شخص پیدا ہوگا جو مسیح علیہ السلام اور مہدی علیہ السلام دونوں کہلائے گا۔ کیونکہ **اولاً**: ابن ماجہ اور حاکم نے بروایت انس ذکر کیا ہے کہ **لا یزال الامر الا شدۃ و لا الدینا الا ادبارا و لا الناس الاشحا و لاتقوم الناس الا علی شرار الناس ولا المھدی الا عیسٰی ابن مریم۔** **وثانیاً** ﴿**كَمَا اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا**﴾ میں ارشاد ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ مثیل تھے اور آیت ﴿**لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ**﴾ میں ارشاد ہے کہ '' **اخر الخلفاء** '' سلسلہ موسویہ میں حضرت مسیح تھے اسی طرح ضروری ہے کہ سلسلہ محمدیہ مماثلۃ بسلسلہ الموسویہ میں بھی آخری خلیفہ محمدی وہ ایسا مہدی ہوگا جو مسیح بھی کہلائے گا اور اسی بنا پر اس خلیفہ کو ابن مریم کہا گیا ہے۔ **ثالثاً** نشانات مسیح

تقریباً ایک ہی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی اور مسیح صرف ایک شخص کے ہی صفاتی نام ہیں جیسے نزول امطار، کثرت زروع، ترک جہاد، وجود عدل، کسر صلیب، اہلاک ملل، ظہور من المشرق، دخول فی بیت المقدس وبیت اللہ الشریف۔ رابعاً بروایت احمد یہ وارد ہوا ہے کہ **یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماما مھدیا وحکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر وتضع الحرب اوزارھا**۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسیح ہی امام، حکم اور مہدی کہلائے گا۔

۱......اختلاف پیدا ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تمام روایات ہی موضوع ہیں ورنہ جس قدر اختلافی مسائل ہیں ان کی بنیاد روایت موضوعہ پر ماننی پڑے گی۔

۲......مسئلہ مہدی کو بنظر تحقیر دیکھنا خبث باطن یا جہالت اسلامی ظاہر کرتا ہے ورنہ اگر واقعی قابل نفرت ہوتا تو اصحاب الجرح والتعدیل یا ائمہ کبار اور امامان اسلام اس سے نفرت کا اظہار کرتے۔

۳......تعدد مہدی کا قول غلط ہے کیونکہ جب محدثین نے اصول حدیث کی رو سے احادیث صحیحہ الگ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ امام مہدی شخص معین ہے۔ تو پھر کون سے امور ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم اختلاف رفع کرنے کی خاطر ایک نیا مسئلہ پیدا کریں کہ مسیح اور مہدی ہزاروں آئیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو اس مسئلہ میں تحقیق نصیب ہی نہیں ہوئی۔

۴......یہ قول بھی غلط ہے کہ جس حدیث کو ''موطا'' نہیں نقل کرتا وہ حدیث ہی موضوع ہے۔ کیا اس کی بابت قرآن شریف میں وارد ہو چکا ہے کہ **لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین**۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ ''صحاح ستہ'' موضوعات پر مشتمل ہوں۔

۵......یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو احادیث صحیحین میں نہیں ہیں وہ مردود ہیں اور یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو حدیث صحیحین میں درج ہیں وہ تمام واجب القبول ہیں کیونکہ بقول مرزا صاحب بہت سی ایسی روایات ہیں کہ جن کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تسلیم نہیں کیا۔

۶......یہ بھی غلط ہے کہ صحیحین میں امام مہدی کا ذکر نہیں آیا ان کی روایت ہے **کیف انتم اذا نزل ابن مریم وامامکم منکم وعند مسلم فیقال لعیسی صل بنا فیعتذر بعضکم اولی ببعض فیقتدی المسیح بالمھدی**(فتح الباری) **اذا ینزل عیسی علی افیق (وھو جبل عند بیت المقدس) وبیدہ حربۃ فیاتی بیت المقدس ویقتل الدجال والناس فی صلوۃ الصبح والامام یؤم بھم**(فتح الباری، ص ۱۳۵/)

(۷) یہ اصول بھی غلط ہے کہ جس کتاب کے متعلق تفصیل مذکور ہو تو دوسری کتابیں مجمل ہو جاتی ہیں دیکھئے قرآن شریف میں تورات کیلئے ﴿وَفِيْهِ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ مذکور ہے اور ﴿ يَاأُخْتَ هٰرُوْنَ ﴾ کا لفظ تورات میں مذکور نہیں ہے، بلکہ کسی صحیفۂ قدیم میں اس کا ذکر نہیں آیا۔

۸......یہ بھی اصول غلط ہے کہ جس کو ابن خلدون غیر محقق تصور کرے وہ واقع میں بھی ایسی ہو کیونکہ وہ محض مورّخ ہے اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ اصحاب الحدیث کے مقابلہ میں اپنی تحقیق پیش کرے۔

۹......شوکانی نے پچاس روایات لکھی ہے۔ ملا علی قاری، ابن حجر، ابن تیمیہ، ابن قیم وغیرہ سب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

۱۰......اگر تعدد مہدی صحیح ہے تو چونکہ مہدی و مسیح ایک ہیں اس لئے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح بھی ایک جماعت ہو کر کچھ ہو کر گزرے ہیں اور کچھ گزریں گے۔

۱۱......اگر اختلاف روایات باعث تعدد ہے تو مسیح کو بھی متعدد ماننا پڑے گا کیونکہ نزول مسیح

میں بھی اختلاف ہے۔حدیث اختلاف **اولاً فی مقام نزوله الشرقی دمشق عند المنارة البیضاء** (ترمذی،نواس بن سمعان) **اوروحاء** (روح المعانی) **اوجبل افیق قریب بیت المقدس** (وحکاہ کنزالعمال،حجج) **وثانیاً فی مکة ایمکث اربعین سنة** (کنز العمال) **او ۴۵ سنة** (حجج) **او سبع سنین اوتسع عشرة سنة** (کما هو عند مسلم)

۱۲......کچھ نشانات پائے جانے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ واقعی قادیانی مدعی امام مہدی تھا اس لئے ضروری ہے کہ علامات مختصہ کا امتحان کیا جائے مثلاً ''**کونه من نبی فاطمة، اسمهٔ محمد، حیوته بعد الدعوة، ملکه سبع سنین، انتظار المسیح، ابطال الجزیة، وضع الحرب، نزول جبریل، اقتداء کعیسیٰ، نزول عیسیٰ، اعلان ظهور، بمنی و مزدلفه، اخذ البیعة فی الحطیم**'' ان گیارہ نشانات میں جو پورا اترے وہ مہدی ہوگا۔

۱۳......یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ اختلاف آج تک رفع نہیں ہوا۔ کیونکہ حجج میں ہے کہ مہدی کا اہل بیت سے ہونا متواتر ہے اور آل عباس کی روایات تمام ضعیف یا مردود ہیں۔ شوکانی نے توضیح میں لکھا کہ یا ننھیال کی طرف امام صاحب عباسی ہوں گے اور یا یہ روایات قابل استدلال نہیں ہیں۔ ایک محقق کا قول ہے کہ مہدی عباسی کی حدیث ہی اور ہے کیونکہ اس کے یہ لفظ ہیں ''**منا السفاح منا المنصور ومنا المهدی**'' (تنبیق)

۱۴......قول عمر کہ وہ بنی امیہ سے ہے امیر معاویہ اس کی تردید کرتے ہیں کہ ''**هو من اولاد علی** رضی اللہ عنہ۔'' (حج طبرانی) مرزا صاحب خود بھی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''**ان بعض جداتی من بنی فاطمة**'' اور ''عسل مصفیٰ'' میں تسلیم کیا گیا ہے کہ جب آپ بنی فاطمہ میں داخل ہوئے تو آپ سید بھی بن گئے۔

۱۵......بنی فاطمہ تسلیم کرنے سے امام مہدی پر تمام عنوان صادق آتے ہیں۔ **من الامة من**

اهل البیت من الحسن ابا من الحسین اُمًّا.

۱۶......**لامهدی الا عیسیٰ**، قابل استدلال نہیں کیونکہ اس کا راوی محمد بن خالد ہے۔ **وهو متفرد به و مجهول عند البخاری قال فی الحجج: حدیثه مضطرب و ضعیف لا یعارض الصحاح.**

۱۷......اگر صحیح ہو تو بقول شوکانی یوں تاویل ہوگی کہ **لامهدی کاملا الا عیسٰی**–یا یوں کہیں گے کہ ان میں اتحاد زمانی مراد ہے کہ **کقوله و اما امرنا الا واحد.**

۱۸......**کما** سے استدلال کرنا اس وقت مفید ہوتا ہے کہ عیسیٰ سے پہلے مہدی بھی مانا جائے ورنہ تشبیہ تام نہ رہے گی مگر ''عسل مصفّٰی'' میں یوں لکھا ہے کہ سید احمد بریلوی ۱۲۰۱ھ میں یحییٰ کی طرح مبشر مرزا پیدا ہوئے تھے مگر مرزا صاحب نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ سید احمد کے پیرو چونکہ گمراہ ہیں اس لئے داستان سازی میں مشغول رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مسیح آسمان سے اترے گا۔ بھلا جھوٹا ایسا نہ کہے تو کیا کہے؟

۱۹......اب ثابت ہوا کہ مہدی سید ہوگا اور ختم رسالت کی وجہ سے نبی نہ ہوگا۔ اور مسیح کو بطریق توصیف کہا گیا ہے ورنہ اس کو بطور اسم علم کے مہدی نہیں کہا گیا جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ **علیکم بسنة الخلفاء الراشدین المهدیین** (ابو داؤد) **ولجریر اللّٰهم اجعله مهدیا** (کنز العمال) **ولابی ذرّ من سره ان ینظر الی عیسی ابن مریم فلینظر الی ابی ذر الغفاری** - (ابن عساکر عن انس) **ولن تهلک امة انا اولها وعیسیٰ اخرها والمهدی اوسطها** (حاکم ابو نعیم، ابن عساکر) **فبطل ما قال فی العسل المصفی اذا ذکر المهدی منفردا فالمراد به رجل صالح فعلیه ان یقول ایضا ان المسیح اذا ذکر منفردا فالمراد به رجل سیاح لیرتفع الامر من البین. هذا**

۱۳...... حیات مسیح برناباس کی زبانی

قرآن شریف میں صراحتہً مذکور ہے کہ واقعہ صلیب کے متعلق دو قسم کے خیال پیدا ہو گئے تھے۔ **اول** یہ کہ مسیح صلیب پر مر گیا اور اس کی لاش کو اتار کر قبر میں رکھا گیا۔ تین روز بعد مسیح زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا، یہ خیال بائبل کی جگہ ان انجیلوں میں موجود ہے، جن کو عیسائی مانتے ہیں اور قرآن شریف انکار کرتا ہے۔ **دوم** وہ خیالات ہیں جو موجودہ اناجیل اربعہ کے علاوہ اسلامی تصریحات اور'' انجیل برناباس'' میں موجود ہیں۔جن میں یوں بتایا گیا ہے کہ مسیح زندہ اٹھا لیا گیا اور اس کے بجائے دوسرا آدمی ہمشکل سمجھ کر رات کو صلیب پر قتل کیا گیا۔اس اختلاف کی وجہ سے'' ینابیع الاسلام''میں اعتراض کیا گیا ہے کہ اسلام کا جب یہ دعویٰ ہے کہ قرآن شریف مصدق انجیل ہے تو اس میں واقعہ صلیب کو کیوں نہیں مانا گیا؟ اس کا **جواب** مسلمانوں کی طرف سے یوں دیا گیا تھا کہ جس انجیل کی قرآن تصدیق کرتا ہے، وہ ایک کتاب تھی جو خود مسیح نے عبرانی زبان میں وحی پا کر حواریوں کو دی تھی۔اور واقعہ صلیب کے وقت وہ تلف کر دی گئی تھی۔جس میں قرآن شریف کے مطابق رفع مسیح بغیر صلیب مذکور تھا اور واقعہ صلیب میں چونکہ بڑی گڑبڑ پیدا ہو گئی تھی اور حواری اصل واقعہ کے وقت بھاگ گئے تھے اور جو پاس تھے ان کو بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔اس لئے صحیح طور پر بیان نہیں کر سکے کہ اصل واقعہ کس طرح ہوا۔ بلکہ انہوں نے اپنے قیاس اور شنید سے جو صحیح تصور کیا، لکھ دیا چنانچہ برنابا حواری نے جو حالات لکھے ہیں وہ وہی خیالات ہیں جن کی تصدیق قرآن کرتا ہے اور اس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ تمام واقعات میرے چشم دید تھے' اس لئے موجودہ عیسائی اگرچہ اس کو تسلیم نہیں کرتے لیکن اسلام ضرور تسلیم کرتا ہے اور اناجیل اربعہ کو اس واقعہ کے متعلق مشکوک قرار دیتا ہے۔

مرزائیوں نے ''انجیل برنابا'' کو عیسائیوں کی طرح نا قابل تسلیم سمجھ کر اناجیل اربعہ کو ہی صحیح سمجھا ہے اور باہمی اختلاف کو یوں مٹایا کہ قرآن شریف میں جن لوگوں نے واقعہ صلیب سے انکار کیا وہ بے خبر تھے۔ اور ''**ماصلبوہ**'' کا معنی ہے کہ یہودیوں نے اس کی ہڈیاں نہیں توڑی تھیں اس لئے ''**شبہ لھم**'' مسیح نیم مردہ ہو کر مردہ کے مشابہ بن گیا تھا، اس لئے مردہ سمجھ کر حواریوں کو اس کی لاش دی گئی تھی' انہوں نے قبر نما غار میں تین دن تک مرہم حواریین سے علاج کیا تو اس کے زخم فوراً درست ہو گئے۔ اور کشمیر کو چلا گیا' پھر وہیں ۸۷ برس تک روپوش رہ کر محلہ خانیار میں دفن ہوا۔ اور یہ داستان سازی بڑی کوشش کے بعد تیار ہوئی اور اس کے ثابت کرنے میں کسی سیاح چینی کی انجیل پیش کی جاتی ہے جو کسی طرح بھی نہ انجیل برنابا کا مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ اناجیل اربعہ کے ہم پلہ ہے' کیونکہ وہ غیر معروف ہونے کے علاوہ تمام انجیلی بیانات کے خلاف ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس کی مشتبہ عبارتوں کو اپنے مطلب کے مطابق ڈھال لیا ہے، ورنہ مرزائیوں کا فرض تھا کہ وہ ''چینی انجیل'' کا ترجمہ شائع کرتے' مگر اب ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آیا اس انجیل کا وہی مطلب ہے جو مرزا صاحب نے سمجھا تھا یا کچھ استادی سے کام لیا گیا ہے برخلاف اس کے مسلمانوں نے انجیل برنابا کا ترجمہ اردو میں شائع کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزائیوں کی داستان سازی بالکل غلط ہے نہ اس کی تائید اسلام کرتا ہے اور نہ نصرانیت یا یہودیت بلکہ صرف مرزائیت کا خانہ ساز مسئلہ ہے۔ اگر چہ یہ انجیل تین سو صفحہ سے زائد تک چلی گئی ہے مگر ہمیں چونکہ صرف حیات کا مسئلہ درکار ہے اس لئے اس سے اس مسئلہ کے متعلق چند اقتباسات ذیل میں لکھے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی نکتہ خیال سے مسیح کے حالات زندگی کیسے ہیں۔

۱۴......اقتباسات انجیل برنابا (برنباس)

۱......"موضع ناصرہ" میں رہنے والی پارسا مریم علیہا السلام کے پاس جبریل نے آ کر کہا کہ خدا نے تجھے ایک نبی کی ماں ہونے کیلئے چنا ہے' کہا کہ انسان کے بغیر بیٹا کیسے جنوں گی؟ کہا کہ یہ بات خدا کے نزدیک محال نہیں ہے، کیونکہ اس نے بغیر انسان کی موجودگی کے آدم علیہ السلام پیدا کیا تھا۔ کہا اچھا خدا کی مرضی۔ اب مریم کو اندیشہ ہوا کہ یہودی اسے بدنام کریں گے اس لئے اپنے رشتہ دار یوسف نجار (عبادت گزار) سے نکاح کیا اور جب اس نے دیکھ کر مریم کر چھوڑنے کا ارادہ کیا تو خواب میں اس کو بتایا گیا کہ مت ڈرو صرف مشیت ایزدی سے "یسوع" نبی پیدا ہوگا۔

۲......قیصر روم (اوغسطس) نے حاکم یہودیہ (ہیرودس اکبر) کو حکم دیا کہ اپنے علاقہ کی مردم شماری کرے اس لئے یوسف کو اپنے گھر (بیت اللحم) جانا پڑا۔ اور ایک سرائے میں وہاں پہنچ کر قیام کیا تو مسیح پیدا ہوئے۔ سات روز کے بعد "ہیکل" میں ختنہ کیا گیا۔ پورب کے تین مجوسی مسیح کا ستارہ دیکھ کر اور یہودیہ پہنچ کر بیت المقدس میں آٹھہرے اور مسیح کا پتہ پوچھا تب بادشاہ نے نجومیوں سے پوچھ کر ان کو بتایا کہ وہ بیت اللحم میں پیدا ہوا ہے، تم وہاں جاؤ اور واپس ہو کر مجھے ملنا۔ مجوسی ستارے کے پیچھے ہو لئے اور بیت اللحم میں جا کر مسیح پر نیاز چڑھائی۔ بچہ نے خواب میں کہا کہ تم بادشاہ سے نہ ملو۔ تب وہ سیدھے اپنے گھر چلے گئے۔ یوسف مریم کو مصر لے آیا اور پیچھے بیت اللحم کے بچوں کو مار ڈالنے کا حکم جاری ہوا (کیونکہ حاکم کو 'یسوع' سے بڑا خطرہ تھا) اور یوسف حاکم کی وفات تک مصر میں رہا۔ سات سال کے بعد یوسف یہودیہ سے واپس آیا تو "ارخیلاوس بن ھیرودس" وہاں کا بادشاہ تھا اس لئے اس سے ڈر کر جلیل میں چلا گیا۔ یسوع بارہ سال کا ہوا تو بیت المقدس سجدہ کرنے آیا اور لوگوں

سے بحث کی جس سے وہ دنگ رہ گئے تو والدین کے ہمراہ ناصرہ میں آ ٹھہرا۔

۳...... "یسوع" تیس برس کا ہوا تو جبل زیتون پر زیتون لینے کو پھر ماں بیٹا دونوں گئے تو بعد از نماز یسوع کو بذریعہ وحی بتایا گیا کہ وہ یہود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے والدہ نے تصدیق کی کہ مجھے یہ پہلے ہی بتایا گیا تھا۔ تو تبلیغ کیلئے یسوع پہلی دفعہ بیت المقدس آئے اور راستہ میں ایک کوڑھی کو دعا سے اچھا کیا تو اس نے چلا کر کہا اے بنی اسرائیل اس نبی کی پیروی کرو۔

۴...... تب آپ دوسری دفعہ معہ یہود کے ہیکل میں نماز پڑھنے کیلئے بیت المقدس آئے اور شہر میں شور مچ گیا۔ کاہنوں نے منبر پر کھڑا کر کے لوگوں کو وعظ سننے کا حکم دیا اور آپ نے وعظ میں تمام فقیروں، استادوں اور علمائے بنی اسرائیل کو خصوصیت سے آڑے ہاتھوں لیا، تب وہ باطنی طور پر مخالف بن گئے، مگر بظاہر تسلیم کیا اور آپ اپنے مریدوں کے ہمراہ تبلیغ کیلئے وہاں سے چل دیئے۔

۵...... چند دن بعد مسیح "جبل زیتون" پر دوسری دفعہ گئے اور وہاں ساری رات نماز میں دعا کی کہ "مجھے پوجاریوں سے بچا جو میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔" صبح خدا کی طرف سے کہا گیا کہ دس لاکھ فرشتے تیری حفاظت کریں گے جب تک کہ تیرا کام انتہا تک نہ پہنچے اور دنیا کا اختتام نہ ہو تب تک تم نہ مرو گے تو آپ نے سجدہ کیا اور ایک دنبہ قربانی کیا۔ پھر اردن کے گھاٹ سے عبور کر کے چلے گئے۔ اور چالیس دن روزہ رکھا پھر اور شلیم تیسری بار واپس آ کر تبلیغ کی اور لوگ مطیع ہو گئے۔ جن میں آپ نے بارہ حواری چن لئے۔ اور اوس، پطرس، بانابا (برنباس جس نے یہ انجیل لکھی) متی عشار، یوحنا، یعقوب، اتداوس، یہوداہ، مبرتولواماؤس، نیلبس، یعقوب ثانی، یہوداخریوطی غدار۔

۶...... عید مظال کے موقع پر ایک امیر نے ماں بیٹے دونوں کو مدعو کیا اور آپ نے وہاں پانی کو شراب بنایا۔ اور حوایوں کو وعظ کی کہ سیاح بنو اور تکلیف سے نہ گھبراؤ، اشعیا کے وقت دس

ہزار نبی کا قتل ہوا تھا۔ ایک گال پر تھپڑ پڑے تو دوسری آگے کر دو۔ آگ پانی سے بجھتی ہے آگ سے نہیں بجھتی، خدا ایک ہے، نہ اس کا بیٹا ہے، نہ باپ، پھر دس کوڑھے جو آپ کی دعا سے اچھے ہو گئے ان سے کہا کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ لوگوں سے جا کر کہو کہ ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدے خدا نے کئے تھے نزدیک آ رہے ہیں' پھر آپ دوسری دفعہ ناصرہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں جہاز ڈوبنے لگا مگر آپ کی دعا سے بچ گیا۔ ناصرہ میں علماء نے معجزہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ بے ایمانوں کو نشانی نہیں ملے گی کیونکہ کوئی نبی اپنے وطن میں قبول نہیں کیا جاتا۔ اس پر لوگوں نے آپ کو سمندر میں ڈبونا چاہا، مگر آپ بچ گئے۔

۷...... پھر آپ ''کفرناحرم'' میں آئے اور ایک شیطان دور کیا' لوگ ڈر گئے اور کہا کہ اس علاقہ سے نکل جاؤ۔ تو آپ صور اور صیدا میں آئے اور ''کنعانی عورت'' کا جن نکالا اگرچہ وہ یہودی نہ تھی اور آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے۔

دوسری دفعہ عید مظال کے وقت آپ چوتھی دفعہ'' اور شلیم'' میں آئے اور پوجاریوں کو بحث میں لاجواب کیا۔ اتنے میں ایک بت پرست نے اپنے بیٹے کیلئے آپ سے دعا کروائی تو وہ تندرست ہو گیا اور گھر جا کر باپ نے بت توڑ ڈالے۔ پھر آپ نے توحید کی طرف پوجاریوں کو دعوت دی۔ اور بیمار مذکور کا ذکر کر کے ان کو نادم کیا' تو وہ قتل کے درپے ہو گئے۔ اس لئے آپ وہاں سے صحراء اردن میں آ گئے اور چار حواریوں کے شکوک رفع کئے اور انہوں نے باقی آٹھ حواریوں کو بھی سمجھایا، مگر یہوداخریوطی نہ سمجھا۔

۸...... پھر آپ کو فرشتہ نے پانچویں دفعہ'' اور شلیم'' بھیجا تو آپ نے ہفتہ کے دن تبلیغ کی تو پوجاریوں کا سردار کہنے لگا کہ تم ہمارے خلاف تبلیغ نہ کرو' آپ نے کہا کہ میں ان سے نہیں ڈرتا جو خدا سے نہیں ڈرتے اور جنہوں نے کئی نبی مار ڈالے اور ان کو کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ رئیس الکہنہ نے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر لوگوں سے ڈر گیا۔

۹......نبوت کے دوسرے سال آپ ''نائین'' کو پہلی دفعہ گئے وہاں آپ نے ایک بیوہ کا لڑکا بڑے اصرار کے بعد زندہ کیا اور لوگ عیسائی ہوئے مگر رومانیوں نے عیسائیوں سے کہا کہ ہم تو ایسے پیر کو خدا جانتے ہیں تم نے تو کچھ قدر ہی نہیں کی۔ اب شیطان کے بہکانے سے اختلاف رائے پیدا ہو گیا تو ایک فرقہ نے کہا کہ یہ خدا ہے، دوسرے نے کہا کہ خدا محسوس نہیں ہوتا اس لئے یہ خدا کا بیٹا ہے، اور تیسرا توحید کا قائل رہا اور آپ ''کفرناحرم'' میں چلے گئے اور ایک مجمع کثیر میں آپ تبلیغ کر کے جنگل کو نکل گئے۔

۱۰......ایک دفعہ ''قریۃ السامریہ'' پہنچے تو انہوں نے روٹی بھی نہ دی۔ تو یعقوب اور یوحنا نے کہا کہ آپ بددعا کریں کہ ان پر آگ برسے۔ آپ نے فرمایا کیا صرف اس لئے کہ انہوں نے ہم کو روٹی نہیں دی۔ کیا تم نے ان کو رزق دیا ہے؟ یونس علیہ السلام نے نینوی والوں کو بددعا دی تھی، تو آپ کے جانے کے بعد انہوں نے توبہ کر لی وہ تو بچ گئے مگر آپ کو مچھلی نے نگل کر نینوی کے پاس پھینک دیا تھا' تب دونوں حواری تائب ہوئے۔

۱۱......چھٹی بار آپ ''عید فصح'' منانے اور شلیم آئے۔ وہاں بیت الصدیٰ چشمہ پر ایک لونجھا ۳۸۱ سال سے بیٹھا تھا اور جب چشمہ میں جوش آتا تھا تو بیمار اس میں جا کر شفا حاصل کرتے تھے مگر اس کو کسی نے اندر نہ جانے دیا تھا۔ آپ نے دعا کی، اس کو اچھا کیا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے تبلیغ کی اور بحث میں پوجاریوں کو لاجواب کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر حدود قیصریہ میں آئے اور حواریوں سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ پطرس نے جواب دیا کہ آپ خدا کے بیٹے ہیں' تب آپ نے ناراض ہو کر اس سے توبہ کرائی' مگر عام لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو کر جم چکا تھا تو آپ جلیل میں چلے آئے اور بیماروں کو اچھا کیا۔

۱۲......رات کو حواریوں سے کہا کہ اب امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ تب فرشتہ نے بتایا کہ یہودا آپ کا اندرونی دشمن ہے اور کاہنوں سے اندرونی سازش رکھتا ہے' تو آپ نے فرمایا کہ ایک

حواری ہلاک ہوگا۔ برنباس نے پوچھا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔ میں دنیا سے جاتا ہوں۔ میرے بعد ایک رسول آئے گا جو میری تصدیق کرے گا اور بت پرستی کو دور کر دے گا پھر آپ کوہ سینا پر چلے گئے اور چالیس دن میں وہیں رہے۔ پھر اور شلیم کو ساتویں دفعہ چلے، راستہ میں کسی نے کہا یہ اللہ ہے اور اپنی قوم کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے کہا "نہیں میں بشر ہوں"۔

۱۳.....اس کے بعد آپ صحرائے تیرو میں گئے اور حواریوں کو نماز روزے کی تلقین کی اور ان کو کھانا لانے کے واسطے کسی بستی میں بھیجا۔ تو سب چلے گئے مگر برنباس آپ کے پاس رہا تو آپ نے فرمایا کہ اے برنباس میرا ایک شاگرد مجھے تیس روپے میں بیچ دے گا اور میرے نام پر قتل کیا جائے گا، خدا مجھ کو زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور اس شاگرد غدار کی شکل مسیح کر دیگا اور ہر ایک یہی سمجھے گا کہ وہ مسیح ہے' مگر جب مقدس رسول آئے گا تو میرے نام سے یہ دھبا اڑا دے گا خدا تعالیٰ یہ قدرت اس لئے دکھائے گا کہ میں نے مسیا کا اقرار کیا ہے جو مجھے یہ بدلہ دے گا کہ میں زندہ ہوں اور موت کے دھبے سے بری ہوں۔ برنباس نے کہا کہ آپ مجھے بتائے وہ شاگرد کون ہے؟ میں اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالوں۔ آپ نے نہ بتایا اور کہا میری ماں کو یہ بات بتا دو تا کہ اس کو تسلی رہے۔

۱۴.....تب آپ نے آٹھویں دفعہ اور شلیم آ کر تبلیغ کی اور پوجاریوں نے رومانی فوج کو اطلاع دی کہ آپ بت کو برا کہتے ہیں اس لئے وہ واجب القتل ہیں مگر آپ کو نہ پا سکے کیونکہ آپ بحر جلیل میں کشتی پر سوار ہو چکے تھے' مگر لوگوں نے ہجوم کیا تو آپ نے لنگر ڈال کر ان کو ساحل کے قریب تبلیغ کی اور "نائن" کو دوسری بار چلے گئے۔ وہاں ایک یتیم کے گھر قیام کیا اور اس کی ماں نے بڑی خدمت کی تب لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیں مگر آپ وہاں سے بھاگ گئے اور پندرہ دن تک حواریوں کو بھی نہ ملے۔ تب یوحنا،

یعقوب اور برنباس نے آپ کو پا کر عرض کی اے معلم! تو ہم سے کیوں بھاگ گیا تھا؟ کہا کہ اس لئے بھاگا ہوں کہ شیطانی فوج میرے قتل کا سامان کر رہی ہے' دیکھ لوگے کہ پوجاری حاکم رومانی حاکم سے میرے قتل کا حکم حاصل لیں گے' کیونکہ ان کو میرے باشادہ بننے کا خطرہ لگا ہوا ہے اور میرا ایک شاگرد مجھ کو ان کے حوالے کر دے گا' جیسا کہ یوسف مصر میں بیچا گیا تھا مگر خدا تعالیٰ اس کو پکڑا دے گا اور حضرت داؤد کا حکم پورا ہوگا۔ (چاہ کن را چاہ در پیش) مجھے ان کے ہاتھوں سے بچا کر دنیا سے اٹھالیگا۔

دوسرے دن آپ کے شاگرد دو، دو ہو کر حاضر ہوئے اور باقیوں کا انتظار دمشق میں کیا تو ان کو موت کے متعلق وعظ کیا کہ ''انسان کو عارضی گھر کا خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ اصلی وطن (آخرت) کا سامان کرنا چاہیے۔ پھر کہا کہ میں تم کو اس لئے نہیں کہتا کہ میں اب مر جاؤں گا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ دنیا کے اختتام تک زندہ رکھا جاؤں گا۔

۱۵...... یہودا آپ کا توشہ دان سنبھالے رہتا تھا کہ جس میں نذرانے ہوتے تھے' صرف اس خیال سے کہ آپ جب بادشاہ بن جائیں گے تو مجھے بھی اچھا عہدہ مل جائے گا۔ اب انکاری ہو کر کہنے لگا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ضرور جان لیتا کہ میں اس کا چور ہوں' حکیم ہوتا تو سلطنت لینے سے نہ بھاگتا۔ اب اس نے رئیس الکہنہ کو وہ تمام ماجرا سنا دیا جو ''نائین'' میں پیش آیا تھا تو پوجاریوں نے یہ سوچا کہ آپ ہماری بت پرستی سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیا بنی اسماعیل سے ہوگا اور داؤد سے نہیں آئے گا اور لوگوں میں آپ کی قبولیت بہت عام ہو چکی ہے اور لوگ آپ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ مناسب ہے کہ حاکم رومی سے مدد لے کر آپ کو رات کے وقت گرفتار کیا جائے، ورنہ اس کی بادشاہی میں ہم تباہ ہو جائیں گے۔

۱۶...... اس وقت تمام شاگرد دمشق میں تھے آپ ہفتہ کی صبح کو ناصرہ تیسری دفعہ چلے آئے اور لوگوں سے ملاقات کر کے یہودیہ چلے گئے راستہ میں شاگردوں نے ہر چند روکا مگر آپ نے

فرمایا کہ میں ان سے نہیں ڈرتا۔ تم موجودہ فریسیوں کے خمیر سے ڈرتے رہو' کیونکہ خمیر کی ایک گولی من بھر آٹے کو خمیر بنا دیتی ہے۔

۱۷......پھر نویں دفعہ اور شلیم میں آئے اور فوج گرفتار کرنے کو آئی' مگر قابو نہ پاسکی تو نہر اردن عبور کر کے آپ صحرا میں چلے گئے۔ پوجاریوں نے آ کر بحث کی تو تنگ ہو کر سنگباری شروع کر دی مگر آپ بچ نکلے اور وہ آپس میں ہی ہزار آدمی تک مر مٹے' تو آپ معہ اصحاب کے سمعان کے گھر آ گئے۔ ینقوذیموس نے کہا کہ آپ اور شلیم سے نکل کر قدرون کے نالہ سے پار چلے جائیں تو آرام میں رہیں گے۔ آپ کی والدہ کو فرشتہ نے سب حال بتایا تو روتی ہوئی اور شلیم آ گئیں اور اپنی بہن مریم سالومہ کے گھر قیام کیا۔

۱۸......اب رئیس الکھنہ نے یور شلیم میں جلسہ کیا جس میں کچھ لوگ اس کی تقریر سن کر مرتد ہو گئے۔ اور پوجاری ہیرودوس اصغر کے پاس چلے گئے۔ اس سے فوج لے کر آپ کو تلاش کرنے لگے مگر نہ پایا۔ اسی وقت آپ نے فرمایا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں دنیا سے چلا جاؤں گا، تکلیف محسوس نہ کروں گا۔ ینقوذیموس کے باغ میں آپ رہتے تھے کہ ایک دن آپ نے یہود غدار سے فرمایا کہ جو تمہیں کرنا ہے جاؤ کرو۔ تو مخبری کرنے کو اور شلیم چلا گیا۔ دوسروں نے سمجھا کہ عید فصح کیلئے کچھ خریدنے گیا ہے' تو یہودا نے رئیس سے جا کر کہا کہ اگر تیس روپے دیدو تو میں آج رات ہی حضرت مسیح کو بمعہ گیارہ حواریوں کے تمہارے قبضہ میں کر دوں گا۔ رئیس نے رقم ادا کر کے یہودا کے ہمراہ ایک دستہ فوج کا مشعلیں اور ہتھیار دے کر روانہ کر دیا۔

۱۹......اس رات آپ نے یہودا کو روانہ کر کے ینقوذیموس کے باغ میں سو رکعت نماز پڑھی اور جب فوج آئی تو آپ نے حواریوں کو گھر جا کر جگایا مگر وہ نہ جاگے جب خطرہ زیادہ ہو گیا تو خدا نے جبرائیل، رفائیل، اور اوریل کو بھیج کر گھر کی جنوبی کھڑکی سے آپ کو اٹھا لیا اور

تیسرے آسمان پر اپنے پاس رکھ لیا۔

۲۰......تب یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جہاں سے آپ اٹھائے گئے تھے اور شاگرد سو رہے تھے اور اس نے ان کو جگانا شروع کر دیا۔ تو خدا تعالیٰ نے اس وقت اپنی قدرت دکھائی کہ بولی اور شکل میں آپ کے مشابہ بن گیا۔ اور حضرت مسیح کو تلاش کرنے لگا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ یہ وہی مسیح ہے تو ہم نے کہا کہ اے معلم تو ہی تو ہمارا معلم ہے کیا تو ہم کو بھول گیا ہے۔ اس نے مسکرا کر کہا احمقو! یہودا اسخر یوطی کو نہیں جانتے ہو۔ اتنے میں سپاہی اندر آ گھسے اور اس کو مسیح سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ ہر چند اس نے کہا کہ میں وہ مسیح نہیں ہوں، مگر انہوں نے اسے مخبول سمجھ کر ایک نہ سنی۔ کہا کہ میں ہی تو تم کو لایا ہوں تم مجھے ہی باندھ لوگے؟ سپاہیوں نے جانا کہ وہ ان سے فریب کرتا ہے تب انہوں نے اس کو مکے اور لاتیں مار کر ذلیل کیا اور اور شلیم کو گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور یوحنا اور پطرس ساتھ گئے اور انہوں نے برنباس سے آ کر کہا کہ تمام کاہن جمع تھے اور قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا اور یہودا نے وہاں دیوانگی سے بہت باتیں کیں مگر انہوں نے مخبول سمجھا یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہی وہ مسیح ہے اور موت سے ڈر کر باتیں بناتا ہے اور جنون کا اظہار کر رہا ہے۔

۲۱......صبح جلسہ ہوا اور ''رئیس الکہنہ'' نے گواہی لی کہ یہ مسیح ہے میں یہ کیوں کہوں کہ رئیس نے ہی جانا کہ وہ مسیح ہے بلکہ تمام شاگردوں نے بھی اعتقاد سے یہ کہا کہ یہ وہی مسیح ہے حضرت مریم بھی اپنے اقارب واحباب کے ہمراہ وہیں آ گئیں آپ نے بھی یہودا کو اپنا بیٹا مسیح سمجھ کر رونا شروع کر دیا۔ برنباس کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں اس وقت وہ بات بالکل بھول گیا تھا کہ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں دنیا سے اٹھا لیا جاؤں گا اور دوسرا شخص میری جگہ عذاب دیا جائے گا اور میں دنیا کے خاتمہ تک نہ مروں گا۔ تب برنباس، یوحنا اور مریم صلیب کے پاس گئے تو یہودا کو مشکیں باندھ کر رئیس کے سامنے لائے' تب اس نے تعلیم اور

شاگردوں کے متعلق پوچھا' مگر یہودا نے جواب نہ دیا گویا کہ وہ دیوانہ ہے۔ پھر خدا کی قسم دلا کر پوچھا کہ سچ کہو' تب اس نے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں کہ میں وہی یہودا اسخر یوطی ہوں جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں مسیح کو تمہارے ہاتھ میں دیدوں گا' مگر میں نہیں جانتا کہ تم کیوں پاگل ہو گئے ہو اور چاہتے ہو کہ میں ہی مسیح ناصری بن جاؤں؟

۲۲.....تب اسے مشکیں باندھے ہوئے بیلاطس (حاکم اورشلیم) لے گئے اور وہ در پردہ حضرت مسیح کا خیر خواہ تھا اور چونکہ وہ یہی سمجھتا تھا کہ یہودا ہی مسیح ہے اس لئے کمرہ میں لے جا کر پوچھنے لگا کہ مسیح بتاؤ کہ رئیس الکھنہ نے معہ تمام قوم کے کیوں تجھ کو میرے سپرد کیا ہے۔ کہا کہ میں سچ کہوں گا تو تم نہیں مانو گے۔ حاکم نے کہا کہ میں یہودی نہیں ہوں سچ بتاؤ۔ مجھے اختیار ہے کہ چھوڑ دوں یا قتل کروں۔ کہا کہ میں یہودا اسخر یوطی ہوں اور یسوع جادوگر نے مجھے اپنی شکل پر بدل دیا ہے۔ مگر رئیس اور قوم نے شور مچا دیا کہ تو مسیح ناصری ہے، ہم اسے خوب پہچانتے ہیں تب حاکم نے خود بری الذمہ ہونے کیلئے اس کو ''ہیرودس اصغر'' کے پاس بھیج دیا' کیونکہ مسیح کو وہ جلیل کا باشندہ تھا۔ یہودا نے وہاں بھی جا کر انکار کیا مگر اوروں کی طرح ہیرودس نے بھی اس پر ہنسی اڑائی اور اس کو سفید کپڑے پہنا دیئے (جو پاگلوں کا امتیازی لباس تھا) اور بیلاطس کے پاس واپس روانہ کر دیا اور کہا کہ بنی اسرائیل کو انصاف عطا کرنے میں کمی نہ کرے۔ تب اس نے اسکوان کے حوالے کر دیا کہ مجرم ہے اور موت کا مستحق ہے تو وہ اسے جمجمہ پہاڑی پر لائے، جہاں صلیب دیا کرتے تھے وہاں اسے ننگا کر کے صلیب پر لٹکا دیا تو یہودا سخت چلایا۔ برنباس کہتا ہے کہ یہودا کی آواز چہرہ اور تمام شکل حضرت مسیح کے مشابہ ہونے میں یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ شاگردوں اور مومنین تمام نے یہی سمجھا کہ وہ مسیح ہے۔ تب بعض لوگ حضرت مسیح کو جھوٹا نبی سمجھ کر مرتد ہو گئے' کہتے تھے کہ اس کے معجزات جادو تھے اور یہ کہنا غلط نکلا کہ ''میں نہیں مروں گا جب تک کہ دنیا کا خاتم

قریب نہ ہو جائے اور وہ دنیا سے لے لیا جائے گا۔'' اور جو لوگ دین پر مضبوطی سے قائم رہے۔ انہوں نے بہت غم کیا اور آپ کا کہنا بالکل بھول گئے کیونکہ انہوں نے یہودا کو آپ سے بالکل ہی مشابہ دیکھا تھا اور اسی غلط فہمی میں ینقوذیموس اور یوسف اباریما ثمائی کی سفارش سے یہودا کی لاش بیلاطس سے حاصل کر کے یوسف کی نئی قبر میں (جو اس نے پہلے بنا رکھی تھی) ایک سو رطل خوشبو بھر کے یہودا کو دفن کیا)

۲۳......تب برنباس، یعقوب اور یوحنا مریم کے ہمراہ ناصرہ گئے اور وہ فرشتے جو مریم کے محافظ تھے آسمان پر گئے اور تمام ماجرا مسیح سے کہا تو آپ نے والدہ کا غم سن کر خدا سے دعا مانگی کہ مجھے والدہ سے ملنے کی اجازت ہو۔ تب فرشتے اپنی حفاظت میں آپ کو نور کے شعلوں میں مریم کے گھر واپس لے آئے' جہاں آپ کی والدہ اور دونوں خالہ 'مرثا' اور 'مریم مجدلیہ'، اور برنباس یوحنا، یعقوب اور پطرس مقیم تھے' آپ کو دیکھ کر یہ سب بیہوش ہو گئے مگر آپ نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ میں زندہ ہوں۔ تب والدہ نے پوچھا کہ بیٹا تو پھر خدا نے تیری تعلیم کو کیوں داغدار بنایا اور کیوں اقارب اور احباب کے نزدیک تیری موت دکھلائی اور بدنام کیا۔ فرمایا! اماں! سچ جانوں میں نہیں مرا اور مجھ کو اللہ نے دنیا کے خاتمہ تک محفوظ رکھا ہے، یہ کہہ کر چار فرشتوں کو شہادت کیلئے طلب کیا' تب فرشتوں نے تصدیق کی۔ تب برنباس نے پوچھا کہ چوروں کے درمیان قتل ہونے کا دھبا تو آپ پر ہمیشہ لگا رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد محمد رسول اللہ ﷺ آئیں گے اور یہ دھبا اڑائیں گے اور لوگوں پر واضح کر دیں گے کہ میں زندہ ہوں۔ پھر برنباس کو آپ نے اپنے حالات قلمبند کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا کہ میری والدہ کو جبل زیتون میں لے جاؤ کیونکہ میں وہاں سے آسمان کو چڑھوں گا۔ تب وہ مریم کو وہاں لے گئے اور فرشتے تمام کے سامنے مسیح کو آسمان کی طرف اٹھا لے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ انجیل صاف بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ بجسم

عنصری آسمان پر اٹھائے گئے۔ یہودا اپنے کیفر کردار میں مشابہ بالمسیح بن کر مصلوب ہوا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے اخیر میں یہ بھی فرما دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ (احمد، محمد، مسیا) آپ سے قتل صلیب کا دھبا اٹھا دیں گے اب ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہم کس زبان سے کہہ سکتے ہیں کہ ﴿یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾ کی پیشینگوئی سے مراد مرزا صاحب ہیں کیونکہ مرزا صاحب تو یہود کے موافق اپنے زعم باطل میں آپ کو قتل اور مصلوب کر چکے تھے اور دشمنان اسلام کو اپنی طرف سے کامیابی دے چکے تھے۔ صرف ہڈی توڑنے کے سوا باقی سارا کام ختم ہو چکا تھا۔

۱۵......اسلامی تصریحات اور حیات مسیح علیہ السلام

الف: مؤرخ ''طبری'' لکھتا ہے کہ حضرت مریم اور یوسف (چچا زاد رشتہ دار) دونوں ایک مسجد میں خادم تھے جو جبل صیہون کے پاس تھی' آپ ایک دن چشمہ سے پانی لینے گئیں تو جبرائیل نے نفخ کیا' جس سے آپ کو حمل رہ گیا۔ یوسف نے بدظن ہو کر پوچھا کہ کیا بیج کے سوا بھی کوئی پودا ہوتا ہے' تو آپ نے فرمایا کہ سب پودے ابتداء میں بغیر بیج کے تھے' آدم کا بھی ماں باپ نہ تھا' تو یوسف خاموش ہو گئے اور جب وضع حمل کے آثار پیدا ہوئے تو یوسف آپ کو مصر لے گئے' ابھی دور ہی تھے کہ دردزہ شروع ہو گیا' تو گدھے پر سے اتر کر ایک کھجور کے نیچے ڈیرہ لگا دیا۔ اور وہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ سردی کا موسم تھا فرشتوں نے آ کر آپ کو تسلی دی اس رات تمام بت سرنگوں ہو گئے شیاطین آ لپکے' مگر ناکام رہے اور یہ عہد کیا کہ اس کی زندگی میں اس کا کام تمام کر ڈالیں گے۔ مجوسی ستارہ دیکھ کر مُر، لوبان اور سونا کی نیاز چڑھا گئے' کیونکہ مُر سے شفا ہوتی ہے اور اس نبی سے شفا حاصل ہو گی۔ لوبان اس لئے کہ اس کا دھواں سیدھا آسمان کو جاتا ہے اور یہ نبی بھی سیدھا آسمان کو جائے گا اور سونا اس

لئے کہ تمام مال و دولت کا سردار ہے اور یہ نبی بھی اپنے زمانہ میں بہترین شخص ہو گا۔ (ہیرودس کا قصہ مذکور ہے) پھر بارہ سال آپ مصر میں رہے (اور یہی ربوہ کا مقام ہے) آپ زمیندار کے گھر رہتے تھے ایک رات اس کی چوری ہو گئی۔ تو آپ نے وہاں کے خیرات خوار جمع کر کے ایک اندھے اور ایک لنجے کو پکڑ کر کہا کہ تم نیچے بیٹھو اور اندھے کو کاندھے پر اٹھاؤ۔ اس طریق سے وہ زمیندار کے خزانہ تک پہنچ گئے تو آپ نے ان کو چور ثابت کیا اور واپس شام آ گئے۔ تیس سال کے تھے کہ آپ نے اعلان نبوت فرمایا اور تین برس بعد خدا نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا۔

ب: ایک روز تین شیطانوں نے انسانی بھیس میں ایک جلسہ کیا، لوگ جمع ہوئے تو ایک شیطان نے کہا کہ مسیح خود خدا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ خدا رحم میں نہیں آتا، یہ خدا کا بیٹا ہے۔ تیسرے نے کہا کہ دوسرا مستقل خدا ہے۔ اب عیسائیوں میں شرک پیدا ہو گیا اور جب واقعہ صلیب قریب تھا تو آپ نے حواریوں سے کہا کہ میرے لئے تاخیر اجل میں دعا کرو۔ مگر وہ سب سو گئے اور دعا نہ کر پائے تو آپ نے فرمایا کہ میں جاتا ہوں اور ایک حواری تیس درہم سے مجھ کو بیچ ڈالے گا، چنانچہ وہ تیس درہم رشوت لے کر آپ کو گرفتار کرانے آیا۔ تو وہ خود ہی آپ کا شبیہ بن گیا اور انہوں نے اس کو صلیب دیدیا اور آپ نے بعد از صلیب ایک اور جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ تب حواری تو ایک کم تھا اور وہ نہ تھا کہ جس نے مخبری کی تھی۔ کسی نے کہا کہ وہ پھانسی لے کر مر گیا ہے۔

عیسائیوں کا یہ مذہب ہے کہ سات گھنٹے مسیح مرے تھے پھر زندہ کر کے اٹھا لئے گئے۔ پھر آسمان سے اتر کر ''مریم مجدلیہ'' کے ہاں اتر کر حواریوں کو تبلیغ کیلئے روانہ کیا، چنانچہ پطرس اور پولس روما کو گئے (پولس حواری نہ تھا) متی اور اندراہس انسان خواروں کے ملک کو، فیلبوس افریقہ کو، یحنس فسوس (قریہ اصحاب الکھف) کو یعقوب اور شلیم کو، ابن تلما عرب

کواور سیمون بربر کو روانہ ہوئے اور جو حواری باقی رہ گئے ان کو یہودیوں نے دھوپ میں بٹھا کر عذاب دینا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سلطان روم نے عیسائیت قبول کی تو یہودیوں کو مارڈالا اور صلیب پرستی شروع ہوگئی۔

ج: قال الطبری ملک الشام صار بعد طیباریوس الی جایوس ثم ابنه قلودیوس ثم نیرون الذی قتل پطرس وبولس وصلبه منکسا ثم بوطلایوس ثم اسفسیالوس وبعد رفع عیسٰی اربعین سنة وجه ابنه ططوس فهدم بیت المقدس قتل الیهود ثم اخرون ثم هر قل.فالزمان بین تخریب بخت نصر الی الهجرة الف سنة وبین ملک اسکندر والهجرة ۹۲۱ سنة وبین ظهوره ومولد عیسی۳۰۳ سنة وبین مولده وارتفاعه۳۲ سنة.وبین ارتفاعه الی الهجرة ۵۸۶ سنة (فانظرو کیف اعاد مرارا لفظة الارتفاع)

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ جب یہود نے آپ کو ایذا رسانی شروع کی تو آپ بمعہ والدہ کے سفر میں ہی رہنے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے حاکم دمشق کے پاس شکایت کی' بیت القدس میں ایک شخص بغاوت پھیلا رہا ہے تو اس نے حاکم بیت القدس کی طرف حکم بھیجا کہ ایسے آدمی کو فوراً سولی چڑھا کر قتل کر دو۔ جب یہودی گرفتار کرنے کو آئے۔ تو اس وقت آپ اپنے حواریوں میں بیٹھے تھے (کہ جن کی تعداد ۱۲ سے ۱۸ تک بیان کی جاتی ہے) تو انہوں نے بروز جمعہ بعد العصر آپ کو محاصرہ میں لے لیا۔ تب آپ نے کہا کہ میرا شبیہ کون بننا چاہتا ہے تا کہ میری جگہ مصلوب ہو کر میرے ساتھ جنت میں جائے۔ ایک نوعمر جوان آدمی اٹھا آپ نے ہر چند ٹالا مگر اس کے سوا کسی نے جرأت نہ کی۔ تو جس کوٹھری میں تھے اس کا ایک روشندان کھول کر نیند کی حالت میں آپ کو فرشتے آسمان پر لے گئے جب کوٹھری سے حواری باہر آ گئے تو شبیہ کو لے جا کر صلیب پر لٹکا دیا۔ اب جو لوگ کمرہ میں تھے انہوں نے کہا کہ

مسیح آسمان پر ہے اور جو لوگ باہر تھے ان کو یقین ہو گیا کہ مسیح کو انہوں نے قتل کر ڈالا ہے۔

جریر نے خود آنحضرت ﷺ کا بیان بھی نقل کیا ہے کہ قیامت سے پہلے اہل روما دابق یا عمان میں اتریں گے۔ تو مدینہ شریف سے ایک لشکر مقابلہ کو نکلے گا اور رومی کہیں گے کہ ہمارے قیدی واپس کرو تو مسلمان انکار کریں گے۔ پھر لڑائی شروع ہو گی تو ایک ثلث مسلمان بھاگ جائیں گے، ایک ثلث شہید ہوں گے، باقی ایک ثلث روم پر فتح پائے گا اور قسطنطنیہ فتح کرے گا، غنیمت تقسیم ہو رہی ہوگی تو کوئی آواز دے گا کہ مسیح دجال آپڑا ہے تو وہ ملک شام میں پہنچیں گے تو دجال کو دیکھ لیں گے کہ وہ آ رہا ہے' تب لڑائی کی صفیں تیار کریں گے تو نماز فجر کا وقت ہو جائے گا، تب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ امام مہدی کہیں گے کہ آپ نماز پڑھائیں مگر آپ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پھر جب آپ کی نظر دجال پر پڑے گی تو وہ نمک کی طرح پگھلنا شروع ہو جائے گا' مگر آپ اپنے نیزہ سے اس کو خود جا کر قتل کریں گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ معراج کی رات جب حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو قیامت کا ذکر چھڑ گیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے خدا سے وعدہ ہے کہ جب دجال ظاہر ہوگا تو میرے پاس دو نیزے ہوں گے، تو وہ مجھے دیکھ کر پگھلنا شروع ہوگا اور جب یہود کا خاتمہ ہوگا اور لوگ واپس چلے جائیں گے تو یاجوج ماجوج نکل کر تباہی ڈالیں گے۔ تو میری دعا سے خدا ان کو ہلاک کر دے گا اور ان کے جسم بارش کے ذریعہ سمندر میں چلے جائیں گے' تو پھر اس کے بعد قیامت آئے گی۔ (ابن ماجہ) آپ نے یوں بھی فرمایا ہے کہ اس وقت (امام مہدی علیہ السلام کے ماتحت) تین شہر ہوں گے ایک بحرین میں دوسرا شام میں اور تیسرا حیرہ میں۔ لوگ اختلاف رائے میں ہوں گے کہ مسیح دجال ستر ہزار فوج لے کر نکلے گا کہ جن میں اکثر یہودی اور عورتیں ہوں گی اور ان کے سر پر تاج ہوں گے' تب مسلمان "جبل افیق" پر جمع ہوں گے اور

بھوک سے تنگ آئیں گے تب آواز آئے گی کہ امداد غیبی آ گئی ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام آئیں گے (ابن ماجہ)

ایک وعظ میں آپ نے فرمایا کہ خروج دجال کی خبر ہر ایک نبی دیتا رہا ہے۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو اگر میرے زمانہ میں ظاہر ہوا تو میں خود سنبھال لوں گا میرے بعد ظاہر ہوا تو تم اپنا بندوبست کرو۔ شام و عراق کے درمیان خروج کرے گا۔ تو دائیں بائیں پھیلے گا وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور کہے گا کہ " **انا نبی لانبی بعدی**" میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر کہے گا کہ میں رب ہوں۔ ایک آنکھ بیٹھی ہو گی دوسری ابھری ہوئی، پیشانی پر کافر لکھا ہو گا جسے ہر خواندہ و ناخواندہ شناخت کر سکے گا۔ اس کے ہاتھ میں جنت اور دوزخ ہوں گے، تم کو اگر دوزخ میں ڈالے تو سورہ کہف پڑھو تا کہ اس کی آگ سرد ہو جائے۔ ایک عربی کے والدین زندہ کرے گا تو دو شیطان اس کے والدین بن کر کہیں گے کہ بیٹا یہی رب ہے اسے مان لو۔ ایک کو دو حصوں میں چیر ڈالے گا پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا۔ وہی جو تجھے اور مجھے پیدا کرنے والا ہے، تم دجال ہو آج مجھے خوب اطمینان ہو گیا ہے۔ وہ بارش اور قحط بھی اپنے ساتھ رکھے گا جو قوم اسے مانے گی اس کو بھرپور کر دے گا اور جو نہ مانے گا اسے تباہ کر دے گا۔ مکہ اور مدینہ پر چونکہ فرشتوں کا پہرہ ہو گا اس لئے وہاں نہ جا سکے گا۔ مگر مدینہ شریف کے پاس "ضریب احمر" کے مقام پر کھڑا ہو کر لوگوں کو دعوت دے گا تو منافق زن اور مرد نکل کر اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے، اس دن کا نام "یوم الخلاص" پڑ جائے گا۔ اس وقت عرب قلیل تعداد میں امام صاحب کے ماتحت بیت المقدس میں جمع ہوں گے تو صبح کی نماز میں نزول مسیح ہو گا۔ دجال دیکھ کر بھاگے گا تو آپ فرمائیں گے کہ تیرا قتل میرے ہاتھ سے مقدر ہے، تو خود جا کر قتل کریں گے اور یہود کو شکست ہو گی۔ شجر و حجر بھی ان کو پناہ نہ دیں گے صرف ایک "غرقد" درخت کی آڑ

میں پناہ لے سکیں گے۔اس کی سلطنت چالیس دن ہوگی یا جس مدت تک کہ خدا کی مرضی ہوگی۔جن میں سے ایک دن ایک سال ہوگا اور آخری ایک سلطنت کا کہ ایک دروازہ سے نکل کر دوسرے تک پہنچو گے تو شام ہو جائے گی اور نماز اپنے اپنے وقت پر اندازہ لگا کر پڑھنا ہوگی۔آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تین سال پہلے ایک ایک حصہ کم ہوتے ہوتے بارش بالکل بند ہو جائے گی۔اور عبادت گزار تسبیح اور تہلیل سے پیٹ بھر لیا کریں گے۔(کنزالعمال)

اس کے بعد حضرت مسیح کا عہد مبارک ہوگا۔آپ حاکم عادل ہوں گے۔یہود پہلے ہی تباہ ہو چکے ہوں گے تو وہ اور بھی تباہ ہو جائیں گے، جزیہ قبول نہ ہوگا، صرف اسلام قبول ہوگا۔مال و دولت آپ کے عہد میں بکثرت ہوگی اور لوگ سیراب ہوں گے یہاں تک کہ ایک انار ایک کنبہ کو کافی ہو جائے گا۔آپ صلیب اور خنزیر کو نیست و نابود کر دیں گے اور عیسائیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا، صرف خدا ہی کی پرستش ہوگی۔قریش اپنی سلطنت پر قائم ہو جائیں گے۔زمین جوان ہو کر حضرت آدم کے وقت جیسی نباتات نکالے گی۔گھوڑے چند روپوں میں ملیں گے کیونکہ دنیا میں امن قائم ہوگا۔لڑائی کا نام و نشان تک نہ رہے گا، بیل کی قیمت بڑھ جائے گی کیونکہ کھیتی میں بہت ضرورت بڑھ جائے گی۔نزول کے وقت آپ کے سر سے پانی کے قطرے گرتے ہوں گے۔دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے، آپ پر دو زعفرانی چادریں ہوں گی، آپ کے دم سے یہودی خود ہی بھسم ہوں گے۔"باب لد" میں دجال کو قتل کریں گے۔دمشق کے مشرقی جانب سپید مینار کے پاس ٹھہریں گے آپ "فج روحاء" کے مقام سے حج بھی کریں گے۔آپ شادی کریں گے، آپ کے بچے ہوں گے، آپ کی وفات پر اہل اسلام جمع ہو کر نماز جنازہ پڑھیں گے اور روضہ نبویہ میں آپ کو دفن کیا جائے گا۔(کنزالعمال)

یاجوج ماجوج کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیام جبل طور پر ہوگا۔اور یہ قوم

"بحیرہ طبریہ" کو بھی پی کر خشک کردے گی۔ پھر ان کے آخری حصہ کا گذر ہوگا تو کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی ہوتا تھا۔ مسلمان ایسے تنگ ہوں گے کہ ایک بیل کا سر یا خود ایک بیل سو درہم سے زیادہ عزیز ہوگا۔ حضرت کی بدعا سے انکو پھوڑا نکل کر تباہ کردے گا اور ان کی لاشوں سے بدبو پھیل جائے گی۔ پھر دعا کریں گے تو بڑے بڑے پرندان کی لاشیں اٹھالے جائیں گے اور بعد میں بارش ہوکر زمین صاف ہوجائے گی۔ اس کے بعد ایک ہوا چلے گی تو مسلمان مرجائیں گے اور بے ایمان باقی رہیں گے جن پر قیامت قائم ہوگی۔ (کنزالعمال)

ان تصریحات کو پیش نظر رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے امام مہدی کی سلطنت ملک شام میں اس وقت ہوگی کہ قسطنطنیہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ عرب کی سلطنت از سر تو قائم ہوگی یہودی قوم کا ناد جال خدائی دعوی کرتے ہوئے اسلام کو مٹانے کیلئے نکلے گا مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے سے یہودی سلطنت بالکل تباہ ہوجائے گی اور ملک شام میں آپ کم از کم چالیس سال حکومت کریں گے اور صاحب اولاد ہوکر مدینہ شریف میں روضہ نبویہ کے اندر دفن ہوں گے۔ اور بعدہ اسلام مٹ جائے گا اور بدکرداروں کیلئے قیامت قائم ہوگی۔ (کنزالعمال۔ ابن جریر)

یہ واقعات بالکل صاف بتارہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت امام مہدی ملک شام میں ظاہر ہوں گے' ان کا تعلق ہندوستان وغیرہ میں نہیں ہے اور جو لوگ اس پیشینگوئی کو افسانہ خیال کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں' کیونکہ زمانہ کے انقلابات میں آئے دن کئی ایک نئی نئی صورتیں پیش آتی رہتی ہیں کہ جن کا کسی کو وہم وخیال تک بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ اندرون عرب میں ایسے واقعات پیش آئیں جن کا اثر قسطنطنیہ تک بھی پہنچ جائے۔ اگرچہ اس وقت اس پیشینگوئی کے آثار موجود نہیں ہیں لیکن موجود ہوتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ خدا جب چاہتا ہے تو گریٹ وار پیدا کرکے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیتا

ہے اور مسلمان ایسے مٹ جاتے ہیں کہ لنگوٹی سنبھالنے کو مستقل حکومت خیال کر لیتے ہیں۔

جس طرز پر اسلامی تصریحات نے ظہور مہدی اور نزول مسیح کو پیش کیا ہے وہ حاکمانہ رنگ ہے محکومانہ یا رعیتانہ بو اس میں نہیں آتی۔ اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ ان کے ظہور پذیر ہونے میں کچھ اشکال بھی نہیں گو آج تک مجموعی طور پر یہ تمام واقعات پیش نہیں آئے' لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سرے سے ناممکن ہیں۔ دنیا کی مادی ترقی، انکشافات جدید اور علوم وفنون کی تبدیلیاں یا اقوام میں سیاسی اور تمدنی انقلابات یہ سب کے سب ایسے امور ہیں کہ جن کے سامنے اس پیشینگوئی کا اظہار اصل رنگ میں دکھائی دینا کوئی ناممکن بات نہیں رہ جاتی۔ اور جن لوگوں نے عجلت پسندی سے یا اس پیشینگوئی کے بعض الفاظ کی بنیاد پر یا کسی غلط فہمی اور مغالطہ اندازی سے یہ یقین کیا ہے یا یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ ایسے واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہیں یا یہ کہ ان کا جائے وقوعہ ہندوستان یا کوئی دوسرا ملک ہے انہوں نے دیدہ ودانستہ اس پیشینگوئی کے تمام اجزاء پر نہ کبھی خود غور کیا ہے اور نہ کسی کی توجہ اس کی طرف منعطف ہونے دی ہے۔ ورنہ بالکل صاف ہے کہ خروج مہدی اور نزول مسیح کے آثار ابھی تک نمایاں طور پر کہیں بھی نمودار نہیں ہوئے۔ اور قیامت کے آثار جو ۲۰۰ھ ہجری سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ (البتہ ان میں ترقی ہو رہی ہے معلوم نہیں کب تک پایہ تکمیل کو پہنچ کر ایک دفعہ پھر اسلام ہی اسلام دنیا میں نظر آنے کا موقع پیدا ہوگا۔)

حضور ﷺ نے قرب قیامت کے علامات سینکڑوں بیان کئے ہیں۔ جن میں سے جس قدر آج ہمارے سامنے موجود ہیں ان کو قلم بند کیا جاتا ہے۔

بدزبان لوگ پیدا ہوں گے جو سلام بھی گالیوں میں دیں گے، کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونا باعث توہین ہوگا، جھوٹ زیادہ ہوگا اور سچائی بہت کم ہوگی۔ اپنی ظنی رائے پر فیصلہ ہوگا۔ بارش زیادہ ہوگی اور پھل کم ہوگا، زمانہ ساز آدمی بہتر خیال کیا جائے گا۔ قرآن کی

بجائے خانہ زاد اصول پیش کئے جائیں گے، لیکچرار بہت تیار ہوں گے، شراب نوشی بکثرت ہوگی۔ اسلامی جہاد ترک ہو جائے گا، شریف النسل کسمپرسی کے عالم میں ہوں گے اور کم ذات عالی قدر ہو جائیں گے۔ دنیا میں عامل بالقرآن نہ رہیں گے، نو عمر ایک دوسرے پر گدھوں کی طرح چڑھیں گے، تجارت اس قدر ہوگی کہ عورتیں بھی اس کام میں امداد کریں گی اور جہاں کہیں مال جائیگا نفع نہ ہوگا۔ رذیل عالم ہوگا اور شریف جاہل۔ گدھوں اور کتوں کی طرح برلب سڑک عورتوں اور بچوں سے بدفعلی کی جائے گی۔ چھوٹے پر رحم نہ ہوگا اور بڑے کی عزت نہ ہوگی، حرام زادے کثرت سے ہوں گے، بلا ضرورت قسم کھائیں گے۔ ناگہانی موتیں واقع ہوں گی، ایمانداری کم ہو جائے گی، بے ایمان اپنی اپنی قوم پر حکومت کریں گے، عورتیں اکڑ کر چلیں گی، جاہل عبادت گزار ہوں گے اور اہل علم بے عمل ہوں گے۔ شراب کو شربت بنائیں گے اور سود کو خرید و فروخت، رشوت ستانی تحفہ بن جائے گا اور چندہ کے مال سے تجارت چلے گی۔ ایماندار کو جانور سے بھی ذلیل سمجھا جائے گا، نیک عمل برے تصور ہوں گے اور برے عمل نیک عمل خیال کئے جائیں گے۔ زہد و تقویٰ صرف روایات میں نظر آئے گا اور دکھاوٹ کیلئے پرہیز گاری ظاہر کی جائے گی۔ اولاد سے سکھ نہ ہوگا، والدین کہیں گے کہ اس کی بجائے پلا پالتے تو بہتر ہوتا یا پتھر ہوتا تو کسی کام آتا۔ گانے والیاں مہیا کی جائیں گی۔ نو عمر حکمران ہوں گے، ناپ تول میں کمی بیشی ہوگی۔ مسلمان کے پیٹ میں قرآن شریف کی ایک آیت بھی نہ ملے گی۔ **لا الہ الا اللہ** کی رسم ہوگی اور اس کی حقیقت سے کوئی بھی واقف نہ ہوگا، غیر قوم میں نکاح زیادہ پسند ہوگا اور اپنی رشتہ دار عورت پسند نہ آئے گی۔ وغیرہ وغیرہ (کنز العمال)

ناظرین! اس سے اندازہ لگالیں کہ جس نبی کی یہ پیشینگوئیاں آج لفظ بہ لفظ وقوع پذیر ہو کر نظر آرہی ہیں۔ اس کی وہی پیشینگوئیاں کب لفظ بلفظ سچی نہ نکلیں گی جو حضرت امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بیان فرمائی ہیں! اسلام سے بے خبر تعلیم یافتہ ذرا

فطرت اسلام پر متوجہ ہو کر سوچیں کہ ان کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ یہ روایات جھوٹی ہیں یا اگر جھوٹی نہیں تو ان سے استعارات یا مجاز مراد ہے۔ نہایت شرم کی بات ہے کہ حضور علیہ السلام کی باقی تمام پیشینگویاں تو لفظ بلفظ سچی نکلیں لیکن مہدی و مسیح کے متعلق سب کی سب استعارات بن جائیں۔ یہ خوب منطق ایجاد ہوئی ہے جس سے بے ایمانی کی بدبو آرہی ہے۔ خدا اس سے بچائے۔ آمین

۱۶......دلائل حیات مسیح علیہ السلام

پچھلی تحقیق سے گویہ ضرورت نہیں رہی کہ مستقل طور پر حیات مسیح کے بارے میں کوئی عنوان قائم کیا جائے، مگر تاہم ناظرین کے آرام کیلئے ذیل میں قرآن شریف، احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ ومفسرین سے دلائل لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں۔

﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ (نساء) یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ قتل کیا ہے اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے، لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ان کو اشتباہ ضرور ہوا ہے۔ انجیل برنباس میں ہے کہ یہودا کو انہوں نے مسیح سمجھ کر قتل کر ڈالا تھا۔ اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر میں ۸۷ سال رہ کر دفن ہوئے ہیں، سراسر غلط ہوگا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ﴾ (نساء) (جو یہود ونصاریٰ) آپ کے متعلق اختلاف کرتے ہیں وہ خود شک میں ہیں۔ یقینی طور پر نہ کوئی عیسائی کہہ سکتا ہے کہ آپ خدا تھے اور نہ کوئی یہودی کہہ سکتا ہے کہ آپ ہی کو قتل یا صلیب پر چڑھایا گیا ہے۔ اب جو شخص یقینی طور پر یوں کہے کہ کشمیر میں جا کر حضرت مسیح نے وفات پائی تھی، وہ بات شکی ہوگی یقینی نہیں ہو سکتی۔

﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ (نساء) جو یہودی وفات مسیح کے قائل ہیں انکو کسی

طرح اپنے قول کا یقین نہیں ہے۔ صرف ایک خیال ہے جس کی تابعداری کر رہے ہیں۔ اب مرزائی بھی مرزا صاحب کے کہنے پر وفات مسیح کے قائل ہیں اور مرزا صاحب بھی پہلے حیات مسیح کے قائل تھے اور بعد میں انہوں نے اپنا عقیدہ بدل ڈالا تھا۔ اور غیر مصدقہ اناجیل اور غیر مشہور اقوال اور غیر موجہ استدلالات سے یہ کہہ دیا تھا کہ مسیح وفات پا چکے ہیں۔ اگر انجیل برناباد یکھ لیتے تو امید تھی کہ پھر اپنی رائے کو تبدیل کر لیتے۔

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ (نساء، ۲۰) نہیں نہیں بلکہ خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ اس آیت میں وفات مسیح کے قائل یہودیوں کے متعلق مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ ان کی بات بالکل صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے خود ان کی ایذا رسانی سے بچا کر اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ (دیکھو انجیل برنابا، تاریخ طبری، در منثور اور ابن جریر)

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (نساء) جو بھی اہل کتاب ہوگا آپ کے عہد میں آپ کی تصدیق کریگا کہ واقعی آپ نبی ہیں خدا نہیں ہیں۔ اور یہ تصدیق آپ کی موت سے پہلے ہوگی۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی موت ابھی تک نہیں ہوئی اور بحکم حدیث نبوی آپ کے نزول کے بعد چالیس سال حکومت کرنے سے پیچھے آئے گی۔ (کنز العمال)

﴿اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (مائدہ) عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح خود خدا ہیں۔ تو اس الوہیت کو توڑنے کیلئے حضور سے کہا گیا ہے کہ آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ اگر خدا تمام باشندگان زمین کو اور مسیح کو مار ڈالے تو کون اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے؟ اور جب حضرت مسیح کی والدہ کو خدا نے موت دی تھی تو اس وقت حضرت مسیح نے خدا کا کیا بگاڑ لیا تھا؟ مراد یہ ہے کہ اگر آپ خدا ہوتے تو ضرور مقابلہ میں اترتے۔ اس آیت میں یہ تو یقیناً ثابت ہوگیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو

حضرت مسیح علیہ السلام اس وقت ضرور زندہ تھے، ورنہ یہ دھمکی درست نہیں رہتی۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھو کہ "وامه" اصل میں یوں ہے "وقد اهلک امه" حضرت مسیح سے پیشتر آپ کی والدہ کو خدا تعالیٰ وفات دے چکا تھا۔ جیسا کہ ﴿فَأَجْمِعُوْا أَمْرَكُمْ (وادعوا) وَ شُرَكَائَكُمْ﴾ ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ (وتقبلوا) وَالْإِيْمَانَ﴾ ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ (واغسلوا) وَأَرْجُلَكُمْ﴾ معطوف میں فعل محذوف ہیں جو ذرا غور سے خود بخود معلوم ہو سکتے ہیں۔ جیسے **علفته بنتاوسقیته ماء. یالیت زوجک قدغدا، متقلداسیفا(او متوشحاً) رمحا شراب البان و(اکّال)تمر واقطه.**

﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ (ال عمران) حضرت مسیح یہود کی ایذا رسانی سے تنگ آ گئے تھے تو خدا تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ میں آپ کو اپنی طرف قبض کراوں گا۔ (یا آپ کو پوری زندگی عطا کروں گا) اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ اور یہود کی نجاست سے اور ان کی بدنامیوں سے پاک کروں گا۔ انجیل برنباس میں دیکھو خدا تعالیٰ نے کس طرح آپ کو اپنی طرف اٹھالیا اور کس طرح حضور کے ذریعہ آپ سے تمام بدنامیاں دور کر ڈالیں۔ جو یہود آپ کے متعلق مشہور کر رہے تھے۔

﴿اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (زخرف) "حضرت مسیح قیامت کا ایک علم ہیں۔" اس میں آپ کے نزول کو آثار قیامت میں داخل کیا ہے اور احادیث میں تصریح موجود ہے کہ آپ کے نزول کے بعد بہت جلد دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ (ابن کثیر)

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا﴾ (بنی اسرائیل) بروایت حضرت ابن عباس اس کا معنی یوں ہے کہ "قیامت کا وقت جب نزدیک آئے گا تو ہم تم کو اکٹھا کر لیں گے۔" یعنی حضرت مسیح علیہ السلام دنیا کو ایک ہی مذہب پر جمع کریں گے ان کے عہد میں یا تلوار ہوگی یا اسلام۔ ٹیکس، جزیہ، وغیرہ قبول نہ ہوگا۔ (تفسیر عباسی)

﴿لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت) حضرت یونس علیہ السلام کا حال خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر وہ خدا کی یاد میں نہ لگے رہتے تو مچھلی کے پیٹ میں ہی قیامت کے دن تک ٹھہرتے۔ اس آیت نے بتا دیا ہے کہ ایک نبی اور ایک مچھلی جیسا جانور قیامت تک (حضرت مسیح علیہ السلام سے زیادہ عمر میں) زندہ رہ سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ قرآن شریف میں قیامت تک کی زندگی کسی جاندار کیلئے مذکور نہیں ہے۔

﴿فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ﴾ (حجر) ابلیس نے مہلت مانگی تھی تو اس کو وقت معلوم یعنی نفخہ اولیٰ یا قیامت تک مہلت دے کر کہا گیا کہ تم ان میں شامل ہو کہ جن کو مہلت دی گئی ہے۔ یعنی طویل العمر اور بھی ہیں اور تم بھی طویل العمر ہو کر قیامت تک زندہ رہو گے اس آیت میں ایک منحوس ہستی کو بھی قیامت تک زندہ رکھا گیا ہے تو مقدس ہستی کو زندہ کرنا کیوں ناممکن ہوگا؟

﴿ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی﴾ (صف) ''خدا وہ ہے کہ جس نے اپنا رسول ہدایت دے کر بھیجا تا کہ تمام مذاہب پر دین حق کو غالب کرے۔'' ایک روایت کے مطابق اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے عہد میں اسلام ہی اسلام ہوگا دوسرے مذہب کا نام تک نہ ہوگا۔ ''براہین احمدیہ'' میں ہے کہ یہ آیت چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق مانی گئی ہے اس لئے بعد میں مرزا صاحب نے کوشش کی تھی کہ اپنے اوپر پروار دکریں مگر آپ کے عہد میں غیر مذاہب کو بڑی ترقی ہوئی اور اسلام مغلوب ہوتا گیا اور مرزا صاحب کاغذی گھوڑے ہی دوڑاتے ہوئے دنیا سے چل بسے۔

﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ (مائدہ) قیامت کو آپ سے سوال ہوگا کہ کیا آپ نے شرک کی تعلیم دی تھی؟ تو آپ جواب دیں گے کہ میں نے تو لوگوں کو تیرا حکم سنایا تھا اور جب تک میں ان میں

موجود رہا۔ ان پر رقیب رہا۔ لیکن "جب تو نے مجھے زندہ دنیا سے اٹھا لیا تھا تو تب سے تیری رقابت شروع ہوگئی تھی۔" اس آیت میں بھی آپ کی حیات مذکور ہے۔

(ارشاد الساری، روح المعانی، معالم وغیرہ)

﴿وَجِيهاً فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾ (ال عمران) کہ حضرت مسیح علیہ السلام دنیا و آخرت میں ذی وجاہت ہیں۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ گو اولاً زمین پر آپ کو ذی سلطنت نہیں بنایا گیا۔ مگر ثانیاً آسمان پر اور ثالثاً بعد نزول دنیا میں ہی آپ ذی وجاہت ہیں اور خدا کے مقربین میں داخل ہیں اور ملکوتی زندگی آپ کو عطا کی گئی ہے۔ (فتح البیان) یہ آیت رفع جسمانی کی بہترین دلیل ہے۔

﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً﴾ (ال عمران) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو فرشتہ نے پیغام الٰہی سنایا تھا کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے جو بچپن اور بڑھاپے میں لوگوں سے کلام کرے گا۔ تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں وفات مسیح کو ماننے والوں کے نزدیک واقعہ صلیب پیش آیا۔ اور اس سے پہلے بچپن اور جوانی میں آپ نے کلام کیا جس کا ثبوت اناجیل سے ملتا ہے، مگر مرزائیوں کے نزدیک کشمیر میں حضور کی ۸۷ سال عمر گزری ہے، جو خاص بڑھاپے کی عمر ہے' مگر اس وقت کا کلام یا تبلیغ موجود نہیں ہے' اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آپ کا کلام بڑھاپے کے وقت بعد میں ہوگا جو آپ سے نزول کے بعد وقوع پذیر ہوگا۔ اب مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ آپ ابھی زندہ ہیں۔ ورنہ بڑھاپے کا کلام موجود نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ کشمیر کا نظریہ صرف خیالی بحث ہے۔

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ﴾ (ال عمران) خدا تعالیٰ نے حکمت عملی فرمائی کہ کسی دوسرے کو شبیہ بعیسیٰ بنا کر سولی دلا دیا، کیونکہ اس نے غداری کی تھی اور حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اگر مرزائیوں، یہودیوں، اور عیسائیوں کی طرح مانا جائے تو خدا کی حکمت عملی

کا ثبوت نہیں ملتا۔

﴿وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ﴾ (مائدہ) خدا تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ "میں نے آپ سے یہودیوں کو روک دیا تھا۔" لیکن یوں مانا جائے کہ انہوں نے آپ کی بے عزتی کی اور سولی پر چڑھا دیا تو رکاوٹ کیسے ثابت ہوئی۔ حدیبیہ کے موقع پر خدا نے رکاوٹ کی تھی تو خون ریزی رک گئی تھی مگر یہاں بقول مرزائیاں وہ نہیں رکی۔ اس واسطے ماننا پڑتا ہے کہ دراصل واقعہ یوں ہی تھا کہ یہودا کو آپ کی جگہ صلیب پر چڑھایا گیا اور آپ صاف بچ کر آسمان پر چلے گئے۔

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (النساء) یہ بھی ایک شاذ قراءت ہے۔ کیونکہ اس میں "ن" فعل حال پر داخل ہوا ہے، مگر محمد بن علی **(وھوبن الحنفیۃ)** کہتے ہیں کہ اس آیت کا ترجمہ یوں ہے کہ جو بھی اہل کتاب ہیں اپنی موت سے پہلے ان کو پورا انکشاف ہو جاتا ہے کہ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام نبی برحق تھے اور وہ زندہ ہیں اور پھر آخر زمانہ میں نازل ہو کر اسلام کی خدمت کریں گے اور کسی یہودی مجوسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ (درمنثور)

﴿اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (زخرف) یہ بھی قراءت ہے جس کا ترجمہ یوں ہے کہ آپ کا "نزول جسمانی" تصدیق قیامت کیلئے ایک آسمانی نشان ہوگا اور آپ کا وجود ہی صداقت اسلام کے لئے کافی ہے۔ (درمنثور)

تائیدی طور پر معراج، قصہ اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بھی قابل استدلال ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اب احادیث نبویہ بیان کی جاتی ہیں کہ جن میں صاف طور پر بیان ہے کہ آپ علیہ السلام زندہ ہیں اور نزول فرمائیں گے۔

۱......**ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولدله ویمکث خمسا**

واربعین سنة (ذکرہ ابن الجوزی فی کتابہ الاذاعة لما کان وما سیکون بین یدی الساعة) **وفیہ لفظة الی الارض دلیل علی ان النزول من السماء لان من الابتدائیة لابد لها من الی الانتهائیة، فرد ما قیل ان النزول**...... حضرت مسیح علیہ السلام زمین پر (آسمان سے) اتریں گے اور شادی کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی اور پینتالیس (۴۵) سال تک رہیں گے۔

اس معیار کے مطابق مرزا صاحب بالکل ناکام رہے کیونکہ مسیح بننے کے بعد آپ نے محمدی بیگم کا نکاح کرنا چاہا تاکہ اس سے اولاد ہو، مگر ناکامی ہی رہی۔ اس کے بعد ارادہ کیا کہ بشیر کی پیشینگوئی سے یہ مشابہت پیدا کرلیں گے مگر یہ بھی غلط نکلی۔ پھر یہ ظاہر کیا کہ بقول دانیال ۱۳۳۵ھ میں مریں گے، تو (۹) سال پہلے ہی مر گئے۔ بہرحال اس حدیث کے مطابق مسیح بننے کی آپ نے بڑی کوشش کی، مگر ہر طرح ناکامی رہی اور اخیر کہنا پڑا کہ یہ بھی ایک قصہ تھا۔

۲......**ابوهریرہ مرفوعا کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم**۔ جب (عیسیٰ) ابن مریم آسمان سے تم میں اتریں گے حالانکہ تمہارا امام تم میں سے موجود ہوگا تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی) یعنی ادھر دجال ہوگا ادھر امام مہدی جماعت کو کھڑے ہوں گے، لڑائی تیار ہوگی اور اس وقت نزول مسیح ہوگا تو یہ ایک عجیب کیفیت ہوگی اور عجیب منظر ہوگا۔ مرزا صاحب نے **وامامکم منکم** کو ابن مریم پر معطوف بنا کر یوں معنی کیا ہے کہ ''جب ابن مریم اترے گا اور تمہارا امام جو تم میں سے ہوگا۔'' یوں کرنے سے یہ کوشش کی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم تم ''محمدیوں'' سے پیدا ہوگا کیونکہ **نزول من السماء** ''پیدا ہونے'' کے معنی میں بھی آیا ہے۔ جیسے **انزل من السماء ماء**۔ میں کہ پانی اسی دنیا میں پیدا ہو کر اترتا ہے۔ مگر معطوف معطوف علیہ دو الگ

الگ ہوتے ہیں' تو معنی صحیح یوں ہوگا کہ عیسیٰ ابن مریم بھی اتریں گے اور تمہارا امام بھی اتریں گے۔ اب اگر'' اترنے'' کا معنی پیدا ہونا ہے تو مرزا صاحب سے پہلے امام مہدی کا پیدا ہونا بھی ضروری ہوگا۔ مگر مرزا صاحب امام بھی خود ہی بنتے ہیں۔ اور اگر واقعی اترنا مراد ہے تو امام کو بھی اتارنا تسلیم کریں۔ اس لئے یہ جملہ حالیہ ہوگا' جس کا ترجمہ پہلے لکھا جاچکا ہے۔ اور یوں کہنا بھی بیجا ہے کہ'' **وامامکم** ''عیسیٰ کا عطف تفسیری ہے' کیونکہ عربی میں عطف تفسیری عطف بیان کو کہتے ہیں اور وہاں حرف عطف 'و' نہیں ہوتا۔ اور 'و' تفسیر کیلئے کبھی نہیں آئی۔ پس ثابت ہوا کہ محض خیالی تفسیر سے یہ مسئلہ حل کیا ہے، ورنہ کوئی نقلی ثبوت موجود نہیں ہے۔

۳...... **الحسن البصری مرفوعاً قال** ﷺ **للیھود، ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ** (ابن کثیر) ''یہودیوں کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے (جیسا کہ مرزائی اور یہودی کہتے ہیں) اور ضرور قیامت سے پہلے تمہاری طرف آنے والے ہیں۔'' مرزا صاحب اگر وہی تھے تو یہود سے لڑتے' مسلمانوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے تھے۔ اور کیوں اصلی یہودیوں کو چھوڑ کر اپنے خانہ ساز یہود سے الجھتے رہے۔ شاید ان کو نقلی یہودی ہی چاہیے تھے؟ کیونکہ خود بھی نقلی مسیح ہی تھے۔

۴...... **عبد اللّٰہ بن مسعود مرفوعاً قال لقیت** علیہ السلام **لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسٰی وعیسٰی فتذاکروا امر الساعۃ فقال عیسٰی وفیما عھد الی ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا رآنی ذاب کم یذوب الرصاص وفی روایۃ معی سیف** (مستدرک) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی' تو قیامت کا ذکر چھڑ گیا، تو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کیا تو آپ نے لاعلمی

ظاہر کی، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کہا، اخیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ قیامت کے صحیح ظہور کا تو اللہ ہی کو علم ہے، مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو وعدے مجھ سے خدا نے کئے ہیں ان میں ایک یہ وعدہ بھی ہے کہ دجال نکلے گا جبکہ میرے پاس دو شاخیں ہوں گی (یا دو نیزے) اور دجال دیکھ کر سیسہ کی طرح پگھلے گا۔

مرزا صاحب کے دو نیزے ''براہین احمدیہ'' اور ''ازالۃ الاوہام'' ہوں، مگر یہ دونوں ایسے خراب تھے کہ جب سے ان کا ظہور ہوا عیسائیوں کی ترقی ہوتی گئی۔ چنانچہ ''سراج الاخبار'' جہلم ۲ دسمبر ۱۹۱۳ء میں لکھا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں پنجاب کے عیسائیوں کی مردم شماری سینتیس ہزار چھ سو پچانوے (۳۷۶۹۵) تھی اور ۱۹۱۱ میں تریسٹھ ہزار چورانوے (۶۳۰۹۴) ہوئی تو ان دس سالوں میں پچیس ہزار تین سو ننانوے (۲۵۳۹۹) بڑھے اور یہی وہ دس سال ہیں کہ جن میں بقول مرزا محمود مرزا صاحب کو اپنے متعلق یقین ہو گیا تھا کہ آپ افضل المرسلین ہیں اور عیسائیت کی ٹانگ توڑنے آئے ہیں۔

(ندائے تبلیغ نمبر (۱) قادیان مارچ ۱۹۳۰ء)

۵...... ابوهريره مرفوعا انى اولى الناس بعيسى ابن مريم لانه لم يكن بينى وبينه نبى وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه انه رجل مربوع الى الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كان راسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعو الناس الى الاسلام ويهلك الله الملل كلها الا الاسلام ويهلك الله الدجال ثم تقع الامانة على الارض حتى ترتع الاسود ومع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان مع الحيات ولا تضرهم فيمكث اربعين ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون. (مسند احمد وفتح البارى)

اس حدیث میں آٹھ نشان ہیں جن میں سے پہلا اور آٹھواں آپ (عیسیٰ علیہ السلام کی) کی حیات ثابت کرتے ہیں۔ باقی چھ نشان ایسے ہیں کہ جن سے مرزا صاحب کی تکذیب ہوتی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب نہ سپید رنگ سرخ تھے، نہ دو زرد چادروں میں رہتے تھے، نہ ان سے صلیب ٹوٹی، نہ غیر مذاہب برباد ہوئے، نہ ہی ان کا دجال (قوم عیسائی) برباد ہوئی اور نہ ہی امن قائم ہوا۔ بلکہ آئے دن ملک میں بیماریاں، فتنہ فساد اور ابتری پھیلی اور خود حکومت برطانیہ (دجال) کے وفادار رعیت تھے یہ کب بادشاہ بنے اور کب جزیہ موقوف کیا؟ بلکہ اپنی رعیت اور مریدوں پر جزیہ لگا دیا ہے کہ اپنی جائیداد میں ماہواری چندہ دیا کریں۔ ورنہ ان کا نام رجسٹر اسلام سے کٹ جائیگا۔

۶......ابو مالک وان من اهل الكتب الا ليومنن به. عند نزول عيسىٰ ابن مريم لا يبقى احد من اهل الكتب الا امن به (ابن جرير)

۷......ابن عباس قبل موته اى قبل موت عيسىٰ وانه علم للساعة اى نزول عيسىٰ قبل يوم القيمة قال ابن جرير افقه الناس عبد الله بن عباس وان روى عنه ان ضمير موته راجع الى اهل الكتاب لكن ليس ذلك مذهبه ومراده بهذه الاية. بل هو من المباحث اليومية وبيان امر واقعى لان مذهبه ان الضمير راجع الى عيسىٰ كما يدل عليه سياق الاية وما روى عنه انه علم للساعة غير هذافليس مراداههنا لما تقرر عنده حيوة عيسىٰ علیہ السلام

(ابن جرير)

خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ابن عباس سے ان دو آیتوں میں ضمیر کے مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا اور بھی ہو سکتے ہیں مگر یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا مرجع ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے اس امر کی نفی ابن عباس سے منقول نہیں ہوئی کہ حضرت مسیح زندہ

نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا مذہب بھی دوسرے صحابہ کی طرح یہی ہے کہ آپ ابھی تک زندہ ہیں جیسا کہ روایت بتا رہی ہے۔ اب مرزائیوں کا یہ کہنا غلط ہوگیا، کہ ابن عباس وفات مسیح کے قائل تھے۔

۹......(حذیفة بن اسید) اشرف علینا رسول اللّٰہ ﷺ ونحن نتذاکر الساعة قال لاتقوم الساعة حتی ترد عشرایات طلوع الشمس من مغربھا' الدخان، الدابة،یاجوج وماجوج، نزول عیسٰی ابن مریم، دجال، ثلثة خسوف،خسف بالمشرق خسف بالمغرب وخسف بالعرب، ونار من قعرعدن۔(مسلم)

(عبد اللّٰہ بن سلام) یدفن عیسٰی ابن مریم مع رسول اللّٰہ وصاحبیه فیکون قبره رابعا(البخاری فی تاریخه)ثم قال مکتوب فی التورٰة صفة محمد وعیسٰی ابن مریم یدفن معه۔(ترمذی)

۱۰......(عائشة) قلت یا رسول اللّٰہ انی اری ان اعیش بعدک افتاذن لی ان ادفن الی جنبک فقال وانّٰی لک بذلک الموضع ما فیه الاموضع قبری وقبر ابی بکروعمروعیسٰی ابن مریم۔ (رواہ احمد، کنز، ابن عساکر)

۱۱......(عبد اللّٰہ بن عمر) ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض فیتزوج و یولد له یمکث۴۵ سنة ثم یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (رواہ ابن الجوزی فی الوفاء) اس حدیث میں چوتھی قبر مسیح کی ہے اور فی قبری سے مراد مقبرہ ہے' کیونکہ حدیث عائشہ میں موضع قبر کا لفظ موجود ہے اور ملا علی قاری بھی لکھتے ہیں کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ مرزا صاحب کی روحانی قبر اگر مراد ہو تو شیخین کی قبر بھی روحانی ہوگی اور یہ سارا سلسلہ ہی نقلی بن جائے گا۔

(ابو مودود) وقد بقی فی البیت موضع قبر (ترمذی) مطلب یہ ہے کہ روضہ نبویہ

میں ایک قبر کی جگہ ابھی خالی پڑی ہوئی ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دفن کریں گے۔
مرزائی یہ اعتراض تو کرتے ہیں کہ کیا گنبد گرا کر دفن کیا جائے گا؟ مگر اپنا ذرا خیال نہیں ہے
کہ ان کے مسیح کو مدینہ شریف جانا نصیب نہیں ہوا اور مرا تو جوہڑ کے کنارے قادیان میں
دفن ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ "بروز" کے طور پر یہ بھی مقبرہ نبویہ ہی ہے۔

لیکن پھر اعتراض پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کی قبر "روضہ نبویہ" ہوا، خلیفہ اول نور الدین اور
خلیفہ محمود کی قبر شیخین کی نقل ہوئی' تو چوتھی قبر حضرت مسیح کی کہاں سے لائیں گے کہ مرزا
صاحب پھر ایک دفعہ اور مسیح بن کر آئیں گے۔ حالانکہ وہ کہہ چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی مسیح
نہیں آئے گا۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

۱۲ ......ابوھریرہ مرفوعا لیھلن عیسٰی ابن مریم بفج الرحاء بالحج او
بالعمرة او بھما جمیعا(مسلم) یقتل الخنزیر ویمحی الصلیب ویجمع له
الصلوة ویعطی المال حتی لا یقبل ویضع الخراج وینزل الروحاء فیحج او
یعتمر او یجمعھما وتلا ابوھریرة" وان من اھل الکتب" الایة استشھاد
علیه،یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا......فیضع الجزیة و
یفیض المال ویکون السجدة واحدة للّٰه رب العلمین ثم اعاد وان من اھل
الکتب ثلثا.(رواہ المسلم) والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن
مریم والذی نفسی بیده لینزلن فیکم ابن مریم. یہ حدیث مختلف طریق کے ساتھ
ابوہریرہ سے مروی ہے اور اسی میں پانچ بڑے نشان بتائے گئے ہیں۔

اول...... یہ کہ حضرت مسیح حج کریں گے مگر مرزا صاحب کو حج نصیب نہ ہوا۔ بیٹے کو بھیجا بھی تو
"فج روحا" میں نہ پہنچا اور باتیں بنانے لگ پڑے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پنجاب ایک کھلا
میدان ہے، اس میں دعوت اسلام کو حج کہا گیا ہے۔

دوم......محو صلیب اور عیسائیت کو دنیا سے مٹانا۔ مگر مرزا صاحب کے عہد میں عیسائیت پھیلی۔

سوم......''روحا''میں اترنا جو اہل الشام کا مکہ کا راستہ ہے'مرزا صاحب کو شام جانا ہی نصیب نہ ہوا تو روحا کے طریق سے حج کرنا کیسے نصیب ہو سکتا تھا۔

چہارم......جزیہ کا قانون منسوخ کرنا اور اس کی بجائے صرف اسلام قبول کرنا۔ مرزا صاحب خود ٹیکس اور مال گزاری دیتے تھے کسی سے جزیہ نہ لینا ان سے کیسے ممکن تھا۔

پنجم ......مال دینا مگر مرزا صاحب خود چندہ لیتے تھے۔ اور مریدوں سے فراہمی چندہ سے کتابیں اور اخبارات چھاپ کر تبلیغ مرزائیت کرتے تھے۔ اس موقع پر بہانہ کرتے تھے کہ ہم انعامی اشتہارات دیتے ہیں کوئی لیتا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ لیتے تھے، ٹال مٹول سے دینے تک نوبت ہی نہ پہنچنے دیتے تھے۔ سچے ہوتے تو عیسائی جب آتھم کا جلوس نکال کر مرزا صاحب کی پیشینگوئی جھوٹی ثابت کر کے قادیان گئے تھے اور رسی گلے میں ڈالنا چاہتے تھے تو گھر سے کیوں نہ نکلے تھے؟

کتاب ''کلمہ فضل رحمانی'' میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اگر میری پیشینگوئی جھوٹی نکلے تو میرے گلے میں رسی ڈال کر تشہیر کرو۔ مگر موقع آیا تو ایک کوٹھڑی میں جا گھسے۔ اس کے علاوہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کے خلفاء کا عہد مرزا صاحب کا ہی عہد ہے۔ اس لئے اگر اس عہد میں پیشینگوئی پوری ہو جائے تو یہ ہی سمجھو کہ مرزا صاحب کے عہد میں ہی پوری ہوئی۔ پس اسی اصول پر ہم بھی کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے خلیفہ نورالدین کے عہد میں لودھیانہ میں مرزائیوں سے ایک مناظرہ کے موقع پر تین سو روپیہ جیتا تھا۔ تو اب وہ بات بھی غلط ہو گئی کہ ہم دیتے ہیں لیتا کوئی نہیں۔

۱۳......**ابن عباس مرفوعا لن تھلک امۃ انا اولھا وعیسٰی ابن مریم اخرھا والمھدی اوسطھا** (احمد و ابونعیم) اس حدیث میں تین محافظ الگ الگ بیان کئے گئے

ہیں اول خود حضور ﷺ دوم عیسیٰ علیہ السلام اور تیسرے امام مہدی علیہ السلام جو پہلے دو کے درمیان آئیں گے۔ اب اگر ایک کو دوسرے میں داخل کریں، جیسا کہ "بروز" میں کیا گیا ہے تو تین ہستیاں الگ الگ قائم نہیں رہ سکتیں۔

۱۴......**انه خلیفتی فی امتی** (ابوداؤد) "حضرت مسیح علیہ السلام میری امت میں میرے خلیفہ ہیں۔" مطلب یہ ہے کہ شریعت اسلام کے مطابق حکومت کریں گے اور اگرچہ آپ نبی ہیں مگر اپنی نبوت کے احکام پر نہ چلیں گے۔ ورنہ ان کی شریعت منسوخ نہ رہے گی۔

۱۵......**ینزل عیسیٰ ابن مریم مصدقا بمحمد علی ملته اماما مهدیا حکما عدلا** (کنز، جلد سابع) اس حدیث میں آپ کو امام اور مہدی بھی کہا گیا جیسے خلفاء راشدین کو بھی "مہدی" کہا گیا ہے۔

۱۶......**(ابو هریرة مرفوعا) یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماما مهدیا حکما عدلا** (احمد) اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ کیونکہ آپ اس وقت تک زندہ تھے۔ (باتفاق المحدثین)

۱۷......**(جابر بن عبد الله مرفوعا) فینزل عیسیٰ ابن مریم، فیقول امیر الناس صل بهم فیقول لا فان بعضکم امام بعض** (کنز) اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ **امامکم منکم** اور **امیر الناس** سے مراد امام مہدی ہیں ورنہ یہ مراد نہیں ہے کہ بوقت نزول مسلمانوں کا امام کوئی اور نہ ہوگا۔

۱۸......**(ابن عباس مرفوعا) فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء** (کنز) اس حدیث میں آسمان سے نزول صاف طور پر مذکور ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ سے جدی رشتہ داری کا تعلق ہے اور مرزا صاحب کو حضور سے رشتہ داری کا

تعلق ہرگز نہیں ہے کیونکہ آپ کا سلسلہ نسب عجمی ہے اور آپ کا مورث اعلیٰ چنگیز خان یا تیمور لنگ اور یزدجرد ہے۔

۱۹......**انی لا اترککم یتامی وانی ایتکم عن قلیل......وانا حی**(مستدرک بحوالہ انجیل مطبوعہ بیروت ۱۸۷۲ء باب ۱۴)

۲۰......**ابوھریرۃ مرفوعا لیھبطن ابن مریم حکماعدلا......ولیقفن علی قبری ویسلمن علی ولاردن علیه**(ابن عساکر) اس حدیث میں ھبوط کا لفظ نزول عیسیٰ علیہ السلام کیلئے استعمال ہوا ہے۔ اس میں مرزا صاحب کی تاویل نہیں چلتی۔ ورنہ یہ بھی ثابت کریں کہ ھبوط بمعنی ولادت ہے۔

۲۱......(**عبد اللہ بن سلام) یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول اللہ وصاحبیه فیکون قبرہ رابعا** (بخاری فی تاریخه) اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر چوتھی بتائی گئی تھی۔ مگر مرزا صاحب مرے تو اکیلے ہی تھے۔ کم از کم بروزی تین اور قبریں تو پہلے موجود ہونی چاہیے تھیں۔ اب اگر بعد میں ہوئیں تو کون تسلیم کرے گا کہ حدیث کا مفہوم یہی ہے جو گھڑا جاتا ہے۔

۲۲......(**عن الربیع مرسلا) الستم تعلمون ان ربنا حی وان عیسیٰ یاتی علیه الفناء**— (ابن جریر، ابن ابی حاتم) نجران کے عیسائی حضور ﷺ سے مدینۂ پاک میں مناظرہ کو آئے تھے، تو حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدائی دعویٰ کی تردید میں بیان فرمایا تھا کہ خدا تو زندہ ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فناء آئیگی تو پھر کیسے خدا ہوئے؟ مطلب یہ ہے کہ آپ ابھی زندہ ہیں اور پھر انتقال فرمائیں گے۔

۲۳......(**سعید بن المسیب) بقی فی البیت موضع قبر**(درمنثور، مشکوۃ) **عن عبد اللہ بن عمر......فیدفن معی فی قبری ای فی موضع قبری وعبر عنھا**

بالقبر لقرب قبره بقبره فكانهما فى قبر واحد(مرقاة) فاقوم انا وعيسٰى ابن مريم في قبرواحد بين ابى بكروعمر(رواه ابن الجوزى فى كتابه الوفاء) وعن ابن عباس فعندذلك ينزل اخى عيسىٰ ابن مريم من السماء (ابن اسحاق وابن عساكر) فهذه الاحاديث تدل صراحة ان النزول بمعنى الهبوط من السماء وان امة عيسىٰ بياض الى الحمرة وان مقبرة النبى هو مدفن عيسىٰ ابن مريم۔

۱۷.....تحریفات المرزائیہ

''تحریف'' سے مراد یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا مفہوم اس طرح بیان کیا جائے کہ اسلامی تصریحات میں ان کا پتہ نہ چل سکے۔ تحریف کنندہ جو خیال پیش کرتا ہے وہ خود ہی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ پھر وہ جب نقلی دلیل نہیں لاسکتا تو سرے سے یوں کہہ دیتا ہے کہ مفسر اور محدث حقیقت اسلام سے ناواقف تھے۔ یہود ونصاریٰ نے اسلام میں داخل ہوکر ایسا قطع برید کر دیا تھا کہ آج تک اس کا امتیاز مشکل ہے اور اگر کسی کی وقعت ذرہ بھر دل میں رکھتے ہیں تو اس کا کلام لیکر اس طرح بدل ڈالتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اس کا مذہب بھی یہی ہے۔ حالانکہ اس کا مذہب اس تبدیلی کی تکذیب کرتا ہے۔ بعض دفعہ دوسرے کا کلام اس طرح مختصر کر دیتے ہیں کہ اگر پورا کلام نقل کریں تو ان کے خلاف ہوجاتا ہے۔ مگر یہ ایسی استادی کھیلتے ہیں کہ اول سے اخیر تک اپنے موافق کر لیتے ہیں اور یہ لوگ اس کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ جس کا کلام پیش کیا جاتا ہے آیا اس نے کبھی یوں کہا بھی ہے یا نہیں۔ اور یہ بیماری آج تمام مدعیان تجدید، مصلحان اسلام اور ترمیم کنندگان مسائل شرعیہ میں موجود ہے۔ جب ایسے لوگوں کا کلام پڑھا جائے یا کوئی تقریر یا تحریر سنی جائے اس میں صاف کہہ

دیتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کو وسائل تحقیق میسر نہیں ہوئے تھے۔ جہالت کا زمانہ تھا، تعلیم عام نہ تھی، فلسفہ اور طبعیات نے ترقی نہیں پکڑی تھی۔ اس لئے وہ خلاف عقل توہم پرستی، قصہ پرستی اور نقل پرستی میں پڑے رہے۔ خصوصاً مفسرین کا وجود تو اسلام کیلئے موجب بدنامی تھا، کیونکہ ان میں تمام اسرائیلیات بھری پڑی ہیں۔ اور وہ ایسی روایات ہیں کہ ''اناجیل اربعہ اور بائیبل'' بھی ان کی تصدیق نہیں کرتی۔ اور نہ ان میں کوئی معقول بات نظر آتی ہے۔ اس واسطے جب ایسے لوگوں کے سامنے تفاسیر سے کوئی بات پیش کی جاتی ہے تو گو عام احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے یوں تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ تفاسیر قابل اعتبار نہیں ہیں۔ مگر انہی تفاسیر سے ایسی عبارتیں توڑ موڑ کر پیش کر دیتے ہیں جو انکے اپنے عین مطلب کے مطابق ہوتی ہیں اور عقیدہ اسلامیہ کیخلاف ہوتی ہے۔ اور کھلم کھلا اعلانیہ جھوٹ بولنے سے ذرا شرم نہیں کرتے، یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ مفسر یا محدث کا مذہب ہمارے موافق ہے۔ حالانکہ اسی مفسر یا محدث کی ان تحریرات پر جب نظر ڈالی جائے، جو اس نے اپنا عندیہ اور مذہب بتانے کیلئے لکھی ہوتی ہیں تو ان کے بالکل خلاف نکلتی ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ سچ کہو کہ آیا واقعی اس کا مذہب وہی ہے جو تم نے بیان کیا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ ایسی احادیث یا تفسیری اقوال تو ہمارے نزدیک معتبر ہی نہیں ہیں۔ ہم تو صرف الزامی طور پر پیش کر رہے تھے۔ اس لئے ناظرین کو خبردار رہنا چاہیے کہ عام تارکین اسلام کے متعلق عموماً اور مرزائیوں کے متعلق خصوصاً یہ خیال کرنا بالکل غلط ہوگا کہ عام تفاسیر اہل اسلام یا کتب حدیث پر ان کو ایمان ہے ان کا ایمان تو صرف ان چند احادیث یا آیات پر ہے جو ان کے بانی مذہب نے تسلیم کئے ہیں اور ان کو وہ مفاہیم قرآن اور مطالب حدیث سچے معلوم ہوتے ہیں، جو ان کے دعاوے اور مسلک سے مطابقت رکھتے ہوں۔ اس لئے ان کے سامنے عام کتب مسلمہ اہل اسلام کا حوالہ پیش کرنا، یا جماع امت سے استدلال قائم کرنا بالکل لغو اور

بے فائدہ ہوگا اور جب تک ان کج بحثوں سے کج بحثی نہ کی جائے ان سے جان چھڑانی مشکل ہوجاتی ہے۔ لیکن ہمارا روئے سخن اس وقت صرف ان لوگوں کی طرف ہے جو ابھی ایسی بیماریوں سے صحیح سلامت رہ کر اسلام قدیم پر جمے ہوئے ہیں۔ ان کی واقفیت کیلئے ذیل میں مسئلہ حیات مسیح میں مرزائیوں کی چند تحریفات پیش کرتے ہیں، جن سے خود معلوم ہوجائے گا کہ ان کے 'بڑے میاں' تحریفات میں کہاں تک پہنچ چکے ہیں؟ اور کس انداز سے اپنے آپ کو اہل قرآن، اہل حق، احمدی، بہائی، مصطفائی یا امانی کہہ کر دلدادگان اسلام ظاہر کررہے ہیں۔ اصل میں خالی لفافہ ہی پاس رہ گیا ہے، ورنہ اسلام سے روشنی کو چھپاتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں بناتے ہیں جس کا اظہار بہت جلد کردیں گے۔

''تحریفات نمبر اول اور توفی''

قائلین وفات مسیح کی طرف سے یہ آیات پیش کی جاتی ہیں۔ ﴿لاتَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾(روم) ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾(مائدہ وال عمران) ﴿کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ﴾(مائدہ) ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾(ال عمران) ﴿کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ﴾(المائدہ)﴿هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾(ال عمران)﴿وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا﴾ (مریم) ﴿اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّهْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗ﴾ (المائدہ)﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ﴾(زخرف)﴿لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ (البقرہ)

ان آیات سے وفات مسیح یوں ثابت کی جاتی ہے کہ آیت اول کی رو سے جب مخلوقات الہیہ میں تبدیلی نہیں ہے تو عام اصول موت کے خلاف ابھی تک مسیح علیہ السلام کیسے

مستثنیٰ ہو سکتے ہیں؟ دوسری آیت یہ ثابت کرتی ہے کہ حضور سے پہلے جس قدر رسول تھے سب مر چکے تھے۔ تیسری آیت یہ پیش کرتی ہے کہ حضرت مسیح اور آپ کی والدہ دونوں خوراک کھایا کرتے تھے۔ اور عام بنی نوع انسان کی طرح وہ بھی خوراک کے محتاج تھے اور جب ماں مرگئیں اور خوراک نہیں کھاتی تو بیٹا بغیر خوراک کے آج تک کیسے رہ گیا ہے؟ چوتھی آیت میں خدا تعالیٰ نے مسیح کو یہ حکم دیا تھا کہ میں تم کو موت دوں گا، رفعت دوں گا، یہود کی بد نامی سے پاک کروں گا اور تیرے تابعدار کو بے فرمانوں پر غالب کروں گا۔ یہ چار وعدے ہیں جن میں سے پچھلے تین وعدے تو پورے ہو چکے ہیں۔ تو پھر سب سے پہلا وعدہ کا پورا ہونا بھی ماننا پڑتا ہے کہ موت مسیح واقع ہو چکی ہے اور جس وقت قرآن نازل ہوا تھا اسوقت تک چاروں وعدے پورے ہو چکے تھے۔ ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ خدا نے اپنے کلام میں غیر موزوں لفظ بیان کئے ہیں۔ کیونکہ اس وقت موت مسیح کو جو ابھی تک واقع نہیں ہوئی، سب کے اخیر بیان کرنا ضروری تھا۔ پانچویں آیت میں ہے کہ قیامت کو حضرت مسیح سے پوچھا جائے گا کہ آیا تم کو علم ہے کہ عیسائیوں میں ''تثلیث'' کا مسئلہ کس نے شائع کیا تھا؟ تو آپ جواب میں کہیں گے کہ مجھے معلوم نہیں، جب تک میں بنی اسرائیل میں رہا تب تک تو ان کے حالت سے خبر دار رہا۔ اور جب سے توفی ہوئی تو تو ہی ان کا نگران ہے ورنہ میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اب اگر نزول مسیح مان کر یہ مانا جائے کہ آپ یہود و نصاریٰ کو بزور شمشیر اسلام میں داخل کریں گے اور ان کے حالات سے بخوبی واقف ہو کر بعد میں مریں گے تو خدا کے سامنے کیسے اپنی لاعلمی کا اظہار کر دیں گے۔ کیا جھوٹ بولیں گے؟ علاوہ بریں اس آیت کا طرز بیان صاف بتا رہا ہے کہ تثلیث کا مسئلہ آپ کی توفی کے بعد ہوا تھا۔ تو جب بوقت نزول آیت وجود تثلیث مانا جاتا ہے تو موت مسیح ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے کیونکہ توفی کا

وجود پہلے ہے۔ اب نزول مسیح اگر تسلیم کیا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ''تثلیث'' کا وجود پہلے ہو اور آپ کی وفات بعد میں ہو' جو سراسر خلاف ترتیب آیت ہذا ہے۔ **چھٹی** آیت میں بتایا گیا ہے کہ خدا ہی ناقابل تغیر ہے اور حیات مسیح ماننے سے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح ناقابل تغیر ہیں۔ جو آج تک نہ بوڑھے ہوئے اور نہ بھوک پیاس سے مرے اور یہ عین شرک ہے۔ **ساتویں** میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح نے وعدہ کیا تھا کہ میں نماز پڑھتا رہوں گا اور زکوۃ بھی ادا کیا کروں گا جب تک کہ میں زندہ ہوں' اب چونکہ آپ زکوۃ کسی کو نہیں دیتے اس لئے آپ کی زندگی بھی ختم ہو چکی ہے۔ **آٹھویں** آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح آپ کی والدہ اور اس وقت کے تمام آدمی مر چکے ہوئے ہیں۔ کیونکہ 'اِنْ' حرف شرط اس جگہ بمعنی 'اِذْ' ہے جو فعل ماتحت کو ماضی بنا دیتا ہے۔ (دیکھو تاج العروس) **نویں** آیت میں آپ کو ''عبد'' کہا گیا ہے جو اپنے معبود سے نیچے ہوتا ہے۔ اب اگر اس کو زندہ مانا جائے تو اس کو بھی حی قیوم ماننا پڑیگا۔ دسویں آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مومنین کا یہ وصف ہے کہ وہ کہیں کہ ہم کسی ایک نبی کو دوسرے پر فوقیت یا خصوصیت نہیں دیتے۔ اب اگر حضرت مسیح کو اب تک زندہ مانا جائے' جبکہ دوسرے وفات پا چکے ہوں' تو صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کے برخلاف ان کے ماننے میں تفریق پیدا ہو جائے گی۔

اس تحریف کا جواب مختصر تو یہ ہے کہ یہ ترجمہ عقائد اسلامیہ اور تصریحات اسلام کے بالکل مخالف ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی کہے کہ کلام میں ''**ایاک نعبد و ایاک نستعین**'' موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا کسی دوسرے خدا کی عبادت کرتا ہے اور اپنے کاروبار میں اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ پس جس طرح یہ تشریح ناقابل توجہ ہے۔ اسی طرح تحریف مرزائی بھی قابل التفات نہیں صرف فرق اتنا ہے کہ اس تشریح کا

باعث جہالت اسلامی ہے اور تحریف مذکور کی وجہ تجدید اسلام اور ترمیم مذہب ہے۔ لیکن تاہم ہمیں جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ مرزائیوں نے کس طرح اسلام کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آیت **اول** میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کی مخلوقات میں تبدیلی نہیں ہے اور جو اصول فطرت ہیں ان میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کبھی گھوڑا بن جائے اور کبھی بھیڑ بکری یا کبھی یہ ممکن نہیں ہے کہ رات کی جگہ دن آجائے اور دن کی جگہ رات گھس آئے، ورنہ خلق اور موت کا طریق یہاں مراد نہیں ہے، کیونکہ پیدائش بحکم آیت ﴿ **الا لہ الخلق و الامر** ﴾ دو قسم سے ہے۔ امر تکوینی سے پیدائش کی مثال حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ہزاروں نئی نئی پیدائش نمودار ہو رہی ہے جس کا اقرار مرزائی بھی کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

موت کا طریق بھی مختلف ہے، کوئی کسی طرح مرتا ہے اور کوئی کسی طرح۔ مسیح کی وفات اگرچہ سرسری آدمیوں کی طرح واقع نہیں ہوگی، مگر ایسے طریق پر ضرور واقع ہوگی کہ جیسے طویل العمر اور معمر ہستیوں میں واقع ہوتی ہے یا ہوگی۔ جن میں حضرت خضر اور حضرت الیاس یا ملائکہ مقربین بھی داخل ہیں اور آپ بھی بحکم آیت ﴿ **وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ** ﴾ حیات ملکی سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ اور اگر ذرا محدود خیالی چھوڑ دیں تو یوں ماننا پڑتا ہے کہ شہدائے اسلام کی وفات اور انبیاء کا اس دنیا سے انتقال عام بنی نوع انسان سے مختلف ہوا ہے، ورنہ انبیاء کی بیبیوں سے حرمت نکاح کی کوئی وجہ نہیں نظر آتی۔ اور "حیات النبی" کا مسئلہ بالکل غلط ٹھہر جاتا ہے۔ اس لئے اس آیت سے موت کا وقوع ایک ہی طرح سمجھنا غلط ہوگا۔ اس کے علاوہ آیت پیش کردہ میں موت یا وفات کا لفظ موجود نہیں ہے صرف خلق کا لفظ موجود ہے

کہ جس کے اختلاف میں مرزائی بھی ہمارے ساتھ ہیں۔

اور دوسری آیت کا ترجمہ یوں کرنا بالکل غلط ہے کہ حضور انور سے پہلے تمام انبیاء مر چکے ہیں' کیونکہ یہی آیت خود حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بھی مذکور ہے تو پھر کیا حضرت مسیح سے پہلے بھی تمام انبیاء مر چکے تھے' حالانکہ خود حضرت مسیح اور حضور انور پر اس وقت تک موت کا ورود نہیں ہو چکا تھا۔ نیز اس آیت میں ''**خلت**'' کا ترجمہ ''**ماتت**'' کرنا بھی خلاف عقیدہ اسلامیہ ہے۔ کیونکہ ''**خلا الیه**'' کا معنی ہے اس کی طرف گیا۔ **خلا منه** کا لفظی معنی اس سے گزر گیا، خواہ مرا ہو یا ابھی زندہ ہو۔ اور صرف **خلا** کا معنی **مضی** اور **جری** کے ہیں۔ (دیکھو منتہی الادب) اور جس جگہ **ماتت** کا معنی لیا گیا ہے تو تسامح اور وسعت دے کر کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ موت کی جگہ انتقال، صعود اور **مضی لسبيله** استعمال کر لیا کرتے ہیں۔ اس طرح **خلا** اس جگہ استعمال کرتے ہیں کہ جہاں صریح موت کا لفظ استعمال کرنے سے طبیعت رک جاتی ہے۔ کیونکہ یا تو وہ مرنے والا بزرگ ہستی کا مالک ہوتا ہے یا جن کے متعلق ایسے لفظ استعمال ہوتے ہیں وہ سارے موت کا شکار نہیں ہوتے' اگرچہ اپنے اپنے عہدہ سے فارغ ہو کر بے تعلق ہو چکے ہوتے ہیں۔ تو اس عہدہ سے سبکدوش ہونے کے بعد اگرچہ سارے نہ مرے ہوں مگر اس عہدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یوں کہنا درست ہوتا ہے کہ

قد خلا من قبله قوم كثير وسبخا و بعده غير ومير

اس عہدیدار کے پہلے کئی عہدیدار گزر چکے ہیں۔ اب ایسے الفاظ سے تمام گزشتہ عہدہ داروں کی موت سمجھ لینا غلط ہوگا۔ اسی طرح اس آیت کا ترجمہ بھی **حیات و ممات** کو پیش رکھ کر یوں ہوگا کہ حضور انور ﷺ سے پہلے رسول اپنے اپنے منصب رسالت پر رہ چکے ہیں، جن میں سے کچھ تو وفات پا چکے ہیں اور کچھ ابھی تک زندہ ہیں۔ جیسے حضرت

خضر علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام۔ اس لئے ''**خلت** '' کا لفظ ''**ماتت**''
کے معنی میں نہیں ہے۔ اس کی تائید سنۃ الٰہیہ سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اسکے متعلق ایک دفعہ
﴿**قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ**﴾ وارد ہے اور دوسری جگہ ﴿**مَضَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ**﴾ آیا
ہے جس سے مراد **جریان مع التجدد** مراد ہے۔ جس کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ حضور
سے پہلے رسولوں کا سلسلہ رسالت بدستور جاری ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر **خلت** کا
معنی **ماتت** مان بھی لیں تو پھر بھی مرزائیوں کا ترجمہ دو وجہ سے غلط ہوگا۔ کیونکہ اولاً اس میں
الرسل کا معنی تمام رسول کیا گیا ہے حالانکہ **جماعة من الرسل** صحیح بن سکتا ہے۔ ورنہ
لازم آتا ہے کہ خود حضور بھی اپنے آنے سے پہلے وفات پا چکے ہوتے۔ کیونکہ آپ کا موجود
ہونا اس دعویٰ کے خلاف ہوگا کہ تمام رسول مر چکے ہیں۔ **ثانیاً** اس آیت سے محرف نے وہ
تمام رسول مراد لئے ہیں جو حضور سے پہلے تھے اور یہ ارادہ کرنا اس لئے غلط ہے کہ **من قبله**
کا فقرہ **الرسل** کی صفت واقع نہیں ہوا۔ کیونکہ موصوف سے پہلے عربی میں اس کی صفت
نہیں آسکتی اور اگر اس کو عطف بیان بنایا جائے تو وہ بھی صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ **من قبله** کا وصف
الرسل کا وصف لازمی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کسی زبان دان نے اس کو صفت یا عطف
بیان نہیں بنایا۔ اس لئے بغیر سند لغت کے یہ معنی کرنا غلط ہوگا کہ وہ تمام رسول جو آپ کے
پہلے تھے، مر چکے ہیں۔ اب صحیح ترجمہ اس آیت کا یوں ہوگا کہ ''کئی ایک رسول
حضور ﷺ سے پہلے آتے رہے اور اپنی اپنی ڈیوٹی دے کر فارغ ہو چکے۔'' **لان الام فيه
لاجنس لاللاستغراق وان الظرف ليس صفة للرسل بل هو مفعول فيه
لخلت ومن زائدة كقوله تعالىٰ لله الامر من قبل** بہر حال اس آیت سے اس وقت
وفات مسیح کا وہم ہو سکتا تھا کہ وہاں **کلھم** کا لفظ موجود ہوتا۔ یا کوئی ایسی تصریح اسلامی
موجود ہوتی کہ وہاں آل کا معنی **کلھم** لیا جاتا۔ اب صرف محرف کے کہنے سے کیسے یقین ہو

سکتا ہے کہ یہاں **کلھم** ہی مراد ہے۔ **تیسری آیت** سے یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ انسانی ہستی ہر وقت غذا کی محتاج ہے۔ کیونکہ تسبیح و تہلیل اور تسکین قلبی بھی کبھی پاک ہستیوں میں غذائے جسمانی سے مستغنی قرار دیتی ہے۔ مثلاً اصحاب کہف پورے تین سو سال بغیر غذائے جسمانی کے زندہ رہے۔ خود حضور ﷺ صوم وصال میں غذا کے محتاج نہیں ہوتے تھے۔ ایک صوفی نے بیس سال تک تسبیح وتہلیل تک زندگی حاصل کی تھی۔ (دیکھو فتوحات مکیہ) حضرت خضر علیہ السلام ہماری خوراک کے بغیر زندہ ہیں۔ تمام ملائکہ غذائے جسمانی کے محتاج نہیں ہیں۔ اسی طرح جب حضرت مسیح ملکی صفات ہو چکے ہیں۔ تو ان کی خوراک بھی یادِ الٰہی ہوگی۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ دجال سے پہلے تین سال مطلقاً بارش نہ ہوگی اور سخت قحط پڑ جائے گا۔ تو کسی نے سوال کیا تھا کہ ہم تو اب صبر نہیں کر سکتے اس وقت مسلمان کیا کریں گے؟ تو حضور نے فرمایا تھا کہ وہ لوگ یادِ الٰہی سے زندہ رہیں گے۔ (رواہ احمد) اس کے علاوہ خوراک کی ضرورت دنیاوی آب وہوا میں ہے اور انسان جب اس سے اپنی وابستگی علیحدہ کرلے تو دوسری جگہ کی آب وہوا چونکہ محلل اشیا نہیں ہوتی۔ وہاں انسان غذا کا محتاج نہیں ہوتا۔ تصریحات قرآنیہ میں بہشت کی آب وہوا کے متعلق حضرت آدم سے یوں کہا گیا تھا کہ ﴿ **وَاَنَّکَ لَا تَظْمَأُ فِیْهَا وَلَا تَضْحٰی** ﴾ آپ کو وہاں نہ بھوک ہوگی نہ پیاس اور نہ کپڑے خراب ہوں گے اور نہ آپ ننگے ہوں گے۔ اب ان نظائر کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اب بھی وہ محتاج غذائے جسمانی ہیں، آپ کی توہین ہوگی۔

چوتھی آیت میں '' **متوفی** '' کا لفظ اسم فاعل ہے جو فقرہ کے درمیان فعل مستقبل

بن گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کو وفات دوں گا جس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آپ سے وعدہ ہوا تھا اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ وعدہ پورا ابھی ہو گیا تھا۔ بلکہ ایفاء وعدہ کی داستان مرزائیوں نے خود گھڑ لی ہے۔ ورنہ احادیث کی رو سے ابھی اس ایفائے وعدہ میں بڑی دیر ہے' جس کو امام مہدی کے بعد کے چالیس سال تک پورا کرنا ہوگا۔

یہ کہنا بے سود ہے کہ دوسرے تمام وعدے پورے ہو گئے ہیں۔ تو یہ وعدہ جو سب سے پہلے تھا کیوں پورا نہ ہوا؟ کیونکہ اس آیت میں چار وعدے مذکور ہیں ان کی ترتیب مذکور نہیں ہے یہاں ترتیب پیدا کرنا محرفین کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے، ورنہ حرف 'و' ہزاروں جگہ قرآن شریف میں موجود ہے جہاں ترتیب مراد نہیں ہے یہ پہلے ہو اور وہ دوسرے نمبر پر ہو۔ سورہ فاتحہ ہی کھول کر دیکھ لیں **ایاک نعبد وایاک نستعین** مذکور ہے مگر یہ مراد ہر گز نہیں ہے کہ عبادت کا نمبر اول ہے اور استعانت کا دوسرا۔ اسی طرح سورہ مائدہ میں انبیاء کی فہرست دی ہے جس میں تمام بے ترتیب مذکور ہیں۔ آیت وضو کے اندر بھی ترتیب فرض نہیں ہے ورنہ جو شخص بارش میں پاک ہو جاتا ہے یا نہر میں کود پڑتا ہے' اس کے غسل سے نماز ادا کرنا جائز نہ ہوتا۔ بہر حال محرفین کے نزدیک اس آیت کے بعد خود یہی آیت یوں ہے۔ کہ **فتوفاہ اللہ ورفعہ وطھرہ وجعل اتباعہ فوق الذین کفروا**، مگر اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ شاید اس قرآن میں موجود ہو کہ جس میں یہ آیت ہے کہ **انا انزلناہ قریبا من القادیان**۔ ورنہ ہمیں امید نہیں ہے کہ اس کے سوا کسی اور قرآن میں موجود ہو۔

اسلام کے نزدیک اس آیت کو دو طریق سے حل کیا گیا ہے اول **توفی** کو بمعنی موت لے کر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے تو اس وقت چار وعدوں کا پورا ہونا یوں قرار پایا ہے کہ آپ حسب تصریح انجیل برنباس و دیگر تصریحات نبویہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

تاکہ یہود کی دستبرد سے رہا ہو جائیں اور حضور انور ﷺ کی بعثت سے آپ کے متعلق جو شکوک و اوہام تھے، ان سے آپ کو پاک کیا گیا۔ اور ہمیشہ کیلئے عیسائی اور اہل اسلام تابعداروں کو یہود پر فوقیت دی گئی اور اخیر میں چالیس سال تک حکومت کے بعد آپ وفات پا کر مدینہ طیبہ میں دفن ہوں گے۔

اب اگر ترتیب وار ہی ان کا ایفاء ضروری سمجھا جائے تو ایک اور مشکل آپڑتی ہے کہ جس کو محرفین بھی نہیں اٹھا سکتے وہ یہ ہے کہ یہود پر متبعین کا غلبہ (وعدہ) نمبر ۲ اسلام سے پہلے ہو چکا تھا اور تطہیر (وعدہ) نمبر ۳ ظہور اسلام کے وقت حضور انور ﷺ کی زبانی قرآن مجید کے نزول سے ہوئی ہے۔ پس جب واقعات کی رو سے وعدہ نمبر ۳، ۴ میں ترتیب پیدا نہیں ہوئی تو بہت ممکن ہے کہ وعدہ نمبر ۱، ۲ میں بھی ترتیب وقوعی پیدا نہ ہوئی ہو۔ اس لئے یہ کہنا صحیح ہو جاتا ہے کہ رفع کے بعد توفی کا وقوع قرار پایا ہے اور صرف تجویز عقلی ہی نہیں بلکہ اس تقدیم و تاخیر کی نقل ہمارے پاس بقول مرزا (افقہ الصحابہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی موجود ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ جب اس موقع پر حضرت ابن عباس کا قول پیش کیا جاتا ہے تو کبھی اظہار نفرت کیا جاتا ہے اور کبھی تغلیط کی جاتی یا اسے اسرائیلی روایت سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے اور اتنا بھی خیال نہیں کیا جاتا کہ قرآن شریف اسلام سے پہلے یہود کے پاس موجود ہی کب تھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تشریح یہودیوں سے سیکھی ہو۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ "توفی" کا معنی اس جگہ قبضہ میں لینے کے ہیں جس کو مرزا صاحب نے بھی "براہین احمدیہ ص ۵۱۹" میں حیات مسیح کا قول کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے اور توضیح المرام، ص ۳ میں لکھتے ہیں کہ احادیث اخبار اور بائیبل کے رو سے جن نبیوں کا اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا وہ دو نبی ہیں **ایک** "یوحنا" کہ جس کو "ایلیا

''اور ادریس بھی کہتے ہیں اور دوسرے مسیح ابن مریم کہ جس کو یسوع اور عیسیٰ بھی کہتے ہیں۔ اور حکیم نور الدین صاحب نے بھی اسی معنی کی بنیاد پر **ھو الذی ارسل رسولہ** کو حضرت مسیح سے وابستہ کیا ہے اور تصریحات اسلامیہ تو ہزاروں ہی ہیں کہ جن میں یہاں **توفی** کا معنی قبض جسمانی کیا ہے' تو اب ان دو وعدوں میں ترتیب خود بخود آ جائے گی اور واقعات کے مطابق مطلب یوں ہوگا کہ جب آپ کو یہود نے تنگ اور بدنام کیا' تو آپ کی تسلی کو خدا نے کہا'' کہ میں تجھے قبض کر کے اپنے آسمان پر اٹھالوں گا۔''

(دیکھو انجیل برنابا اور تاریخ طبری)

اس موقع پر بعض محرفین یوں غلط پیش کرتے ہیں کہ حیات مسیح کا مسئلہ منسوخ ہو چکا ہے اس لئے براہین سے حوالہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کے عقائد میں ترمیم و تنسیخ نہیں ہوتی۔ (ورنہ ایسا شخص نبی نہیں ہوسکتا) ہاں البتہ احکام میں ترمیم اور تنسیخ ہوا کرتی ہے۔ مگر یہ مسئلہ عقائد کے متعلق ہے اس لئے اس میں ترمیم ناممکن تھی۔ اس کے علاوہ اگر ہم ''براہین احمدیہ'' کو اس مسئلہ میں منسوخ مان لیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ وہاں جو الفاظ یا ان کے معنی بیان ہوئے ہیں وہ غلط بھی ہو گئے ہیں۔ کیونکہ یہ دو مفہوم آپس میں لازم اور ملزوم نہیں ہیں۔ ورنہ قرآن شریف میں جو آیات منسوخ سمجھی گئی ہیں، وہ غلط بھی ہو جائیں گے۔ پس براہین اگر منسوخ ہو جائے تو ہزار دفعہ ہو جائے ہمیں کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ بقول مرزایاں وہ ساری کتاب وحی الٰہی ہے اس لئے گو منسوخ ہو جائے مگر غلط نہیں ہو سکتی۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ مرزائیوں کا خدا غلط فقرے بولتا رہا ہے اور اگر اس اصول کا خیال کیا جائے کہ مرزائیوں کے نزدیک وحی الٰہی میں نسخ جائز ہی نہیں ہے تو پھر یہ عذر پیش کرنا بالکل غلط ہو جائے گا کہ ''براہین'' منسوخ ہوگئی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ صاف نہیں کہتے کہ وہ منسوخ ہے، کچھ گول مول کہہ دیا کرتے ہیں جس کا صحیح مطلب کچھ بھی نہیں نکلتا۔

پانچویں آیت میں یہ اصول پیش کرنا کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد وجود تثلیث ہوا ہے، بالکل غلط ہے، جیسا کہ انجیل برنابا اور طبری وغیرہ بتا چکے ہیں۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ خدا کی طرف سے اشاعت تثلیث کا سوال ہوگا۔ کیونکہ ﴿ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ﴾ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوال "تعلیم تثلیث" سے ہوگا کہ آیا اس کی تعلیم دینے والا کون ہے؟ تم ہو یا کوئی اور؟ تو اس کا جواب آپ نفی میں دیں گے کہ میں نے یہ تعلیم نہیں دی۔ میں تو وحدانیت کی تعلیم دیتا رہا ہوں اس کے بعد اپنی مخلصی ثابت کرنے کو اپنی بے تعلقی ظاہر کریں گے کہ جب تک میں ان میں موجود تھا، تب تک میں جواب دہی کا ذمہ دار تھا۔ اب جب میرا تعلق رہا ہی نہیں ہے تو میں جواب دہ کیسے بن سکتا ہوں۔ اس لئے خدایا تجھے پورا اختیار ہے کہ چاہے ان کو عذاب کرے یا بخش دے۔ اگر عذاب دے گا تو تجھ پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے گا تو پھر بھی تیرے ہی ہیں۔

چھٹی آیت کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح کو **حی قیوم** نہیں سمجھا گیا ورنہ ہمارے رسول اللہ ﷺ عیسائیوں کے مقابلے میں **یاتی علیہ الفناء** پیش نہ کرتے۔ پس اگر طول عمر سے کوئی **حی قیوم** بن جاتا ہے تو مرزائیوں کو ۶۶ سال کے بعد جو بھی ہو مار ڈالنا چاہئے' تا کہ کہیں شرک لازم نہ آجائے۔ ۶۶ سال اس واسطے مقرر کئے جائیں تا کہ مرزا صاحب کا وجود اس آیت کے خلاف ثابت نہ ہو۔

ساتویں آیت میں **صلوٰۃ و زکوٰۃ** سے مراد طریق اسلام نہیں ہے بلکہ ان کا اپنا طریق مراد ہے، اس لئے اپنے اوپر قیاس کرنا غلط ہوگا۔ اور اگر لفظ کا خیال رکھا جائے تو صرف یہی معنی ہے کہ عبادت اور پاکدامنی کا عہد تھا جواب بھی آپ پورا کر رہے ہیں۔ اور اگر آنکھ بند کر کے یہی مان لیا جائے کہ انجیل میں قرآنی تعلیم کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم

تھا۔تو اس وقت یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ایسی زکوۃ کے وجوب کیلئے نصاب کا ہونا بھی ضروری ہے۔تو آپ جب دنیا سے بے تعلق ہیں تو زکوۃ کیسے واجب ہوگی؟ اس لئے محرفین پہلے آپ کی جائیداد ثابت کریں پھر ہم ادائیگی زکوۃ کی سبیل سوچ لیں گے۔

آٹھویں آیت کا جواب یہ ہے کہ '**ان**' اگرچہ '**قد**' کا معنی دے سکتا ہے اور '**اذ**' کا معنی نہیں دیتا۔مگر یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوا کہ اس آیت کا بھی یہ معنی ہے کہ حضرت مسیح بھی مر گئے۔اور ماں سمیت سارے مر گئے تھے کیونکہ ان کا ایک وقت ہی سب کا معاً مر جانا کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ بالفرض اگر یہ ارادہ صحیح بھی ہو تو یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ جو معنی مسلمان کرتے ہیں وہ معنی صحیح نہیں ہے۔اسلامی معنی یہ ہے کہ کون ہے کہ خدا کا کچھ بگاڑ سکے۔جب کہ وہ حضرت مسیح اور تمام مخلوق کو معاً مار ڈالنے کا ارادہ کر لے۔حالانکہ اس سے پہلے مسیح کی والدہ کو موت دے چکا ہے۔

نویں آیت میں وفات مسیح کا کوئی ذکر نہیں۔اور یہ اصول گھڑنا کہ طول عمر سے عبد معبود کی حد تک پہنچ جاتا ہے، بالکل غلط ہے۔ورنہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام والیاس علیہ السلام آج سے پہلے خدا بن چکے ہوتے۔اور اگر یہ تسلیم نہیں ہے تو بموجب آیت قرآنی ابلیس تو دیر سے خدا بنا ہوتا۔

دسویں آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہم تمام انبیاء کو منجانب اللہ اور سچا سمجھتے ہیں۔ورنہ یہ مطلب نہیں کہ سب انبیاء کی پیدائش، حیات، حالات زندگی اور وفات بھی یکساں تھی۔اور یکساں ہی مانتے ہیں یہ معنی صرف محرفین کی ایجاد ہے۔ورنہ کوئی مفسر اسلام یا کوئی محدث اسلام اس طرح کے معنی کے تصدیق کرتا ہوا نظر نہیں آتا اور نہ ہی آئے گا۔ اس لئے اس آیت سے بھی وفات مسیح کا تعلق پیدا کرنا ایسا ہی ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ کیا کھاؤ گے؟ کہا! دال۔کہا تو پھر ہم بھی پاؤں سے ننگے نہیں ہیں۔

''تحریفات نمبر دوم اور رفع''

﴿مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾(نساء)﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾(نساء)﴿ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّاوَجَعَلَنِيْ مُبَارَكاً اَيْنَ مَا كُنْتُ﴾ (مریم)﴿وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيّاً﴾(مریم) ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾(فاتحہ)﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾(آل عمران)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾(نحل) ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾(یٰس)﴿وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴾(بقرہ)

پہلی آیت بتا رہی ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا تا کہ صلیب پر مرکر ملعون ہوتے بلکہ خدا نے آپ کو طبعی موت دیکر کشمیر میں بڑے مرتبہ تک پہنچایا تھا۔**دوسری آیت** میں ہے کہ جو بھی یہودی ہے۔وہ اپنی موت سے پہلے آپ کی طبعی موت پر ایمان لاتا ہے۔**تیسری آیت** ظاہر کرتی ہے کہ حضرت عیسٰی بابرکت انسان ہیں اب اگران کو آسمان پر مانا جائے تو وہاں کون سی برکت دیتے ہوں گے۔

چوتھی آیت میں ہے کہ خدا تعالیٰ سے آپ نے سلامتی کی دعا کی ہے جب کہ آپ مریں گے اور کشمیر جانے سے یہ دعا پوری ہوگئی۔**پانچویں آیت** میں بتایا گیا ہے کہ صراط مستقیم کی دعا کرو۔اور یہ نہیں کہا کہ تم آسمان پر جا کر زندہ رہنے کی یہی دعا کرو۔**چھٹی آیت** میں امت محمدیہ کو بہترین امت کہا گیا ہے کیونکہ دجال کو قتل کرے گی اور مسیح کی امداد کرے گی۔اور مسیح ناصری کو جب تک مرا ہوا تصور نہ کیا جائے تو مسیح محمدی کی امداد کیسے کرے گی۔**ساتویں آیت** میں بتایا گیا ہے کہ خدا تم کو وفات دیتا ہے تو کیا حضرت مسیح اس حکم سے

باہر رہ گئے؟ **آٹھویں آیت** میں یہ تصریح موجود ہے کہ جو لوگ بڑی عمر پاتے ہیں۔ان کے حواس ٹھیک نہیں رہتے اور سب کچھ بھول جاتا ہے۔تو کیا مسیح دو ہزار سال بعد شیخ فانی ہو کر اتریں گے تو پھر ان سے بہتری کی امید کیا ہو سکتی ہے۔**نویں آیت** میں ہے کہ بڑی عمر کا آدمی منکوس ہو جاتا ہے اور اس کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔تو کیا تم ایسی حالت میں حضرت مسیح کو لانا چاہتے ہو؟ **دسویں آیت** ظاہر کرتی ہے کہ بنی نوع انسان کیلئے زمین میں رہنے سہنے کا مقام مقرر کیا ہوا ہے تو پھر کیا کسی کو آسمان پر بھی رہنے کی قیام کی اجازت ہو سکتی ہے؟ اس لئے ان تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وفات مسیح کا عقیدہ حق ہے اور حیات مسیح کا عقیدہ خلاف قرآن ہے۔

اس تحریف کا جواب یہ ہے کہ جو معنی آیات مذکورہ کے کئے گئے ہیں اس کا نشان کسی اسلامی کتاب سے نہیں ملتا یہ سب کچھ مرزائی تعلیم کا نتیجہ ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ آریہ بھی تناسخ کا ثبوت قرآن شریف سے پیش کرتے ہیں کہ ﴿**مَانَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ**﴾ ﴿**وَنُنۡشِئَكُمۡ فِيۡمَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ**﴾ ﴿**فَاِذَا هِىَ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ**﴾ ﴿**اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ**﴾ ﴿**كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خَاسِئِيۡنَ**﴾ وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان، پرند، چرند اور لکڑی وغیرہ سب حالت بدلتے رہتے ہیں اور یہی تناسخ کا اصول ہے' مگر ان آیات کا معنی جو اسلام نے لیا ہے اس کے لحاظ سے تناسخ کا ثبوت نہیں ملتا۔اسی طرح ان آیات سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔کیونکہ **پہلی** آیت میں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قتل اور صلیب سے بچا کر اپنی طرف اٹھا لیا تھا اور وعدہ پورا ہو گیا تھا کہ میں تجھ کو اپنے قبضہ میں لا کر اپنی طرف اٹھالوں گا۔(دیکھو انجیل برنباس اور احادیث مذکورہ) اور یہاں "**رفعه**" سے یہ مراد لینا غلط ہے کہ آپ کو طبعی موت سے وفات دیکر رفعت دی تھی کیونکہ ایسی رفعت عام بنی نوع انسان کو حاصل ہوتی ہے۔آپ سے وعدہ کرنے کا کیا مطلب تھا کہ ہم تجھے رفعت دیں گے کیا آپ کو شروع

حیات سے رفعت مرتبہ حاصل نہ تھی؟ اور وعدہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو رفعت آپ کو دی جائے گی وہ رفعت جسمانی تھی جو واقعہ صلیب کے وقت ظاہر ہوا اور نہ جو رفعت منزلت آپ کو پہلے ہی حاصل تھی، اس کا وعدہ کرنا تحصیل حاصل یا ایک قسم کا مخول بن جاتا ہے۔ تم اگر کسی سے اس چیز کے دینے کا وعدہ کرو۔ جو اس کے پاس پہلے ہی حاصل ہے تو کیا یہ وعدہ لغو اور بے فائدہ نہ ہوگا؟ **دوسری** آیت میں **''لیومنن بہ''** سے یہ مراد لینا کہ یہود کو قتل مسیح کا ایمان حاصل ہوتا ہے دو وجہ سے غلط ہے **اول**: یہ کہ ان کو تو پہلے ہی اپنے زعم میں یقین ہے کہ ہم نے حضرت مسیح کو صلیب پر قتل کر ڈالا تھا اور اناجیل اربعہ میں یہ بالتصریح موجود ہے کہ آپ صلیب پر مر چکے تھے تو اندریں حالات یوں کہنا کیسا بے معنی ہوگا کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) آپ کے قتل پر ایمان لے آتے ہیں۔ **دوم**: یہ کہ **''لیومنن''** میں نون مشدد علامت استقبال ہے جس سے ثابت ہوتا کہ وہ آئندہ ایمان لے آئیں گے اور اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نزول مسیح کے وقت اہل کتاب سب کے سب آپ کے تصدیق کر لیں گے اور یہی وہ معنی ہے کہ جس کو اسلام نے قبول کیا ہے۔ اور جس کی تائید صحف قدیمہ اور احادیث نبویہ سے ہو رہی ہے اس لئے اس کے خلاف کوئی اور معنی تراش کرنا تحریف میں داخل ہوگا۔

تیسری آیت میں مطلقاً وفات مسیح کا ذکر نہیں ہے ایک ایک دو روٹیاں کی مثال ہے ہر ایک جگہ مرزائی وفات مسیح کا ہی راگ گاتے ہیں بھلا یہ بتائیں کہ اس آیت کے رو سے اگر وفات مسیح تسلیم کی جائے تو کیا کشمیر میں دفن ہونے کے بعد آپ کی برکت ظاہر ہوئی تھی؟ آپ تو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح وہاں ستاسی (۸۷) سال روپوش ہو کر مر گئے۔ نہ تبلیغ کی، نہ گرجا بنایا اور نہ کوئی اپنا نشان چھوڑا۔ تو پھر برکت کیسی؟ اس لئے اس آیت سے اسلام میں یہ مراد ہے کہ آپ کا وجود بابرکت ہے۔ واقعہ صلیب سے پہلے آپ کی ذات سے لوگوں کی

ظاہری اور باطنی بیماریاں دور ہوئیں۔ اور نزول کے بعد اسلام آپ کی برکات سے بہرہ ور ہوگا اور اس کی تمام مردہ طاقتیں ظاہر ہوگی۔ اور باقی رہا آسمان کا مقام، سووہ بھی برکت سے خالی نہیں کیونکہ اب مقربین میں داخل ہیں۔ اور اب بھی صوفیائے کرام کی روحیں آپ سے روحانی برکات حاصل کررہی ہیں۔ (دیکھو فتوحات مکیہ)

چوتھی آیت میں مرزائیوں نے عیسائیوں کی چال چلی ہے۔ وہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف نے بھی واقعہ صلیب میں آپ کی موت کو تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ "**یوم موت**" سے مراد صلیب پر مرنے کا دن ہے۔ اور "**یوم ابعث حیا**" سے مراد وہ دن ہے کہ جب آپ مرنے کے بعد تیسرے دن اپنی قبر سے نکل کر آسمان کو چلے گئے تھے۔ اب اگر مرزائیوں کا معنی مانا جائے تو عیسائیوں کا معنی بھی ماننا پڑتا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایک معنی تسلیم ہوا اور دوسرا متروک ہو۔ اس لیے ہمیں اس مطلب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ جو اسلام نے یہاں پر تسلیم کیا ہے کہ یوم ولادت میں آپ شیطانی عوارض سے محفوظ رہے حالانکہ آپ غیر محفوظ جگہ میں پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھو مشکوۃ اور انجیل برنباس) یوم وفات میں آپ کو مسلمان روضہ نبویہ میں دفن کریں گے اور حضور انور کے پاس آپ کو جگہ ملے گی۔ جہاں کسی قسم کا کھٹکا نہ رہے گا اور "**یوم بعث بعد الموت**" میں آپ حضور ﷺ کے ہمراہ ایک مقبرہ سے اٹھیں گے اور جو حفاظت اس وقت حضور کی ہوگی آپ بھی اس میں داخل رہیں گے۔ اب اسلامی معنی کو چھوڑ کر تحریف کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔

پانچویں آیت سے وفات مسیح پر استدلال قائم کرنا، ایک واہیات اصول پر مبنی ہے کہ جو واقعہ ایک کیلئے موجب رفعت ہو تو وہ سب کے لئے موجب رفعت ہوتا ہے۔ اگر یہ اصول صحیح ہے تو آپ ہی بتائیں کہ اگر معراج موجب رفعت ہے تو کیا تم نے جولاہے کی طرح یہ بھی خدا سے مانگا ہے؟ شہادت حسین رضی اللہ عنہ بھی موجب رفعت ہے کیا تمہارے بانی مذہب نے بھی خدا

سے مانگی تھی؟ اور ہزاروں امور موجب رفعت ہیں۔ کیا تم سب مانگا کرتے ہو؟ اور جب یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی وسعت کے مطابق پاؤں پھیلایا کرتا ہے۔ تو اپنی وسعت سے بڑھ کر واجب امور کا مطالبہ کرنا ایسا ہوگا کہ کوئی ﴿ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** ﴾ کہہ کر دعا کرے۔ کہ یا اللہ مجھے اپنے راستہ پر چلا کر خدا بنالے۔ شاید مرزائی یہ دعا کرتے ہوں گے مگر اسلام یہ سکھاتا ہے کہ جس راستہ پر مقدس ہستیاں تھیں اسی راستہ پر خدا ہم کو قائم رہنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

چھٹی آیت میں امت محمدیہ کو'' بہترین امت'' اس لئے نہیں کہا گیا کہ مرزا صاحب کی تصدیق کرنے کو کھڑی ہو جائے گی۔ بلکہ قرآن شریف کے رو سے اس لئے اس کو یہ لقب عطا ہوا ہے کہ یہ **امر بالمعروف ونهی عن المنكر** کے لئے مامور ہوئی ہے۔ انبیاء سابقین کی تصدیق کیلئے ہر وقت تیار رہتی ہے اور خیر المرسلین کی تابعدار بن کر **خير الامم** کا لقب حاصل کرتی ہے۔ پس ان وجوہات کو چھوڑ کو ایک نئی وجہ گھڑنا کہ جس کا ثبوت کسی جگہ سے بھی نہیں ملتا، ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ ﴿ **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ** ﴾ عبادت کا حکم یقین آنے تک ہے۔ اس لئے جن کو خدا کی ہستی کا یقین آ گیا ہے، ان پر عبادت فرض نہیں ہے کہ محرفین اس تحریف کو اپنی تحریفات میں داخل کر کے اپنی جماعت کو عبادت سے آزاد کر ڈالیں گے؟ اور **يضل به ما يشاء** کی مثال پیدا کریں گے؟

ساتویں آیت میں عام حکم ہے کہ خدا تم کو وفات دیتا ہے جس کی رو سے ہر ایک انسان اپنے مقررہ وقت پر مر جاتا ہے اور مرنے کی مدت نہ کسی نے آج تک مقرر کی ہے اور نہ ہوگی۔ ورنہ جو شخص آج سو سال سے زیادہ عمر پا کر مرتا ہے۔ اس آیت کے خلاف ہوگا۔ اور کہا جائے گا کہ عام مدت موت سے بڑھ کر کیوں زندہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے

اس تحریف کے پاؤں نہیں ہیں اور سوائے بے سمجھی کے کچھ ثابت نہیں کرتی۔

آٹھویں آیت میں ''**ارذل العمر**'' کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اپنے قوائے جسمانی کے ماتحت انسان کم وبیش ''**ارذل العمر**'' تک پہنچتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک انسان ''ارذل العمر'' تک پہنچتا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ کوئی پہنچتا ہے اور کوئی نہیں پہنچتا ہے۔ حضرت مسیح بھی حسب روایات سابقہ 'ارذل العمر' تک نہیں پہنچے۔ کیونکہ آپ نزول کی بعد ایک عربی عورت سے شادی کر کے صاحب اولاد ہوں گے۔ اب آپ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ آپ چونکہ دو ہزار سال تک زندہ ہیں' **ارذل العمر** تک پہنچ گئے ہیں۔ دو وجہ سے سطحی بات ہے۔ **اول** یہ کہ جب حضرت مسیح کی پیدائش ہوئی تھی اس وقت کے ماحول کی عمریں بڑی لمبی ہوتی تھیں۔ جن پر آج کل کا اندازہ ٹھیک نہیں بیٹھ سکتا۔ مشہور ہے کہ رستم گیارہ سو سال تک زندہ رہ کر مر گیا۔ تو اس کی ماں رو کر کہتی تھی کہ بچہ مرد نہ چیزے دید نہ چیزے خورد۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو خیال باطل کرنے کو کافی ہے کہ انسان ساٹھ (۶۰) ستر (۷۰) سال تک ارذل العمر تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس وقت کے دوسری عمر میں دیکھی جائیں تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہزار دو ہزار سال تک انسان کا ارذل العمر تک پہنچنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ اصحاب کہف تین سو نو (۳۰۹) برس تک زندہ رہ کر بھی جوان رہے۔ ''سام'' کی عمر ہزار (۱۰۰۰) سال تھی۔ ''متوشلخ'' نو سو اناسی (۹۷۹) سال تک زندہ رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) سال تک تبلیغ کرتے رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی عمر ایک ہزار چار سو پچاس (۱۴۵۰) سال تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نو سو تیس (۹۳۰) سال تک اپنی اولاد کی پرورش کرتے رہے۔ حضرت شیث علیہ السلام نو سو بارہ (۹۱۲) سال تک احکام خداوندی بجالاتے رہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو چھپن (۳۵۶) تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس (۱۲۰) اور

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو سوتیئس (۲۲۳) سال کی عمر تھی۔ حضرت انوش علیہ السلام کی عمر چھ سو سال (۶۰۰) سال ہے اور حضرت ہود علیہ السلام کی چونسٹھ (۶۴) سال۔ ''کتاب المعمرین'' میں ان معمر لوگوں کا ذکر ہے جن کی عمریں کئی سینکڑے سالوں تک پہنچیں۔ باوجود اس کبرسنی کے ارذل العمر تک کوئی نبی نہیں پہنچا۔ اور نہ ہی کسی اسلامی شہادت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی نبی ارذل العمر کا شکار ہوا تھا۔ کیونکہ یہ ایک ذلیل زندگی ہے اور خدا کے مقرب بندے اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ دوم یہ کہ احادیث نبویہ کی رو سے آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ ایک سوبیس (۱۲۰) یا ساٹھ (۶۰) سال تک ہے اور وہ زمانہ جو آپ آسمان پر گزار رہے ہیں وہ دنیاوی زندگی محسوب نہیں کیا گیا۔ ورنہ حضور ﷺ اپنی احادیث میں آپ کی عمر اپنے عہد میں کم از کم چھ سو (۶۰۰) سال تک ظاہر فرماتے۔ اس لئے ارذل العمر سے بچانے کی خاطر نزول مسیح کا انکار کرنا ایک جہالت ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ کمال بیبا کی ہے کہ اپنے خیال کی بنیاد پر اسلامی روایات کو رد کیا جاتا ہے بھلا کجا تم اور کجا فرمان نبوی۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔ ایسے محرفین کو ایسی کمال بے باکیوں سے دست بردار ہونا چاہیے ورنہ وہ توہین الانبیاء کے مرتکب ہوں گے۔

نویں **آیت** کی تشریح سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ معمر آدمی **منکوس فی الخلق** ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ لوگ ساٹھ / ستر سال کی عمر تک معمر کہلانے لگتے ہیں تو گو آج کل صحیح ہوگا۔ مگر گزشتہ زمانہ میں معمر کی حد دو ہزار سال تک معلوم ہوتی ہے اور **نکوس فی الخلق** نہیں ہوا اور آئندہ زمانہ میں بھی ممکن ہے کہ آج کل کا اندزہ غلط ثابت ہو جائے اور اگر یہ مطلب لیا جائے کہ جو انسان اپنی پوری عمر پا کر درجہ شیخوخت تک پہنچ کر ''پیر فرتوت'' بن جاتا ہے' تو اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ تو یہ معنی قابل تسلیم ہے' مگر قرآن شریف میں یہی نہیں کہا گیا کہ ہر ایک معمر (**کل من نعمرہ**) کو ہم درجہ

شیخوخت میں بے سمجھ کر دیتے ہیں۔ اگر محرفین نے یہی سمجھا ہے تو یہ ان کی غلط فہمی ہوگی ورنہ اسلام انبیاء کو ایسی حالت سے منزہ سمجھتا ہے حضور علیہ السلام کی یہ دعا تھی کہ **اللھم انی اعوذبک من الھرم** یا اللہ شیخوخت سے مجھے بچائیو۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں آپ کے قوائے جسمانی برقرار تھے اور سوائے سترہ بال کے کوئی بال بھی سپید نہیں ہوا تھا۔ بہرحال انبیاء کو اس آیت سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ بالخصوص حضرت مسیح علیہ السلام تو ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر تک پہنچ کر بھی معمر شیخ فانی تسلیم نہیں کئے گئے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آپ شادی کر کے صاحب اولاد بھی بنیں گے۔ اب ایک طرف محرفین کا قول ہے اور دوسری طرف حضور ﷺ کا فرمان ہے جس کی مرضی ہو وہ حضور کے خلاف محرفین کا اسلام قبول کر کے اسلام قدیم سے خارج ہو جائے اور جو چاہے اسلام میں داخل رہے۔

دسویں آیت میں عام قاعدہ بیان ہوا ہے کہ بنی نوع انسان کا مقام زمین ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اخیر زمانہ میں پھر زمین میں ہی دفن ہوں گے۔ اسلئے کچھ مدت کے لئے **استقرار فی الارض** کے خلاف عارضی قیام آسمان میں کر لینا مضر نہیں پڑتا ورنہ کسی کو چارپائی پر بھی سونے کی اجازت نہ رہے گی۔ اور جو لوگ غباروں میں اڑ کر ستر ہزار فٹ تک اوپر چلے جاتے ہیں یا ہوائی جہاز میں کچھ مدت کیلئے زمین سے الگ ہو کر عارضی قیام کر لیتے ہیں۔ یا سمندر میں ساری عمر جہازوں کے ملاح رہتے ہیں۔ ایسے خوش فہم محرفین کے نزدیک **استقرار فی الارض** کیخلاف ہوں گے جو صریح حماقت میں داخل ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ ایسے محرفین قرآن شریف کو توڑ موڑ کر موجودہ خیالات کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ورنہ یہ نہیں کہ اپنے خیالات کی ترمیم قرآن شریف یا احادیث سے کریں اب یہ کہنا مشکل ہو گیا ہے کہ یہ لوگ قرآن وحدیث پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے صرف اتنا

ہی قرآن تسلیم کیا ہے کہ جس قدر خیالات مغربیہ سے موافقت رکھتا ہے، ورنہ دوسرے احکام سے یا تو صراحتاً انکار کر دیتے ہیں یا اگر کچھ شرم دامنگیر رہے تو نیک نیتی یا بدنیتی سے توڑ موڑ کر قرآنی مفاہیم کی نوعیت بدلنے لگ جاتے ہیں۔

"تحریفات نمبر سوم اور خلود"

﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفاً وَّشَيْبَةً﴾ (روم) ﴿قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ﴾ (اعراف) ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خَالِدِيْنَ﴾ (انبیاء) ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (مائدہ) ﴿لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً﴾ (فاطر) ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ (انبیاء) ﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾ (بقرہ) ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ (بقرہ) ﴿وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ﴾ (الانعام) ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ﴾ (المؤمنون) **پہلی آیت** سے ثابت کیا جاتا ہے کہ جوانی کے بعد بڑھاپا آتا ہے۔ اور طاقت کے بعد کمزوری آتی ہے۔ تو حضرت مسیح بوقت نزول کمزور ہوں گے تو اسلام کی خدمت کیا کر سکیں گے۔ **دوسری آیت** سے ثابت ہوتا ہے کہ موت وحیات کا سلسلہ بنی نوع انسان کیلئے زمین سے وابستہ ہے۔ تو حضرت مسیح کا آسمان پر چلا جانا اور مدت دراز تک وہاں قیام رکھنا کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے؟ **تیسری آیت** سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم ایسا نہ تھا کہ خوراک نہیں کھاتے تھے۔ اور ان کو دنیا میں ہمیشہ کا رہنا میسر نہ تھا تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام کا اب تک بغیر خوراک کے زندہ رہنا کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ **چوتھی آیت** سے ثابت کیا ہے کہ حضور انور پر تکمیل اسلام ہوئی، جو بڑی نعمت عظیم الشان ہے اب اگر طول عمر پا کر رفعت سماوی بھی نعمت ہوتی۔ تو حضور کو ایسی

نعمت عظمیٰ سے کیوں خالی رکھا گیا تھا؟ **پانچویں آیت** سے یہ ثابت کیا ہے کہ حیات مسیح قانون فطرت کے خلاف ہے اور خدا تعالیٰ اپنی سنت تبدیل نہیں کرتا۔ **چھٹی آیت** سے ثابت کیا ہے کہ چونکہ حضور سے پہلے کسی کو **خلود فی الدنیا** نصیب نہیں ہوا۔ اس لئے حیات مسیح علیہ السلام کا قول غلط ہے۔ **ساتویں آیت** سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی تمام جماعت گزر چکی ہے۔ تو حضرت مسیح ابھی تک کیوں باقی رہ گئے ہیں۔ **آٹھویں آیت** میں خدا تعالیٰ نے ہم کو امۃ وسط بنایا ہے اور نزول مسیح سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کی امت (نصاریٰ) یہ خطاب پا کر **خیر الامم** بن جائے کیونکہ اب تو وہی **اخر الامم** ہوگی۔

نویں آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ **نفس واحدۃ** سے حضرت مسیح بھی پیدا ہوئے تھے تو تمام بنی نوع سے اشتراک ضروری تھا۔ تو پھر کیوں ابھی تک آپ کو زندہ تصور کیا جاتا ہے؟ **دسویں آیت** سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مرنے والے ہیں تو پھر حضرت مسیح کیوں نہیں مرے؟

ان سب کا جواب مختصر طور پر یوں ہے کہ وفات مسیح سے ایک آیت بھی وابستہ نہیں ہے۔ ان میں عام حالات بیان کئے گئے ہیں کہ جن کا ہر فرد انسان میں اور ہر وقت پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستان کو کالے آدمی کہا جاتا ہے۔ مگر باوجود اس کے کشمیری ایسے گورے ہوتے ہیں کہ مغربی انسان ان کے ہم پلہ گورے نہیں ہوتے۔ اس لئے ایسے اصول کو ''علوم متعارفہ'' کہتے ہیں، ان کو ''اصول کلیہ'' نہیں کہا جاسکتا۔ ورنہ ضروری ہے کہ **پہلی آیت** کے رو سے کوئی انسان بھی ایسا نہ پایا جائے کہ جس کو طاقت کے بعد کمزوری لاحق نہ ہوئی ہو۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی بچے اور جوان بوڑھا ہونے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ تو پھر یہ آیت ان پر کیسے شامل ہوسکتی ہے۔ علی ہذا القیاس حضرت مسیح بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ ان کو ابھی تک کمزوری لاحق نہیں ہوئی۔ **دوسری آیت** سے صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ موت وحیات کا سلسلہ ہم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ معلوم نہیں

ہوتا کہ ہر ایک سے ایسے سلسلہ کا تعلق یکساں اور ایک خاص مدت تک ہوتا ہے کہ اس واسطے حضرت مسیح سے بھی اس سلسلہ کا تعلق ہو جائے گا اگر چہ کچھ دیر بعد ہو۔ کیونکہ آخر آپ دفن آسمان پر نہیں ہوں گے، زمین پر ہی آ کر وفات پائیں گے۔ **تیسری آیت** میں کفار کے ایک عام اشتباہ کا جواب دیا گیا ہے کہ رسول اور نبی کی شان نہیں کہ بازاروں میں پھرے، کھائے، پیئے، اور بول و براز کرے ورنہ ہم میں اور اس میں فرق ہی کیا ہوا۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ نبی بھی چونکہ انسان ہوتا ہے اس لئے کھانا، پینا اس کیلئے ضروری سمجھا گیا ہے ہاں اگر نبی فرشتے ہوتے تو پھر ان کو خوراک سے کوئی تعلق نہ ہوتا لیکن خوراک ضروری ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہر وقت کھاتے رہتے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ عند الضرورت کھاتے پیتے ہیں۔ حضرت مسیح بھی کھاتے پیتے رہے ہیں۔ اب چونکہ عارضی طور پر ایسی آب و ہوا میں ہیں کہ جہاں اس خوراک کی ضرورت نہیں ہے اس لئے پھر وہ جب زمین پر آئیں گے تو عند الضرورت کھانا کھائیں گے۔ اس لئے حیات مسیح کا قول اس آیت کے خلاف نہ ہوا۔ **چوتھی آیت** میں صرف تکمیل اسلام کا ذکر ہے باقی انعامات کا ذکر نہیں ہے۔ اور چونکہ ﴿**تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ**﴾ کا ارشاد بتا رہا ہے کہ بعض انبیاء خاص خاص انعام پا گئے ہیں تو حضور میں طول عمر کا انعام نہ پایا جانا تکمیل اسلام کے خلاف ثابت نہیں ہوا۔ اور یہ جہالت کا سوال ہے کہ حضور میں انبیاء سابقین کی مخصوص نعمتیں کیوں نہیں پائی جاتیں۔ ورنہ حضور بھی بغیر باپ کے پیدا ہوتے اور آپ کی والدہ محترمہ کا ذکر بھی ایک لمبی سورۃ میں درج ہوتا اس لئے حضور میں طول عمر کا نہ پایا جانا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ حیات مسیح کا قول کرنا غلط ہے۔ **پانچویں آیت** کا تعلق ''اکرام المومنین'' اور ''تعذیب الکفار'' سے ہے جیسا کہ اس آیت سے پہلے چند آیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ تمام امور الٰہیہ سے اس آیت کا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ

شب و روز انقلاب ہوتا رہتا ہے۔اور سلسلہ تولید و ممات میں قسم قسم کی نیرنگیاں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ سردی، گرمی، بارش، قحط، مرض، اور عافیت بھی ایک اصول پر نہیں ہے۔ اب اگر حیات مسیح کا مسئلہ ایسے انقلابات کے ماتحت تسلیم کیا جائے تو کون سا ظلم ہوگا۔ **چھٹی آیت** میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی انسان کو ہمیشہ کیلئے دنیا میں رہنا نصیب نہیں ہے اور ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح بھی آخر فوت ہو کر دفن ہوں گے تو پھر اس آیت کیخلاف کیسے ہوگا۔ **ساتویں آیت** میں ذکر ہے کہ رسول اپنا منصب تبلیغ خالی کر کے چلے گئے ہیں۔ جن میں سے کچھ وفات پا چکے ہیں اور کچھ زندہ ہیں ایسی بات کو ملحوظ رکھ کر ماتت کا لفظ اختیار نہیں کیا تا کہ انبیاء کی دونوں قسموں پر یہ آیت شامل ہو جائے۔

آٹھویں آیت میں ہم کو امۃ وسط کا خطاب دیا گیا ہے جس میں خود حضرت مسیح بھی داخل ہیں ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کوئی الگ امت تجویز کریں یا اپنی امت سابقہ کو بڑھائیں گے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسلام کی خدمت میں یہود و نصاریٰ کے مذہب کو مٹا کر دنیا میں چالیس سال تک اسلام ہی اسلام کر ڈالیں گے اس لئے حیات مسیح کا مسئلہ آیت ہذا کے خلاف نہ رہا۔ **نویں آیت** میں پھر ایک اصول متعارف کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور معترض نے اس کو اصول کلیہ سمجھ رکھا ہے۔ اس لئے حیات مسیح کو اس آیت کے خلاف سمجھنے کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوتی ہے ہم اس کے جوابدہ نہیں ہیں۔ **دسویں آیت** میں بھی وقوع موت کو اصول متعارفہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ بنی نوع انسان کے موجود ہوتے ہی موت کا وقوع ہو جاتا ہے بلکہ موت کا بھی خاص موقع ہے کہ جس سے انسان پس و پیش نہیں ہوسکتا۔ علی ہذا القیاس حضرت مسیح بھی اپنے وقت پر موت کا ذائقہ چکھیں گے۔ اس لئے ہمارا عقیدہ اس آیت کیخلاف بھی نہ ہوا، ہاں محرف کے عقیدہ کے خلاف ضرور ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ اسے دعویٰ تو قرآن دانی کا بڑا ہے مگر دیکھنے سے

معلوم ہوا ہے کہ معترض قرآن سے ناواقف ہے اور اس کو اتنی تمیز نہیں کہ اصول متعارفہ اور اصول کلیہ میں تمیز کر سکے شاید یہی قوم اس آیت میں بطور قاعدہ کلیہ مخاطب ہے۔ ﴿اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾۔

''تحریفات نمبر چہارم اور رقی''

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ﴾(الروم) ﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ﴾(الرحمن) ﴿اَیْنَمَاتَکُوْنُوْایُدْ رِکْکُّمُ الْمَوْتُ﴾(النساء) ﴿وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئاً وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ٥ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ﴾ (نحل) ﴿قَالَ شُرَکَآؤُهُم مَّا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ﴾ (یونس) ﴿اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾ (الانبیاء) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنٰی اُوْلٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾(الانبیاء) ﴿اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ﴾ (بنی اسرائیل) ﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَآ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ﴾ (یونس) ﴿ اَلَمْ تَرَاَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾(الزمر) ﴿ اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ ﴾ (الحدید)

ان آیات میں وفاتِ مسیح کا ذکر ہے کیونکہ:

پہلی آیت میں انسانی زندگی کے چار درجات بیان ہوئے ہیں۔ خلق، رزق، حیات، اور موت۔ **دوسری آیت** میں ہر ایک چیز کو فانی کہا گیا ہے۔ اب اگر حضرت مسیح کو اب تک زندہ بجسم عنصری مانا جائے تو ان دو آیتوں کے خلاف ہوگا کیونکہ وہ اب تک باقی ہیں فانی نہیں ہوئے اور حیات کے بعد موت نہیں آئی۔ **تیسری آیت** میں ہے کہ موت تم کو ہر جگہ پا سکتی ہے مگر بڑا تعجب ہے کہ اب تک حضرت مسیح کو نہیں پا سکی۔ **چوتھی آیت** میں تمام معبودان باطل

کو مردہ کہا گیا ہے اور جب عیسائی حضرت مسیح کی عبادت کرتے ہیں تو وہ کیوں مردہ نہ بنے۔ **پانچویں آیت** میں بتایا گیا ہے کہ معبودان باطلہ کو معلوم نہیں ہے کہ ان کی عبادت ہوتی بھی ہے یا نہیں؟ اگر پھر حضرت مسیح کو دوبارہ نازل ہو کر حکمران سمجھا جائے تو آپ کو اپنی پرستش کا ضرور علم ہو جائے گا۔ اب قیامت کو کیسے کہہ سکیں گے؟ کہ ہمیں اپنی پرستش کا علم نہیں ہے اس لئے حیات مسیح اور نزولِ مسیح کا عقیدہ خلاف قرآن ہے۔ **چھٹی آیت** میں بتایا گیا ہے کہ تمام معبودانِ باطلہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے، مگر وہ معبود مستثنیٰ ہیں کہ جن کے متعلق خدائی فیصلہ بہتری میں ہو چکا ہے۔ جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں۔ پھر بتایا گیا ہے کہ نزول آیت کے وقت ایسے مقدس انسان دوزخ سے الگ رکھے گئے ہیں۔ اب اگر حضرت مسیح مرے نہیں ہیں تو ان کا یہ فیصلہ کس طرح ہو گیا کہ دوزخ سے الگ ہیں۔ **ساتویں آیت** اس امر کا بیان ہے کہ حضور انور سے کفار مکہ نے یہ درخواست کی تھی کہ آپ اگر نبی ہیں تو ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر دکھلائیں تو چونکہ آسمان پر انسان کا چڑھنا ناممکن تھا اس لئے حضور کو حکم ہوا کہ آپ ان کے جواب میں یوں کہیں کہ میں فرشتہ نہیں ہوں کہ آسمان پر چڑھ کر دکھاؤں۔ میں انسان رسول ہوں اس لئے نہیں چڑھ سکتا۔ حضور کے انکار سے ثابت ہوا کہ جب خاتم المرسلین آسمان پر نہیں جا سکتے تو حضرت مسیح کیسے آج تک زندہ ہیں۔ **آٹھویں آیت** میں بتایا گیا ہے کہ دنیاوی زندگی نباتات کے مانند ہے نباتات تازہ ہو کر بعد میں زرد ہو جاتی ہے اسی طرح انسانی زندگی میں تغیر ہو جاتا ہے مگر حیاتِ مسیح اس آیت کے خلاف متغیر نہیں ہوئی اس لئے یہ عقیدہ خلاف قرآن ہوا۔ **نویں آیت** میں بارش کی مثال دیکر تغیر حیات کا تصور دلایا گیا ہے اور غیر متغیر حیات کو خلاف قرآن قرار دیا گیا ہے۔ **دسویں آیت** میں بتایا گیا ہے کہ دنیاوی زندگی میں زینت اور تفاخر وغیرہ داخل ہیں اور یہ نہیں بتایا گیا کہ دنیاوی زندگی میں آسمان پر بھی چلا جانا متصور ہے اس لئے ان دس حوالہ جات

سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کو زندہ ماننا خلاف قرآن ہے۔

اس تحریف کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں سے ایک آیت بھی حضرت مسیح سے متعلق نہیں ہے جو کچھ کہا محرفین نے ضمنی اشارات سے سمجھا ہے وہ چونکہ اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے اس لئے ان ضمنی اشاروں سے کوئی اسلامی مسئلہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ ضمنی اشارے بھی کسی دلیل پر مبنی نہیں ہیں۔ مثلاً

پہلی آیت سے یہ اصول سمجھنا کہ انسانی زندگی کے چار حصے ہیں۔ خلق، رزق، حیات اور موت۔ اور اس سے نتیجہ نکالنا کہ ان میں طول عمر یا **صعود الی السماء** مذکور نہیں ہوا۔ یہ سب خوش فہمی کا اثر ہے کیونکہ یہ آیت اپنے موقعہ پر شان الٰہی ذکر کرتی ہوئی بندوں سے خراج عبادت لینا چاہتی ہے۔ اور آپ ہیں کہ خلاف موضوع انسانی زندگی کا تقسیم اوقات نکالنے میں بیٹھ گئے ہیں۔ خود ہی سوچیں کہ اگر یہ نکتہ آفرینی صحیح ہے تو لوٹ کر اسی آیت کو پھر غور سے دیکھ لیجئے۔ کہ آپ کے مقصد کے خلاف ہو رہی ہے کیونکہ اس میں ترتیب حالات یوں دی گئی ہے۔ کہ خلق، رزق، ممات اور حیات اگر آپ کے بالمقابل کوئی عیسائی اجتہاد کرنے بیٹھ گیا تو وہ بآسانی کہہ سکے گا کہ۔ اس میں حضرت مسیح کے حالات درج ہیں۔ کیونکہ آپ مر کر زندہ ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ اس آیت میں تمام حالات درج نہیں۔ اور نہ ہی یہ درج ہے کہ حیات کے بعد موت کب آئے گی۔ حضرت مسیح کو اگر ہمیشہ کے لئے زندہ مانا جاتا تو پھر یہ آیت تردید کر سکتی تھی۔ مگر اب تو محرفین کی لیاقت ظاہر کر رہی ہے کہ وہ ایسے خوش فہم ہیں کہ اگر ان سے یوں پوچھا جائے کہ "**انتم لا تعلمون**" سے کیا مراد ہے تو صاف کہہ دیں گے کہ انسان ظلوم وجہول کی جہالت مراد ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم خدا کی صفت ہے، انسان اس میں شریک نہیں ہے، اس لئے اور نہ سہی کم از کم یہ ثابت ہوگا کہ مرزائی علم سے عاری ہیں۔

دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ ہر چیز کو فانی بنایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح پر بھی فنا آنے والی ہے۔ **یاتی علیہ الفناء۔**

تیسری آیت میں موت کا تعاقب مذکور ہے اس لئے حضرت مسیح بھی موت کا ذائقہ چکھیں گے۔

چوتھی آیت میں حضرت مسیح کو محرفین نے معبودان باطلہ میں داخل کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کی رو سے ان میں آپ داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ معبود غیر خالق ہیں۔ اور حضرت مسیح بحکم آیت ﴿**اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ**﴾ مجازاً خالق تھے۔ اور اگر ان میں شامل کر لیا جائے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ ان معبودوں کی عین عبادت کے وقت ان کو موت آ گئی ہو۔ بلکہ فرعون، ہامان وغیرہ کی مدتوں عبادت ہوئی اور دیر بعد ان کو وفات دی گئی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی دیر بعد وفات پانے والے ہیں اور آئندہ جس کی بھی عبادت ہوگی وہ بھی آئندہ ہی مریگا، اب مرا ہوا نہیں ہے۔

پانچویں آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ معبود اپنی عبادت گزاروں کی عبادت سے بے خبری ظاہر کریں گے تو جس طرح اس آیت سے خود اپنی عبادت کرانے والا فرعون، ہامان وغیرہ خارج ہے' اسی طرح حضرت مسیح بھی اس سے خارج ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام معبودان باطلہ کو شامل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی شمولیت صرف بتوں تک جا کر ٹھہر جاتی ہے' ورنہ انسان پرستی کے متعلق یہ آیت بحث نہیں کرتی۔ ورنہ آپ ہی بتائیں کہ فرعون خود اپنی عبادت کراتا رہا ہے تو قیامت کو وہ کیسے انکار کر سکے گا؟

چھٹی آیت میں معبودان باطلہ کو بحکم آیت ﴿**وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ**﴾ دوزخ کا ایندھن قرار دیا گیا ہے' جن میں سے ابھی کئی ایک پیدا بھی نہیں ہوئے' اس لئے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ فلاں فلاں معبود شخصی طور پر ایندھن نہیں ہے۔ بلکہ ایک اصول

کے ماتحت قیامت کو یہ فیصلہ ہوگا' اس لئے **مُبْعَدُوْنَ** کا ترجمہ یوں کیا جائے گا کہ ایسے لوگ دور رکھے جائیں گے۔ تا کہ حضرت مسیح کے بعد آئندہ موجود ہونے والے معبود اور راست گو بھی اس راستگاری میں شامل ہوسکیں۔ اگر انصاف سے دیکھیں تو اس آیت میں کچھ اشتباہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کو جب علم ہوتا تھا تو آپ روک دیتے تھے۔ اسی طرح نزول کے بعد بھی جس کو ایسا دیکھیں گے مار ڈالیں گے۔ اب اگر کوئی آپ کی عبادت کرے گا تو نہ آپ کو اس کا علم ہوگا اور نہ رضامندی۔ اس لئے آپ کا انکار قیامت کو صحیح ٹھہرے گا۔

ساتویں آیت میں ہے کہ کفار مکہ نے حضور سے ناممکن امر کی درخواست کی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ آسمان پر چڑھنے کا سوال ممکن تھا اور نہ اس سوال کو یوں نہ بدلتے۔ کہ ﴿**لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ**﴾ ہم آپ کے آسمان پر چلے جانے کو نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ خدا کی طرف سے ہمارے نام پر ایک چٹھی بھی نہ لاؤ۔ اور اس تبدیلی کی وجہ بھی خاص تھی۔ کیونکہ ان کے ماحول میں یہود ونصاریٰ آباد تھے اور سال بسال حج کے موسم پر تبادلہ خیالات کا موقعہ بھی ملتا رہتا تھا۔ اس لئے یہ بہت قرین قیاس ہے کہ ان کے نزدیک چونکہ آسمان پر انبیاء کا جانا یقینی تھا۔ کفار نے اسے ممکن سمجھ کر ایک کڑی شرط لگا کر ناممکن بنا دیا تھا۔ محرفین نے اس موقعہ پر غور نہیں کیا' ورنہ یہ استدلال ان کو واپس لینا پڑتا۔

آٹھویں آیت کا جواب دیا گیا ہے کہ انسانی زندگی کو نباتات کے بقا وفنا سے تشبیہ دی گئی ہے' مگر وقت کی تعیین نہیں کی گئی۔ اس لئے بقاء وفناء میں تقدیم وتاخیر واقع ہو رہی ہے اور آپ کی زندگی بھی معرض فنا میں ہے۔

نویں آیت میں بھی یہی مضمون ہے اور

دسویں آیت میں دنیاوی زندگی کا ناپائدار ہونا بتایا گیا ہے۔ جو آج نہیں تو چند سال یا چند صدیوں کے بعد ضرور نیست ونابود ہو جائے گی۔ اس لئے یہ آیت بھی یاتی

علیہ الفناء کی مؤید ثابت ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر آیات پیش کی گئی ہیں۔ محرفین نے خواہ مخواہ ان کو حیات مسیح کے خلاف بنالیا ہے ورنہ اس کی سب مؤید ہیں۔

''تحریفات نمبر پنجم اور ختم نبوت''

﴿مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الاحزاب) ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانبیاء) ﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ (الفجر) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ○ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ (القمر) ﴿وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ﴾ (الحجر) ﴿مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ (الحشر) ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (النساء) ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا﴾ (المرسلات) ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (الزخرف) ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾ (بنی اسرائیل)

آیت اول کا یہ مطلب ہے کہ ''حضور انور آخری نبی ہیں اور آپ کی نبوت سب سے آخری نبوت ہے اور آپ نے سب کے اخیر پر رتبہ رسالت حاصل کیا۔ حضور کے بعد کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجا جائے گا۔'' مگر محرفین نے یہ سمجھا ''کہ آپ کے بعد کوئی نبی زندہ نہیں'' اور یہ مفہوم غلط ہے' کیونکہ رسالت حاصل کرنا اور بات ہے اور رسالت حاصل کردہ کے ساتھ زندہ رہنا اور بات ہے۔ اس کی مثال یوں دیا کرتے ہیں کہ ایک آدمی کے بیٹے مختلف ہوں' سب سے آخری بیٹا اگر مر جائے اور درمیانی یا سب سے بڑا بیٹا ابھی تک زندہ ہو۔ تو وہ آخری بیٹا نہیں بنے گا۔ علیٰ ہذا القیاس آخری نبی ہمارے حضور انور ﷺ ہی ہوں گے۔ اگر چہ آپ کی وفات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہوں مگر آپ آخری

نبی کا خطاب نہیں پاسکتے۔

دوسری آیت کا مطلب یوں ہے کہ" کفار مکہ سے کہا گیا تھا کہ یہ تمہارا کہنا غلط ہے کہ اگر خدا کو ہماری طرف احکام بھیجنا مطلوب تھا تو کوئی فرشتہ بھیجتا۔ کیونکہ جس قدر پہلے رسول آئے ہیں وہ تمام بشر تھے۔ ایک بھی ان میں سے فرشتہ نہ تھا۔ جو نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ تم کو شک ہے تو یہودیوں سے دریافت کرلو۔ کہ وہ آدمی تھے یا کہ فرشتے!" مرزائیوں نے خواہ مخواہ اپنی ذہن میں اس آیت کا مطلب بدل کر کہا کہ" اگر تم کو وفات مسیح میں شک ہے تو یہودیوں سے جا کر پوچھ لو!" مگر یہ نہیں خیال کیا کہ اگر یہودیوں سے پوچھا جائے گا تو وہ زور سے کہہ دیں گے کہ آپ مقتول بالصلیب ہو چکے تھے۔ کیا مرزائی مان لیں گے؟ شاید ہمارے مقابلہ میں مان لیں۔ کیونکہ وہ بھی **مماتی** ہیں اور یہ بھی **مماتی** ہیں۔ اس آیت میں اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ پوچھنے کو تب کہا گیا ہے کہ جب ہمیں علم نہ ہو ورنہ علم کی صورت میں ہمیں ان سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تیسری آیت میں یہ ذکر ہے کہ نزع کے وقت اہل ایمان سے کہا جاتا ہے کہ چلو اپنے رب کے پاس جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور خوشی خوشی عباد اللہ المقربین میں شامل ہو جاؤ۔ مرزائیوں نے اس کو وفات مسیح سے یوں وابستہ کیا ہے کہ حضرت مسیح کو **رفعت الی اللہ** حاصل ہوگئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا ہے اس لئے اب مُردوں میں شامل ہو کر داخل جنت ہو گئے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک یہ اصول ہے کہ جو بھی خدا کے پاس جاتا ہے وہ مرا ہوا ہی جاتا ہے زندہ نہیں جا سکتا۔ مگر اتنا خیال نہیں کیا کہ خود فرشتے زندہ ہیں وہ کیسے خدا کے پاس موجود ہیں؟ حضرت موسیٰ کوہ طور پر خدا کے پاس حاضر ہوئے تھے، وہ کیسے زندہ تھے۔ حضور انور ﷺ شب معراج میں دیدار الٰہی سے مشرف تھے اور **"قاب قوسین"** کا قرب حاصل تھا تو حضور انور ﷺ کو کس طرح زندہ تصور کیا گیا تھا؟ مرزا

صاحب نے جب خود خدا ابن کرزمین وآسمان پیدا کیا تھا۔ کیوں نہ مر گئے؟ (دیکھو ۴)

چوتھی آیت میں مذکور ہے کہ ''متقین جنت میں خدا کے پاس ہوں گے۔'' مرزائی کہتے ہیں کہ جب خدا نے حضرت مسیح کو اپنے پاس لیا ہے تو ضرور اس کے پاس اب موجود ہیں اور جنت میں داخل ہیں' اس لئے آپ کی وفات ثابت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہی معنی صحیح سمجھا جائے تو اس سے وفات مسیح کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی متقی ہے اس وقت جنت میں داخل ہو چکا ہے اور دنیا میں کوئی متقی نہیں رہا۔ اب ہمیں تو یہیں رہنے دیجئے۔ اپنے مرزا صاحب کی خیر منایئے۔ وہ اپنی زندگی میں متقین کی صف سے جب نکل گئے تو نبی کیسے بنے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ احمدیوں کو قرآن شریف نہیں آتا۔

پانچویں آیت میں یہ مذکور ہے کہ جب اہل جنت بہشت میں داخل ہوں گے تو ان کو کوئی نکال نہیں سکے گا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پابہ زنجیر ہو کر قید ہیں' نکل نہیں سکتے۔ کیونکہ سورہ صافات میں خود خدا نے کہا ہے کہ ''اہل جنت نکل کر دوزخیوں سے بات چیت کریں گے'' حضور انور ﷺ کا بیان ہے کہ ''آپ شب معراج میں جنت کی سیر کر آئے تھے'' احادیث میں مذکور ہے کہ ''شہداء کی روحیں پرندوں کی طرح جہاں چاہیں اڑ کر چلی جاتی ہیں۔'' مرزا صاحب مانتے ہیں کہ جب حضرت مسیح کی روح کو عیسائیوں کی شرارت کا پتہ لگا تو قادیان میں غلام احمد بن کر ظاہر ہوئی۔ اب مرزائی بتائیں کہ کیا قادیان بھی جنت میں داخل ہے؟ یا یوں کہنا غلط ہے کہ اہل جنت اپنے ارادہ سے باہر جانے کے مجاز نہیں ہے؟ اب اس آیت سے وفات مسیح ثابت کرنا غلط ہوگا۔ کیونکہ وہ اگر بالفرض مر کر ہی جنت میں گئے تو بقول مرزائیاں پنجاب میں نکل بھی آئے ہیں۔ اور اگر یہ مانا جائے کہ آپ ابھی زندہ ہیں تو آپ کا ابھی تک جنت میں مستقل طور پر داخلہ نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ بھی ملائکہ مقربین میں رہتے ہیں۔

چھٹی آیت میں مذکور ہے کہ" حضور انور ﷺ جو کچھ تم کو کہیں اس پر عمل کرو" مثلاً آپ نے صاف فرمادیا ہے کہ بخدا عیسیٰ ابن مریم ارے یہودیوں تمہیں آکر ٹھیک کرے گا۔ (دیکھو ۳۹۶) اور ہم مسلمان بھی اس کو تسلیم کرتے ہوئے حیات مسیح کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ورنہ محرفین نے جو کچھ سمجھا ہے کہ رسول (مرزا صاحب) نے جب تم کو وفات مسیح کا مسئلہ بتادیا ہے تو تم اس کو مان لو، بالکل غلط ہے کیونکہ **اولاً** یہ حکم مرزائی بننے کے بعد جاری ہوسکتا ہے۔ ورنہ ہم مرزا صاحب کو رسول ہی نہیں مانتے تو ہماری طرف اس کلام کا روئے سخن کیسے ہوسکے گا۔ **ثانیاً** یہ ماننا پڑتا ہے کہ تیرہ سو سال تک یہ آیت بغیر تعمیل کے ہی پڑی رہی تھی مرزا صاحب آئے تو اس پر عمل ہونا شروع ہوا ہے۔ حالانکہ یہ دو وجہ سے غلط ہے۔ **اول** یہ کہ مرزا صاحب سے پہلے وفات مسیح کا مسئلہ سرسید نے شائع کیا تھا اور اس سے پہلے فلاسفر اور کچھ معتزلہ بھی وفات ہی کو مانتے چلے آئے ہیں۔ مرزا صاحب کا معاملہ تو (کے آمدی وکے پیر شدی) کے مشابہ تھا۔ بات تو آپ نے بھی وہی کہی تھی مگر ذرا الہام کی دم لگالی تھی۔ حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ **المعتزلة واليهود والنصاریٰ الذين ينكرون الرفع الجسمانی** (فتوحات ۳۶۹) "معتزلہ، یہود اور کچھ نصاریٰ بھی رفع جسمانی کا انکار کرتے ہیں۔" اب معلوم نہیں کہ مرزائی یہودی ہیں۔ یا معتزلہ یا ایک قسم کے عیسائی کہ رات دن حیات مسیح کی تردید میں ڈٹے رہتے ہیں۔ **دوم** یہ کہ لفظ 'ما' عربی زبان میں 'جو کچھ' کا معنی دیتا ہے۔ مرزا صاحب نے تو صرف وفات مسیح کا مسئلہ ہمیں بتایا ہے جس کو ہم صرف ایک مسئلہ کہہ سکتے ہیں اور جس کو ہم جو کچھ نہیں کہہ سکتے۔

ساتویں آیت میں حکم ہوا ہے کہ ﴿ **أُولِي الْأَمْرِ** ﴾ کی اطاعت کرو۔ جس سے مراد سلطان وقت لیا جاتا ہے یا مذہبی پیشوا اور ائمہ ہدیٰ مراد ہیں۔ اور مرزا صاحب ان میں داخل نہیں ہیں کیونکہ نہ آپ بادشاہ تھے اور نہ کسی مذہبی پیشوا یا امام وقت نے وفات مسیح کا

مسئلہ شائع کیا تھا۔ اس لئے محرفین کا یوں کہنا غلط ہے کہ مرزا صاحب ﴿ أُولِي الْأَمْرِ﴾ تھے۔ کیونکہ یہ جمع کا صیغہ ہے جس سے جماعت مراد ہے۔ ہمیں تو ﴿ أُولِي الْأَمْرِ﴾ میں سے ایک بھی وفات مسیح کا قائل نہیں ملتا۔ آپ ایک جماعت پیش کرتے ہیں اور بلا ثبوت ہمیں کیسے باور ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا کہنا واجب التعمیل ہے۔ لاہوری پارٹی حضرت مسیح کو بغیر باپ کے نہیں مانتی اور مرزا صاحب آپ کو بغیر باپ کے مانتے ہیں' البتہ یہ آیت اگر ان کو سنائی جائے تو شاید کچھ کارآمد ہو سکے۔ مگر وہ بھی ایسے گستاخ واقع ہوئے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو بعض دفعہ اجتہادی مسائل میں غلط گو بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ اور ہم بھی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ غلط گو ہی تھے۔ اس لئے اس آیت کو ہمارے سامنے پیش کر کے وفات مسیح منوانے کی توقع رکھنا مشکل نظر آتا ہے۔

آٹھویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ ''زمین ہڈیوں کو جمع کرنے والی ہے خواہ ان لوگوں کی ہڈیاں ہوں جو ابھی زندہ ہیں یا مردوں کی اور یا ان لوگوں کی ہڈیاں ہوں جو ابھی تک پیدا ہو کر مرے بھی نہیں۔'' اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ''زمین زندہ اور مردوں کو جمع کرنے والی ہے اور ان کو بھی جو پیدا ہوں گے''۔ اب اس سے وفات مسیح ثابت کرنا کمال بے وقوفی ہے' کیونکہ اس آیت میں جب آئندہ نسلیں بھی داخل ہیں جو ابھی تک پیدا ہو کر نہیں مریں اور وہ بھی داخل ہیں جو ابھی زندہ ہیں تو' حضرت مسیح کی زندگی کا انکار کیوں کیا جا سکتا ہے؟ کیا صرف اس لئے کہ آپ عارضی طور پر زمین کی سطح پر نہیں رہتے تو آپ ہی بتائیں کہ کون اس کی سطح سے ہر وقت لپٹا رہتا ہے؟ اس لئے اس حکم سے حضرت مسیح بھی باہر نہیں ہیں' کیونکہ آخر آپ بھی دفن ہو کر پیوند زمین بن جائیں گے۔

نویں آیت میں مذکور ہے کہ ''حضرت مسیح کا ظہور قیامت کا ایک زبردست نشان ہے''۔ محرفین کہتے ہیں۔ کہ اس کے بعد یوں بھی آیا ہے کہ ﴿ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾

حضرت مسیح خدا کے پاس ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ خدا کے پاس زندہ بھی رہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس جگہ ﴿**عنده**﴾ سے مراد مفسرین کے نزدیک مقام ملائکہ مراد ہے۔ (دیکھو تفسیر کشاف وغیرہ) ہمیں ان کی شوخی طبع سے خوف ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ علم خدا کا وصف ہے جو خدا سے الگ نہیں ہو سکتا اس لئے حضرت مسیح بحیثیت علم ہونے کے خدا کی صفت تھے اور غیر محسوس بھی تھے۔ اگر یوں کہہ دیں تو ''تثلیث'' کا ثبوت قرآن سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک قرآن شریف کے متعلق یوں ہدایت ہے کہ ﴿**قُلْ فِيهِ مَاشِئْتَ**﴾ '' جو مرضی ہو کہتے جاؤ۔''

دسویں آیت میں حکم ہے کہ ''قیامت کو ہر ایک امت اپنے اپنے نبی کے نام سے پکاری جائے گی۔ یا ان کے اپنے اپنے اعمال نامے دے کر اٹھایا جائے گا۔'' محرفین کہتے ہیں کہ ظہور مسیح کے بعد جو مسلمان مریں گے کیا حضرت مسیح کے نام سے پکارے جائیں گے؟ ہم کہتے ہیں کہ مرزائی اپنی فکر کریں کہ وہ کس نبی کی امت بن کر پکارے جائیں گے۔؟ قادیانیوں کو سخت مشکل پیش آئیگی۔ کیونکہ ان کے نزدیک افضل المرسلین مرزا صاحب ہیں۔ اب ان کو چھوڑ کر حضور انور ﷺ کی امت بننا کیسے گوارا کریں گے؟ اس لئے اب ہی ان کو لازم ہے کہ اعلان کر دیں کہ ہمارا امام اور نبی غلام احمد قادیانی ہے، نہ کہ حضور ﷺ کہ جو بات کل قیامت کو کھلنی ہے آج ہی کھل جائے۔ لو ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا امام اور پیغمبر حق احمد مجتبیٰ آخر الزمان نبی ﷺ ہیں۔ ہم انہی کے نام سے اٹھیں گے! اور جو لوگ ظہور عیسیٰ ابن مریم کے وقت ہوں گے وہ بھی حضور کے نام پر ہی اٹھیں گے۔ کیونکہ بحکم حدیث ''**لو کان موسیٰ حیا لما وسعه الا اتباعی**'' جب حضرت مسیح خود حضور کے تابعدار ہو کر امت محمدیہ میں اٹھیں گے تو آپ کے تابعدار اہل اسلام کس طرح امت محمدیہ میں داخل ہو کر حضور ﷺ کے نام پر نہ اٹھیں گے؟

''تحریفات نمبر ششم اور ربوہ''

﴿دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا﴾ (الانعام) ﴿اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ (النساء) ﴿وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى﴾ (البقرة) ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ (الجمعة) ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ﴾ (الانعام) ﴿وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ﴾ (المؤمنون) ﴿اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (یٰس) ﴿ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ (آل عمران) ﴾ ﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا﴾ (البقرة) ﴿اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾ (المائدة) ﴿يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ (الفرقان) ان گیارہ آیات کو وفات مسیح پر یوں چسپاں کرتے ہیں کہ:

آیت اول میں ہر ایک کے اعمال مقرر ہیں۔ اب عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو کیا کام کرتے ہیں؟ اسکا **جواب** یہ ہے کہ وہی کام کرتے ہیں جو تمہارے نزدیک ستاسی (۸۷) سال روپوش ہو کر کشمیر میں کرتے رہے تھے۔ کیا وہاں کوئی تبلیغی نشان آپ دکھا سکتے ہیں؟ ہمارے نزدیک فرشتوں میں داخل ہو کر تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اپنی نبوت کا کام ختم کر چکے ہوئے ہیں۔

دوسری آیت میں بتاتے ہیں کہ مسلمان وہ ہیں جو تمام انبیاء کی حیات و ممات کو یکساں تسلیم کریں۔ تو پھر کیوں حضرت مسیح کو زندہ تسلیم کیا جاتا ہے؟ کیا کوئی اور نبی بھی زندہ ہے۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ ہم انبیاء کو متجانب اللہ ہونے میں سب کو یکساں مانتے ہیں۔ ورنہ حالات زندگی میں ان کو یکساں نہیں مان سکتے۔ کیونکہ ہر ایک کی سوانح حیات الگ الگ تھی۔ اب صرف سانحہ موت ہی کو لیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کھڑے ہوئے موت آئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو چودہ سو (۱۴۰۰) سال کے بعد آئی۔ اور حضرت یوسف

علیہ السلام کو مصر میں آئی تھی۔ خضر و الیاس علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔ اب خود ہی بتائیے کہ سانحہ وفات سب کا کیسے یکساں ہوا؟ اور یہاں پر یہ وہم کرنا کہ ہم وفات مسیح کے قائل نہیں ہیں تو ہم آپ کو ہمیشہ کیلئے زندہ سمجھتے ہیں، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک قیامت سے پہلے آپ بھی وفات پائیں گے۔

تیسری آیت میں وفات مسیح پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر یہ وہم ہے کہ اس میں **(خلت)** کا لفظ آیا ہے تو اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے۔

چوتھی آیت میں وفات مسیح کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ حضور انور ان آئندہ نسلوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ جو ابھی تک **(امیین)** میں شامل نہیں ہوئی۔ اگر یہ وہم ہے کہ اگر نزول مسیح حق ہوتا تو آخرین کے متعلق خدا تعالیٰ یوں بیان کرتا کہ ''وہ حضرت مسیح کے ہاتھ پر بیعت کریں گے''۔ تو اس کا جواب یوں ہے کہ اگر اس میں نزول مسیح کا ذکر نہیں ہے تو حدوث مسیح قادیانی کا بھی ذکر نہیں ہے تو جس طریق سے مرزائی یہاں پر اپنے مسیح کو داخل کر سکتے ہیں ہم بھی اسی طریق سے اپنے مسیح کو داخل کر لیں گے کیونکہ یہ اپنی اپنی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے ورنہ یہ آیت مضمون پیش کردہ میں سے کسی ایک کی بھی متحمل نہیں ہے۔

پانچویں آیت میں وفات مسیح کو یوں ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بنی اسرائیل میں جب تک موجود رہے ہیں تو آپ کو ان کی شرارتوں کا علم تھا اور اگر نازل ہوں گے تو پھر آپ کو ان کی **تثلیث** کا علم ضرور ہی ہوگا۔ لیکن جب قیامت کو **تثلیث**، کے متعلق سوال ہوگا تو آپ لاعلمی ظاہر کر دیں گے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو علم نہیں ہے۔ اور نازل بھی نہ ہوں گے ورنہ کیا معاذ اللہ خلاف واقع بیان دیں گے؟ اس کا جواب دو طریق پر ہے۔ **اول** یہ **(شہید)** کا معنی مشاہدہ کرنے والا یہاں مراد نہیں ہے بلکہ ''**رقیب**'' یا ''**مخبر**'' کے

معنی میں یہ لفظ استعمال ہے جیسا کہ ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ میں امت محمدیہ کوامم سابقہ پر ''**شهيد على الناس**'' کہا گیا ہے جس کا معنی صرف یہی ہے کہ ہم ان کے خلاف مخبر ہوکر ان کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی نہیں آئے بلکہ ضرور آئے ہیں اور ہم اس امر کی تصدیق کرتے ہیں اور اس بات کو اپنے ذمہ لیتے ہیں۔لیکن حضرت مسیح **تثلیث** کے متعلق اپنے آپ کو بالکل الگ رکھ کر غیر جانبدار رہنا پسند کریں گے۔کیونکہ جب آپ کو **تثلیث** کا علم ہوتا تھا تو آپ لوگوں کو منع کرتے تھے۔رفع کے بعد حواریوں کے ذریعہ **تثلیث** کا عقیدہ محکم ہوگیا تھا۔اس لئے اس کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوگی۔اب آپ کا جواب درست ہوگا کہ **تثلیث** کا مسئلہ میری ذمہ داری سے باہر ہے ہاں اگر میں نے کہا ہوتا یا میں معلوم کرکے ان کو نہ روکتا تو میری ذمہ داری مخدوش ہوسکتی تھی۔

دوسرا طریق **جواب** یہ ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک حضرت مسیح کشمیر میں ستاسی (۸۷) سال روپوش رہے ہیں۔اور کشمیری اقوام بھی ان کے نزدیک یہودی ہیں اور مسیح کی بھیڑیں ہیں۔جن کو آپ سمجھانے آئے تھے تو آپ ایک سوبیس (۱۲۰) سال بنی اسرائیل میں ہی رہے اب اگر ''**شهيد**'' کا معنی **عالم بالاحوال** کیا جائے تو پھر بھی یہ کہنا صحیح نہیں ہوسکتا کہ ''جب تک میں ان میں رہا تو ان سے باخبر رہا۔'' کیونکہ ستاسی (۸۷) سال ان کی بے خبری اور روپوشی کا زمانہ ہے۔اب اگر حیات مسیح مان کر یہ جواب صحیح نہیں بن سکتا تو وفات مسیح مان کر بھی صحیح نہیں بن سکتا۔

چھٹی آیت میں ربوہ کا معنی کشمیر لے کر وفات مسیح ثابت کی گئی ہے کہ ماں بیٹا دونوں کشمیر میں پناہ گزین ہوئے تھے۔اس کا **جواب** یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک حسب تحقیق تواریخ اسلام ''**ربوه**'' سے مراد مصر کا وہ گاؤں ہے کہ جہاں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور

ہیرودوس اکبر کے ظلم سے بھاگ کر پناہ گزین ہوئے تھے۔ (دیکھو انجیل برناباس) اور کشمیر کو جائے پناہ بنانا تواریخ اسلامی کے خلاف ہے' کیونکہ آپ کی والدہ مریم جلیل میں ہی رہی ہیں (دیکھو انجیل برناباس) اور اگر ربوہ سے مراد کشمیر ہی ہے تو ''اوینا'' سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ماوٰی و ملجا انسان کے لئے وہ جگہ ہوتی ہے کہ جہاں خطرات سے بچ کر پناہ لے۔ اب اگر کشمیر کو بالفرض آپ کی جائے پناہ سمجھا جائے تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ماں بیٹا وہاں بچ کر نکل آئے تھے اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہاں مر بھی گئے تھے۔ مرنے کے وقوعہ کو یہاں پر شامل کر لینا خلاف قرآن یا قرآن پر زیادتی ہوگی۔ اس لئے اس آیت سے وفات مسیح کو ثابت کرنا غلط ہوگا۔

ساتویں آیت میں 'ایجاد امر' کا ذکر ہے کہ خدا تعالیٰ جب چاہتا ہے تو ''**کن**'' کہہ کر پیدا کر لیتا ہے۔ ورنہ حیات و وفات مسیح کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ مرزا صاحب نے یہ مسئلہ ایجاد کیا ہے اور یہ خدا کے حکم سے ہوا ہے تو ہم یوں کہیں کہ حیات مسیح کا مسئلہ اس سے پہلے ایجاد ہو چکا ہے اس لئے ﴿**لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ**﴾ کے رو سے یہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب کو دھوکہ لگا ہوا ہے کہ خدا کے حکم سے وفات مسیح کا مسئلہ ایجاد ہوا ہے' کیونکہ خدا کے احکام میں اختلاف نہیں ہوا کرتا۔

آٹھویں آیت میں یہ بیان ہے کہ حضرت مسیح یہودیوں کی طرف رسول ہو کر آئے تھے۔ محرفین کا خیال ہے کہ نزول مسیح اگر صحیح ہو تو یوں کہنا پڑتا ہے کہ آپ امت محمدیہ کی طرف بھی رسول ہو کر آئیں گے؟ اور یہ خلاف قرآن ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ آپ اس وقت رسول نہیں ہوں گے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کی رسالت کیوں جاتی رہے گی؟ مگر اہل اسلام اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہی آیت ثابت کر رہی ہے کہ آپ نے تبلیغ رسالت کا کام صرف یہودیوں سے متعلق رکھا تھا۔ آپ انہی کے رسول ہیں' پھر انہی کی طرف بجکم

احادیث ظاہر ہوکر آئیں گے مگر چونکہ آپ کی شریعت منسوخ ہو چکی ہوگی اس لئے شریعت محمدیہ کے ماتحت تبلیغ توحید کریں گے اور یہ تبلیغ بحیثیت امت محمدیہ میں داخل ہونے کے ہوگی۔ جیسا کہ پہلے بار بار مذکور ہو چکا ہے۔

نویں آیت میں محرفین نے یہ مفہوم گھڑا ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہودیوں سے کہا تھا کہ ارے یہودیو! تم نے حضرت مسیح کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا تو تمہارا آپس میں جھگڑا پڑ گیا تھا۔ کیونکہ تم اسے نہیں مار سکے تھے۔ اور وہ نیم مردہ ہو کر تم کو مقتول نظر آیا تھا اور لوگوں نے اسے اتار کر اسے اچھا کر لیا تھا اور کشمیر کو بھاگ گیا تھا اور تم کو یقین ہو گیا تھا کہ تم اس کو نہیں مار سکتے۔ مگر تم دیدہ و دانستہ اس واقعہ کو چھپاتے تھے' تا کہ تم اپنے آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب ظاہر کر سکو۔ لیکن خدا کو منظور تھا کہ اس راز کو طشت از بام کر دے۔ چنانچہ مرزا صاحب کی زبان سے اس کی ساری کلی کھول دی گئی۔ ﴿وَاللّٰہُ مُخۡرِجٌ مَّا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ﴾ کا اشارہ اسی طرف ہے۔ چنانچہ آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے حکم قہری کے ذریعہ یہود کو حکم دیا تھا کہ تم حضرت مسیح کو صلیب پر پورا قتل نہ کرو۔ بلکہ کچھ قتل کر کے چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور حضرت مسیح زندہ ہو گئے۔ ﴿فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡہُ بِبَعۡضِہَا﴾ کا اشارہ اسی طرف ہے۔ ﴿کَذٰلِکَ یُحۡیِ اللّٰہُ الۡمَوۡتٰی﴾ میں اشارہ ہے کہ اسی طرح کی حکمت عملیوں سے خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو موت سے بچایا کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تحریف قرآنی یہودیوں سے بھی بڑھ کر ہے اور ہمارے لئے کافی ثبوت ہے کہ مرزائی اپنے خیالات کے ماتحت قرآن کی تحریف میں منہمک رہتے ہیں۔ اور عمداً اسلامی روایات کو ملیامیٹ کر دیا کرتے ہیں۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی عقائد، اسلامی روایات، اسلامی تصریحات اور اسلامی مسلمات کو مٹا کر ایک نیا مذہب گھڑا جائے کہ جس کا نام تو اسلام ہی ہو۔ مگر اس کی روح ''ازالۃ الاوہام'' اور ''براہین احمدیہ'' کے الہامات ہوں۔ اور

بقول شخصے ان کا قرآن براہین احمدیہ ہے۔ اور ''ازالۃ الاوہام'' یا ''توضیح المرام'' اور دوسری کتب احادیث رسول ہیں اربعین کے چاروں نمبران کی بائیبل ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ان کا تعلق اسلام سے لفظی ہے۔ اور ہمارے نبی کو امام نہیں مانتے جس طرح کہ اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو نبی تو مانتے ہیں مگر اپنا امام نہیں مانتے۔ اسی طرح انکا امام مرزا صاحب ہے۔ ان کی شریعت ہی ان کا دستور العمل ہے ورنہ ہمارے نبی کی شریعت شرائع قدیمہ منسوخہ میں درج ہو چکی ہے۔ اسی واسطے مرزا صاحب ہم کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ بلکہ رسمی مسلمان کا لقب دیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں اسلام کا نشان موجود ہے ورنہ خود اسلام موجود نہیں ہے۔ شعر

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

دسویں آیت اور گیارہویں آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ حضرت مسیح بازاروں میں پھرتے تھے اور آپ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اور ضرور مر بھی گئے ہوں گے۔ ورنہ بتاؤ کہ جو ایسا ہوا ابھی تک نہیں مرا۔ **جواب** میں گزارش ہے کہ دونوں آیتیں ماقبل و مابعد پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لئے بیان کی گئی ہیں کہ اہل مکہ یوں کہتے تھے کہ خدا کا رسول فرشتہ ہونا چاہیے، نہ یہ کہ ہماری طرح عوارض انسانی میں مبتلا ہو۔ تو اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ انبیاء سابقین تمام بشر تھے، ان میں سے کوئی بھی فرشتہ نہ تھا۔ اور عوارض انسانی میں مبتلا تھے۔ موت و حیات کا سلسلہ بھی ان سے وابستہ تھا۔ چنانچہ جس طرح وہ اپنے اپنے وقت میں پیدا ہوئے۔ اسی طرح اپنے اپنے وقت مقررہ پر وفات پائیں گے۔ یہ مطلب چھوڑ کر مرزائیوں نے ''حیات و ممات مسیح'' کا مضمون یہاں پر چھیڑ دیا ہے اور ذہن میں یہ خیال جما رکھا ہے کہ ''حیات مسیح'' کا معنی ہے کہ ''آپ کی وفات واقع نہ ہوگی اور آپ قیامت تک بھی نہ مریں گے۔'' اور یہی غلط خیال پھیلا کر لوگوں کو گمراہ کرنا

شروع کر دیا ہے۔ ورنہ اگر تبلیغ کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کرتے کہ اسلام میں نزول کے بعد وفات مسیح کو تسلیم کیا گیا ہے۔ تاکہ سارا جھگڑا ہی جاتا رہتا۔ مگر ایسے استا کاروں سے کب امید ہو سکتی ہے کہ اسلامی رواداری میں ایک لفظ بھی کہیں۔

''تحریفات نمبر ہفتم اور بہائی''

قرآن شریف کے معانی اختراع کرنے میں مرزائیوں نے بابی مذہب کی پیروی اختیار کی ہے۔ ابوالبرکات بابی اپنی کتاب ''التوضیح'' میں لکھتے ہیں کہ ''پیشنگوئی'' کا اصل مطلب، امام آخرالزمان کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہے اور علمائے ظاہری سے ان کا اصل مقصد پوشیدہ رکھا گیا ہے اور قرآن شریف میں یہ مضمون صاف لکھا ہوا ہے کہ امام آخرالزمان کی شریعت سے شریعت محمدی منسوخ ہو جائے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ احکام وارکان اسلامیہ قدیمہ ایسے بے اثر ہو جائیں گے کہ ان سے نور ایمان حاصل نہ ہوگا اور نہ ہی ان سے دیانتداری اور خلوص نیت پیدا ہوں گے۔ ﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ﴾ ائمہ اسلام کے وعظ اور بیانات غیر موثر ہو جائیں گے۔ کیونکہ امام آخرالزمان سے بے گانگی ہو جائے ہوگی۔ ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ﴾ سے مراد امام الزمان ہیں جو غائب ہو کر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ہدایت پاتے ہیں اور کچھ لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ﴿یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ﴾ امام آخرالزمان ''جبل کرمل'' سے اعلان نبوت کریں گے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مرزائی مفسر بھی قران شریف کے وہ معانی معتبر اور یقینی سمجھتے ہیں۔ جو ان کے امام الزمان حضرت مرزا صاحب نے بیان کئے ہوں یا آپ کی رائے سے اتفاق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ دنیا میں ایک

زلزلہ آئے گا۔ ﴿وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾ زمین سے معدنیات کوئلے وغیرہ نکال دے گی۔ ﴿یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ مطبع کے ذریعہ اخبارات جاری ہوں گے اور فون کے ذریعہ جمادات باتیں کریں گے۔ ﴿وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِالْحَقُّ﴾ اور امتحانات میں اعمال کا وزن ہوگا جیسا کہ ﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ﴾ سے معلوم ہوتا ہے ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ آسمان کو غیر مجسم مانا جائے گا۔ ﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾ ستارے پھٹ کر منتشر ہو جائیں گے۔ ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ﴾ محکمہ انہار جاری ہوگا۔ ﴿وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ﴾ پرانی قبروں کی کھدائی مصر وغیرہ میں شروع ہو جائے گی۔ ﴿وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ ریل گاڑی کی وجہ سے اونٹ لادنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ ﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ چڑیا گھر بن جائیں گے۔ ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ مشرقی اور مغربی مخلوقات مخلوط ہو جائیں گے۔ ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ﴾ دختر کشی بند ہو جائے گی۔ اور اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ ﴿اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ﴾ اخبارات شائع ہوں گے۔ ﴿اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ﴾ آسمانی موجودات کو خوب تحقیق کیا جائے گا۔ ﴿وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ﴾ آگ سے کارخانے چلیں گے۔ ﴿وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ﴾ امام الزمان کی بیعت کا زمانہ مراد ہے۔ ﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ﴾ نتائج امتحانی مراد ہیں۔ ﴿اَلْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ﴾ آبدوز کشتیاں مراد ہیں۔ ﴿وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ﴾ جہالت چلی جائے گی۔ ﴿وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾ نئی روشنی ظاہر ہوگی تو رسول کریم مرزا صاحب کا ظہور ہوگا۔ ﴿وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ﴾ آخری وحی پر یقین رکھنے والے اور مرزا صاحب کو ''آخر الانبیاء'' ماننے والے ہی ایماندار ہیں۔

یہ چند تحریفی نمونے اس لئے پیش کئے گئے ہیں تاکہ ''بہائی'' اور ''مرزائی'' کا مذہب معلوم ہو جائے کہ ہر ایک اسلامی خیالات اسلامی تحقیقات چھوڑ کر اپنے اپنے بانی

مذہب کو قرآنی پیشینگوئیوں کے مطابق کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اسلام چھوڑ کر گھڑ لی ہیں۔ اور بڑے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ جو حالات اسلام میں بہشت کے متعلق پیش کئے گئے ہیں۔ ان سے مراد زمانہ حال کا تعیش ہے۔ اور اس میں قرآن کی صداقت کا راز مضمر سمجھتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک جنت و نار کی حقیقت صرف دنیاوی رنج وراحت ہے اور زمانہ حال جس قدر مذہب چھوڑ کر وحشیت کی طرف آرہا ہے۔ اسی قدر 'مرزائی' اور 'بہائی' خوش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے امام کی صداقت کا نشان قرار دیتے ہیں۔ ان قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے امام ترک مذہب، تعیش، ناجائز محبت، غیر موزوں اتحاد اور نامناسب مساوات ہی سکھلانے آئے تھے اس لئے مسلمانان زمانہ حال کو اپنے اسلام پر قائم رہنا چاہیے اور ایسے تارکین اسلام سے پرہیز واجب ہے۔

''ازالہ، صفحہ ۱۰۰۔ ۱۳۵'' سورۃ القدر کی تحریف کی ہے کہ خدائی کام ''لیلۃ القدر'' میں ہی ہوتے ہیں۔ حضور کو نبوت بھی اسی رات ملی تھی اور عظیم الشان رات میں نبی نزول فرماتا ہے ﴿تَنَزَّلُ الرُّوْحُ﴾ اس کے بعد ''سورۃ بینہ'' میں اس کی مثال بیان کی ہے کہ اہل کتاب سخت بلاؤں میں مبتلا تھےنجات دینے کو فرشتوں کے ساتھ حضور انور نازل ہوئے۔ اس کے بعد سورہ زلزال نازل کی جس میں مسیح قادیانی کے نزول کا بیان یوں ہے کہ دماغی زمین سخت جوش کھائے گی ﴿اِذَا زُلْزِلَتْ﴾ اور جو خیالات ملکیہ یا بہیمیہ ان میں بھرے پڑے ہیں سب نکل آئیں گے اور دلی خیالات ظاہر ہوں گے۔ ﴿اَخْرَجَتْ﴾ اور جب اچھے برے خیالات انتہا تک پہنچ جائیں گے تو خدا رسیدہ لوگ کہیں گے کہ یہ انسانی کام نہیں ہے خدا کی قدرت ہی کا ظہور ہو رہا ہے۔ (**اوحی**) اب لوگ دو گروہ ''مرزائی اور غیر مرزائی'' ہو جائیں گے۔ غیر مرزائی دنیا پرست اپنے نتائج بداعمال سے پائیں گے۔ اور مرزائی خدا پرست اپنے نیک اعمال کا بدلہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیں گے (**نباء عظیم**) کے مطابق یہی

تفسیر ہے، اور جو تشریح مفسرین نے لکھی ہے، بالکل غلط ہے۔ یہ مرزا صاحب کا ایمان ہے حالانکہ جو تفسیر اسلام نے کی ہے تو ابن جریر اور ابن کثیر نے اس کی سند حضور انور تک پہنچائی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی تفسیر خود حضور انور کی فرمائی ہوئی تفسیر ہے اور یہ دیکھئے مرزا صاحب ہیں کہ اپنے آقا کی تفسیر کو مسترد اور غلط کرتے ہیں اور ساتھ ہی غلام آبق کا دعویٰ بھی ہے۔

''تحریفات نمبر ہشتم اور دجال معہ یاجوج ماجوج''

قرآن شریف میں جو تحریفات انہوں نے کی ہیں اس باب میں اور اس سے پہلے بابوں میں پیش کی گئی ہیں' ناظرین خود ہی اندازہ لگائیں کہ اسلام کو اندر ہی اندر سے کس طرح یہ لوگ چوہوں کی طرح کتر گئے ہیں۔ مرزا صاحب بھی ان سے نالاں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اپنے ازالہ، ص ۷۶/ میں لکھتے ہیں کہ'' مجھے الہام ہوا کہ علماء نے میرے گھر کو بدل دیا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولھے ہیں میری پرستش گاہ میں ان کی ٹھوٹھیاں پیالیاں رکھی ہوئی ہیں۔ اور چوہوں کی طرح احادیث نبوی کو کتر رہے ہیں''۔ مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے نزدیک ایسے لوگ غیر احمدی ہیں۔ مگر اہل تحقیق واقعات پر نظر ڈال کر مرزا صاحب کو معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کو اپنے الہام سمجھنے میں اجتہادی غلطی لگی تھی اور چونکہ غیر احمدی علماء کا داخلہ مرزا صاحب کے معبد اور گھر میں کبھی نہیں ہوا۔ اس لئے ان سے مراد احسن امروہی، حکیم نورالدین، روشن علی وغیرہ ہیں کہ جنہوں نے تمام تحریفات کا بیڑا اپنے سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ ان کی کتابیں مسک عارف، شمس بازغہ اور نورالدین یا تفسیری نوٹ اصول مذہب قرار دی گئی ہیں اور ان کا خلاصہ مرزا صاحب نے ''ازالۃ الاوہام'' وغیرہ میں الہامی رنگ میں ظاہر کیا ہے اور ان کے متبعین نے ان الہاموں پر استدلالی رنگ چڑھا کر اسلام جدید کی بنیاد کو پختہ کر دیا ہے' مگر ساتھ ہی یہ کہتے رہتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی تعلیم کو بدلے یا

قرآن مجید کے ایک حرف کو بھی نا قابل عمل سمجھے، وہ کافر ہے۔ سچ ہے کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ ان منافقوں نے اسلام سارا ہی بدل ڈالا ہے اور پھر اسلام کو نہیں چھوڑتے۔ دیکھئے کیا کہتے ہیں ''دابۃ الارض'' طاعونی کیڑے ہیں جو مرزا صاحب کی تائید کے لئے بھیجے گئے تھے۔ یاجوج ماجوج انگریز اور روس ہیں کیونکہ ''اجیج'' آگ کو کہتے ہیں اور یہ لوگ آگ سے کارخانے چلاتے ہیں۔ (اب مرزائی بھی چلاتے ہیں کہ وہ بھی یاجوج ماجوج ہو گئے ہیں) اور تاریخ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان اقوام کے آباؤ اجداد کے نام یاجوج ماجوج ہیں۔ اور پہاڑی علاقوں سے نکل کر بڑی سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ (مگر جہاں پھیلنا لکھا ہے وہاں مسیح کی دعا سے ان کی موت بھی بہت جلد لکھی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ مدعی مسیحیت خاک ہو گیا اور یاجوج ماجوج نہیں مرے شاید طفل تسلی دینے کیلئے یوں کہہ دیں گے کہ روحانی طور پر مر چکے ہیں) اصحاب کہف بھی انگریز ہیں جو (کوٹھی) کہف میں رہتے ہیں جس میں دھوپ اندر نہیں آسکتی۔ کتا بھی دروازے پر بیٹھا رہتا ہے اور خواب خرگوش ہوتے ہیں اور نیند میں بھی ان کی آنکھ بند نہیں ہوتی یا یوں کہو کہ تم ان کو ہادی خلق سمجھتے ہو حالانکہ یہ گمراہ قوم ہے۔ تین سو (۳۰۰) سال تک جو لوگ غار میں پڑے تھے ان کے متعلق تحقیق جدید نے فیصلہ کیا ہے کہ جب وہ بھاگ کر غار میں داخل ہوئے تھے تو سلطان عصر نے غار کے دہانہ پر دیوار چنوا دی تھی۔ اور آغاز اسلام میں ان کی ہڈیاں یورپ پہنچ چکی تھیں۔ ''دجال'' سے مراد قوم انگریز ہے کیونکہ لغت میں اس کے معنی'' الرجال الکثیرون ''لکھا ہے۔ (غلام احمد بھی لغت کی رو سے حضور انور کا تابعدار ہوتا ہے اس لئے تمام مسلمان مسیح بن گئے ہیں) ریل گاڑی اس قسم کا گدھا ہے کہ جس میں ساٹھ تک گاڑیاں ہوتی ہیں اور دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کے فاصلہ سے مراد یہی چالیس گاڑیاں ہیں (اسپیشل ٹرین چھوٹی ہوتی ہے اور مال گاڑی کے

ڈبے سوتک ہوتے ہیں اب یہ چھوٹے گدھے اور لمبے گدھے کس کے لئے ہیں' یہ سب کچھ مانا مگر کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح بھی اسی خر دجال پر سواری کرے گا؟ یا ساری دنیا اس پر سواری کرے گی۔ اگر لکھا ہے تو ساری دنیا عموماً اور مرزائی خصوصاً دجال ہوں گے۔) ''طوال الاذان'' یاجوج ماجوج کی صفت ہے۔ اس سے مراد تار برقی اور فون ہے جس کے ذریعہ سے دور دراز کی باتیں سنی جا سکتی ہیں' مگر سنتے کون ہیں اگر یہ خیال کیا جائے تو مرزائی بھی یاجوج ماجوج ہیں۔ یہ دجال خوب ہے کہ یاجوج ماجوج بھی خود ہی بن جاتا ہے اور اصحاب کہف بھی خود بن جاتا ہے۔ اب اس دجال نے دور دراز سے دیکھنے کا آلہ بھی تیار کر لیا ہے' معلوم ہوتا ہے کہ وہ دجال نہیں ہے ورنہ اس کی تیز نگاہ کا بھی ذکر ضرور ہوتا۔ ایک صحابی نے دجال اور جساسہ کا ذکر کیا ہے اس کے لفظ ہیں **رایت کذا و کذا**. جس سے مراد یہ ہے کہ اس کو ایک خواب آتا تھا۔ (اب جہاں **رایت** ہوگا وہاں خواب ہی مراد ہوگا) انگریزی ٹوپی کا بیرونی دائرہ ک،ف،ر سے بنتا ہے جو دجال کی پیشانی پر رکھی گئی ہے اور ہر ایک خواندہ ناخواندہ اس علامت سے دجال کی شناخت کر سکتا ہے (مگر یہ ٹوپی زمانہ وحشیت میں یورپ سے نکلی ہوئی ہے) اور آج مرزائی بھی پہنتے ہیں اس لئے وہ بھی دجال اور کافر ہیں۔ **عین طافئۃ** انگریزوں کی مادی آنکھ ہے **عین ممسوحۃ** اس کی وہ بھی روحانی آنکھ ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ وہ یہودیوں کا بادشاہ بھی ہوگا۔ شاید اس کی خاص رعیت مرزائی ہوں گے جن میں بالخصوص وفات مسیح کا عقیدہ گھڑا گیا ہے۔

''الایام القصار'' ریل کے اور جہاز کے ذریعہ سال کا راستہ ماہ میں اور ماہ کا راستہ ہفتہ میں اور ہفتہ کا راستہ ایک دن میں اور ایک دن کا راستہ ایک گھنٹہ میں طے ہو سکتا ہے۔

''تحریفات نمبر نہم اور نزول عیسیٰ علیہ السلام''

ینزل عیسیٰ بن مریم۔ مرزا صاحب پیدا ہوں گے کیونکہ ''نزول باراں'' سے مراد وجود بارش ہوتا ہے۔ عیسیٰ نجات دینے والے کو کہتے ہیں اور بیعت مرزا موجب نجات ہے۔ مریم کے معنی ''عابدہ'' ہے۔ آپ کی والدہ نہایت صالح عبادت گزار تھی اور چونکہ آپ کا روحانی باپ مرشد کوئی نہ تھا' اس لئے بھی آپ ابن مریم بن گئے تھے۔ (اس عقدہ کشائی سے ہم بھی عیسیٰ ابن مریم بن سکتے ہیں) **حکما** مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ جس مسئلہ کو چاہیں لیں اور جسے چاہیں نہ لیں۔ (مگر پھر بھی دعویٰ ہے کہ ہم شریعت جدیدہ ناسخہ نہیں لائے) **عدلاً** اعتدال کی راہ (تعلیم مرزائی) نکالے گا۔ **یقتل الدجال** انگریزوں کے دجل وفریب سے لوگوں کو مطلع کرے گا۔ (کانگریس اس کام میں بازی جیت گئی ہے) **یکسر الصلیب** صلیبی مذہب کو مرزا صاحب نے ''براہین احمدیہ'' لکھ کر شکست دی ہے (مگر جنگ مقدس میں آپ لاجواب ہو کر بددعاؤں کے کھوٹے ہتھیاروں پر اترے تھے اور بددعا بھی پوری نہ ہوئی۔ براہین پر ناز تھا وہ بھی بعد کی تحریرات سے منسوخ ہوگئی) **یقتل الخنزیز**۔ خنزیر صفت والوں کو مرزا صاحب نے روحانی طور پر مار ڈالا ہے (یہ خوب بہانہ ہے ورنہ ولایت میں مرزائی بھی ان میں شامل ہوتے جاتے ہیں) **یذوب الدجال** ۔ مرزائیوں کی دیکھ کر انگریزی قوم خود بخود بجسم ہوجاتی ہے۔ (لیکن مرزا صاحب ہمیشہ شکر گزار رہے کہ خدا نے ان کو انگریزی عمل داری میں پیدا کیا ہے) ''انجام آتھم'' وغیرہ میں پادریوں کا خون ٹپکتا ہوا نظر آتا ہے۔ **ینزل شرقی دمشق** قادیاں میں پیدا ہوگا کیونکہ دمشق کا معنی ''جماعت کثیر'' ہے اور قادیاں بھی ایک بڑا قصبہ ہے اور مرزا صاحب کا گھر قادیاں کے مشرقی جانب ہے اور ویسے بھی دمشق شہر سے قادیاں مشرق میں واقع

ہے۔ **المنارة البیضاء** مرزا صاحب نے پیدا ہو کر اپنی مسجد میں ایک لمبا مینار بنوا ڈالا ہے یا یہ معنی ہے کہ منارہ (نورانی جگہ) خود قادیاں ہے۔ **بین مهزودتین** مرزا صاحب دو بیماریوں (مراق اور ذیابیطس) میں مبتلا تھے۔ (تعجب ہے کہ کشف کو بھی خواب سمجھ کر دو زرد چادروں کو بیماریاں بنا ڈالا ہے)۔ **واضعا یدیه علی اجنحة ملکین** حکیم امروہی اور حکیم بھیروی مرزا صاحب کے تکیہ گاہ تھے ان کے سہارے آپ نے مذہبی چالیں چلی تھیں۔ **طأطأ راسه قطر** مرزا صاحب کی تصویر میں قطرے ٹپکتے نظر آتے ہیں (سوال یہ ہے کہ بوقت نزول یعنی پیدائش سر سے قطرے ٹپکتے تھے یا نہیں اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی) **یقتل الدجال بباب لد** لدھیانہ میں مرزا صاحب نے عیسائی مذہب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ **یحرز عباد اللّٰہ الی الطور**۔ قادیاں میں مرزائیوں کو حیات و ممات میں مرزا صاحب نے جمع کر لیا ہے (جمع کرنے والے مر گئے اور قوم ابھی تک ساری جمع نہ ہوئی) **تضع الحرب اوزارها**۔ مرزا صاحب نے مذہبی لڑائی (جہاد) کے منسوخ ہونے کا فتویٰ دیا ہے (اور ساتھ یہ دعویٰ ہے کہ میری شریعت جدیدہ اور ناسخ نہیں ہے) **یحثی المال فلا یقبله احد**۔ انعامی اشتہار مرزا صاحب نے شائع کیے اور کسی نے انعام حاصل نہ کیا۔ **یضع الجزیة** آپ نے جزیہ کا مسئلہ بھی منسوخ کر دیا ہے۔ **یجعل الملل ملة واحدة**۔ آپ نے تمام مذاہب کے اصلی مسائل کو اسلام ہی ثابت کیا ہے اور ”نانک، کرشن رام اور زردشت“ وغیرہ کو **مرسل من اللّٰہ** ثابت کیا ہے۔ **یترک الصدقة** آپ نے زکوٰۃ موقوف کر دی ہے اور اس کی بجائے ماہواری چندہ مقرر کر دیا ہے جو چالیسویں حصہ کی بجائے دسویں حصہ تک وصول کیا جاتا ہے۔ **تنزع حمة کل ذات حمة** ایسی دوائیں نکل آئی ہیں کہ بچھو، سانپ لوگ ہاتھ میں لے کر کھیلتے رہتے ہیں۔ **تقع الامانة علی الارض**، دنیا میں ہر طرح سے امن ہوگا اور انگریزوں کی عملداری میں امن سے سفر کیا جاتا

ہے۔**ترقع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم** سرکس میں شیر بکری ایک جگہ دکھائے جاتے ہیں۔ انگریزوں کی حکومت میں سرکاری مہریں شیر بکری سے بنتی ہیں اور ویسے بھی مالدار اور مفلس کی پرورش یکساں ہوتی ہے۔ (اب یہ امر مشتبہ ہوگیا ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک یہ دجال کے اوصاف ہیں یا مسیح کے؟) **یتوفی ویصلی علیہ المسلمون** مرزا صاحب مر گئے اور صرف مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا۔ اور ثابت ہوا کہ اسلام مرزائیوں میں ہی ہے باقی غیر احمدی سب کافر ہیں۔ (اور وہ مرزائی بھی کافر ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور یا ان کو شرکت نماز جنازہ حاصل نہ ہوئی تھی) **یرتفع التباغض**۔ بہائی تو کہتے ہیں کہ یورپ میں تو کمال اتحاد ہو رہا ہے۔ زن و مرد کمال خوشی سے ایک جگہ رہنے لگ گئے ہیں اور رفتہ رفتہ ساری دنیا میں اتحاد ہی اتحاد ہو جائے گا۔ مگر مرزائی کہتے ہیں کہ مرزائی آپس میں اتحاد قائم رکھتے ہیں اور غیر سے افتراق پیدا کرتے ہیں (تاہم لاہوری اور قادیانی اختلاف تکفیر تک پہنچ کر بھی نہیں اٹھا)

''تحریفات نمبر دہم اور معراج نبی ﷺ''

معراج نبوی کے متعلق اختلاف پہلے ہی موجود ہے کہ آیا وہ بیداری میں ہوا تھا یا خواب میں؟ مگر آگے چل کر اس بات پر دونوں فریق متفق ہو جاتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے وہ حقیقی طور پر دیکھا ہے لیکن مرزائی کہتے ہیں کہ آپ نے کوئی اصلی چیز نہیں دیکھی صرف خیالی تصوارت کا نقشہ آپ کو پیش ہوا تھا۔ اس واسطے ''حدیث معراج'' میں تحریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بروئے قواعد تعبیر خواب بیت المقدس، براق، جبرائیل اور میکائیل کو دیکھنے سے مراد علی الترتیب عزت، بزرگی، فتح اور تبلیغ اسلام ہے۔ اسی طرح پہلے آسمان سے مراد لمبی عمر ہے، دوسرے سے علم و حکمت، تیسرے سے عز و جاہ، چوتھے سے

سلطنت، پانچویں سے قتال بالکفار، چھٹے سے عزت اور آبرو اور ہفتم سے کامل فتحیابی۔ رویت الٰہی سے قوت دین فتح، باب السماء سے قبولیت دعا، نزول رب سے نصرت و مغفرت، عرش سے عزت وجاہ، کرسی سے علم لدنی، لوح محفوظ سے قبولیت کلام، سدرۃ المنتہیٰ سے ایفائے وعدہ، شرح صدر سے علوم الٰہیہ، انہار سے ترقی دولت و اقبال، جنت سے بشارت الٰہیہ، طوبیٰ سے حصول مراد، شراب سے ذکر الٰہی، شہد سے علم ودانش، دودھ سے فطرت، مروارید سے حکمت، قلب کو چیرنے سے مرادفہم وادراک ہے۔ اسی طرح امامت انبیاء کی تعبیر یہ ہے کہ ''آپ کے ماتحت نبی آئیں گے۔ جن میں سے ایک مسیح قادیانی بھی ہے۔'' اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے اہل جنت کی باتیں سنی تھیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ عظیم الشان بڑے بڑے لوگ آپ کے ماتحت ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس ملاقات آدم کی تعبیر بزرگی اور عظمت ہے۔ ملاقات عیسیٰ سے حکمت و لیاقت کی طرف اشارہ ہے۔ ملاقات یحییٰ سے مراد توفیق ایزدی ہے اور زیارت یوسف سے مراد یہ ہے کہ آپکے قریبی رشتے دار آپ سے مخالفت کریں گے۔ اور کسی الزام میں پھنسائیں گے۔ مگر آپ اس تہمت سے بری الذمہ ثابت ہوں گے۔ ملاقات ادریس سے مراد رفعت درجات ہے۔ ملاقات موسیٰ سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اہل و عیال کے مصائب برداشت کرنے پڑیں گے۔ اور ملاقات ملائکہ سے مراد یہ ہے کہ آپ کو ایسی سلطنت نصیب ہوگی جس کے کارکنان داخلی وخارجی نہایت دیانت داری سے کام کریں گے۔ اگر مرزائی **صوم وصلوٰۃ** کی تعبیر بھی پابندی اور مٹرگشت سے کر دیتے تو آج تمام دلدادگان تمدن یورپ ان کے زیر احسان ہوجاتے۔

۱۸......اتہامات مرزائیہ

مرزائیوں کے نزدیک شاید یہ بھی کار ثواب ہے کہ اپنے مذہب کی تائید میں کبھی کسی مصنف کی عبارت کا اختصار اس طرح کرتے ہیں کہ دیکھنے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ واقعی مرزائیوں کا کہنا سچ ہے۔ کبھی ایسی تاویل کرتے ہیں کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مصنف یا امام کا مذہب مخالف اہل السنت والجماعت ہو کر مؤید مرزائیت ہے۔ کبھی یوں ہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ لو اجماع اصحابہ یا اجماع امت ہو گیا ہے۔ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ:

آنچہ مے بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب

اس موضوع کے متعلق ان کی استادیوں کے چند نمونے دکھلائے جاتے ہیں کہ ناظرین کسی دوسرے موقعہ پر ان کے فریب سے بچ سکیں۔

اتہام اول اور خطبہ صدیقیہ

مرزائی وفات مسیح کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کی جب وفات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا، جس میں باتفاق رائے صحابہ تسلیم ہوا کہ مسیح کی وفات ہو چکی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے وفات مسیح پر اجماع نہیں کیا تھا اور نہ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات مسیح کو وفات حضور کیلئے سند کے طور پر پیش کیا تھا۔ ''مواہب لدنیہ'' باب وفات النبی ﷺ میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جب حضور کی وفات ہوئی تو صدیق اکبر ''سخ'' سے تشریف لائے (مدینہ کے پاس سخ ایک بستی تھی کہ جسمیں میں صدیق اکبر کا سکونتی مکان تھا) تو آپ نے حضور کو دیکھ کر کہا کہ ''**بابی انت وامی لا یجمع اللہ**

علیک موتتین" " میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ پر دو موتیں خدا جمع نہ کرے گا۔" اس فقرہ سے مطلب یہ تھا کہ آپ کو ایک دفعہ وفات آچکی ہے اور جو لوگ یوں کہتے ہیں کہ حضور دوبارہ دنیا میں آ کر مخالفین سے لڑیں گے، غلط ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ آپ کو ان لوگوں کی طرح دو دفعہ وفات نہیں دینا چاہتا جو طاعون سے ڈر کر باہر غیر ممالک میں چلے گئے تھے یا اس نبی کی طرح جو بیت المقدس پر گزرا تھا تو ان کو موت آ گئی تھی اور پھر زندہ ہو گئے تھے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ حضور کی وفات سے لوگ سخت بے چین ہو گئے تھے اور روتے روتے ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ حضرت عثمان کی زبان بند ہو گئی اور ایسے نڈھال ہو گئے تھے کہ لوگ پکڑ کر اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس میں مطلق حس و حرکت کی طاقت نہیں رہی تھی اور اسی غم میں مر گئے تھے اور حضرت بلال دیوانہ ہو گئے تھے۔ حضرت عمر دیکھ کر یہ سمجھے ہوئے تھے کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی ہے اور منافقوں نے آپ کی وفات کی خبر اڑا دی ہے اس لئے آپ جوش میں آ کر تلوار ہاتھ میں لے کر کہتے پھرتے تھے۔ کہ "جو شخص حضور کی وفات کا قول کرے گا میں اسے مار ڈالوں گا۔ خدا کی قسم جب تک کہ منافقوں کے ہاتھ، پاؤں نہیں کاٹیں گے آپ وفات نہ پائیں گے"۔ حضرت سالم سے لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر سے کہو کہ آپ کو سمجھائیں کیونکہ آپ کے حواس قائم تھے تو آپ نے مسجد میں خطبہ دیا جس میں آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ﴿**وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ**﴾ ﴿**اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ**﴾ ﴿**وَمَاجَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ**﴾ پھر فرمایا کہ جو شخص حضور کو خدا سمجھا ہے آج وہ سمجھ لے کہ خدا زندہ ہے اور حضور وفات پا چکے ہیں۔ تب حضرت عمر نے ہوش سنبھالا اور کہا کہ مجھے ان آیات کا مفہوم پیش نظر نہ تھا۔ دوسرے روز جب صدیق اکبر کی بیعت ہوئی تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کل جو کچھ میں نے کہا تھا، غلط تھا۔ میرا خیال تھا کہ رسول خدا ہم سب کے بعد وفات پائیں گے

مگر مجھے اس کا ثبوت قول خداوندی اور قول رسول میں نہیں ملا۔ ابونصر فرماتے ہیں کہ قول عمر کا مطلب یہ تھا کہ حضور پر وفات نہیں آئی (صرف غشی طاری ہے) اور کبھی نہیں وفات پائیں گے یہاں تک کہ وہ اسلام کو تکمیل تک نہیں پہنچالیں گے اور منافقوں کا خاتمہ نہیں کریں گے۔ ''ازالۃ الخفاء'' میں ہے کہ حضرت عمر یوں فرماتے تھے کہ'' **ان محمدا رفع کما رفع عیسٰی بن مریم وسیعود الینا حیا**'' حضور حضرت عیسیٰ کی طرح مرفوع ہوگئے ہیں اور ہماری طرف دوسری بار زندہ رہ کر آئیں گے۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ حضرت عمر کو یہ بات قرین قیاس معلوم نہ ہوئی کہ حضور تکمیل اسلام سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ یا آپ کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ حضور کی شان خدا تعالیٰ نے اس قدر بلند کی ہے کہ موت کا آنا ممکن نہیں ہے۔ ان دونقلوں سے یہ ثابت ہوا کہ حیات مسیح کا عقیدہ صحابہ میں تسلیم شدہ اور یقینی تھا اور یہ بھی مانتے تھے کہ آپ ''**مرفوع الی السماء**'' ہیں اور یہ بھی فیصلہ ہوگیا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی غلط فہمی دور کرنے میں آیات مذکورہ کے ساتھ یہ شبہ اٹھایا ہے کہ ایک رفیع الشان نبی کو موت نہیں آسکتی۔ یا یہ کہ حضور سب کے آخیر وفات پائیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس غلط فہمی کو دور کرنے میں حضرت صدیق اکبر نے صرف یہ پیش کیا ہے کہ انبیاء سابقین پر وفات واقع ہوئی تھی اور یہ پیش نہیں کیا کہ چونکہ حضرت عیسیٰ وفات پاچکے تھے اس لئے حضور بھی وفات پاچکے ہیں حالانکہ حضرت عمر کہہ رہے تھے کہ حضور حضرت عیسیٰ کی طرح زندہ ہوکر واپس تشریف لائیں گے۔

اتہام دوم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

وفات مسیح پر استدلال پیش کرتے ہوئے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وفات مسیح کے قائل تھے کیونکہ آپ نے ﴿**مُتَوَفِّيكَ**﴾ کا معنیٰ '**ممیتک**'

سے کیا ہے۔ ''تفسیر عباسی'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کو وفات ہوئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ میں اہل کتاب کو ﴿ مَوْتِهٖ ﴾ کا مرجع بنایا ہے اور چونکہ آپ ''افقہ الناس'' تھے اس لئے آپ کا قول وفات مسیح میں پختہ سند ہوگا۔ اس کو ثبوت یوں دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب ازالہ میں لکھتے ہیں کہ ﴿ رَافِعُكَ ﴾ کو 'مميتک' سے پہلے سمجھنا تحریف قرآنی اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا ہے اور ﴿ لَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ ﴾ سے مراد رفع لینا الحاد اور تحریف ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں ﴿ تَوَفّی ﴾ بمعنی موت کا التزام کیا گیا ہے۔ پھر صفحہ ۳۰۳، میں لکھا ہے کہ یہ کہنا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے کہ مسیح علیہ السلام جسم خاکی کیساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے اور اسی جسم خاکی کے ساتھ اتریں گے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو کم از کم سو صحابہ کے نام پیش کرو کہ جنھوں نے اس معنی پر اجماع کیا ہو۔ ایک، دو کا نام مفید نہ ہوگا۔ ص ۳۷۲ پر لکھا ہے کہ مفسرین نے ﴿ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ ﴾ کی تفسیر میں غلطی کی ہے کیونکہ جو اہل کتاب نزول سے پہلے مرچکے ہوں گے وہ کیسے آپ پر ایمان لائیں گے؟ بلکہ صحیح معنی یوں ہے کہ ہر ایک اہل کتاب ایمان رکھتا ہے کہ ہم قتل مسیح میں متردد ہیں اور ایمان اہل کتاب کو حضرت مسیح کی موت طبعی ماننے سے پہلے حاصل ہوتا ہے۔ اور بیوقوف مولویوں نے یہ بات نہیں سمجھی جو ہمیں بطریق الہام منکشف ہوئی ہے۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ مرزا صاحب کی زبان درازی کی یہ خوبی ہے کہ ایک جگہ تو حضرت ابن عباس کو 'افقہ الناس' کا خطاب دے کر یاد کرتے ہیں اور جب آپ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے تو دوسری جگہ محرف اور ملحد کا خطاب دے کر لغو گو بھی کہہ جاتے ہیں۔ ہاں سچ ہے کہ جب مرزا صاحب کی بدزبانی سے حضرت مسیح جیسی پاک ہستی نہ بچ سکی تو ان کے مقابلہ میں حضرت ابن عباس کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟ اور مفسرین یا مولوی غلط گو، یا بے وقوف

ضرور ہی ٹھہریں گے۔ **وکم من عائب قولا صحیحا وافته من الفهم السقیم،** دماغ اپنا صحیح نہیں ہے۔ بیوقوف' لوگ ہو گئے۔ مرزا صاحب اگر اسلامی کتب کا مطالعہ کرتے تو امید تھی کبھی اس جہل مرکب میں نہ پھنس جاتے۔ دیکھئے" مفسر ابن جریر" اپنی تحقیق میں یوں لکھتے ہیں کہ ﴿**قَبْلَ مَوْتِهٖ**﴾ کا مرجع حضرت عیسیٰ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ موت عیسیٰ سے پہلے عہد عیسیٰ کے اہل کتاب سب کے سب آپ کی تصدیق کریں گے اور کوئی بھی بغیر تصدیق کے نہیں رہے گا۔ اور یہ روایت کے ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے قرآن یا حضور انور کی تصدیق کرتا ہے اور مرتے وقت فوراً صداقت اسلام منکشف ہو جاتی ہے' اگرچہ تلوار سے اس کا ہر کٹ جائے۔ یہ گو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کا مذہب وفات مسیح تھا یا یہ کہ دوسری روایت آپ سے صحیح نہیں ہے بلکہ تحقیق شدہ بات یوں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا مذہب یہی ہے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں (جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے) مگر ساتھ ہی حضرت ابن عباس کا یہ بھی خیال ہے کہ ﴿**مَوْتِهٖ**﴾ کا مرجع اہل کتاب بھی بن سکتا ہے' نہ یہ کہ اہل کتاب ہی اس کا مرجع ہیں (حضرت مسیح مرجع نہیں ہیں) اس قسم کی روایات کو "مفاوضات یومیہ" کہتے ہیں اور ان سے مراد صرف توسیع خیالات ہوتی ہے تعیین مذہب مراد نہیں ہوتی۔ اگر آپ نے حضرت ابن عباس کا مذہب دیکھنا ہو تو یہ دیکھئے۔

۱...... بروایات ابی نعیم فرماتے ہیں کہ" حضرت عیسیٰ نازل ہو کر شادی کر کے صاحب اولاد ہوں گے۔ آپ کی شادی قوم شعیب میں ہوگی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسرال ہیں"۔ (مرزا صاحب مسیح ہونے کے بعد شادی نہیں کر سکے اور جن سے شادی کا ارادہ کیا وہ بھی چنگیز خانی مغل تھے)

۲...... بروایت امام جلال الدین سیوطی" درمنثور" میں مذکور ہے کہ ﴿**اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ**

عِبَادُکَ﴾ کی تشریح یوں ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت کو یوں عرض کریں گے کہ "یا اللہ اگر تو اہل کتاب کو عذاب دینا چاہتا ہے تو ان کا کوئی عذر نہیں ہے کیونکہ انہوں نے شرک کیا تھا اور اگر تو ان میں سے ان لوگوں کو بخش دے جو میرے عہد میں شرک چھوڑ کر میری درازئ عمر اور **نزول من السماء الی الارض** پر ایمان لے آئے ہیں تو مستحق مغفرت ہیں' کیونکہ تو غفور رحیم ہے۔

۳..... بروایت ابن کثیر ﴿اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ ہیں۔ کیونکہ ما قبل اور مابعد میں آپ ہی کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو العالیہ، ابن مالک، عکرمہ، حسن، قتادہ، اور ضحاک وغیرہم نے حضور سے روایت کیا ہے کہ حضرت مسیح قیامت سے پہلے نزول فرمائیں گے۔ ان تصریحات نے فیصلہ کر دیا۔ کہ ابن عباس کی اصلی رائے یہی تھی کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور جو کچھ **توفی** کے متعلق موت وغیرہ کا معنی کیا ہے وہ آپ کا مذہب نہیں ہے صرف احتمال عقلی کے طور پر آپ نے بیان کیا ہے کہ یہ بھی معنی ہو سکتا ہے اور دوسرے معنی کی نفی نہیں کی۔ باقی رہا تقدیم و تاخیر کا مسئلہ سو وہ بھی اسلام میں تسلیم شدہ امر ہے جس سے مرزا صاحب خود غافل تھے۔ کیونکہ اگر قرآن شریف کو آپ غور سے مطالعہ کرتے تو آپ کو کئی جگہ پر تقدیم و تاخیر کا پتہ لگ جاتا۔ اسی طرح اگر آپ 'اتقان فی علوم القرآن' ہی اٹھا کر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ کس کس جگہ قرآن شریف میں تقدیم و تاخیر لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ﴿**فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰهِ جَهْرَةً**﴾ ﴿**فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا**﴾ ﴿**اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ قَيِّمًا**﴾ میں ابن عباس نے ﴿**جَهْرَةً**﴾ کا تعلق ﴿**قَالُوْا**﴾ کے ساتھ بتایا ہے۔ ﴿**فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا**﴾ کا تعلق ﴿**لَا تُعْجِبْكَ**﴾ سے اور ﴿**قَيِّمًا**﴾ کا تعلق ﴿**عِوَجًا**﴾ سے اسی طرح قتادہ سے مروی ہے کہ ﴿اِنِّىْ

مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ ﴾ میں اصل یوں ہے''انی رافعک ومتوفیک'' اور ﴿ **لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ** ﴾ میں اصل **یوم الحساب، بما نسوا** ہے۔اوراس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کلام میں کمزوری ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ انسانی دماغ کو اصل مفہوم سمجھنے کیلئے یوں نقشہ جمانا پڑتا ہے تاکہ اصل مطلب میں شبہ نہ پڑے' کیونکہ فصحاء کا کلام عوام الناس کی طرز تحریر سے بالا تر ہوتا ہے۔پس اگر ابن عباس سے تقدیم وتاخیر مروی ہے تو کون سی بڑی بات ہوگی؟''تفسیر درمنثور'' میں بھی ملحوظ رکھ کر یوں تشریح کی گئی ہے کہ'' **اخرج ابن اسحق ابن بشر وابن عساکر من طریق جوهر عن الضحاک عن ابن عباس رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان**'' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس کے نزدیک حیات مسیح کا مسئلہ صحیح ہے اور'**و**' حرف عطف میں چونکہ یہ جائز ہوتا ہے کہ مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم بیان کیا جائے' اس لئے قرآنی موجودہ ترتیب بھی درست رہی اور''حیاۃ مسیح'' کا مسئلہ بھی صحیح ہوگیا۔اور قول بالتقدیم والتاخیر سے یہ سمجھنا کہ قرآنی ترتیب، الفاظ میں تحریف ہے، بالکل غلط ہے کیونکہ 'و' حرف عطف کے موقع پر قرآن شریف میں متعدد جگہ میں ایسا ہوا ہے اور محاورات کے رو سے صحیح ہے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ علی بن ابی طلحہ کی روایت سے ابن عباس کا قول پیش کرنا مخدوش ہے کیونکہ قسطلانی کا قول ہے کہ''علی اور ابن عباس کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔'' ''تقریب'' میں ہے کہ یہ''شہر حمص''میں رہتا تھا اس نے ابن عباس کو نہیں دیکھا، گو صادق ہے مگر کبھی غلطی کر جاتا ہے۔خلاصہ میں ہے کہ امام احمد کا قول ہے کہ وہ منکرات روایت کرتا تھا۔رحیم کا قول ہے کہ اس نے ابن عباس سے تفسیر نہ سنی۔اب اگر ان عبارات کا خیال کیا جائے تو ابن عباس سے ﴿ **توَفّی** ﴾ بمعنی موت کا ثبوت مشکل ہو جائے گا۔

اتہام سوم اور حضرت عائشہ وابن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عائشہ اور ابن عمر سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ جس سال حضور وفات پائے ہیں آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام اس سے پہلے سال میں ایک دفعہ قرآن شریف کا تکرار کرتے تھے اب کی دفعہ دو دفعہ تکرار کیا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں ساٹھ سال کے بعد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں' کیونکہ جو نبی آیا ہے اس نے پہلے نبی سے نصف عمر پائی ہے اور حضرت عیسیٰ ایک سو بیس سال زندہ رہے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں' ورنہ پیش کردہ کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ اور یہ حدیث طبرانی اور مستدرک نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ **رجالہ ثقات و له طرق** اس کا جواب یوں دیا گیا ہے، کہ **اولاً** اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اگر نبی تھے' تو آپ کی عمر تیس سال ہونی چاہیے تھی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ۶۸ سال کی عمر میں وفات پا گئے ہیں اور اس معیار کے مطابق نبی ثابت نہیں ہو سکے۔ **ثانیاً** اس معیار کو جب اوپر سلسلہ انبیاء میں جاری کیا جائے تو کسی سلسلہ نبوت میں بھی یہ معیار عمر جاری نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آتا ہے کہ حضرت آدم کی عمر سب سے لمبی ہونی چاہیے تھی اور حضرت نوح کی عمر چھوٹی ہوتی تاکہ تناسب قائم رہتا۔ مگر حضرت نوح کی عمر ایک ہزار چار سو پچاس (۱۴۵۰) سال ہے اور حضرت آدم کی عمر نو سو تیس (۹۳۰) ہے۔ **ثالثاً** اس حدیث میں لفظ **عاش** مذکور ہوا ہے جس کے معنی صرف زندگی بسر کرنے کے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ ابھی کچھ عمر حضرت مسیح کی باقی ہو کیونکہ یہ عمر واقعہ صلیب سے پہلے کی ہے، اس کے **بعد مات** مذکور نہیں ہوا۔ **رابعاً** ممکن ہے کہ اس روایت میں آپ کی تمام عمر قبل **رفع** اور بعد **نزول** کو جمع کیا گیا ہو کیونکہ دوسری روایات میں آپ کی عمر **عند الرفع** اسی (۸۰) سال یا اس کے قریب معلوم

ہوتی ہے اور نزول کے بعد کی عمر چالیس (۴۰) سال مذکور ہوئی ہے اور سب ملا کر ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہوتے ہیں۔ **خامساً** اس حدیث میں یوں وارد ہوا ہے کہ" **ان عیسٰی عاش عشرین ومائة سنة**" اور اصول نحویہ اور فصاحت کے مطابق چھوٹا اسم عدد بعد میں آنا چاہیے تھا تا کہ عبارت یوں ہوتی کہ "**ان عیسیٰ عاش مائة وعشرین سنة**" اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کمزور فقرہ حضور کی زبان فصیح سے نہیں نکلا۔ **سادساً** یہ حدیث دوسری روایات صحیحہ کے خلاف اور معارض ہے کیونکہ اسی طبرانی کی روایت علامہ سیوطی نے "بدور سافرہ" میں یوں نقل کی ہے کہ جب اہل جنت بہشت میں داخل ہوں گے تو ان کا قد وقامت حضرت آدم کے برابر ہوگا۔ حسن، حضرت یوسف کے برابر۔ عمر میلاد مسیح یعنی تینتیس (۳۳) سال کے برابر ہوگی اور ان کی زبان عربی (لسان محمد ﷺ) ہوگی۔ دیکھو تنبیہ الغافلین، فتاویٰ حدیثیہ، مشارق الانوار، حاوی الارواح، جلد اول، ابن کثیر جلد ۹، الطبقات الکبریٰ جلد اول میں مذکور ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ **عند الرفع** آپ کی عمر ساڑھے بتیس سال تھی اور آپ کا زمانہ نبوت صرف تیس ماہ رہا۔ "**وقد رفع اللّٰہ مع الجسم وھو حی الی اللّٰہ ویرجع الی الدنیا فیصیر ملکا ثم یموت**"۔

تاریخ ابن جریر، جلد دوم، میں آپ کی عمر عند الرفع ابن عباس کے نزدیک بتیس (۳۲) سال لکھی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ "**وقد رفع اللّٰہ مع جسمه وھو حی الی الان**" حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فیصلہ کرتے ہیں۔ "**انه رفع وله ثلث وثلثون سنة فی الصحیح**"۔ **سابعاً** مرزائیوں کا کوئی حق نہیں ہے کہ آپ کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال بتائیں، کیونکہ ان کے نبی اس سے کم وبیش عمر بتا کر ثابت کر گئے ہیں کہ یہ عمر قطعی اور یقینی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے "تحفہ ندوہ" میں لکھا ہے کہ اوری شلیم میں بطرس کی ایک دستخطی دستاویز سریانی زبان میں دریافت ہوئی ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد پچاس

سال کی عمر پاکر وفات پا گئے ہیں۔اور واقعہ صلیب کے وقت آپ کی عمر تینتیس (۳۳) سال تھی۔ یہ تحریر گو ہمارے نزدیک قابل اعتبار نہ ہو مگر مرزائی اس کے منکر نہیں ہو سکتے کہ کل عمر مسیح تراسی (۸۳) سال تھی۔اور یہ بھی لکھا ہے کہ بطرس کی عمر اس وقت تقریباً چالیس (۴۰) سال تھی۔مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر بیس (۲۰) سال تھی اور یہی صحیح ہے پھر آپ کی رائے تبدیل ہوگئی۔اور اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان'' کے صفحہ ۳۷، پر لکھ دیا کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ کی عمر ایک سو پچیس (۱۲۵) سال تھی۔ پھر اس کی تائید ''ریویو آف ریلیجس'' کے پر بھی کی گئی ہے اب معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کو عمر مسیح میں سخت تردد تھا۔**ثامناً** مرزائیوں کے محقق بھی اسی تردد میں مبتلا ہیں چنانچہ فاروق ص ۱۶، میں لکھا ہے کہ ولادت ۱۲۷۵، صلیب ۱۳۱۵، وفات ۱۴۰۲، کل عمر ۱۲۷۔اور واقعہ صلیب آپ کو چالیسویں سال میں پیش آیا ہے۔مورخ معراج الدین براہین احمدیہ کے اخیر لکھتا ہے کہ ~~سنہ~~ ۹۰ء میں آپ کا انتقال ہو گیا تھا۔مولوی جلال الدین سکھیوانی ''تشحیذ الاذہان'' اگست ۱۹۰۲ ~~سنہ~~ ء میں لکھتے ہیں کہ مسیح کی عمر عند الوفات ایک سو تیس (۱۳۰) سال تھی۔ ''تذکرہ الشہادتین'' ص ۱۲۷، اور ریویو ۱۹۰۳ء ص ۴۲۹ میں لکھا ہے کہ ﴿ **وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ** ﴾ سے مراد کشمیر ہے، کیونکہ وہاں جاکر آپ نے ایک سو بیس (۱۲۰) سال کے بعد وفات پائی تھی۔اب اگر ان کو الگ الگ عمریں سمجھی جائیں تو مسیح کی کل عمر ایک سو ترپن (۱۵۳) سال بن جاتی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب عمر مسیح عند الصلیب تینتیس (۳۳) سال تسلیم کر چکے ہیں۔بہر حال نہ مرزا صاحب کو یقین تھا کہ حضرت مسیح کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہے اور نہ آپ کے حواری ایک خاص مقدار عمر پر قائم ہیں۔پس اندریں صورت یہ فیصلہ نہیں دیا جا سکتا کہ مرزائی حدیث مذکور الصدر کو وفات مسیح ثابت کرنے میں حق بجانب ہیں۔**تاسعاً** جب حضرت عائشہ اور ابن عمر حیات مسیح کے قائل ہیں تو

ان کی روایت کو وفات مسیح پر محمول کرنا کمال بددیانتی ہو گی۔

اتہام چہارم اور امام بخاری

امام بخاری کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے وفات مسیح کو ثابت کیا ہے کیونکہ آپ نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ **متوفیک** بمعنی **ممتیک** یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ ''قیامت کو جب میرے کچھ تابعدار دوزخ کو روانہ کئے جائیں گے تو میں کہوں گا اصحابی یہ تو میرے تابعدار ہیں ان کو کہاں لیجاتے ہو، تو مجھے جواب ملے گا کہ آپ کو کیا معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کی مفارقت کے بعد کیا کیا کام کئے تھے' تو اس وقت میں حضرت مسیح کی طرح کہوں گا ﴿ **اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ** ﴾ مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد قوم مرتد ہو گئی تھی۔ اسی طرح حضور کی وفات کے بعد بھی کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے جس کا اشارہ '**فاقول کما قال اخی**' میں ہے۔ اور یوں بھی روایت کیا ہے کہ'' **کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم واما مکم منکم** '' تمہارا امام ابن مریم تم میں سے ہی پیدا ہو گا''۔ بعض روایات میں '**امکم**' بھی وارد ہے کہ جب اتر کر تمہارا امام بنے گا۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت مسیح کا حلیہ حضور کی زبانی معراج میں یوں بیان کیا ہے کہ'' **احمر جعد عظیم الصدر**'' آپ کا رنگ سرخ گھنگریالے اور سینہ چوڑا تھا۔ اور آپ کا خواب یوں بیان کیا ہے'' **ادم سبط الشعر**'' آپکا رنگ گندم گوں اور بال سیدھے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک مسیح ناصری کا حلیہ وہ ہے جو پہلے بیان کیا ہے اور مسیح محمدی کا وہ حلیہ ہے جو بعد میں بیان کیا ہے اور دو مسیحوں کا قول اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں اور مسیح محمدی بعد میں پیدا ہو گا۔ جیسا کہ دونوں کے فوٹو دیکھ کر ناظرین خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ ابن عباس کا مذہب یہی ہے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔ اور جس روایت کو امام بخاری نے نقل کیا ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ اتمام دوم میں گزر چکا ہے اور متعدد مقامات پر مختلف طریق سے آپ کے مذہب کی تخریج ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ جن بزرگوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح کی عمر عند الرفع ایک سوبیس (۱۲۰) سال تھی انہوں نے ابن عباس اور حضرت عائشہ کا مذہب حضرت مسیح کی حیات ہی نقل کیا ہے۔ چنانچہ مصنف حجج الکرامۃ طبرانی اور ابن عساکر ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ "حضرت مسیح نازل ہو کر چالیس (۴۰) سال زندہ رہیں گے۔" اور ابن ابی شیبہ، احمد، ابو داؤد، ابن جریر اور ابن حبان کہتے ہیں کہ پھر وفات پا کر مقبرہ نبویہ میں دفن ہوں گے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "دجال کو قتل کر کے چالیس سال زندہ رہیں گے۔" امام احمد کی روایت ابو ہریرہ سے ایک یوں بھی ہے کہ آپ پینتالیس (۴۵) سال زندہ رہیں گے۔ ممکن ہے کہ یہی صحیح ہو کیونکہ کم مدت بتانے میں کبھی کسر خیال نہیں کیا جاتا۔ مسلم کی روایت ہے کہ "حضرت ابن عمر کے نزدیک صرف سات سال زندہ رہیں گے۔" نعیم بن حماد کی روایت میں آیا ہے کہ "انیس (۱۹) سال زندہ رہیں گے۔" ان اختلافات کو مطابقت کی صورت میں لانے کے لئے یوں کہا گیا ہے کہ "**عند الرفع الی السماء**" آپ کی عمر تینتیس (۳۳) سال تھی اور نزول کے بعد سات (۷) سال زندہ رہ کر چالیس (۴۰) سال پورے کریں گے۔ احمد بن محمد قسطلانی "مواہب لدنیہ" میں لکھتے ہیں کہ "تینتیس (۳۳) سال عند الرفع کا قول نصاریٰ کا مذہب ہے۔" جیسا کہ وہب بن منبہ نے کہا ہے۔ مگر جو احادیث نبویہ میں ثابت ہوا ہے وہ یہی ہے کہ "**عند الرفع الی السماء**" آپ کی عمر ایک سوبیس (۱۲۰) سال تھی جیسا کہ طبرانی اور حاکم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے مرض موت میں فرمایا کہ "**ان جبرائیل کان یعارضنی القران فی کل عام مرة وانه عارضه**

مرتین واخبرنی انه لم یکن نبی الا عاش نصف عمر الذی کان قبله وانه اخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام عاش عشرین ومائة سنة ولا ارانی الا ذاهبا علی راس ستین (ورجاله ثقات وله طرق)''۔''شرح مواہب'' میں علامہ زرقانی مالکی لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ مجھے ابن عمر کا قول (کہ آپ سات سال بعد نزول زندہ رہیں گے) مخالف معلوم ہوتا تھا۔اور یہ خیال تھا کہ روایت مشہورہ کے ساتھ (کہ عند الرفع آپ کی عمر تینتیس (۳۳) سال تھی) اس کو ملا کر چالیس (۴۰) سال کا قول کروں۔اس کے بعد ''مرقاۃ الصعود'' میں فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے فیصلہ کیا ہے کہ'' آپ چالیس (۴۰) سال زندہ رہیں گے۔'' اور جس روایت کو امام مسلم نے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ '**ثم یمکث الناس بعده سبع سنین**' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ قتل دجال کے بعد لوگ حضرت عیسیٰ کے ماتحت سات (۷) سال رہیں گے بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپ کی موت کے بعد سات (۷) سال لوگ آرام میں رہیں گے۔اب میرے نزدیک یہ فیصلہ بچند وجوہ پختہ معلوم ہوتا ہے۔**اول** یہ کہ حدیث مسلم (قول عمر) میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت مسیح خود قتل دجال کے بعد سات (۷) سال زندہ رہیں گے جیسا کہ **یمکث الناس بعده** میں گزر چکا ہے مگر حدیث ابوداؤد میں یہ تصریح موجود ہے کہ خود حضرت عیسیٰ چالیس (۴۰) سال زندہ رہیں گے۔**دوم** یہ کہ روایت ابن عمر میں **ثم** کا لفظ موجود ہے جس میں اشارہ ہے کہ **یمکث الناس** کا وقوع کسی واقعہ کے بعد ہوگا اور یہاں وہ واقعہ حکومت عیسیٰ ہے۔اب مطلب یوں ہوا کہ حکومت کے بعد لوگ سات (۷) سال آرام میں رہیں گے۔**سوم** یہ کہ **بعده** کا مرجع حضرت عیسیٰ مراد لینا زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ قتل دجال کو اس کا مرجع بنایا جائے۔**چہارم** یہ کہ اس مشکوک قول کی تائید میں کوئی اور حدیث مروی نہیں ہوئی۔بلکہ جس قدر صحیح روایات آئی ہیں وہ چالیس (۴۰) سال یا

پینتالیس (۴۵) سال حکومت عیسیٰ کو ثابت کرتی ہیں اس لئے یہ صحیح ہے کہ قول ابن عمر کو اس خیال پر محمول کیا جائے کہ آپ کا خیال تھا کہ حکومت عیسیٰ کے بعد لوگ سات (۷) سال آرام میں رہیں گے۔ طبرانی ابو ہریرہ سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ ''**یمکث فی الناس اربعین سنة** '' امام احمد آپ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ ''**یلبث عیسی فی الارض اربعین سنة** ''۔ امام طبرانی نے بھی ابن مسعود سے یہی لفظ نقل کئے ہیں، اس لئے قول واحد احادیث کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد قول ابن عمر کی مخالفت میں لکھتے ہیں کہ اس کی بنیاد قول نصاریٰ پر ہے کہ عند الرفع آپ کی عمر تینتیس (۳۳) سال تھی یہی قول نصاریٰ امام حاکم وہب بن منبہ سے روایت کرکے فرماتے ہیں کہ اس کا ایک راوی عبد المنعم بن ادریس بھی ہے مگر محدثین نے اس کی تکذیب کی ہے۔ اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو حضور کا فرمان نہیں ہے بلکہ زعم نصاریٰ ہے اور جو صحیح احادیث نبویہ میں وارد ہوا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کی عمر عند الرفع ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی۔ اب مرزائی نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عائشہ اور ابن عمر کا مذہب وفات مسیح کا تھا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ۱۲۰ سال کی روایت وفات مسیح کی دلیل ہے کیونکہ محدثین نے اس کو حیات مسیح پر ثبوت پیش کیا ہے۔

اسی طرح امام بخاری لکھتے ہیں کہ **اذ** ظرف کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور ماضی اس جگہ بمعنی مضارع ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ سے قیامت کو سوال ہوگا کہ کیا تم نے تثلیث پھیلائی ہے؟ تو آپ کہیں گے کہ نہیں میں یہی کہتا رہا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کو ایک جانو۔ اب اسی مقولہ کو رسول خدا ﷺ بھی نقل کریں گے کہ ''میں بھی وہی بات کہوں گا جو حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ میرے بعد معلوم نہیں کہ یہ لوگ کیا کچھ کرتے رہے''۔ پس اس جگہ دو قول کی مماثلت صرف بعدیت میں ہے جو حضرت عیسیٰ میں بطور رفع ہوئی اور حضور انور میں بطور وفات ہوئی۔ کیونکہ ان کی حدیث میں یہ لفظ ہے کہ ''**مذ فارقتھم**''

جب آپ ان سے الگ ہوئے۔ "**مُذْ مِتُّ**" کا لفظ نہیں ہے یعنی جب سے آپ کی وفات ہوئی۔ اور امام بخاری نے چونکہ یہ بھی حدیث نقل کی ہے کہ "**کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم**"۔ اور شراح بخاری لکھتے ہیں کہ **والحال ان امامکم المھدی موجود فیکم من قبل نزولہ**، تو اس صورت میں یہ کہنا غلط ہوگا کہ امام بخاری وفات مسیح کے قائل تھے۔ اس کے علاوہ صرف روایت کرنا بخاری کے مذہب کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ عام طور پر مصنفین وہ روایات بھی نقل کر دیتے ہیں کہ جس میں ان کا مذہب مروی نہیں ہوتا۔ باقی رہا اختلاف حلیہ کا مسئلہ سو وہ بھی اس طرح پر ہے کہ **جعد** سے مراد شارحین بخاری نے 'قوی الجسم' اور 'طاقتور' مراد لیا ہے' کہ حضرت مسیح جسم کے موٹے اور پھولے ہوئے نہیں ہیں۔ اور **احمر** کا لفظ بھی انہوں نے ادم کے مرادف سمجھا ہے۔ اب ایک طرف بخاری کے شارحین دو روایتوں سے صرف مسیح ناصری سمجھتے ہیں اور ایک طرف مرزائی دو مسیح ثابت کرتے ہیں۔ ناظرین خود ہی سوچ لیں کہ آیا شارحین کا قول معتبر ہے کہ جن کو مراد بخاری پر زیادہ اطلاع تھی یا مرزائیوں کا قول جو نہ تو بخاری کے ہم عصر تھے اور نہ انہوں نے شارحین کا زمانہ پایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ **صاحب الدار ادری بما فیھا**، صاحب خانہ کو اپنے گھر کی زیادہ خبر ہوتی ہے غیر کو کیا معلوم کہ دخل در معقولات کا مرتکب ہو۔ اس لئے محدثین کا قول اس مقام پر معتبر ہوگا۔ اور مرزائی کا خانہ زاد قول تحریف سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس قول کی تائید کسی نقلی شہادت سے آج تک نہیں ملی اور نہ ملنے کی امید ہو سکتی ہے۔ اور اگر صرف لفظی اختلاف پر دو مسیح کا قول کیا جاتا ہے تو مرزائیوں کو لازم ہے کہ دو موسیٰ کا قول بھی کریں۔ کیونکہ بروایت مسلم آپ کا حلیہ یوں ہے کہ "**رجل ضرب جعد**" آپ ہلکے پھلکے طاقتور جسم کے مالک تھے۔ اور سیرۃ ابن ہشام جلد دوم میں بروایت ابن اسحاق یوں مذکور ہے کہ "**رجل ادم طویل اقنی**" آپ گندم گوں طویل القامت بلند

بنی ہیں۔ اب اگر جعد اور طویل کا مقابلہ کیا جائے تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ ایک موسیٰ تو پست قامت تھے اور دوسرے موسیٰ دراز قامت تھے اور اگر تاویل کر کے دونوں لفظوں کو یوں ایک مفہوم پر لایا جائے کہ جعد سے مراد صرف جسمانی طاقت ہے، اس لئے آپ طاقتور دراز قامت ثابت ہو کر ایک ہی موسیٰ ثابت ہوتے تھے تو اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی ایک ہی ثابت کئے گئے ہیں۔ کہ "**جعد الجسم سبط الشعر بین الادمة والحمرة**" آپ طاقتور سیدھے بالوں والے کچھ سرخی مائل گندم گوں تھے۔ اس کے علاوہ بیرونی شہادت بھی اس امر کی تائید کرتی ہے کہ اہل شام جہاں آپ پیدا ہوئے تھے یا اہل مصر جہاں آپ نے پرورش پائی تھی۔ ان کا حلیہ بھی عموماً یہی ہوتا ہے۔ ہاں آج کل کے فوٹو بیشک چونکہ یورپ سے شائع ہوتے ہیں آپ کو یورپین وضع قطع کے بنا کر سرخ رنگ ثابت کرتے ہیں، مگر یہ صرف صفائی ہے، ورنہ اصل فوٹو جو اہل شام کی وضع قطع ظاہر کرے اس میں موجود نہیں ہے کیونکہ واقعہ صلیب کے وقت کوئی عیسائی موجود نہ تھا۔ اور نہ اس سے پہلے کسی نے آپ کا فوٹو اتارا تھا، اس لئے ان فرضی فوٹوؤں سے سرخ رنگ ثابت کرنا بالکل غلط ہوگا۔ اور اس موقعہ پر مرزا صاحب کا فوٹو لے لیجئے۔ اس میں سپید رنگ دکھلایا گیا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ مسیح محمدی گندم گوں ہوگا۔ تو جس تاویل سے مرزا صاحب کو گندم گوں ثابت کیا جا سکتا ہے، وہی تاویل حضرت مسیح کے حلیہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کو "عظیم الصدر" بھی کہا گیا ہے مگر ان فرضی فوٹوؤں میں نمایاں طور پر آپ کا سینہ معمول سے نہیں دکھایا گیا، اس لئے بھی یہ نا قابل اعتبار ہے۔ زیادہ تحقیق کرنا ہو تو باب "حیاۃ المسیح" دہراؤ۔

اتہام......امام مالک یا ابن حزم

امام مالک اور ابن حزم کے متعلق بھی یوں بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں بھی وفات

مسیح کے قائل تھے (مکتوب عربی) دھوکہ دینے کے لئے یوں کہا جاتا ہے کہ **قال مالک مات** (مجمع البحار) **قال ابن حزم مات** (جمل حاشیۃ جلالین) **ثم قال رای النبی روحا روحا ومن کذب بھذا فقد انسلخ عن الاسلام بلا شک** (الفصل) اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مرزائی پوری عبارت نقل نہیں کرتے اور نہ ہی وہ مقام پیش کرتے ہیں جہاں انہوں نے اپنی تحقیق لکھی ہے یا اپنی تحقیق کی بناء پر کوئی مسئلہ بیان کیا ہے۔ صرف قطع وبرید کر کے چوہوں کی طرح (بقول مسیح قادیانی) احادیث کو کتر کر پیش کرتے ہیں۔ اس سے صرف ان کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ الزامی طور پر ہمیں لاجواب کر دیں، ورنہ ان کو ان بزرگوں کی تحقیق پر ذرہ بھر بھی اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اسلام کو ڈبو دیا ہے اور جب ان بزرگوں کی تحقیق پیش کی جاتی ہے تو صاف منکر ہو کر کہتے ہیں کہ یہ حوالے جات اگر غلط ہوں تو ہمیں کیا؟ چونکہ یہاں سے یوں ہی معلوم ہوتا تھا اس لئے ان کو پیش کیا گیا تھا اس لئے یہ اگر صحیح ہوں یا غلط ہوں، ہمارے نزدیک یکساں ہیں۔

مگر ہم ناظرین اہل اسلام کے رفع اشتباہ کے لئے ذرہ تفصیل سے کام لیتے ہیں کہ ابن حزم اپنی کتاب "فصل" کے ص ر ۷۷، پر صاف لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔ (دیکھو ص ر ۲۲۹) اور امام مالک کے متعلق یوں کہا گیا ہے کہ "مجمع البحار" میں آپ کا قول نقل کر کے اخیر میں تاویل بھی کی ہے۔ پوری عبارت یوں ہے کہ **قال مالک مات لعله اراد رفعه علی السماء او حقیقة ویجی اخر الزمان لتواتر خبر النزول** (مجمع البحار للشیخ محمد طاهر، ص ر ۸۶) مگر مرزائی تعلیم نے اس تاویل کو نقل نہیں کیا جو عبارت عُتبیہ میں نقل ہوئی ہے ابی وغیرہ نے شرح مسلم میں اس کو موافق عقیدہ اسلام کے ہی نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں اگر آپ کا مذہب وفات مسیح ہوتا تو علامہ زرقانی مالکی آپ کے تابعدار ہو کر حیات مسیح کو زوردار الفاظ میں نہ لکھتے۔ **واذا نزل سیدنا عیسیٰ فانه**

یحکم بشریعة نبینا بالهام اوباطلاع علی الروح المحمدی او بماشاء الله من استنباط لها من الکتاب والسنة ونحو ذلک. واختلف فی موته قبل رفعه بظاهر قوله تعالٰی ﴿انی متوفیک﴾. قال الحافظ وعلیه اذا نزل الی الارض للمدة المقدرة له یموت ثانیاً. وقیل معنی متوفیک رافعک من الارض فعلی هذا لایموت الا فی اخر الزمان. قال فی موضع اخر رفع عیسٰی وهو حی علی الصحیح ولم یثبت رفع ادریس وهوحی بطرق مرفوعة (شرح مواهب لدنیه) اتمام چہارم میں مسیح کے متعلق جو کچھ "علامہ مذکور" نے بیان کیا ہے اس کا ایک ایک لفظ مرزائی تعلیم کی تردید کرتا ہے۔

اتمام پنجم اور امام شعرانی یا شیخ ابن عربی

شیخ اکبر کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ آپ اپنی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں کہ اتصل روحه عند المفارقة عن العالم السفلی بالعالم العلوی اور امام شعرانی طبقات میں لکھتے ہیں کہ رفع علی کما رفع عیسیٰ اور یواقیت میں لکھتے ہیں کہ لو کان موسیٰ عیسیٰ حیین (الحدیث) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک وفات مسیح صحیح ہے۔

جواب یوں دیا گیا ہے کہ تفسیر ابن عربی کے متعلق ابھی تک اشتباہ ہے کہ آیا آپ کی تصنیف ہے یا آپ کے ذمہ لگائی گئی ہے۔ کیونکہ شیخ اکبر کو بدنام کرنے کے لئے لوگوں نے عقائد ملحدہ لکھ کر ذمہ لگا دیئے تھے جن کی تردید امام شعرانی نے یواقیت میں کی ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے وہاں اپنا مذہب بیان کیا ہے۔ اسی طرح یواقیت میں سید علی الخواص کا قول مذکور ہوا ہے، امام نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا۔ البتہ مرزائیوں کے مذہب

میں چونکہ قطع وبرید اور خیانت فی النقل کارثواب ہے اور دجل وفریب یا افتراء واتہام فرض اولین ہے، اس لئے امت دجال نے صفت دجالیت کا ظہور پیدا کر کے عوام الناس کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی بے فائدہ کوشش کی ہے۔ مگر اہل اسلام نے فوراً دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی دکھا کر اصل واقعہ پیش کر دیا ہے کہ ہر دو امام حیات مسیح کے قائل ہیں اور وفاتیوں کو صلوٰتیں سناتے ہیں۔ کیونکہ یواقیت ۲،۳۹ میں درج ہے کہ سید علی الخواص کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی طرح رفع جسمانی سے مرفوع الی السماء ہو گئے ہیں جس طرح کہ عیسیٰ بن مریم مرفوع الی السماء ہوئے تھے اور اسی طرح زمین پر دوبارہ اتریں گے جس طرح کہ حضرت مسیح آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اور یواقیت ۲،۲۹۰ کی بحث ۶۵ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ قتل دجال کے بعد مریں گے۔ فتوحات مکی باب ۳۶۹، میں مذکور ہے کہ **ما الدلیل علی نزول عیسٰی ابن مریم؟ هو قوله تعالٰی ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ فالمعتزلة والفلاسفة والیهود والنصارٰی الذین ینکرون الرفع الجسمانی یؤمنون به. والدلیل الثانی قوله تعالٰی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ والظاهر ان الضمیر لعیسٰی ابن مریم اذ المذکور هولا غیره فی الحدیث اذ المسلمون فی الصلوٰة اذا بعیسیٰ ینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق وعلیه بردان ویداه علی الملکین. فالحق ان عیسٰی ابن مریم رفع الی السماء بالجسم العنصری والایمان به واجب لقوله تعالٰی ﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ وعن ابی طاهر القزوینی ان کیفیة الرفع والنزول ثم کیفیة المکث فی السماء بلا اکل وشرب کلها مفوض الی اللّٰه تعالٰی.** اس کے بعد آپ نے اعتراضات کا دفعیہ کیا ہے کہ اول ﴿**وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ**﴾ سے مراد دنیاوی زندگی ہے کیونکہ اس میں مواد تحلیل ہوتے

رہتے ہیں۔ ورنہ آسمانی زندگی اس نقص سے پاک ہے۔ چنانچہ فرشتے وہاں تسبیح کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں اور تہلیل سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ علاوہ بریں پاک ہستی دنیا میں بھی بغیر آب ودانہ کے زندہ رہ سکتی ہے۔ مثلاً حضور انور ﷺ متواتر روزے رکھتے تھے اور خوراک نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور تم میں سے میرے جیسا کون ہے؟ کہ صوم وصال رکھے اور خدا تعالیٰ اس کی غذا تسبیح و تہلیل بنائے۔ دوم آپ نے فرمایا کہ جب دجال کے وقت کمال قحط ہوگا تو مومنین کی خوراک تسبیح و تہلیل ہوگی۔ سوم ابوطاہرہ کا قول ہے کہ شہر ابھر (ممالک مشرقیہ) میں ایک شخص مسمی ''خلیفہ فراط'' دیکھا گیا تھا کہ جس نے بائیس سال تک کھانا نہیں کھایا تھا، صرف عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا اور وہی اس کی خوراک تھی اور تعجب ہے کہ بدن میں کمزوری کی علامات ظاہر نہیں تھیں۔ مرزا صاحب بھی جب مسلمانوں کے ہم عقیدہ تھے۔ بدر اپریل ۱۹۰۵ء میں مرزا کی طرف سے تسلیم مذکور ہے کہ اصحاب کہف بھی بغیر خوراک کے تین سو سال تک زندہ رہے اور جب جاگ اٹھے تو ان کو خوراک کی ضرورت پڑی اب ان نظائر سے یہ شبہ دور ہوسکتا ہے کہ انسان بغیر خوراک کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ باقی رہی حدیث **''لو کان موسٰی و عیسٰی''** تو اس کا جواب آگے آتا ہے۔

اتہام ششم اور ابن قیم

مرزا صاحب کی ''سر الخلافہ'' میں ہے کہ حافظ ابن قیم نے اپنی ''کتاب زادالمعاد'' میں کہا کہ **واما ما یذکر عن المسیح انہ رفع الی السماء ولہ ثلاث و ثلاثون سنۃ فھو قول النصارٰی۔** اور صفحہ ۳۶ میں ہے **الانبیاء انما استقرت ارواحھم ھناک مفارقۃ بعد البدن۔** اور ''مدراج السالکین'' میں لکھا ہے کہ ''**لو کان**

موسٰی و عیسٰی حیین لما وسعھما الا اتباعی''ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ ابن قیم حیات مسیح کے قائل نہ تھے۔

جواب یہ ہے کہ زاد المعاد میں پہلی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بعثت انبیاء چالیس (۴۰) سال کو ہوا کرتی ہے اور جو یہ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ تیس (۳۰) سال کے تھے کہ آپ کو نبوت ملی اور تینتیس (۳۳) سال کو رفع ہوا۔ یہ روایت نصاریٰ نے کی ہے ورنہ احادیث مرفوعہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ مرزائیوں نے الٹی سمجھ سے اس مطلب کو وفات مسیح پر خواہ مخواہ چسپاں کر کے عوام الناس کو حیران کر دیا ہے کہ لو جی! ابن قیم اور ابن تیمیہ دونوں وفات مسیح کے قائل تھے۔ اسی طرح **مفارقة الارواح** کا مطلب بھی وفات مسیح سے تعلق نہیں رکھتا کیونکہ یہ ایک عام اصول بیان ہوا ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ مدارج السالکین کی عبارت میں موسیٰ کے بعد عیسیٰ کا ذکر کرنا صرف اس لئے ہے کہ اگر آج زمین پر موسیٰ و عیسیٰ بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی حضور کی اطاعت کرتے کیونکہ حضور کی رسالت عام ہے اور قیامت تک ہے۔ مرزا صاحب نے اصل مطلب بگاڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اصل عبارت پورے طور پر نقل نہیں کی تا کہ دھوکہ دہی میں فرق نہ آنے پائے۔ دیکھئے اصل عبارت یوں ہے کہ **ومحمد ﷺ مبعوث الی جمیع الثقلین فرسالته عامة لجمیع الجن والانس فی کل زمان ولو کان موسٰی وعیسٰی حیین لکانا من اتباعه. واذا نزل عیسٰی ابن مریم فانما یحکم بشریعة محمد ﷺ. فمن ادعیٰ انه مع محمد کالخضر مع موسٰی اوجوز ذلک لاحد من الامة فلیجدد اسلامه. ولیشهد انه مفارق لدین الاسلام بالکلیة فضلا عن ان یکون من خاصة اولیاء الله وانما هو من اولیاء الشیطان.قلت ان هذه العبارة نص فی ان المرزائیة کذابون.** دیکھئے اس

عبارت میں نزول مسیح کا صاف اقرار موجود ہے۔اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ یہ دونوں وفات مسیح کے قائل تھے۔

اتہام ہفتم وقبر کشمیر

مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ مسیح کی قبر''جلیل'' میں ہے'جو بیت المقدس سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔(ازالہ،ص۴۷۳) یوں بھی لکھا ہے کہ مسیح کی قبر بیت المقدس میں ہے اور اس پر ایک بڑا گرجا بھی بنا ہوا ہے۔(اتمام الحجہ،ص۱۹) یہ بھی لکھا ہے کہ کشمیر میں ہے(راز حقیقت،ص۲۰)اور'عسل مصفی' ص۵۳۴ میں لکھا ہے کہ مسیح کی قبر'' کاشغر'' میں اب تک موجود ہے۔مرزا بشیر احمد حاشیہ (Review of Religious) جولائی ۱۹۱۷ء میں لکھتے ہیں کہ یہ دوسری قبر شیخ نصیر الدین کی ہے۔اور ازالہ نمبر، چہارم میں فرماتے ہیں کہ اخویم مولوی نور الدین کہتے ہیں کہ ہم چودہ سال ریاست جموں کشمیر میں ملازم رہے ہیں۔یسوع کی قبر کشمیر محلہ خانیار میں معلوم ہوئی تھی اور تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ یسوع کی قبر کشمیر میں ہی ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی تعلیم میں یسوع کی قبر کے متعلق آج تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا کہ کہاں ہے؟یا ہے بھی یا نہیں؟باپ، بیٹا،حواری تینوں مختلف بیان دیتے ہیں۔غیر جانبدار کو کیسے یقین آسکتا ہے کہ واقعی جو قبر کشمیر میں ہے حضرت مسیح کی ہے' کیونکہ ان کے نزدیک یسوع اور ہے اور عیسیٰ اور جیسا کہ توہین عیسیٰ میں مرزائی عذر کیا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یسوع کو گالیاں دی ہیں، مسیح یا عیسیٰ کو گالیاں نہیں دی۔مرزا صاحب'ست بچن' حاشیہ۹ میں لکھتے ہیں کہ یسوع کی خبر قرآن شریف میں نہیں دی کہ یہ کون تھا؟اس لئے مرزا صاحب نے دل کھول کر توہین مسیح میں سارا اندرونی بخار نکال لیا

تھا۔ ست بچن، ص/۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح بتیس (۳۲) سال کی عمر پا کر اس دار الفناء سے گزر گیا۔ اور رسالہ نور القرآن ص/۲۳، میں لکھتے ہیں کہ عیسائی اس بد تہذیبی سے تکذیب کرتے ہیں کہ خدائی تو بھلا کون مانے اس غریب کو نبوت سے بھی جواب دیدیتے ہیں۔ اب اگر یہی خیال کیا جائے کہ یسوع کی خبر قرآن شریف میں نہیں ہے تو مرزائی کس لئے یسوع کی قبر کشمیر میں ثابت کرتے ہیں؟ اور کس طرح وفات مسیح ثابت ہوگی؟ کہ ﴿اٰوَیْنٰهُمَا اِلٰی رَبْوَةٍ﴾ ذات قرار معین میں قبر یسوع مسیح کی طرف اشارہ ہے۔ کیا اب اس کا ذکر قرآن میں آ گیا ہے؟ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں اب تک ثابت نہیں ہوئی۔ اگر اثبات قبر میں یسوع اور مسیح کو ایک تسلیم کیا جائے تو ہم سوال کریں گے کہ توہین مسیح میں یسوع اور مسیح کو ایک کیوں نہیں تسلیم کیا گیا؟ دراصل مرزا صاحب کو معلوم ہوتا ہے کہ کسی بات کا یقین نہ تھا کہ یسوع اور مسیح ایک ہیں یا دو! جیسے جی نے جیسا کہا وہ کہتے گئے۔ تعجب یہ ہے کہ کئی ایک مقام میں اقرار بھی کر گئے ہیں کہ یسوع اور مسیح ایک ہیں۔ اور پھر جب ہوش سنبھالتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے کہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے انبیاء کو چور اور بٹمار کہا۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ص/۱۳) دونوں کو ایک مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں، خدا کا بیٹا ہوں، میری خودکشی سے نجات پائیں گے۔ کوئی آدمی اس کو دانا اور راستباز نہیں کہہ سکتا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ابن مریم پر یہ سب جھوٹے الزامات ہیں۔

(نور القرآن، ص/۳، جون لغایت اگست ۱۸۹۵ء)

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے ''جوش مراق'' میں حضرت مسیح کی توہین تو کردی مگر بعد میں خیال پیدا ہوا کہ لوگ کافر کہیں گے اس لئے عذر اور بہانے بنائے کہ یسوع اور ہے اور مسیح اور۔ مگر جب یہ بات پرانی ہوگئی اور قبر مسیح کا ذکر شروع ہوگیا تو

یسوع کی قبر ثابت کر کے حضرت مسیح کی قبر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اگر مرزا صاحب کو مراق نہ ہوتا تو ہم ضرور کہہ دیتے کہ آپ نے یہ جان بوجھ کر دجل مخادعت اور فریب کیا ہے۔ مگر یہ بھی خیال آتا ہے کہ شاید توہین مسیح کے وقت آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یسوع کی لفظی تحقیق کیا ہے، شاید اس ناواقفی کی وجہ سے انہوں نے دو شخص تسلیم کئے ہوں گے۔ لیکن ہم ناظرین کے سامنے ذیل کی چند سطور پیش کرتے ہیں کہ یسوع اور عیسیٰ ایک ہیں، دو نہیں ہیں۔

لغات عبرانی، ص۱۲۲ میں مذکور ہے کہ یسوع اصل میں یشع ([illegible]) ہے جس کا معنی نجات دینے والا ہے۔ یونانی زبان میں اس کو حسب تحقیق گنیش ڈکشنری، ص۳۲۷/۳۲، ای اے سوس (I76OŨS) بنایا گیا تھا جس کو عربی میں عیسیٰ کی صورت میں تبدیل کیا گیا ہے اور انگریزی میں جےسس (Jesus) کہتے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''سرمہ چشم آریہ'' کے آخری ورق پر انگریزی اشتہار شائع کیا تھا جس میں جی سس کرسٹ لکھ کر یہ ثابت کیا تھا کہ میں اسی کے مشابہ اور مثیل ہوں اور اردو میں اس کا ترجمہ مسیح ابن مریم لکھوایا تھا۔ شمعہ حق کے حاشیہ ۳۶ میں خود آپ نے جی سس کرائیسٹ کا ترجمہ عیسیٰ ابن مریم لکھا ہے۔ تمام اناجیل اور کتب معتبرہ اس بات کی شاہد ہیں کہ ''عیسیٰ ابن مریم کو ہی یسوع یا جی سس کریسٹ کہا گیا ہے۔'' پس اندریں حالات یہ فیصلہ آسانی سے ہوسکتا ہے کہ گو پہلے ناواقفیت کی وجہ سے آپ نے دو شخص سمجھے ہوں گے مگر بعد میں آپ نے ایک سمجھ کر بھی اپنے کئے سے رجوع نہیں کیا۔ بالفرض محولہ بالا عبارات میں مرزائی کچھ تاویل کر سکتے ہیں، تو یہ ان کا طرز عمل کہ یسوع کی قبر کشمیر میں ہے۔ اس امر پر زبردست دلیل ہے کہ مرزا صاحب نے یسوع اور مسیح کو ایک شخص ہی تصور کیا تھا اور باقی سب بہانے تھے، جو پیش کئے گئے تھے۔ اور افسوس ہے کہ ایسے بہانہ جس میں آدمی ایک افضل المرسلین کا خطاب دیا جاتا

ہے، کتنی بڑی جہالت ہے۔ نئی روشنی کی سیاہی میں پھنسنے والے اگر یہی واقعہ سوچ لیں تو آج ہی بیعت مرزائی سے دست بردار ہو جائیں' مگر جو آرام اس مذہب میں ہے اسلام میں کب نصیب ہوا اس لئے ان سے توقع بہت کم ہے۔ اب ہم ذیل میں وہ مراسلات درج کرتے ہیں۔ جو تحقیق قبر مسیح میں اہل کشمیر کی طرف روانہ کئے گئے اور جن کا جواب خلاف عقیدہ مرزائیہ دیا گیا۔

جواب چٹھی !

قاضی فضل احمد معرفت خواجہ غلام محی الدین صاحب میونسپل کمشنر، لودیانہ!

میں نے تحقیق کی ہے کہ مقبرہ روضہ بل جامع مسجد سے واپس آتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے مگر تاریخ کو سامنے رکھ کر یوں کہنا پڑتا ہے کہ وہ مقبرہ سید نصیر الدین صاحب کا ہے، نہ کہ یوز آصف کا مقبرہ۔ جامع مسجد سے آتے ہوئے دائیں طرف انزمرہ اور روضہ بل میں کوچہ یارخان اور نالہ مار بھی واقع ہیں۔

خواجہ شیر محمد اعظم شاہ تاریخ کشمیر اعظمی میں لکھتے ہیں کہ **حضرت سید نصیر الدین خانیاری از سادات عالی شان ست در زمرہ مستورین بود بتقریبے ظہور نمود مقبرہ میر** قدس سرہ **در محلہ خانیار مہبط فیوض الٰہی است۔ در جوار ایشاں سنگ قبرے واقع شدہ در عوام مشہور است کہ آنجا پیغمبرے آسود ست کہ در زمان سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ بود۔ ایں مکان بمقام آں پیغمبر معروف است در کتابے از تاریخ دیدہ ام کہ بعد از قضیہ دور دراز حکایتے مے نویسد کہ یکے از سلاطین زادہ ہابراہ زہد تقویٰ آمدہ ریاضت عبادت بسیار کرد برسالت دوم کشمیر مبعوث شدہ در کشمیر آمدہ بدعوت خلایق**

مشغول شده از رحلت در محله انز مره آسود دراں کتاب نام آن پیغمبر یوزاصف توشت انز مره و خانیار متصل واقع ست۔ از ملاحظه ایں عبارت صاف عیاں ست که یوزآصف در محله انز مره مدفون ست در کوچه خانیار مدفون نیست۔ وایں یوزآصف از سلاطین زادها بوده ست و ای عبارت تواریخ مخالف ومناقض اراده حضرت میرد است زیرا که یسوع خود را بکسے از سلاطین وغیره انتساب نکرده اند فقط والسلام۔

راقم خواجہ سعد الدین فرزند خواجہ ثناء اللہ مرحوم از کوٹھی خواجہ ثناء اللہ۔

غلام حسن از کشمیر ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

جواب دوم۲: اطلاع باد چوں اقام کرده بود که در شهر سری نگر در ضلع خانیار پیغمبر آسوده ست موسوم ساز موجب آں خود بذات بابت تحقیق کردن۔ آں در شهر رفته همیں تحقیق شده که پیشتر از دو صد سال شاعرے معتبر صاحب کشف بوده ست۔ نام آں خواجه اعظم دیده مری داشته یك تاریخ از تصانیف خود نموده که دریں شهر اسباب معتبر ست دراں بهمیں عبارت تصنیف ساخته است که در ضلع خانیار در محله روضه بل میگویند که پیغمبر آسوده ست یوزآصف نام داشته وقبرے دوم در آنجا اولاد زین العابدین سید نصیر الدین خانیاری ست و قدم رسول هم در آنجا موجود است۔ اکنوں در آنجا بسیار مرجع اهل تشیع وارد بهر حال سوائے تاریخ خواجه اعظم صاحب موصوف دیگر سندے صحیح ندارد۔

کتبہ: سید حسب شاہ از کشمیر ۲۲ رذ الحجہ ۱۳۱۴ھ

اب مرزا صاحب کی یہ تاویل کہ یسوع کا یوز بن گیا ہے اور چونکہ آپ افسوس کرتے ہوئے غمگین رہا کرتے تھے اس لئے ان کو آسف کہا گیا، بالکل غلط ہے کیونکہ یہ لفظ آصف ہے آسف نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ یسوع غمگین رہتے تھے۔ کیونکہ مقاصد الصالحین ص/ ۱۸ مطبوعہ نظامی میں لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ سے آپ نے فرمایا تم کہ ہمیشہ غمگین کیوں رہتے ہو؟ **ائیست من رحمة الله،** تو آپ نے یسوع سے کہا کہ تم ہمیشہ خوش کیوں رہتے ہو؟ **امنتَ من مکر الله**۔ اتنے میں حضرت جرائیل نے آکر فیصلہ کیا کہ خدا کی جناب میں انسان کو اپنے کئے پر نادم ہو کر غمگین رہنا بہتر ہے اور لوگوں کے سامنے خدا کے فضل کا امیدوار رہ کر خوش رہنا چاہئے۔

۳.....خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب قبلہ اپنی کتاب ''سیف چشتیائی'' ص/ ۱۶۵ میں لکھتے ہیں کہ مخلصی عزیز جیو کشمیری جو ایک بڑا نامی متدین آدمی ہے اس کا بیان ہے کہ کشمیر میں مرزا صاحب کے بھیجے ہوئے کئی آدمی ایک متبرک مزار کے مجاوروں کو روپیہ کا طمع دے کر دستخط کروانا چاہتے تھے کہ ہم ابا عن جد سنتے ہیں کہ یہ مزار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے مگر مجاوروں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا بلکہ ان کو بے عزت کر کے نکالا۔ یہ شہادت دیکھ کر ''راز حقیقت'' کا تمام اصلی راز منکشف ہو جاتا ہے اور ایام صلح کی تمام مصالحت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

اتہام ہشتم اور اکمال الدین

مرزا صاحب روضۃ الصفا جلد اول ص/ ۱۳۳ میں لکھتے ہیں کہ یہودی آپ کے عہد میں بارہ قبائل تھے جن میں سے نو قبائل کو بخت نصر نے تبت، کشمیر، ہند اور افغانستان کو

جلا وطن کر دیا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کی وضع قطع اور شہروں یا بستیوں کے نام وہی ہیں جو ملک شام میں تھے۔ مثلاً بابل، گلگت، طور، صور، صیدا، بابل، تخت سلیمان، نینوئی وغیرہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد کشمیر کو آئے اور وہاں اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی خبر لی اور ستاسی (۸۷) سال بعد وفات پا گئے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے اپنی معشوقہ مریم کو خدا کے سپرد کیا اور وہاں سے ''کوہ جلیل'' میں آئے جو بیت المقدس سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے اور دشمنوں سے خوف کھا کر اس پر چڑھ گئے۔ اس وقت پہاڑ پر ابر چھایا ہوا تھا تو لوگوں نے خیال کیا کہ آپ آسمان کو چڑھ گئے ہیں۔ حواریوں نے بھی یہی خیال کر لیا تھا۔ یا یوں اصل واقعہ پر پردہ ڈالتے ہوئے **رفع سماوی** کا قول ظاہر کیا۔ مگر آپ نے شہر نصیبین پہنچ کر سلطان اڑیسہ کو خط لکھا کہ میں اب آسمان کو جاؤں گا اور تمہاری طرف چند حواری بھیجتا ہوں۔ کتاب ''کروسی فکشن'' میں ہے کہ جب کائفس کاہنوں کے سردار کو معلوم ہوا کہ آپ صلیب نہیں دیئے گئے تو اس نے قیصر روم کو شکایتی خط لکھا کہ پیلاطوس نے یوسف اور حواریوں سے سازش کی بنا پر مسیح کو صلیب سے بچالیا ہے تو پیلاطوس کو عتاب نامہ پہنچا جس سے اس نے غصہ کھا کر یوسف کو قید کر لیا۔ اور ایک رسالہ حضرت مسیح کی تلاش میں روانہ کیا کہ وہ آپ کو پکڑ کر واپس لائیں۔ مگر چونکہ آپ کشمیر پہنچ چکے تھے' وہاں تک کوئی نہ پہنچا۔ کشمیریوں نے یسوع کے نام کو کچھ تبدیل کر کے یوں کہنا شروع کر دیا تھا کہ یوز آصف، یوز آصف پھر ارض سولابت میں آئے اور وہاں تبلیغ وحدانیت کی۔ وہاں سے نکل کر بہت شہروں میں وعظ کیا اور کشمیر کو واپس آئے اور وہیں قیام کیا اور وہیں ستاسی (۸۷) سال بعد واقعہ صلیب فوت ہو گئے۔ (اکمال الدین واتمام النعمۃ)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے خواہ مخواہ یوز آصف کی سوانح عمری کو یسوع کی زندگی پر چسپاں کیا ہے، ورنہ اصل کتاب دیکھنے پر یہ تحریر ہر طرح سے مخالف ہے۔ کیونکہ اس

میں یہ تحریر نہیں ہے کہ اس قبر کا مالک کبھی بیت المقدس سے جان بچا کر زندگی بسر کرنے کو یہاں آیا تھا۔ کیونکہ اکمال الدین کی عبارت اصل تحریر کے مطابق یوں ہے کہ ''راجہ جنیسر ملک صولابت (سولابت) کا باشندہ تھا۔ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے یوز آصف رکھا۔ جب وہ بالغ ہوا تو حکیم منوھر لنکا سے اس کے پاس آیا۔ راجہ نے اس کی عزت وآبرو سے تواضع کی۔ اور اپنے بیٹے یوز آصف کا اتالیق مقرر کیا۔ شہزادہ نے اس سے مذہبی تعلیم حاصل کی اور دنیا سے بے تعلق رکھنے کی تعلیم نے اس کا دل بادشاہت سے برداشتہ کر دیا۔ اور حکیم منوہر اس کا تعلیمی نصاب مکمل کر کے وہاں سے چلا گیا۔ تو ایک دفعہ شہزادہ کو فرشتہ نظر آیا۔ اس نے خدا کی رحمت کی اس کو بشارت دی اور کچھ راز بتایا جس پر وہ عمل پیرا رہا۔ پھر فرشتہ نے اسے حکم دیا کہ سفر کیلئے تیاری کرے تاکہ میں تیرے ہمراہ یہاں سے نکل کر ہو جاؤں۔ اس کے بعد شہزادہ ہجرت کرتے ہوئے اپنے ملک سے نکل گیا تو اس نے ایک صحرا میں پانی کے پاس ایک درخت دیکھا جہاں اس نے کچھ دن قیام کیا اور وہاں اس کو وہی فرشتہ نظر آیا۔ پھر اس نے بستیوں میں وعظ کہنا شروع کیا تو کچھ مدت کے بعد اپنے اصلی وطن سولابت کو واپس چلا گیا اور والدین نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا۔ اور شہزادہ نے ان کی توحید کی دعوت دی۔ کچھ مدت کے بعد شہزادہ کشمیر میں آیا اور وہاں کے باشندے اس سے مستفید ہوئے اور اس نے ان کو بھی توحید کی دعوت دی۔ چنانچہ یہ یہیں رہنے لگا۔ اور جب مرنے لگا۔ تو اپنے چیلے یابد کو توحید ہی کی وصیت کی اور جہان فانی سے رخصت ہوا۔

اب اس عبارت کو حضرت مسیح پر منطبق کرنے لئے یہ ضروری ہے کہ سولابت کا معنی بیت المقدس کیا جائے اور حکیم منوہر سے مراد روح القدس لیا جائے۔ اسی طرح والدین سے مراد یوسف اور مریم ہوں اور ان کو کسی علاقہ کا بادشاہ بھی تصور کیا جائے۔ اور جب تک

یہ امور ثابت نہ ہوں' حضرت مسیح کے سوانح سے اس عبارت کا تعلق پیدا نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح انجیل کی رو سے بھی مرزا صاحب کے مخالف پہلو کو ثابت کرتی ہے، کیونکہ اس میں اگرچہ مسیح کا ذکر ہے لیکن اس میں اس بات سے صاف انکار ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد کشمیر وغیرہ کو سفر کیا تھا، کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے کہ ایک بچہ پیدا ہوا جس میں خدا بولتا تھا۔ اس نے توحید کی دعوت دی۔ اور اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ جب وہ تیرہ سال کا ہوا تو سوداگروں کے ہمراہ ملک سندھ کو نکل گیا اور ''بنارس'' و ''جگن ناتھ'' کے مضافات میں چھ سال تک اپنے کام میں مشغول رہا۔ اور بتایا کہ وید خدا کا کلام نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ بت پرستی چھوڑ دو کیوں کہ وہ نہیں سنتے۔ اس پر براہمنوں نے اس کو مار ڈالنے کی ٹھان لی کیونکہ عام لوگ اس کے تابع ہوگئے تھے۔ یسوع کو اس ارادہ کی خبر لگ گئی تو رات ہی رات جگن ناتھ سے نکل کر نیپال کو چلا گیا۔ پھر کوہ ہمالیہ کو عبور کرتا ہوا راجپوتانہ آپہنچا۔ اور وہاں سے فارس پہنچ کر تبلیغ شروع کی۔ تو وہاں کے بت پرستوں نے اس کو وعظ توحید سے روک دیا تو ملک شام میں آگیا۔ اور اس وقت اس کی عمر انتیس (۲۹) سال تھی اب جا بجا وعظ کرنا شروع کیا اور ہزاروں لوگ تابع ہوگئے۔ چند حکام نے بادشاہ سے پلاطوس جا کر شکایت کی کہ عیسیٰ نامی ایک واعظ اس ملک میں وارد ہوا ہے جو اپنی سلطنت کی دعوت دیتا ہے اور تیرے خلاف لوگوں میں جوش پھیلا رہا ہے۔ چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تابع بھی ہوگئے ہیں۔ پلاطوس نے اسے گرفتار کر کے موابذ (مذہبی سرداروں) کے پیش کیا۔ مگر حضرت عیسیٰ جب یروشلم آئے تو لوگوں نے بڑے اعزاز سے آپ کا استقبال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ بہت جلد تم لوگ ظالموں سے رہائی پا کر ایک قوم بن جاؤ گے اور تمہارا دشمن بہت جلد تباہ ہو جائے گا جو خدا سے خوف نہیں کرتا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل سے ہوں۔ میں نے سنا تھا کہ میرے بھائی اور بہنیں ظالموں

کے ہاتھ گرفتار ہیں اس کے بعد آپ نے جابجا شہر بشہر وعظ کہنا شروع کیا اور عبرانیوں سے بھی کہنا شروع کیا کہ بہت جلد تم نجات پاؤ گے۔ تب جاسوسوں نے پوچھا کہ کیا ہم قیصر روم کے ماتحت رہ کر اپنے بادشاہ پلاطوس کا حکم مانتے رہیں یا اپنی نجات کا انتظار کریں تو آپ نے جواب دیا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم قیصر روم سے نجات پاؤ گے۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ تم بہت جلد گناہوں سے نجات پاؤ گے۔ اس کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر توحید کا وعظ تین (۳) سال تک کیا اور آپ کی عمر بتیس (۳۲) سال تک پہنچ گئی۔ جاسوسوں نے اپنا کام شروع رکھا۔ اور پلاطوس کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ لوگ کہیں حضرت مسیح کو سچ مچ ہی بادشاہ نہ تسلیم کر لیں۔ اب آپ کے ذمہ بغاوت کا جرم لگا کر آپ کو اندھیری کوٹھری میں بند کیا گیا اور مجبور کیا کہ آپ بغاوت کا اقبال کریں۔ مگر آپ نے نہ کیا اور تکالیف برداشت کرتے رہے۔ اور جب دربار میں آپ پیش کئے گئے تو پلاطوس نے پوچھا کہ "کیا تم نے یوں نہیں کہا کہ مسیح کو خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں میں بغاوت پھیلا کر خود بادشاہ بن جائے؟" جواب میں آپ نے فرمایا کہ جب تم صلیب پر قتل کر سکتے ہو تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں سے اس جرم کا اقبال کرایا جائے۔ اس روکھے جواب پر پلاطوس نے غصہ کھا کر آپ کو صلیب پر لٹکانے کا حکم دیا۔ اور باقی مجرموں کو رہا کر دیا تو سپاہیوں نے آپ کو بمعہ دو چوروں کے صلیب دیا۔ تو سارا دن لاش صلیب پر رہی۔ سپاہیوں کا پہرا تھا۔ تابعدار لوگ دیکھ دیکھ کر روتے تھے اور ان کو اپنی جان کا خوف بھی لگ رہا تھا۔ شام کے قریب مسیح کی روح خدا کے پاس چلی گئی۔ اب پلاطوس کو ندامت آئی کہ اس نے برا کیا ہے۔ اس لئے اس نے آپ کی لاش آپ کے رشتہ داروں کے سپرد کی۔ جس کو انہوں نے صلیب خانہ کے پاس ہی دفن کر دیا۔ اور لوگ اس قبر کی زیارت کرنے لگے۔ (دیکھو انجیل سیاح، روسی ہسٹر نکولس نوٹوویچ) جس سے مرزا صاحب نے مسیح کا سفر

ہندوستان میں ثابت کیا ہے۔ اور واقعات کو پس و پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد ہندوستان آئے تھے اور یہاں سے کشمیر جا کر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ناظرین خود سوچ سکتے ہیں کہ جب بانی مذہب کا یہ حال ہوگا تو تابعدار کیوں نہ بات کا پتنگڑ بنائیں گے۔

اتہام نہم اور ایلیا

ملا کی نبی کی کتاب میں یوں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہولناک دن سے آنے کے پیشتر ایلیا نبی تمہارے پاس بھیجوں گا"۔ (آیت ۵) اور جب خدا نے چاہا کہ ایلیا کو آسمان پر لے جائے۔ تب ایلیا الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا۔ (۲ سلاطین) اور جب دونوں تو جاتے تھے تو ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان میں آکر دونوں کو الگ الگ کر دیا۔ اور ایلیا بگولے میں ہو کر آسمان پر چلا گیا۔ اور ایلیا کے جانے کے وقت ایلیا کی چادر گر پڑی جو الیسع نے اٹھالی۔ (۲ سلاطین) اس پیشینگوئی کے مطابق یہودی منتظر تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیشتر الیاس آسمان سے اتریں گے مگر کوئی نہ اترا۔ جیسا کہ متی میں مذکور ہے کہ شاگردوں نے حضرت مسیح سے پوچھا کہ فقیہ کیوں کہتے ہیں؟ کہ ایلیا کا آنا ضروری ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ الیاس ضرور پہلے آئیگا اور بندوبست کرے گا۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا۔ لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا۔ بلکہ جو چاہا اس سے کیا اس طرح ابن مریم بھی اس سے دکھ اٹھائے گا۔ تب شاگردوں نے سمجھا کہ ایلیا سے مراد یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) ہیں۔

اور "متی" میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا جو الیاس آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ "مرقس" میں بھی یونہی مذکور ہے۔ اب یہاں نزول ایلیا سے مراد یحییٰ علیہ السلام کا

ظہور ہے جو حضرت الیاس سے کمال مشابہت رکھے گا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصطلاح نبوت میں جس نبی کے نزول کی بابت لکھا جاتا ہے کہ وہ ضرور آئیگا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ایسا شخص پیدا ہوگا جو پہلے کے مشابہ ہوگا۔ اسی طرح نزول مسیح سے بھی مراد ظہور مثیل ہے۔ اور جب ختم نبوت دوسرے نبی کے آنے سے روکتی ہے تو اس لئے بھی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح وفات پاچکے ہیں۔ اور خود نہیں آئیں گے بلکہ آپ کا مثیل پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر یہ مانا جائے کہ ایک اسرائیلی نبی تکمیل اسلام کے لئے آئیگا۔ تو اس امت کی اس میں سخت توہین بھی ہوتی ہے کیا اس میں کوئی ایسا قابل آدمی نہیں ہے جو اسلام کی خدمت کرے اور یہودیوں کے نبی کی محتاج ہے؟ تو پھر **"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"** اور ﴿ **كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ** ﴾ کی فضیلت کیا رہی؟

اہل اسلام نے اس مقام پر یوں تحقیق کی ہے کہ حضور کی پیشینگوئی کتب سابقہ سماویہ میں موجود ہے اور آپ کے نام مختلف طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک نام ایلیا بھی ہے۔ اب ایلیا سے مراد الیاس لینا یا تو عیسائیوں کی تحقیق ہے، یا مرزائیوں کا عقیدہ ہے۔ ورنہ اہل اسلام اس سے محترز ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی عبارات سے بالکل واضح ہے۔

ا...... ابن قیم "ہدایۃ الحیاز" سے دلیل ۳۴ میں لکھتے ہیں کہ انجیل متی میں مذکور ہے کہ جب حضرت یحییٰ کو قید کیا گیا تو آپ نے شاگردوں کو حضرت مسیح کو طرف روانہ کیا۔ تا کہ پوچھیں کہ ایل آپ ہیں یا کوئی اور ہے۔ تا کہ ہم اس کا انتظار رکھیں۔ تو حضرت مسیح نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ سے بڑھ کر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ توریت اور کتب انبیاء ایک دوسرے کے مؤید ہو کر موجد ہیں۔ اب تمہاری خواہش ہے تو مان لو۔ ایل بالکل تیار ہے کہ آجائے اب جس کے کان ہیں سن لو۔ اب ایل عبرانی زبان میں خدا کو کہتے ہیں۔ اور خدا کا آنا اصطلاح کتب سماویہ میں نبی کا آنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ توریت میں مذکور ہے کہ خدا طور سینا سے آیا۔

۲......علامہ قرانی اپنی کتاب الاجوبۃ الفاخرہ میں لکھتے ہیں کہ انجیل میں حضور کی پندرہویں پیشینگوئی یہ ہے کہ ''متی کی انجیل'' میں یوں مذکور ہے کہ شاگردوں نے حضرت مسیح سے پوچھا کہ اے معلم! کتب میں آیا ہے کہ ایلیا آئے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایلیا آئے گا اور تم کو ہر چیز سکھلائے گا۔ اور میں تم کو کہتا ہوں کہ ایلیا آ گیا۔ مگر لوگوں نے اسے نہ پہچانا۔ اور جو جی میں آیا اس کے ساتھ کیا۔ اب عیسائیوں نے یہ سمجھا کہ ایلیا سے مراد حضرت نے اپنی ذات مراد لی ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ایلیا آ گیا۔ اور انہوں نے پہلا فقرہ چھوڑ دیا ہے کہ ایلیا آئیگا جس سے مراد ہمارے نبی آخرالزماں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ عیسائیوں کی طرح مرزائیوں نے بھی ایلیا سے مراد حضرت مسیح لیا ہے اور دوسرا فقرہ چھوڑ دیا ہے اور اہل اسلام کے خلاف چلے ہیں۔

۳......فارق، ص/۵۷ میں ہے کہ ''متی'' کا قول کہ جو ایلیا آئے گا وہ یہی ہے یعنی حضرت یحییٰ ہے۔ خود یحییٰ اس کی تردید کرتے ہیں۔ جیسا کہ یوحنا نقل کرتا ہے کہ حضرت یحییٰ سے پوچھا گیا کہ آپ ایلیا ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ایلیا نہیں ہوں۔ مرزائی اور عیسائی غور کریں کہ جس کی تائید میں آپ زور لگا رہے ہیں اور وہ خود منکر ہے۔ مدعی سست گواہ چست کا معاملہ ہے۔

۴......''سفر ملاخیا'' میں ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں تمہارے پاس ایلیا نبی بھیجوں گا یوم الرب سے پیشتر کہ عظیم الشان اور خوفناک دن ہے۔ اس عبارت میں صاف مذکور ہے کہ ایلیا سے مراد حضور انور ﷺ ہیں، یحییٰ علیہ السلام مراد نہیں ہیں۔

۵......''ذیل الفارق'' میں ہے کہ ایلیا اور احمد کے اعداد ۵۳ مساوی ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایلیا سے مراد یہود کے نزدیک ظہور احمدی مراد ہو کیونکہ وہ اعداد سے بھی دلیل قائم کیا کرتے ہیں۔ ایک محقق کا قول ہے کہ مَاءُ دُ مَاءُ دُ کے اعداد بھی احمد کے مساوی ہیں۔

جس کے معنی ''صحف متقدمہ'' میں عظیم رعظیم ہیں اور ایلیا کا معنی بھی عظیم نزد خدا ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضور کی پیشینگوئی مختلف عنوان میں قدیم زمانہ سے چلی آئی ہے۔

۶......حسب ذیل اقتباسات بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ''صحف متقدمہ'' میں حضور انور کی پیشینگوئی کی تھی، حضرت الیاس کے ظہور ثانی کی پیشینگوئی نہ تھی۔ کیونکہ بائبل میں مذکور ہے کہ حضرت ہاجرہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو آپ نے اس کا نام اسماعیل رکھا فرشتوں نے کہا کہ نبی اسحاق کے مقابلہ میں زندہ رہے گا۔ (پیدائش) ابراہیم سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے اقوام کثیر کا باپ بناؤں گا۔ اور سارہ سے اسحاق پیدا کروں گا، جسے برکت دوں گا۔ اور اسماعیل کو بھی برکت دوں گا۔ اب دونوں بیبیاں سلوک سے نہ رہتی تھیں اس لئے حضرت ابراہیم ہاجرہ کو مکہ چھوڑ گئے تو ہاجرہ رونے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اسماعیل کو بھی کئی اقوام کا باپ بنائے گا اب ابراہیم ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال تک زندہ رہے۔ اور اسماعیل و اسحاق دونوں نے آپ کی وفات کے بعد ''مزرع عفرون'' میں دفن کیا۔ اس کے بعد موسیٰ کو خدا نے فرمایا کہ میں بنی اسماعیل کی طرف تیرے جیسا نبی بھیجوں گا۔ (استثناء ۱۸) یہ بھی مذکور ہے کہ خدا سینا سے آیا۔ سعیر سے طلوع کیا اور فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت ہے۔ (استثناء ۳۳) چونکہ اسماعیل کو وہ فاران میں رہتے تھے اس لئے اس میں اشارہ حضور انور کی طرف ہوا۔ یوں بھی لکھتا ہے کہ لوگوں نے حضرت یحییٰ سے پوچھا کہ آپ ہی وہ آخر الزمان نبی ہیں تو آپ نے انکار کردیا۔ (یوحنا) حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا کہ اے بنی اسحاق تمہارے بھائیوں میں خدا تعالیٰ میرے جیسا نبی مبعوث کرے گا۔ (اعمال) اور مسیح کا قول ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے پھینک دیا تھا، وہی آخری پتھر بنا۔ (متی) یہ مفہوم حدیث لبنہ کے موافق ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک میں خدا کے پاس نہ جاؤں گا تمہارا معین نہیں آئے گا جو تمہیں راہ ہدایت بتائے گا۔ (یوحنا) اس میں بھی

حضور کی ہی پیشینگوئی ہے۔ یعقوب نے آپ کا نام ”شیلون“ بتایا جس کا معنی عبرانی میں ”جگ داتا“ ہے (ذیل الفارق ۳۰۷) حضرت عیسیٰ کے نزدیک آپ کا لقب **ارکون العالم** ہے یعنی سید العالمین۔ (یوحنا)

۷..... عبارات مذکورۃ الصدر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ”ایل“ (بزرگ) خدا کا نام ہے اور ایلیا (بزرگ ہستی) اسم صفت ہے جو ہر ایک نبی پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت الیاس کو بھی ایلیا کہا گیا اور حضرت خاتم المرسلین کو بھی ایلیا کہہ کر پکارا گیا۔ بروایت انجیل حضرت مسیح نے صلیب پر **ایلی ایلی لما سبقتنی** پکارا تھا لوگوں نے یوں سمجھا تھا کہ آپ یحییٰ کو پکارتے تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس کے ظہور کی دھوم دھام تھی وہ حضرت الیاس کا ظہور نہ تھا بلکہ حضرت نبی آخر الزمان کا ظہور مراد تھا ورنہ خود حضرت یحییٰ ظہور ایلیا کا مصداق بن جاتے۔ لیکن عیسائیوں اور مرزائیوں نے موجودہ تراجم کی بنیاد پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ظہور ایلیا سے مراد ظہور یحییٰ تھا مگر تصریحات اسلام اور محققین اسلام کے نزدیک یہ خیال شروع سے آج تک غلط چلا آیا ہے اس لئے مرزائیوں کا یہ وہم دلانا کہ شروع میں ظہور ایلیا سے مراد نزول الیاس تھا، بالکل غلط ہے جس کی تائید سوائے عیسائیوں کے اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔ ہاں ہم عیسائیوں کا قول بھی ماننے کو تیار ہیں مگر آئے دن تراجم کی ترمیم و تنسیخ نے ان کے اقوال کو غیر معتبر بنا دیا ہے بالخصوص ایسے مسائل میں تو وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مخالف مطلب پیدا کرتے ہیں جو اسلام کی تائید میں ہو، مگر افسوس ہے کہ مرزائی عیسائیوں کی پناہ لیتے ہیں۔ اور اسلام کی تحقیقات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ یہ بھی عیسائی ہیں۔

۸..... ذیل میں عربی اشعار نقل کئے جاتے ہیں جو ایک محقق عالم اسلامی کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں۔

بینته توراتکم والاناجیل وهم فی جحوده شرکاء

ان یقولوا بینته فما زالت بها عن قلوبهم عشوآء

من هو الفارقلیط والمخمنا وبالحق تشهد الخصماء

أخبرتکم جبال فاران عنه مثل ما اخبرتکم سیناء

واتاکم من المهیمن قدیس وکم اخبرت به الانبیاء

وصفت ارضه نبوة شعیا فاسمعوا ما یقوله شعیاء

او نور الاله تطفنه الافواه وهو الذی به یستضاء

۹......ہمیں افسوس ہے کہ آج تک جو پیشینگوئیاں اسلام نے حضور پر منطبق کی تھیں آج ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ تو مسیح ایران اپنے اوپر منطبق کرتا ہے اور رہی سہی مرزا صاحب سنبھال لیتے ہیں اور حضور کے حق میں ایک پیشینگوئی بھی نہیں رہنے دیتے اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے غارتگروں سے پرہیز رکھیں۔

اتہام دہم اور محمد بن جریر طبری

ابن سلیم انصاری روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے نذر مانی ہوئی تھی کہ ''راس الجماء'' پر جائے گی (جو مدینہ شریف کے پاس وادی عقیق کا ایک پہاڑ ہے) تو میں بھی اس کے ساتھ گیا۔ وہاں جا کر ایک قبر دیکھی جس کے سر اور پاؤں پر ایک ایک کتبہ لکھا ہوا تھا۔ میں وہ دونوں اٹھا کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک تو میں نے پھینک دیا کیونکہ میں تھک گیا تھا۔ اور دوسرا ایک عالم سریانی سے پڑھوایا۔ وہ نہ پڑھ سکا۔ پھر میں نے یمن کے عالم زبور کو پیش کیا جو خط مسند لکھا کرتا تھا۔ وہ بھی نہ پڑھ سکا۔ تو میں نے وہ پھر اپنے صندوق کے نیچے رکھ دیا چند سال بعد موضع ماہ کے باشندے فارسی النسل تجارت کیلئے آئے۔ انہوں نے

وہ پڑھ کر سنایا کہ یہ قبر رسول اللہ عیسیٰ بن مریم کی ہے جو ان ممالک کی طرف بھیجے گئے تھے وہ لوگ جب آباد تھے تو حضرت مسیح ان کے پاس آئے اور یہیں دفن ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت میں عربی کے یہ الفاظ ہیں کہ" **هذا قبر رسول الله عيسىٰ ابن مريم الى هذا البلاد**" جن کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ان ممالک کی طرف مبعوث ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا کوئی شاگرد ان ممالک کی طرف بھیجا گیا تھا نہ یہ کہ آپ خود یہاں آئے تھے۔ کیونکہ آپ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے، نہ اس قوم کی طرف جو مدینہ کے پاس اس وقت آباد تھی۔ اور جس کا نام نہیں بتایا گیا کہ وہ کون تھی؟ ہاں اس عبارت میں کچھ سقم موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اللہ کا لفظ یہاں سہو کاتب سے لکھا گیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے کہ "**هذا قبر رسول عيسىٰ ابن مريم**"۔ یہ قبر ہے عیسیٰ ابن مریم کے ایک شاگرد کی اور یا لفظ **الله** مضاف مضاف الیہ میں فاصلہ واقع ہو گیا ہے اور یا **رسول** کا لفظ شروع عبارت سے فروگزاشت ہو چکا ہے اور اصل عبارت یوں ہے کہ **هذا قبر رسول الله عيسىٰ ابن مريم** یہ قبر ہے رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم کے شاگرد کی۔ اگر **الى هذا البلاد** کا فقرہ عبارت میں نہ ہوتا تو اس تاویل کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ یہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح مراد نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا کوئی شاگرد مراد ہے اور یہ تصحیح قرین قیاس بھی ہے کیونکہ یہ کتاب یورپ میں طبع ہوئی ہے اور ہر ایک صفحہ میں اس کی عبارات کی تصحیح ساتھ ساتھ کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحح سے یہ فقرہ فروگزاشت ہو گیا ہے۔ کتاب میں اسی طرح کے سقم ابھی تک کئی ایک موجود ہیں، جو مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں اور ہماری اس تصحیح کی تائید دوسری کتابوں سے ثابت ہوتی ہے کہ جنہوں نے بعینہ یہی واقعہ بیان کیا ہے دیکھئے "کتاب الوفاء" باب سوم میں یہی واقعہ لکھ کر شاگرد کا نام بھی بتایا ہے۔ جس کے لفظ یہ ہیں۔ **فاخرجت اليهما الحجر فقراه فاذا فيه انا عبد الله**

الاسود رسول رسول اللہ عیسی ابن مریم الی اہل قری عرینۃ (عن ابن زبالہ) اس کے بعد ساتویں باب میں بروایت زبیر لکھتے ہیں کہ راس جماء ام خالد پر ایک آدمی کی قبر پائی گئی جس پر یوں مرقوم تھا کہ انا اسود بن سوادۃ رسول رسولِ اللّٰہ عیسیٰ ابن مریم الی ھذہ القریۃ۔ اور بروایت ابن شہاب کہتے ہیں کہ وجد قبر علی جماء ام خالد اربعون ذراعا فی اربعین ذراعا مکتوب فی حجر فیہ انا عبد اللہ من اہل نینوی رسول رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہاالسلام الی ارسلت الی اہل ھذہ القریۃ فادرکنی الموت فاوصیت ان ادفن فی جماء ام خالد۔ جماء ام خالد پر ایک ۴۰*۴۰ قبر پائی گئی۔ اور وہاں ایک کتبہ ملا جس میں یہ مرقوم تھا کہ میں نینوی کا باشندہ ہوں۔ حضرت مسیح کا مبلغ بن کر یہاں آیا تو میری اجل آگئی میں نے وصیت کی کہ کوہ جماء میں مجھے دفن کیا جائے۔ اب ان تصریحات کے موجود ہوتے ہوئے کون مسلمان ایمان دار یقین کر سکتا ہے کہ محمد بن جریر جو حضرت مسیح کو اپنی تاریخ میں جسم عنصری سے آسمان پر زندہ مانتا ہے ایسی روایت بھی درج کرے گا جو وفات مسیح کی مثبت ہو اور اگر بالفرض ایسی روایت ذکر بھی کرتا تو اس کا فرض تھا کہ حسب معمول اس کی تنقید بھی کرتا۔ جیسا اپنی کتاب میں ذبح اسماعیل اور عہد بخت نصر میں اس کی تنقید کی ہے اس لئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابن جریر نے بھی اپنی کتاب میں رسول رسول اللہ لکھا ہوگا مگر چھپنے میں غلط چھپ گیا ہے اور مرزائیوں کو موقعہ مل گیا ہے کہ وفات مسیح کا اتہام ابن جریر پر لگائیں آخر وہی بات نکلی کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔

اتہام یازدہم اور ابن کثیر و صاحب کشاف

وفاقی فرقہ یوں بھی کہا کرتا ہے کہ کشاف میں ﴿مُتَوَفِّیکَ﴾ کا ترجمہ

ممیتک حتف انفه کیا ہے اور" **ولو کان موسٰی وعیسٰی حیین لما وسعھما الا اتباعی**"۔ یہ حدیث ابن کثیر یواقیت ترجمان القرآن وغیرہ کتابوں میں درج ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک "وفات مسیح" کا مسئلہ صحیح ہے۔ مگر اس کی روایت مرفوع نہیں بتا سکتے کہ کس صحابی کی روایت ہے اور جس کتاب سے بھی روایت کرتے ہیں صرف اتنا ہی لکھا ہوا ہوتا ہے کہ **فی بعض الروایات، روی، جاء** وغیرہ اس لئے اس غیر مستند حدیث کا احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ **دوسرا جواب** یہ ہے کہ اتہام نمبر ۶ میں گزر چکا ہے کہ ابن قیم نے "مدارج السالکین" میں حضور انور کی رسالت عامہ بیان کرتے ہوئے یہ لفظ لکھ دیئے ہیں اور اپنی طرف سے حدیث **لو کان موسٰی** میں **عیسٰی** کو بھی درج کر دیا ہے جس کو ناظرین نے حدیث نبوی سمجھ لیا ہے حالانکہ بالکل غلط ہے۔ **اولاً** اس وجہ سے کہ ابن قیم نے اس فقرہ کو روایۃً نہیں لکھا۔ **ثانیاً** اس وجہ سے کہ اس فقرہ کے ساتھ حضرت عیسٰی کے نزول کا مسئلہ لکھ دیا ہے۔ اگر وفات مسیح کا استدلال اس قول سے قائم ہو سکتا تو ابن قیم ساتھ ہی قول حیات مسیح نہ کرتے۔ **ثالثاً** اس وجہ سے کہ اس قول کے ماقبل ومابعد کا مطالعہ کرنے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اگر عہد رسالت نبویہ میں دنیا میں یہ دونوں پیغمبر بلکہ انکے سوا کوئی اور بھی رسول ہوتے تو ان کو بھی اطاعت رسول آخر الزمان واجب ہوتی۔ **رابعاً** اس وجہ سے کہ **روی، جاء** وغیرہ ایسے لفظ اقوال الرجال پر بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ اس لئے اس جگہ بھی مراد قول ابن قیم ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ یہ قول رسول ہے۔ اب قول الرجال سے قول النبی کو مسترد کرنا بے ایمانی ہوگی۔ **خامساً** اس وجہ سے کہ یواقیت میں گو لفظ عیسٰی درج ہے مگر امام شعرانی نے اس موقعہ پر فتوحات کا حوالہ دیا ہے اور یہی مقام جب فتوحات سے دیکھا گیا ہے تو اس میں لفظ عیسٰی درج نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے کسی مصحح نے طباعت کے وقت درج کر دیا ہے

یا کسی دوسرے مہربان نے یہ زیادتی کی ہے۔ کیونکہ بقول مصنف عقیدہ اسلام اس قلمی نسخہ میں صرف موسیٰ کا لفظ ہے عیسیٰ کا لفظ وہاں موجود نہیں ہے۔ بہر حال ایسے مشتبہ قول سے ابن کثیر، امام شعرانی، شیخ اکبر وغیرہ کو متہم کرنا انصاف نہیں ہے، کیونکہ ان بزرگوں نے حیات مسیح کے اثبات میں دوسرے مقامات پر بڑے زور سے کام لیا ہے۔ خدا تعالیٰ ان چالبازوں سے بچائے جو اسلام میں رخنہ اندازی کے درپے ہو کر لوگوں کے سامنے جھوٹ کو سچ کر دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ''کشاف'' کی بھی پوری عبارت نہیں لکھی تاکہ دھوکہ دہی میں کسر باقی نہ رہے۔ دیکھئے اصل عبارت یوں ہے۔

انی متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناه انی عاصمک من ان تقتلک الکفار وموخرک الی اجل کتبته لک وممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیهم ورافعک الی سمائی ومقر ملائکتی.

اتہام دوازدہم اور حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ

وفاقی فرقہ نے ایک دفعہ یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ جب ۲۷ رمضان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات ہوئی تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا تھا کہ ''**قد قبض اللیلة رجل لم یسبقه الاولون، لقد قبض فی اللیلة التی عرج فیها بروح عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام**۔'' یہ وہ رات ہے کہ جس میں حضرت عیسیٰ کی روح قبض ہوئی اور یہ خطبہ صحابہ کے سامنے دیا گیا تھا جو سب نے تسلیم کیا کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں اقوال الرجال کچھ حیثیت نہیں رکھتے اس لئے یہ روایت قابل عمل نہیں ہے۔ علاوہ بریں یہ روایت ''طبقات الکبریٰ لمحمد سعد'' سے لی گئی ہے جو یورپ میں چھپی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ اصل عبارت یوں ہو کہ **عرج فیها بروح**

اللہ عیسیٰ ابن مریم علیھما السلام اور یہ تاویل قرین قیاس بھی ہے کیونکہ آپ نے حضرت علی کیلئے **قبض** کا لفظ استعمال کیا ہے اور حضرت عیسیٰ کیلئے لفظ **عروج** کا۔ اب اس تفنن عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ **عروج بالروح** سے مراد رفع جسمانی ہے کیونکہ اسی کتاب کے جلد اول پر حضرت ابن عباس کا قول درج ہے کہ **وانہ رفع بجسدہ وانہ حی الان وسیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکا ثم یموت کما یموت الناس (الی آخرہ)** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کتاب ہذا کا مذہب "وفات مسیح" نہیں ہے اور نہ صحابہ کا اجماع وفات مسیح پر ہوا اور نہ ہی عروج بروح عیسیٰ سے انہوں نے وفات مسیح کا مفہوم سمجھا۔ سب سے بڑی بات جو اس روایت کو صحیح معنی پر لے جاتی ہے یہ ہے کہ اسی روایت میں 'درمنثور' نے یہ لفظ نقل کئے ہیں کہ "**لیلۃ اسریٰ بعیسیٰ**" جس رات حضرت عیسیٰ کو لے جایا گیا اور یہ بھی روایت کی ہے کہ **لیلۃ** قبض موسیٰ حضرت علی کی وفات اسی رات ہوئی کہ جس میں حضرت موسیٰ کی وفات ہوئی۔ اب ان اختلافات نے تمام استدلالات کی تشریح کر دی ہے کہ عروج عیسیٰ سے مراد رفع جسمانی ہے، وفات نہیں ہے۔

اتہام سیزدہم اور حاطب رضی اللہ عنہ

"مدارج النبوۃ" میں لکھا ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کو حضور انور نے مقوقس حاکم اسکندریہ کے پاس بغرض تبلیغ روانہ فرمایا تھا تو اس نے آپ پر اعتراض کیا کہ تمہارے نبی کو ہجرت کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟ کیوں نہ آپ نے کفار مکہ کے حق میں بددعا کی کہ وہ سب ہلاک ہو جاتے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ کو جب یہودیوں نے صلیب پر چڑھا کر قتل کیا تھا تو انہوں نے ان کے خلاف بددعا کیوں نہ کی تھی؟ مقوقس لاجواب

ہو گیا۔ اس روایت کے رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں اور یہی مذہب مصنف مدارج النبوۃ کا ہی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزائیوں نے صحیح عبارت نقل نہیں کی۔ اس لئے اپنے ارادہ میں ناکام رہے ہیں۔ اسد الغابہ، خصائص کبریٰ، اور استیعاب میں اصل عبارت یوں ہے کہ **ان حاطب بن ابی بلتعة قال لمقوقس حين اعترض عليه انک تشهد ان المسيح نبی فماله اذا ارادوا صلبه لم يدع عليهم ان يهلکهم الله حتی رفعه الله تعالیٰ فی السماء الدنيا فلما سمع مقوقس هذا الکلام قال انک لحکيم جئت من حکيم،** حاطب نے مقوقس کو جواب دیا تھا کہ آپ بھی تو حضرت مسیح کو نبی مانتے ہیں مگر جب یہودیوں نے آپ کو صلیب دینے کا ارادہ کیا تھا تو آپ نے کیوں نہ ان کو بددعا دی حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اب اس روایت سے ثابت ہوا کہ مرزائیوں نے عبارت نقل کرنے میں خیانت کی ہے اور خواہ مخواہ حاطب جیسی ہستی کو بدنام کیا ہے۔

اتہام چہاردہم اور محدثین

عام طور پر وفات مسیح کا ثبوت دیتے ہوئے محدثین کو بدنام کیا جاتا ہے کہ جنہوں نے یہ روایتیں نقل کی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک وفاتِ مسیح کا مسئلہ صحیح تھا۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ ''**لعن الله اليهود والنصاری اتخذوا قبور انبيائهم مساجد**'' یہود و نصاریٰ کو خدا لعنت کرے کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا۔ عیسائیوں کی قبر پرستی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح کی قبر تسلیم کی جائے اور آپ کی وفات واقعی ہو چکی ہو۔ **جواب** میں یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی قبر بھی معلوم نہیں تھی تو یہودی کس کی قبر کو مسجد بنا کر پرستش کرتے ہوں گے۔ صرف حضور ﷺ

نے نشان دیا تھا کہ بیت المقدس کے پاس ہے مگر آج تک یہود نے اس پر قبضہ نہیں بنایا۔ اس طرح حضرت مسیح کی قبر بھی ابھی تک دنیا میں صحیح طور پر موجود نہیں ہے۔ انیس سو سال بعد جو کشمیر میں قبر بتائی جاتی ہے وہ بھی یسوع یا یوز آصف کی قبر بتائی جاتی ہے، حضرت مسیح کی قبر نہیں بتائی جاتی کیونکہ مرزائی یسوع اور مسیح الگ الگ دو ہستیاں تسلیم کرتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ قبر حضرت مسیح کی ہی تصور کی جائے۔ تو پھر بھی اس حدیث شریف سے اس کی تکذیب ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ قبر واقعہ طور پر ہوتی تو عیسائی اس کی پرستش ضرور کرتے۔ لیکن پرستش تو کجا عیسائی اسے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اب اس حدیث سے پرستش کے قبر عنوان سے وفات مسیح کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نہ حضرت موسیٰ کا نام ہے اور نہ عیسیٰ کا۔ صرف قبر پرستی کا ذکر ہے یہود و نصاریٰ نے باقی انبیاء بنی اسرائیل کی قبور کو پرستش گاہ بنالیا تھا۔ عیسائیوں کے نزدیک چونکہ حضرت مسیح صلیب سے اتار کر تین دن کیلئے دفن کیے گئے تھے وہی جگہ قبر قرار پا چکی تھی۔ جس کی پرستش ہوتی ہے یا حضرت مسیح کی مورتی اور نقل قبر ان کے ہاں بنائی جاتی ہے، جس کو گرجاؤں میں پوجتے ہیں۔ بہر حال اس حدیث میں ایسے مجسمات یا فرضی قبریں یا دوسرے انبیاء کی قبریں مراد ہو سکتی ہے۔ جن کی پرستش کرتے ہیں اور حالات خارجی اس امر کے متقاضی نہیں ہے کہ اس حدیث میں جب تک قبر مسیح اور اس کی پرستش تسلیم نہ کی جائے، اس کا صحیح مفہوم پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس طرح تسلیم کرنے سے یہ حدیث بالکل خیالی رہ جاتی ہے اور اہل اسلام کے ذمہ بڑا بہتان بن جاتا ہے۔

واقعات بتار ہے ہیں کہ مسیح کی قبر پرستی کشمیر میں نہیں ہوئی اور نہ اب ہو رہی ہے اور جس قبر کی پرستش ہوتی ہے وہ بیت المقدس میں ہے اور پرستش کرنے والے آپ کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح صرف تین دن اس میں رہے تھے پھر

زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے تھے۔ اس لئے مرزائیوں کا یہ مطلب بالکل ثابت نہیں ہوسکتا کہ حضرت مسیح اب زندہ نہیں ہیں۔ اور آپ کی قبر کی پرستش کشمیر میں ہورہی ہے۔

احادیث ذیل کا بھی مرزائیوں نے مطلب بگاڑ کر وفات مسیح کی دلیل بنائی ہیں کہ:

۱......''انه وجد فی السموات ادم و ادریس وموسی وعیسی''(رواہ الشیخان)

۲......''لو ان اخی عیسی ابن مریم کان یمشی ولو زاد یقینا لمشی فی الهواء''(رواہ الحکیم عن زافر بن سلیم)

۳......''ولو ان اخی عیسٰی ابن مریم کان احسن یقینا مما کان لمشی فی الهواء وصلی علی الماء''(رواہ الدیلمی عن معاذ)

۴......''اعمار امتی ما بین الستین الی سبعین''(ترمذی)

۵......''ما منکم من نفس منفوسة تاتی علیها مائة سنة وهی حیة یومئذ''

۶......''کان فیما خلا من اخوانی من الانبیاء ثمانیة الاف ثم کان عیسی ابن مریم ثم کنت انا بعده''(رواہ الحاکم والترمذی)

۷......''ابو بکر خیر الاولین والأخرین الا النبیین والمرسلین''.

۸......'' اول الرسل ادم واخرهم محمد (حاکم)

۹......''بعثت الی الناس عامة''(رواہ احمد والنسائی)

۱۰......انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیمة (مسلم)

۱۱......''مابعث نبی الا شابا''(رواہ ابن مردویہ)

۱۲......''ما بعث اللّٰه نبیا فی قوم ثم یقبض الا جعل بعده فترة وملا جهنم من تلک الفترة''(طبرانی عن ابن عباس)

۱۳......''قال اللّٰه لعیسٰی ابن مریم انی باعث بعدک امة ان اصابهم ما

یحبون حمد و اوان اصابھم ما یکرھون صبروا" (طبرانی)

۱۴......"ان لکل امۃ اجلا وان لا متی مائۃ سنۃ فاذا مرت لامتی مائۃ سنۃ اتاھا ما وعد اللّٰہ بھا" (رواہ الطبرانی)

۱۵......"لم یبعث اللّٰہ نبیا الابلسان قومہ".

۱۶...... "بی ختم النبیون".

۱۷......"لو کان بعدی نبی لکان عمر".

۱۸......"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"

۱۹......"اقول کما قال العبد الصالح".

۲۰......"مسجدی اخر المساجد".

۲۱......"انا اخر الانبیاء".

۲۲......"انا تلک اللبنۃ".

ھذہ الاحادیث تدل علی ان المسیح ابن مریم لیس بحی وانہ لیس بنازل من السماء.

جواباً گزارش ہے کہ:

حدیث ۱: میں حضور ﷺ نے حضرت مسیح کو آسمان پر دیکھا تھا اور دوسرے انبیاء بھی اگرچہ زمین میں دفن تھے' ان کو بھی آسمان پر دیکھا تھا۔ اب دفن شدہ جب آسمان پر چلے گئے' تو زندہ کے چلے جانے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ حضور خود زندہ تھے اور احیاء و اموات دونوں سے ملاقات کر رہے تھے۔

حدیث ۲،۳: میں حضرت مسیح کا ہوا میں چلنا اور پانی پر دوڑنا اس صورت میں مذکور ہے کہ آپ کی قوت ایمانیہ انتہائی طاقت کو پہنچ گئی ہوتی اور قبل الرفع اس کا وقوع نہیں ہوا۔ اور عند

الرفع بھی آپ اپنی ذاتی قابلیت سے نہیں اٹھائے گئے بلکہ آپ کا اٹھایا جانا اس وعدہ کے ماتحت تھا جو خدا نے ﴿ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ ﴾ میں دیا تھا۔

حدیث ۴، ۵: میں امت محمدیہ کی کمی عمر مذکور ہے اور حضرت مسیح بھی جب آپ کی امت میں نازل ہو کر داخل احکام شرع ہوں گے تو آپ چالیس کے قریب ہی عمر پا کر دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔

حدیث ۶: میں حضور نے بعثت بیان فرمائی ہے کہ عیسیٰ کے بعد میری بعثت ہوئی۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلا نبی دوسرے کے بعد زندہ بھی نہیں رہ سکتا یا دو نبی ایک وقت میں زندہ نہیں رہ سکتے۔

حدیث ۷: میں حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت کا ذکر ہے۔ اور اس میں انبیاء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، پس اگر استثناء سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں نبی کوئی نہیں آئے گا تو یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ پہلے بھی نبی کوئی نہیں آیا۔

حدیث ۸: میں حضور کو آخری نبی بتایا گیا ہے، اس لئے مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت غلط ہوا اور حضرت مسیح کا نزول صحیح ہوا' کیونکہ آپ کی بعثت پہلے ہو چکی تھی۔ اس کی مثال یوں دیا کرتے ہیں۔ مثلاً زید کے چار بیٹے ہیں۔ سب سے بڑا زندہ رہا اور باقی مر گئے۔ تو کیا وہ پہلا آخری بیٹا بن جائے گا؟ نہیں آخری وہ ہی چوتھا بیٹا تھا۔ جو زندہ رہ کر مر چکا ہے، کیونکہ یہ گنتی پیدائش کی رو سے شروع ہوئی ہے، موت کے لحاظ سے نہیں ہوئی۔

حدیث ۹: میں حضور کی بعثت عامہ کا ذکر ہے اور اسی کے ماتحت حضرت مسیح بھی اسلامی حکومت قائم کریں گے۔

حدیث ۱۰: میں کثرت تابعداروں کی مذکور ہے کیونکہ حضرت مسیح کے تابعدار بھی نزول کے بعد آپ ہی کے تابعدار شمار ہوں گے۔

حدیث ۱۱: میں عموماً بعثت کا ذکر ہے کہ شباب میں ہوتی ہے اور حضرت مسیح بھی تیس رچالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے۔ اور عند النزول بھی آپ کا شباب قائم ہوگا۔ کیونکہ آپ نکاح کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی۔

حدیث ۱۲: میں ''فترۃ'' کا ذکر ہے اور حضور کے بعد بھی ''فترۃ'' کا زمانہ شروع ہو چکا ہے۔ جس میں اہل النار بھی پیدا ہوگئے ہیں اگرچہ تبلیغ بدستور جاری ہے اور حضرت مسیح بھی تبلیغ اسلامی میں کوشش فرمائیں گے۔

حدیث ۱۳: میں لمۃ محمدیہ کا ذکر ہے جس میں آپ خود داخل ہوں گے۔ اور امت محمدیہ ہی کی خدمت میں چالیس سالہ حکومت کریں گے، ورنہ احکام نصرانیت جاری کر کے امت محمدیہ کو نصاریٰ نہیں بنائیں گے۔

حدیث ۱۴: میں آرام کی عمر بتائی گئی ہے کہ سو سال بعد اس میں پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت مسیح کے وقت بھی امن قائم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس وقت میں بھی آپ کو مخالفین سے برسر پیکار ہونا پڑے گا۔

حدیث ۱۵: میں مذکور ہے کہ نبی کو اپنی قوم کے زبان میں احکام نازل ہوتے ہیں چنانچہ حضور کو عربی میں قرآن شریف نازل ہوا اور حضرت مسیح پر عبرانی میں انجیل اتری تھی اور جب آپ نازل ہوں گے تو تفہیم الٰہیہ سے عربی بھی سمجھ لیں گے۔ کیونکہ آپ کے عہد میں عربی اور عبرانی دو زبانیں قریب قریب علاقوں میں بولی جاتی تھیں۔ اس لئے دونوں تقریباً ایک ہی سمجھی جاتی ہیں۔ اب بھی یہودی عربی اور عبرانی دونوں بول سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مرزائیوں کے نزدیک جب آپ کو کشمیر، مصر، ہندوستان اور دور دراز ممالک میں سفر کرنا پڑتا تھا تو ظاہر ہے کہ آپ صرف عربی ہی نہیں سیکھ چکے تھے بلکہ تمام زبانیں سیکھ چکے تھے۔ جو ایشیا میں بولی جاتی تھیں مگر تاہم آپ پر انجیل اتری تو صرف عبرانی میں اتری تھی۔ حضور کے

وقت میں بھی قرب وجوار میں فارسی، عبرانی، حبشی اور مصری وغیرہ بولیاں بولی جاتی تھیں۔ مگر قرآن شریف اترا تو صرف عربی زبان میں اترا۔ لیکن افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو الہام ہوتے ہیں اور وحی آتی ہے۔ تو پنجابی، فارسی، عربی، عبرانی اور انگریزی میں آتی ہے۔ حالانکہ آپ کی قوم کی زبان صاف پنجابی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس معیار کے مطابق نبی نہ تھے۔

حدیث ۱۶ سے ۲۰: تک یہ بیان کیا ہے کہ آپ کی بعثت آخری ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ زندگی کے لحاظ سے بھی آپ آخری نبی ہیں کیونکہ اسلام نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے بعد سو سال تک یقیناً زندہ رہے تھے۔ اختلاف صرف اتنا ہے کہ سو سال بعد بھی اب تک آپ زندہ ہیں یا نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح بھی بعثت کے لحاظ سے پہلے ہیں اور اختتام اور زندگی کے رو سے حضور کے بعد ہیں اور حضرت خضر، الیاس اور حضرت ادریس بھی روایات کے رو سے جب زندہ ہیں اور ان کا اختتام عمر حضرت مسیح سے بھی بعد میں ہوگا۔ کیونکہ وہ ملکوتی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس زندگی کا اختتام قیامت کو ہوگا۔

اتہام پانزدہم اور مفسرین

عام طور پر یوں بھی کہتے ہیں کہ مفسرین بھی وفات مسیح کے قائل ہیں اور ان کی عبارتیں جو کسی دوسرے مقام پر ہوتی ہیں، نقل کر کے حیران کر دیتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کی اصلی عبارتیں حضرت مسیح کے متعلق نقل کی جائیں۔

"**ألستم تعلمون ان ابنا حی و ان عیسی یاتی علیه الفناء**". (ابن جریر)

مرزائیوں نے یوں تحریف کی ہے **لقد اتی علیه الفنا** حالانکہ یہ کوئی موقع مضارع کو ماضی

میں لینے کا نہیں ہے اور کوئی اقوی سند بھی پیش نہیں کی۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ رفعه جبریل الی السماء من الکوۃ (روح المعانی تحت ایۃ ﴿ومکروا﴾) ورفعه منه الی السماء (روح المعانی تحت ایۃ ﴿انا قتلنا﴾) عن ضحاک ان فی الایۃ تقدیما وتأخیر او المعنی انی متوفیک بعد انزالک من السماء (معالم وعن قتادۃ ابن کثیر، مجمع البحار جلد ثالث، مدارک، تفسیر کبیر، خازن، ابوالسعود، کشاف، بحرمحیط، فتح البیان) انه علم للساعة ای امارۃ ودلیل علی وقوع الساعة (معالم، کشاف، مدارک، تفسیر کبیر، جمل وجیز، جلالین، خازن، جامع البیان، روح المعانی، ابو مسعود، بیضاوی، قنوی، درمنثور، محیط) وفیما عهد الی ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان (ابن کثیر)ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة (ابن کثیر).

فلو سلم ان المسیح اثنان ناصری وقادیانی. فالناصری یقول انی نازل من السماء واما القادیانی فلم یقل شیئا فافهم وتدبر.

قول الحسن فی ﴿متوفیک﴾ وفاۃ المنام فرفعه اللّٰه وهو نائم (ابن کثیر) فسقط ما قیل ان المیت لیس براجع لقوله تعالیٰ ﴿انهم لا یرجعون﴾ لان الموت مرادف المنام ههنا. لااترککم یتامی وانا اتیکم عن قلیل واناحی (مستدرک، احمد) لیهبطن عیسیٰ ابن مریم ولیقفن علی قبری ویسلمن علی ولاردن علیه (ابوهریرۃ، ابن عساکر) یوشک من عاش منکم کانه اشار الی خضر علیہ السلام ان یلقی عیسیٰ ابن مریم (احمد) ینزل عیسیٰ ابن مریم مصدقا بمحمد ﷺ علی ملته (کنز) الاانه خلیفتی فی امتی (ابوداؤد) لن تهلک امة انا اولها وعیسیٰ اخرها والمهدی اوسطها (احمد، ابونعیم)

مرزائی اس روایت کو یوں بگاڑتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پہلے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا اور اخیر میں عیسیٰ بن گئے تھے یہ خاص تحریف ہے۔ کیونکہ وہ تو مریم بھی بن گئے تھے، ایک دفعہ حیض بھی آیا تھا، پھر ایک دفعہ خدا بھی بنے تھے، یہ سب کچھ بنتے تھے آدمی کہاں تک مانتا جائے گا۔ **ینزل** کا معنی پیدائش کرتے ہیں مگر **'یھبطن'** میں یہ تحریف نہیں چل سکی۔ **لیوشک ان ینزل فیکم ابن مریم** (رواہ البخاری) **"فینزل عیسٰی ابن مریم فیقول الامیر تعال صل بنا فیقول لا"** (رواہ مسلم فی صحیحہ) مرزائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم ہی امام ہوں گے، امام مہدی کا وجود نہیں ہے۔ مگر اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ یہ دو شخص ہیں اور آپ اس وقت امامت صلوٰۃ کا انکار فرمادیں گے۔ کیونکہ امام صاحب نے شروع کی ہوگی ورنہ امامت کبریٰ یعنی حکومت اسلامی اور خلافت محمدی سے انکار نہیں کریں گے۔ **"یدفن مع رسول اللّٰہ ﷺ فیکون قبرہ رابعا"** (تاریخ بخاری) **"لیھلن بفج الروحاء"** (مسلم عن ابی ھریرہ) **"یتزوج ویولد"** (مشکوۃ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

اتہام شاز دہم اور اقوال الرجال

مرزائی فتنہ نام لے لیکر لوگوں کو بدنام کرتا رہتا ہے کہ اہل سنت میں سے چند ایک وفات مسیح کے بھی قائل ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ ذیل کی تحریرات اس کی تائید کرتی رہتی ہیں۔ **قبل موتہ ای قبل موت عیسٰی "عن ابی ھریرۃ والذی نفس ابی القاسم بیدہ لینزلن عیسٰی ابن مریم. واقرءوا ان شئتم ﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ﴾ الأیۃ"** (ابن حجر عسقلانی) **اولی بالصحۃ ھو انہ لا یبقی من اھل الکتب بعد نزول عیسٰی الا امن قبل موتہ** (ابن کثیر) **اما الذی قال لیؤمنن**

بمحمد قبل موت الکتابی مما لاوجه له لانه اشد فسادا مما قیل لیومنن قبل موت الکتابی لانه خلاف السیاق والحدیث. فلا یقوم حجة بمحض الخیالی فالمعنی لیومنن بعیسی قبل موت عیسیٰ(ابن جریر) فاندفع ما قیل ان عیسی قد مات وصلب فی قول النصاریٰ واما الروایة عن ابن عباس قبل موتهم فضعیف لان روایة علی بن طلحة لم یثبت سماعه عن ابن عباس واما نجیح عن مجاهد عن ابن عباس لو ضربت عنقه لم تخرج نفسه حتی یومن بعیسی فهو مدلس لم یسمع التفسیر کله عن مجاهد بل عن قاسم بن ابی بزة وربما دلس وهو من السادسة (میزان وتقریب) واما محمد بن حمید قال حدثنا ابن نمیلة یحی بن واضح ناحسین بن واقد عن یزید النحوی عن عکرمة عن ابن عباس لایموت الیهودی حتی یشهد ان عیسی عبد اللّٰه ورسوله ولو عجل علیه بالسلاح قال الذهبی محمد بن حنیف ضعیف کثیر المناکیر(ابن ابی شیبة)فیه نظر(بخاری)اشهد انه کذاب (کوسج) کنا نتهمه ما رایت اجرأ علی اللّٰه منه کان یقلب الحدیث (صالح) (میزان)متوفیک ای متمم عمرک ورافعک الی سمائی واصونک عن ان یتمکنوا من قتلک (رازی) مستوفی اجلک (کشاف) لما خطرفی بعضهم ان اللّٰه رفع روحه لاجسده ذکر انه رفعه بتمامه اذ تأید بقوله لا یضرونک من شیٔ (رازی)لما زعم النصاری ان اللّٰه رفع روح عیسی وبقی فی الارض ناسوته رد اللّٰه علیهم برفعه بجسده وروحه جمیعا الی السماء (خازن)آخذک وافیا بروحک وبدنک فیکون ﴿ورافعک﴾ کالمفسرله (روح المعانی) ﴿متوفیک﴾ یدل علی جنس التوفی اصعادا او موتا ورافعک تعیین له

ولم یکن تکرارا. اجعلک کالمتوفی فی انقطاع الخبر (رازی) ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ عن شهواتک وحظوظ نفسک فصار حاله کحال الملائکة فی رزالها (مفاتیح الغیب) متوفی عملک فبشره اللّٰه تعالٰی بقبول طاعته واعماله ((رازی) عن الربیع مینمک علی حد قوله یتوفیکم باللیل (معالم، درمنثور) وما قبل فی الدر المنثورعن وهب او ابن اسحاق ان اللّٰه توفاه سبع ساعات او ساعات ثلث من نهار ثم رفعه اللّٰه افتراء وبهتان لیس الازعم النصاری (روح المعانی) عن ابن عباس ممیتک قال ابن رحیم لم یسمع علی بن طلحة التفسیر عن ابن عباس وله اشیاء منکرات (میزان)بین علی وابن عباس مجاهد لم یسمعه منه (تهذیب التهذیب) ارسل علی عن ابن عباس ولم یره (تعریب) قال البخاری ما ادخلت فی کتابی الا ماصح المراد منه الاحادیث السنة دون التعالیق والاثار الموقوفة علی الصحابة ومن بعدهم والاحادیث المترجم بها ونحو ذلک(فتح المغیث) قال القرطبی ان اللّٰه رفعه من غیر وفات ولانوم وهو اختیار الطبری وابن عباس(روح المعانی) فرد ما قبل ان الکرمانی قال ممتیک عند ابن عباس(عمدة القاری ۵۳) الصحیح رفع عیسی علی السماء من غیر وفات کما رجحه اکثر المفسرین واختاره ابن جریر (ابوالسعود) اتفق اصحاب الاخبار والتفاسیر علی رفع ببدنه حیا انما اختلفوا فی انه مات قبل الرفع اونام (تلخیص الجبیر)قد تواترت الاخبار بنزول عیسٰی حیا جسما اوضح ذلک الشوکانی فی مولف مستقل وصحح هذا القول الطبری (فتح البیان) اجمع الامة علی ما تضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسٰی فی السماء وانه ینزل فی اخر الزمان (بحر محیط)

الاجماع علی انہ حیّ فی السماء (وجیز) الدلیل علی نزول عیسی قولہ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ (یواقیت) القول الصحیح بانہ رفع وھوحیّ (ارشاد الساری) ان اللّٰہ رفعہ وھو حی فی السماء الرابعۃ (فتوحات مکیہ) فاندفع ما قیل ان الشیخ قائل بوفاتہ الانہ قال اتصل روحہ عند المفارقۃ عن العالم السفلی بالعالم العلوی (تفسیرہ ۱۶۲،۱) فلما توفیتنی رفعتنی الی السماء واخذتنی وافیا وما قیل انہ رفعہ بعد الوفاۃ فلیس بشیء (فتح البیان) قبضی بالرفع الی السماء کما یقال توفیت مالہ اذا قبضتہ. روی ھذا عن الحسن وعلیہ الجمھور وعن الجبائی امتنی وادعی انہ رفعہ بعد موتہ وعلیہ النصاری (روح المعانی) فلما رفعتنی فالمراد بہ وفاۃ الرفع (خازن) توفیتنی بالرفع الی السماء کقولہ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ فان التوفی اخذ الشیٔ وافیا (ابو سعود) مراد وفاۃ الرفع الی السماء (رازی) ذھب الجمھور فلما توفیتنی اذا کان یوم القیمۃ وقیل ھذا القول عند رفعہ الی السماء الاولی والاول اولی (فتح البیان) فما قال المرزا فی ازالتہ انھم لا یستحیون اذا یجعلون الماضی بمعنی المضارع مع اذ. اذ یجعلہ مختصا بالماضی. فمردود اذ قد یفید الظرفیۃ کقولہ تعالیٰ ﴿وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ﴾وقال ابن کثیر روی ابن عساکر عن موسی الاشعری قال" قال رسول اللّٰہ اذا کان یوم القیمۃ یدعی بعیسٰی فیکون نعمۃ ثم یقول عانت قلت للناس لایۃ حکی ابن اسحاق عن قتادہ عن الحسن ان الضمیر فی قولہ انہ علم للساعۃ لعیسی فان السیاق فی ذکرہ کذا عن مجاھد وابی ھریرۃ وابن عباس وابی العالیۃ وابی مالک وعکرمۃ والحسن وقتادہ وضحاک

وغیرهم (ابن کثیر) وانه ای خروج عیسی قبل القیمة خرجه الحاکم وابن مردویة عن علی و ابی هریرة مرفوعا (فتح البیان، معالم، کشاف، وغیرهم من التفاسیر) المقربین اشارة الی الرفعه الی السماء(ابو سعود)فیه تنبیه علو مرتبة وانه رفعه علی السماء (فتح البیان) کونه من المقربین رفع الی السماء وصحبة الملائکة (کشاف)کان اختصاصه عن سائر البشر بالولادة عن غیر اب وبالعلم بالمغیبات وبالرفع الی السماء (رازی) قد اجتمعت الامة علی نزول لم یخالفه احد من اهل الشریعة سوی الفلاسفة الملاحدة ممن لا یعتد بخلافه ولیس ینزل بشریعة مستقلة عند النزول وان کانت النبوة قائمة به (سفارینی) من قال ان بعد محمد نبیا غیر عیسٰی فانه لایختلف اثنان فی تکفیره (ابن حزم فی فصله، ۳/۱۳۹، ۱۸۰/۵/۲، ۲/۳۵، ۲/۷۷) فاندفع ما قیل ان ابن حزم قائل بوفاته (حاشیة جلالین) ورد ما فهم من قوله ان النبی رأی الانبیاء روحا روحا لیلة المعراج (فصل ۷۸/۱) بینا الناس قیاما یستمعون لاقامة الصلوة فتغشاها فاذا عیسٰی فذ نزل (الامام مالک فی العتبیة) فرد ما قیل انه قال بموته (مجمع البحار) وکذاک رفع الروح عیسی المرتضی حقا علیه جاء فی القراٰن فرد ما قیل انه قائل بوفاته اذ قال انما استقرت ارواحهم بعد مفارقة البدن (زادالمعاد) وقال اما ما یذکر عن المسیح انه رفع وله ثلاث وثلاثون سنة فهوقول النصاری (زادالمعاد) الاحادیث الواردة فی نزوله متواترة (کتاب الاذاعة للشوکانی) لو کان موسی و عیسیٰ حیین (ای فی الارض) لکانا من اتباعه واذا نزل عیسٰی فانما یحکم بشریعة محمد ﷺ (مدارج السالکین لابن قیم) وجاعل الذین اتبعوک سیظهر غلبة المسلمین علی النصاری عند

نزول المسیح (الجواب الصحیح لابن تیمیۃ) عن کعب اذ سمعوا اصوتا فی الغلس اذا بعیسی وتقام الصلوۃ فیرجع الامام ویقوله عیسی تقدم فلک اقیمت الصلوۃ ثم یکون امام المسلیمن بعد (مرقاۃ) فلما توفیتنی التوفی هوالرفع (تفسیرمظهری) ان عیسی یاتی علیه الفناء (ابن هشام).

انصاری مصر والشام لا یقولون بصلبه بل یقولون برفعه بجسده وان نزول من اشراط الساعة (الجواب) نصاری سوریا اقربهم الی العلم بالصلب واهل مصرکک فشهادتهم احق بالقبوله. وانکرمعهم تسع منهم(الفارق) ان بطریق القسطنطینة فوطس نقل عن کتاب سیر الحواریین ان عیسی لم یصلب بل انما صلب مکانه (چراغ علی) انما الصلب من مخترعات بولس واتباعه الذین لم یروا المسیح (دی یونس)کان اصل العبارة فی سفیر دانیال ان المسیح یقع السعی فی قتله ولا یقع فحرفوها ان المسیح یقتل (عقیدۃ السلام)عاش عیسی خمسا وعشرین سنة و مائة ای قبل الرفع (ما ثبت بالسنۃ) ومن قال ان عیسی ینزل بروزا وهو مردود (اقتباس الانوار)

نواب صدیق الحسن کے ذمہ وفات مسیح کا قول لگایا گیا ہے کیونکہ آپ نے حدیث ”عاش مائة وعشرین سنة“ نقل کی ہے حالانکہ انہوں نے اس حدیث کو عند الرفع عمر عیسیٰ پر دلیل بیان کی ہے اور اپنی کتاب ”حجج الکرامۃ“ میں نزول مسیح کا مستقل ذکر کیا ہے اور ترجمان القرآن تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ ہے۔ اس میں ”مات الانبیاء کلهم“ اگر مذکور ہے تو حضرت عیسیٰ کا اس میں نام نہیں ہے۔ علی الہجویری معروف داتا گنج بخش کے ذمہ بہتان لگایا گیا ہے کہ آپ نے ”کشف المحجوب“ میں وفات مسیح کا قول کیا ہے حالانکہ اس میں

صرف اتنا مذکور ہے کہ حضور شب معراج میں حضرت مسیح کو دوسرے انبیاء کی صف میں ملے تھے۔اب اتنی بات سے یہ سمجھ لینا کہ دوسروں کی طرح وہ بھی وفات پا چکے تھے کمال خوش فہمی ہوگی۔تفسیر محمدی منزل اول میں یہ لفظ مذکور ہیں ''موت عیسٰی نوں'' ہوئی۔مگر اس نے کسی کا قول نقل کیا ہے،اپنا مذہب بیان نہیں کیا۔لطائف القرآن میں مذکور ہے''**وجب نزوله ببدن اخر**''اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ تناسخ کے طریق مرزا صاحب میں حضرت مسیح جسم لیں گے،بلکہ یہ مراد ہے کہ ان کا نزول جسم ملکوتی میں ہوگا اور یہ قول خلاف عقیدہ اسلام ہے۔امام قسطلانی نے''**عاش اربعین سنة**''روایت کیا ہے۔''زرقانی'' نے قول نصاریٰ تینتیس (۳۳) سال عمر بیان کی ہے۔اصابہ مستدرک اور حاشیہ جلالین میں ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر مذکور ہوئی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یوں منقول ہے مگر یہ تمام اختلافات عمر عند الرفع میں ہیں۔آپ کی تمام عمر کسی نے نہیں بتائی۔''تفسیر التوضیح المجید'' میں اگر لفظ ﴿ **تُوَفّی** ﴾ کا معنی موت کیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس مفسر نے وفات مسیح کا قول بھی کتاب اللہ سے کیا ہے۔حضرت خواجہ محمد پارسا نے اگر حدیث''**لو کان موسیٰ وعیسٰی**''ذکر کی ہے تو ان کو دھوکہ لگا ہوا ہے ورنہ یہ ابن قیم کا قول ہے،حدیث نہیں ہے کما مر۔خاقانی کہا ہے کہ کجا عیسی مریم کہ مردہ زندہ میکردے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اب دنیا میں نہیں ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ آسمان پر بھی زندہ نہیں ہے۔میبذی شارح دیوان کا قول ہے کہ روح عیسی در مہدی بروز کند و نزول عیسی مراد از ہمیں بروز است۔یہ عبارت مرزائیوں کو سخت مشکلات میں ڈالتی ہے کیونکہ مرزا صاحب نے دعاوی میں **لا مھدی الا عیسی**،کہہ کر مہدی کا انکار کیا ہے اور اس عبارت میں عیسیٰ کا انکار کیا ہے ورنہ ہمارے نزدیک یہ قول مردود ہے کیونکہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔احمد مقری مالکی کا قول ہے کہ **انما کان الامام منا لئلا یخالف قوله ﷺ لا**

نبی بعدی (فتح الطیب) اس کا مطلب یہ ہے کہ امام مہدی امت محمدیہ میں پیدا ہوں گے اور نبی ہونے کا دعویٰ نہ کریں گے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے مہدی ہوکر مسیحیت کے پیرایہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے ''بستان ص ر ۳۳۵'' میں آپ کی عمر تین سو تینتیس (۳۳۳) روایت کی ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ آپ نے یہ ساری عمر گزاری بھی ہے۔ اس لئے اس قول سے وفات مسیح پر استدلال قائم کرنا صحیح نہیں ہے۔ سید مظہر حسن سہارنپوری التہذیب المبین میں لکھتے ہیں کہ حضور نے شب معراج میں انبیاء کی روحیں دیکھی تھیں۔ مگر یہ نہیں تصریح کی کہ حضرت عیسیٰ کو بھی روحانی حالت میں دیکھا تھا۔ حالانکہ وہ تو پہلے ہی روح کہلاتے تھے۔ اسلئے وفات کا الزام سید صاحب پر نہیں لگ سکتا مولوی غلام حیدر اور علمی نے خطبات الجمعہ میں کہا ہے کہ عیسیٰ کہاں، ہارون کہاں اور ہم بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ کہاں، کیا اس سے وفات مسیح ثابت ہوگی؟

مولوی محمد جان لکھتے ہیں۔ شعر

سنو یارو جویں اگلے سدھارے — نہ مڑ کے ول ساڈے مڑ کے آئے

یعنی جو مر گئے ہیں وہ نہیں مڑے مگر حضرت مسیح نہیں مرے۔ مولوی غلام رسول کا قول ہے ''گئے سب چھوڑ یہ فانی اگر دانا و نادان ہے۔'' فقیر اللہ صحاف کا قول ہے ع

از اولیاؤ اتقیا واز اصفیا وانبیاء — رفتند ازیں دار الفناء انا الیہ راجعون

خطبات حنفیہ میں ہے کہ آدم سے لیکر اب تک ع

جس قدر پیدا ہوئے دخت وپدر — جب کر چکے عمریں بسر ہو کر فنا جاتے رہے

ان اقوال کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر یہی حال ہے کہ لوگ مر گئے ہیں۔ سرسید نے اگرچہ ''وفات مسیح'' کا قول کیا ہے تو وہ مرزائیوں کا دادا ہے، ورنہ اہل سنت والجماعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قاضی غلام محی الدین امام بٹالر نے مسیح کی عمر اگر ایک

سو تیس (۱۳۰) سال لکھی ہے تو عند الرفع مراد ہوگی ورنہ اس کا قول حجت شرعی نہیں ہے۔ اسی طرح یوں کہنا بھی بے فائدہ ہے کہ مولوی ان شاء اللہ ایڈیٹر وطن نے ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ کا معنی **ممیتک** کیا ہے۔ یا سید رشید رضا نے رسالہ منار میں لکھا ہے کہ **التوفی معناہ الموت حقیقۃ اذ ھو المتبادر** ۔ یا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار نے لکھا ہے کہ مسیح نے موت کا پیالہ پی لیا ہے۔ یا ایڈیٹر المنیر غلام حسین کا قول ہے کہ تمام انبیاء مر گئے ہیں۔ (نومبر ۱۲ء) یا شجاع اللہ ایڈیٹر رسالہ الملۃ میں لکھا ہے کہ **وفات الانبیاء کلھم حق،** یا ابو الکلام نے کہا ہے کہ وفات مسیح کا قول حق ہے۔ (پیغام صلح ۲۳ء) یا مولوی چراغ علی وخرم علی نے کہا ہے کہ وفات مسیح ہو چکی ہے۔ وغیرہ وغیرہ ایسے اقوال ہیں کہ جو اسلامی حیثیت سے حجت شرعی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ صراحۃ اجماع امت، قرآن وحدیث اور تحقیق اسلام کے خلاف ہیں اسی طرح اگر مولوی عبد السمیع رام پوری نے ''انوار ساطعہ'' میں لکھا ہے کہ روح عیسیٰ اور روح ادریس نے آسمان پر دو ہزار سال کی مسافت طے کی ہے، تو اس کا مطلب یوں ہے کہ وہ دونوں ابھی تک زندہ ہیں ورنہ مردوں کی روحوں کی رفتار کا ذکر کبھی کسی نے نہیں کیا۔

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ **ثبت اجتماع ارواح الانبیاء فی البیت المقدس وایضا قال انزلت ارواح الانبیاء الی البیت المقدس لیلۃ المعراج** اور حضرت عیسیٰ خود روح تھے تو پھر یہ قول حیات مسیح کے خلاف نہ ہوا۔ مصنف التاویل الحکم شرح متشابہ خصوص الحکم میں مذکور ہے کہ **فالمسیح میت کما فی التوراۃ،** مگر یہ مذکور نہیں ہے کہ **المسیح مات** اسی طرح ''اسغول کچھ نہ پھول'' کے مطابق باقی اقوال بھی رہنے دو ان سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اخیر میں مرزا صاحب کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ جس میں انہوں نے جب وہ

مسلمان تھے، اقرار کیا ہے کہ ''حیات مسیح کا قول صحیح ہے۔'' اور خلیفہ نور الدین نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ خدا نے فرمایا ہے کہ ''اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف''۔ (تصدیق براہین احمدیہ، ص/۵۸ از طرف نور الدین بھیروی) ﴿اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ میں تجھے پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ (براہین، ص/۵۱۹) اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا۔ یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ (براہین ص/۵۷۷) پھر براہین ص/۳۶۱ میں لکھتے ہیں کہ ''حضرت مسیح نے کہا تھا کہ میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبہ کمال پہنچا دے گا۔ سو حضرت مسیح انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمان میں جا بیٹھے''۔ براہین، ص/۳۶۹ میں ہے کہ مسیح ایسے ایسے دکھ اٹھا کر باقرار عیسائیوں کے مر گیا۔ اور براہین ص/۴۹۹ میں لکھتے ہیں کہ ﴿هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى﴾ جسمانی اور سیاست کے طور پر حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، قرآن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع اطراف و آفاق میں پھیل جائے گا۔ ''توضیح المرام'' ص/۳ میں لکھا ہے کہ اب ہم صفائی کے ساتھ بیان کرنے کیلئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے۔ وہ دو نبی ہیں **ایک** یوحنا جن کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے اور دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ اب مرزائی بتائیں کہ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے وفات مسیح کا قول کیوں کیا جاتا ہے؟ کیا صرف اس لئے کہ مرزا صاحب نے عقیدہ بدل دیا تھا یا اس لئے کہ یہ تحقیق اسلامی تصریحات کے خلاف تھی؟ نہیں بلکہ اس لئے کہ مرزا صاحب اور خلیفہ نور الدین نے اسلام چھوڑ دیا تھا اور اپنے آپ کو فلاسفہ ملاحدہ میں شامل کر کے ایک نئے اسلام کی بنیاد ڈالی تھی جو کسی طرح بھی اہل اسلام کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

۱۹...... مباحثات مرزائیہ ......" تَوَفّی "

۱...... **توفی** کا لفظ قرآن شریف میں ہر جگہ موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے بالخصوص جبکہ اس کا فاعل خدا ہو، مفعول انسان اور باب تفعل ہو۔ اس اصول سے ﴿ **مُتَوَفِّيكَ** ﴾ کا معنی **ممیتک** ہوا۔

جواب: اپنی طرف سے ایسے قیود لگانا لغت کے رو سے ناجائز ہے عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جہاں کہیں کسی لفظ کی سند محاورات عرب سے پیش کی جاتی ہے وہاں فاعل، مفعول یا باب کی تخصیص نہیں کی جاتی۔ ابھی ہم دکھائیں گے کہ حلب کے معنی میں مرزائی محاورات پیش کرتے ہیں تو کسی قسم کی ایسی خصوصیت پیش نہیں کرتے، ورنہ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ **رَفَعُ** کا لفظ **تَوَفّی** کے بعد یا تو خود **تَوَفّی** کا لفظ **رَفَعُ** سے پہلے ضرور زندہ آسمان پر اٹھا لے جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر مرزائی اپنے دعویٰ پر انعام کا اشتہار دیتے ہیں تو ہم بھی اعلان کرتے ہیں کہ اگر ہمارے شرائط کے ماتحت **توفی یا رفع** کا معنی موت یا رفع مراتب کے معنی کہیں دکھایا جائے تو ہم بھی جو چاہیں انعام دینے کو تیار ہیں۔ اور اگر ایسی خصوصیات سے آزاد ہو کر تحقیق کرنا مقصود ہے تو یہ معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ **توفی** کا اصل **وفاء** ہے، موت نہیں جس کا مفہوم **قبض الشي وافياً**، پورا پورا لینے کے ہیں۔ جیسے **تَوَفَّيْتُ مَالَهُ** میں نے اس کا مال وصول کر لیا۔ **تَوَفَّيْتُ عَدَدَ الْقَوْمِ**، میں نے اس کی پوری پوری مردم شماری کر ڈالی۔

شعر

ان بنی الادرد لیسوا من احد ولا توفاهم قریش فی العدد

بنی ادرد کوئی ہستی نہیں رکھتے اور نہ ہی قریش نے ان کو اپنی مردم شماری میں لیا ہے یا اس کا مفہوم نیند وغیرہ بھی ہوتا ہے جیسے **قال ابو نواس شعرا فلما توفاه رسول الکری**

ودیت العینان فی الجفن "جب نیند کا قاصد آ گیا اور آنکھوں نے پلکوں کے نیچے چلنا شروع کیا۔" **قال الزجاج فی قوله تعالیٰ ﴿حَتّٰی اِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ﴾** کو جب ہمارے فرشتے کفار کو عذاب دینے آتے ہیں۔ **وقیل بمعنی یسئلونهم** اور یا ان سے سوال کرتے ہیں۔ اب ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ **توفی** کا معنی سوال، وصول، نیند، مردم شاری، وصولیت اور عذاب دینا بھی ہے۔ اب ہم مرزائی شرائط کے ماتحت بھی **توفی** کا معنی غیر موت دکھاتے ہیں۔

اول...... ﴿**اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا**﴾ کہ اللہ تعالیٰ نفسوں کو موت کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ اور یہ معنی صحیح نہیں ہو سکتا کہ ان کو موت کے وقت مار ڈالتا ہے کیونکہ روح اور جسم میں مفارقت کا نام موت ہے۔ اب خود ایک دفعہ جدا ہونے کے وقت دوبارہ جدائی کیسے ہو گی؟

دوم...... ﴿**یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ**﴾ رات کو خدا تم کو نیند دیتا ہے نہ یہ کہ مار ڈالتا ہے۔ ورنہ ہر روز صبح لوگوں کی جائداد ورثاء میں تقسیم ہو جایا کرے اور بیوی دوسرے کے گھر چلے جائے۔

سوم...... "تاج العروس" میں ہے۔ **توفاه اللّٰه: ادرکه الموت**، یعنی اس کو موت آ گئی۔ یہ معنی نہیں کہ وہ مر گیا۔ اور ان دو معنوں میں فرق ہے۔

چہارم...... صحاح میں ہے کہ **قبض روحه** خدا نے اس کی جان کو قبض کر لیا، نہ یہ کہ اس کو مار ڈالا، کیونکہ یہ مفہوم بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ جیسے **کسرته فانکسر** یعنی میں نے اسے توڑا اور توڑنے کے بعد وہ ٹوٹ گیا۔

پنجم...... مرزا صاحب نے براہین کے باب اول میں ص۵۱۹ پر اپنے الہام لکھے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے یا احمدی...... ﴿**اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ**﴾ پھر اس کا اردو میں خود ہی ترجمہ بھی کیا ہے کہ "میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور

(مرزائیوں کو) اہل اسلام پر غلبہ دوں گا۔'' ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ یہ الہام پورا ہوا یا نہیں۔ ہم تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس الہام میں متکلم خدا تعالیٰ ہے اور مخاطب مرزا صاحب ہیں اور خدا نے آپ پر **توفی** کا لفظ حسب شرائط مرزائیہ استعمال کیا ہے اور مخاطب مرزا صاحب نے اپنے الہام کا خود ہی تکمیل نعمت سے ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ حسب شرائط مرزائیہ بھی **توفی** کا معنی ہر جگہ موت یا قبض تام یا قبض ناقص نہیں ہے اب اگر یہ عذر کیا جائے کہ براہین کے وقت مرزا صاحب حیات مسیح کے قائل تھے اور اس خیال کے دباؤ سے آپ نے معنی کر لیا تھا تو ہم کہیں گے کہ اس الہام میں حضرت مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صرف مرزا صاحب سے باتیں ہو رہی ہیں اور آپ کو مسیح بنایا جا رہا ہے اور طرح طرح کی امنگیں پیدا کی جا رہی ہیں کہ تمہیں رفعت ہوگی اور مرزائی غیروں پر فوقیت پائیں گے۔ انہی امید افزائیوں کے مطابق **توفی** کا ترجمہ بھی تکمیل نعمت کے سوا کرنا مرزا صاحب نے پسند نہیں کیا تھا اور انہی امیدوں کی امنگ میں آپ کے قلم سے تکمیل نعمت کا وعدہ لکھا گیا، نہ اس دباؤ سے کہ اس وقت مرزا صاحب حیات مسیح کے قائل تھے۔ سوچو اور خوب غور کرو کہ مرزا صاحب کو موت کے وعدہ دینے میں کچھ خوبی ہی پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ادھر ادھر تو غلبہ اور کامیابی کا وعدہ دیا گیا تھا اور اگر بیچ میں موت کا وعدہ بھی کیا جاتا تو سارا لطف جاتا رہتا اور کلام بے جوڑ بن جاتا۔ اخیر میں ہم یوں بھی کہتے ہیں کہ اگر بالفرض عقیدہ تبدیل ہو چکا تھا تو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ الہامی زبان بھی غلط ہو گئی ہے۔ کیا جو کتاب منسوخ ہو جاتی ہے وہ محاورات کے رو سے غلط بھی ہو جاتی ہے؟ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ تنسیخ اور چیز ہے اور تغلیط اور ہے۔ اب اگر نسخ اور غلط کو ہم معنی تصور کیا جائے تو اس الہامی عبارت میں ماننا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کا ملہم اس وقت عربی الفاظ بیجا اور غلط استعمال کرتا تھا اگر اس کو معلوم ہو جاتا کہ **توفی** سے موت کا مفہوم ہی مراد لیا

جاتا ہے تو کبھی مرزا صاحب کو توفی کا وعدہ نہ دیتا۔ بلکہ اس جگہ صاف یوں کہتا کہ **یا احمدی انی مکمل نعمتی علیک** میں تجھ پر اپنی نعمت مکمل کرنے والا ہوں۔ اگرچہ **توفی** اپنے اصلی مفہوم (موضوع لہ) میں موت کا ہم معنی نہیں ہے کیونکہ موت نفس اور جسم کے باہمی تعلق کو توڑنے کا نام ہے مگر عام محاورہ میں قرآن شریف موت کی جگہ استعمال کرتا ہے۔ تو آیت زیر بحث میں وہی معنی کیوں نہ لیا جائے گا؟

لفظ **توفی** کی نظیر لفظ یقین ہے۔ عام محاورات میں اس کا معنی پختہ اعتبار کا ہے۔ جیسا عین الیقین اور حق الیقین مذکور ہے مگر صرف ایک جگہ میں موت کا معنی بھی لیا گیا ہے کہ ﴿ **وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ** ﴾ تا دم مرگ خدا کی عبادت کرو۔ اسی طرح **توفی** کا لفظ قرائن کے ماتحت گو موت کا معنی دیتا ہے مگر صرف ایک جگہ ﴿ **مُتَوَفِّیْکَ** ﴾ میں چونکہ ﴿ **رَافِعُکَ** ﴾ کے ساتھ مستعمل ہوا ہے اپنے اصلی معنی میں استعمال کیا گیا ہے اس کے نظائر اور بھی بہت ہیں۔ دیکھئے موت کے معنی میں یہ فقرے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ انتقال ہوگیا، وصال ہوگیا، صعود ہوا، خدا کی طرف گیا، رخصت ہوگیا۔ **مضی لسبیله، قضی نحبه، انتقل الی رحمة الله** وغیرہ اب یہ لفظ اپنے اپنے اصلی معنی کی رو سے موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوسکتے مگر لازمی معنی عام محاورات میں مردہ کے بارے میں اس کا معنی موت ہی لیا جاتا ہے۔ مگر جب کسی خاص موقعہ میں زندہ پر استعمال کئے جائیں تو وہاں موت کا معنی سمجھنا بیوقوفی ہوگا۔ مثلاً ہم اپنے مہمان کے متعلق یوں کہتے ہیں کہ یہاں سے رخصت ہوگیا۔ دوست ملے تو کہیں گے کہ وصال یا وصل محبوب ہوگیا ہے۔ پٹواری تبدیل ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ منتقل ہوگیا ہے اور انتقال اراضی میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے بہر حال ایسے مشتبہ الفاظ کے استعمال میں پہلے فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ آیا وہ انسان زندہ ہے یا مرچکا ہے اس کے بعد **توفی** وغیرہ کا استعمال صحیح ہوگا۔ ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو

توفی وغیرہ کے لفظ سے نہ زندگی ثابت ہو سکتی ہے اور نہ موت۔ اس کی نظیر **کشف عن ساق** ہے اس کا معنی پنڈلی سے کپڑا اٹھانا مراد ہوگا' کہ جب کسی نے واقعی پاؤں ننگے کئے ہوں گے اور کمال ہوشیاری یا کمال تشدد کا مفہوم سمجھا جائے گا۔ جب کہ کسی نے محنت سے یا تشدد سے کام لینا شروع کیا ہو اور اس وقت پاؤں کا ننگا کرنا یا ڈھانپے رکھنا ملحوظ نہیں ہوتا۔ اور جب تک کسی خاص موقعہ کی تعیین نہ ہو لے **کشف ساق** کا استعمال جائز نہیں ہے، ورنہ یہ لفظ اپنے معنی میں مشتبہ رہے گا۔ ایسے الفاظ کے لفظی معنی یا موضوع لہ مطابقی کو حقیقت کہتے ہیں۔ اور دوسرے معنی کو محاورہ یا مجازی یا کنایہ کہتے ہیں۔ حقیت اور کنایہ کا ایک ہی طرح استعمال کرنا غلط ہوگا۔

۲......یقین کا معنی آیت پیش کردہ میں بھی پختہ علم کے ہو سکتے ہیں۔ اور معنی یوں ہو سکتا ہے کہ خدا کی عبادت یہاں تک کرو کہ درجہ غیب سے اور مرتبہ شک سے نکل کر درجہ یقین اور مشاہدہ تک پہنچ جاؤ۔

(ج) ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں یقین کا معنی موت ہی استعمال ہوا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ یقین بمعنی موت عموماً لیا گیا ہے کیونکہ ایک معنی مراد لینا دوسرے کی نفی نہیں ہوا کرتا بہر حال لفظ **توفی** سے وفات مسیح ثابت کرنا خلاف محاورہ ہے۔

۳......﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ اس میں اگر وفات مراد نہ ہو تو اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ یہود ونصاریٰ قیامت سے پہلے ختم ہو جائیں گے، کیونکہ احادیث کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے عہد حکومت میں اسلام ہی اسلام ہوگا کوئی دوسرا مذہب دنیا میں نہ رہے گا۔ حالانکہ قرآن شریف میں صاف مذکور ہے ﴿اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ہم نے قیامت تک یہود ونصاریٰ کے درمیان بغض وعداوت ڈال رکھی ہے اور جب ان کا وجود ہی نہ رہے گا تو ان کا بغض اور عداوت قیامت تک کیسے متصور ہو سکتا

ہے؟

جواب: یہود و نصاریٰ قومی نام ہیں جس طرح بنی اوس اور بنی حزرج قومی نام تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی عہد مسیح میں وہ یہود و نصاریٰ ہی کہلائیں گے۔ اور ان میں بنی امیہ اور بنی ہاشم کی طرح قیامت تک بغض وعناد قائم رہے گا۔ اگر یہ نام مذہبی تصور کئے جائیں تو پھر یوں مطلب ہوگا کہ یہود و نصاریٰ میں عداوت و بغض کی شقاوت قیامت تک قائم رہے گی۔ اگرچہ اسلام قبول کرنے سے وہ مسلمان ہی کہلائیں گے۔

۴......اسلام میں تو محبت اور الفت کی تعلیم ہے تو پھر بغض وعناد کیسا؟

جواب: لاہوری اور قادیانی دونوں مسلمان تو بنتے ہیں، مگر آپس میں یہود و نصاریٰ کی طرح اندر ہی اندر چھریاں چلتی رہتی ہیں۔ موجودہ اقوام اسلام میں بھی جس اتفاق واتحاد کی توقع کی جارہی ہے وہ کہیں نہیں ملتا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گو کمال اسلام کے وقت یہ نقص رفع ہوجائے مگر ناقص الایمان مسلمانوں میں ایسے نقائص کا موجود رہنا ناممکن نہیں ہے۔ برادران یوسف ایک مذہب کے پیرو تھے مگر انہوں نے حضرت یوسف سے جو کچھ کیا خود ظاہر ہے۔ ایک مرزائی کی تحقیق ہے کہ ﴿ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴾ وغیرہ الفاظ سے یہ مراد ہوا کرتا ہے کہ یہ معاملہ دیر تک رہے گا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کا بغض بھی دیر تک رہنا مراد ہے، بالخصوص قیامت تک رہنا مطلوب نہیں ہے یا بقول بعض المحققین یہ مراد ہے کہ گو یہود و نصاریٰ برائے نام حکومت عیسوی میں مسلمان تو ہوجائیں گے مگر چند اہل کتاب پھر بھی اپنے مذہب پر ذلت کی حالت میں قائم رہیں گے۔ تو بحکم للاکثر حکم الکل یوں کہا گیا ہے کہ اس وقت اسلام ہی اسلام رہے گا۔ اور باقی مذہب مٹ جائیں گے۔

۵......دعویٰ کیسے ہوسکتا ہے کہ **عند النزول** سب یہود و نصاریٰ آپ پر ایمان لے آئیں گے حالانکہ احادیث کی رو سے دجال (یہودی) کے ماتحت ستر ہزار یہودی مسلح لشکر جرار بن

کر حضرت مسیح سے برسر پیکار ہو جائیں گے۔

جواب: اسے رہنے دیجئے، پہلے آپ مرزا صاحب کی ناکامی سن لیجئے۔ ''سیرت مسیح'' کے ص/۵۵ پر لکھا ہے کہ مرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ ہر ایک ملک میں عربی زبان مرجہ ملکی زبان کی طرح ہو جائے اور یہ وہ ارادہ تھا کہ جس کے پورے ہونے کے بغیر اسلام اپنی جڑوں پر قائم نہیں رہ سکتا۔ مگر مرزا صاحب مر گئے اسلام کو قائم نہ کیا۔ ''ازالۃ الاوہام، ص/۷۷۳'' میں لکھتے ہیں کہ میں صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رک سکتا کہ تفسیر شائع کرنا میرا کام ہے، دوسرے سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اب مرزا صاحب کی کوئی مطبوعہ تفسیر موجود نہیں سوائے اس کے کہ انہوں نے جا بجا تحریفی اقوال اپنی تصانیف میں بقول مرزا صاحب طاعون کے سیاہ پودوں کی طرح پھیلا دیئے ہیں۔ ورنہ مرزا محمود بھی اس ارادہ کو پورا نہیں کر سکے۔ لاہوریوں نے گالیوں اور تحریفات سے بھری ہوئی تفسیر شائع کی ہے جس کے متعلق کچھ مرزائی کہتے ہیں کہ ''جب یہ بنی اسرائیل دمشق قادیان سے نکلے تھے تو ان کے سامری نے مرزا صاحب کے زیورات تفسیری چرا لئے تھے جن کو بعد میں تفسیری عجل کی صورت میں گویا کر دکھلایا تھا۔'' اخبار بدر ۹/ جولائی ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے شائع کیا تھا کہ ''میرا کام کہ جس کے لئے میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور تثلیث کی جگہ توحید پھیلاؤں۔ حضور کی جلالیت دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں۔ اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے۔ وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے وہ کام کر دکھلایا جو مسیح یا مہدی نے کرنا تھا تو میں سچا ہوں۔ اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ ہیں کہ میں جھوٹا ہوں''۔ اس پیشینگوئی کا ایک حرف بھی واقعات کی رو سے سچا نہیں نکلا۔ مگر ''الفضل'' ۱۷/ مئی ۱۹۲۹ء میں اس کو سینما کی تصویری تماشا گاہ میں یوں جلوہ گر بنایا ہے کہ آپ کی باطل شکن صدا نے گمراہی

کے قلعوں کو مسمار کر دیا ہے، کفر اپنے ساز و سامان کے ساتھ زندہ در گور ہو گیا ہے۔ مگر حقیقت شناس نگاہیں کب ایسی لفاظی سے مرزائی نبوت کی تصدیق کرنے میں دھوکا کھا سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب "براہین احمدیہ" کو پورا نہیں کر سکے بھلا دوسرے ارادے کب پورے ہو سکتے ہیں مگر مریدوں کی چالاکی قابل تحسین ہے، کہ اس سرمایہ حقانیت کے ساتھ حضرت مسیح کے عہد حکومت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ستر ہزار یہودی اور دجال تو یہودی ہی رہ کر مارے جائیں گے اور اتنا نہیں سوچتے کہ جہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے وہیں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آپ یہود کو تہ تیغ بھی کریں گے۔ اب آیت و حدیث کو ملا کر ایماندار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ پہلے لڑائی مسلمانوں سے چھڑی ہوئی ہوگی جس کا خاتمہ حضرت مسیح علیہ السلام کریں گے اور اپنی عہد حکومت میں **لایقبل الا الاسلام** اسلام ہی کو منظور فرما دیں گے۔ جزیہ یا تاوان وغیرہ اہل کتاب سے منظور نہ کریں گے تب تمام اہل کتاب مسلمان ہو جائیں گے۔ اور تمام ایمان اہل کتاب کا وقوع وفات مسیح سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ آغاز حکومت کے وقت ضروری نہیں ہے۔ ﴿**قَبْلَ مَوْتِهٖ**﴾ کو مکرر مطالعہ کیجئے گا اور یہ بھی مطالعہ کیجئے کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ جو اہل کتاب اب مرتے ہیں ان سے **عند النزع** جبراً ایمان قبول کرایا جاتا ہے۔

۲...... ﴿**مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ**﴾ میں رفعت منزلت مراد ہے رفعت جسمانی مراد نہیں ہے جیسا کہ **رفعته الی السلطان** میں نے اس کو بادشاہ کا مقرب بنا دیا۔ **یرفعک اللّٰہ یا عم**(کنز، ج ۷) **اذا تواضع العبد یرفعه اللّٰہ الی السماء السابعة**(کنز، ج ۲) **ان اللّٰہ یرفع بھذا القران اقواما ویضع اخرین**(کنز، ج ۲)**التواضع لایزید السعید الارفعة فتواصفوا یرفعکم اللّٰہ**(کنز، ج ۲) اور یوں بھی دعا پڑھی جاتی ہے کہ **اللّٰھم ارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی** لسان العرب میں ہے کہ **الرفع عند الوضع**

ومن اسماء اللّٰہ تعالٰی الرافع الذی یرفع المومن بالاسعاد واولیاءہ بالتقرب اور قرآن شریف میں ہے ﴿ یَرْفَعُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴾ (المجادلہ) ﴿ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ ﴾ (النور) ﴿ خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ﴾ (الواقعہ)

جواب: رفع کا لفظ جسم کے متعلق بھی قران شریف میں مذکور ہے جیسے ﴿ رَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ ﴾ (یوسف) ﴿ سُرُرٌ مَّرْفُوْعَۃٌ ﴾ (غاشیہ) ﴿ رَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا ﴾ (مریم)

"رفع النبی وامتہ الی السماء" (بخاری، مشکوۃ) "من رفع حجرا من الطریق کتبت لہ حسنۃ" (طبرانی) "رفعت زینب الصبی الی رسول اللّٰہ" (مشکوۃ کتاب الجنائز) علامہ سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ آسمان پر بجسم عنصری اٹھائے گئے ہیں۔ ان کے متعلق ایک روایت یوں ہے کہ "امام یافعی کفایۃ المعتقدین" میں شیخ عمر بن الفارض سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ایک ولی کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور جب ہم جنازہ پڑھ نکلے تو فضائے آسمان سبز پرندوں سے بھر گیا۔ اور ایک بڑے پرندے نے لاش کو منہ میں لے کر اوپر کو پرواز کیا۔ پھر ایک آدمی ہوا سے نازل ہو کر کہنے لگا کہ کچھ تعجب نہیں ہے کیونکہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے حواصل میں ہوا کرتی ہیں۔

دوسری روایت ابن ابی الدنیا نے زید بن اسلم سے کی ہے "بنی اسرائیل میں ایک کنارہ کش فقیر تھا قحط کے وقت لوگ اس سے امداد اور اعانت طلب کرتے تھے جب وہ مر گیا تو اس کی تجہیز و تکفین کی گئی۔ تو آسمان سے ایک تخت اترا۔ جس پر ایک آدمی نے اس کو رکھ دیا اور تخت آسمان کو اڑ گیا۔ اور دیکھتے ہی غائب ہو گیا۔"

تیسری روایت یوں ہے کہ "حضرت ابو بکر صدیق کے غلام عامر بن فہیرہ مقام "بیر معونہ" پر شہید ہوئے اس موقع پر عمرو بن امیہ ضمری کہتا ہے کہ ان کی لاش آسمان کو چلی گئی جس کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی مسلمان ہو گیا اور حضور کی طرف یہ واقعہ لکھ کر روانہ

کیا گیا۔تو آپ نے فرمایا کہ فرشتوں نے اس کا جسم ڈھانپ لیا تھا اور ملاء اعلیٰ (جنت) میں اٹھا لے گئے تھے"۔ (رواہ ابو نعیم والبیهقی فی دلائل النبوۃ وابن سعد والحاکم)

چوتھی روایت یوں ہے"کہ حضرت طلحہ کو جب احد کی لڑائی میں انگلی کے زخم سے تکلیف ہوئی۔تو آپ نے کہا ہائے (حس) حضور نے فرمایا کہ اگر تم بسم اللہ کہتے تو تم کو خدا تعالیٰ آسمان پر اٹھالیتا۔لوگ دیکھتے اور تم عین وسط آسمان پہنچ جاتے"۔

(رواہ النسائی والبیهقی والطبرانی عن جابر وغیرہ)

پانچویں روایت یوں ہے کہ ابونعیم مجدد وقت نے رفع جسمانی کے متعلق یوں لکھا ہے کہ اگر یوں سوال کیا جائے کہ حضرت مسیح کیسے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر مرفوع کئے گئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود امت محمدیہ میں چند ایک ایسے بھی ہیں جو آسمان پر بجسم عنصری اٹھائے گئے ہیں تو پھر خود حضور جسم عنصری کے ساتھ کیسے نہ جا سکے تھے؟ پھر ان کے نام لکھتے ہیں، عامر بن فہیرہ، حبیب بن عدی اور علاء بن الخضرمی وغیرہ ان روایات کے علاوہ مطلق رفع جسمانی کا ثبوت رفع یدین کا مسئلہ بھی ہے کہ جس میں رفعت ومنزلت مراد نہیں ہے کہ بلکہ خود جسمانی ہاتھ کو جسمانی کان تک اٹھانا مراد ہے۔اب یہ کہنا کہ **رفع** سے مراد **رفع** منزلت ہی ہوا کرتا ہے، غلط ہے۔ بلکہ صحیح یوں ہے کہ اپنے اپنے موقعہ پر دونوں استعمال صحیح ہیں اور جس استعمال کے قرائن موجود ہوں گے وہی معنی مراد ہوگا۔ جیسے کہ **توفی** اور **رفع** کا ایک جگہ عطف کے ساتھ خاص طرز پر بیان ہونا ایک دوسرے کو استعمال میں لا رہا ہے کہ **توفی** سے مراد قبض جسمانی ہے اور **رفع** سے مراد رفع جسمانی۔اس کے علاوہ حضرت مسیح علیہ السلام کو تو رفع منزلت، اور تقرب الٰہی پہلے ہی حاصل تھا تو پھر اس آیت میں وعدہ دینا کہ آپ کو رفع منزلت اور تقرب عنایت ہوگا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا آپ پہلے **رفیع المنزلۃ عند اللہ** نہ تھے یا آپ کو **تقرب الی اللہ** حاصل نہ تھا؟ اور اگر یہ مراد ہو کہ لوگوں کے

سامنے آپ کو تقرب اور رفع منزلت حاصل ہوگا۔ اور وہ بدنامی جو یہودی دے رہے تھے اس سے نجات ہوگی۔ تو واقعات اس کی تائید نہیں کرتے کیونکہ نزول قرآن تک اور بعد میں یہودی آپ کو **متقرب الی اللہ** اور رفیع الدرجہ نہیں سمجھتے اور واقعہ صلیب کے وقت بھی جو لوگ حاضر تھے اور یقین کرتے تھے کہ انہوں نے صلیب پر مجرمانہ حیثیت سے حضرت مسیح کو قتل کیا تھا اور کسی قسم کی رفعت منزلت ان کے دلوں میں حاصل نہ ہوئی تھی۔ اور اگر اس سے مراد یوں ہو کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک رفعت منزلت ہوگئی تھی تو اس کو وعدہ کے پیرایہ میں ظاہر کرنا بے فائدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس امر مخفی پر جب لوگوں کو اطلاع ہی نہیں تھی تو ایسے رفعت سے بظاہر کیا فائدہ ہوا۔ اب ہم **حیات الانبیاء** کی وہ تصریحات لکھتے ہیں۔ جو مرزائیوں کو بھی تسلیم ہیں۔

اول: الیواقیت والجواہر، ص/۱۸۹، میں مذکور ہے کہ الیاس اور خضر **علیہما السلام** حضور کی شریعت پر عمل پیرا ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ بھی **بعد النزول** شریعت محمدی کے تابع ہوں گے۔

دوم: مجمع البحار، جلد اول، ص/۳۵۰، میں مذکور ہے کہ حضرت خضر کا نام بلیا ہے اور کنیت ابوالعباس۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم کے عہد میں آپ پیدا ہوئے تھے **(وھوحی موجود الیوم علی الاکثر)** وہ اکثر اہل اسلام کے نزدیک زندہ اور اب بھی موجود ہیں اور صوفیائے کرام اور صلحائے امت کا اس پر اتفاق ہے اور آپ سے ان کی ملاقات کی حکایات بھی مروی اور مشہور ہیں۔

سوم: ''توضیح المرام، ص/۳'' میں مذکور ہے کہ اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا صرف دو نبیوں کیلئے مخصوص کیا گیا ہے ایک ادریس اور دوسرے حضرت مسیح۔ (انتھی بمفھومہ)

چہارم: ''ازالہ الاوہام، ص/۴۸۰'' میں حکیم نور الدین کا خط لکھا ہوا ہے جس میں آپ یوں رقم طراز ہیں کہ جب حضرت موسیٰ نے **انا اعلم** (میں بڑا عالم ہوں) کہا تب خدا نے حضرت

خضر کا پتہ دیا اور جب حضرت موسیٰ حضرت خضر کو جا ملے تو آپ کو ان کے سچے علوم تک رسائی نہ ہوئی تب حضرت نے فرمایا کہ ﴿لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾

پنجم: بحوالہ مذکور یوں بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ عبدالقادر'' قلائد الجواہر'' میں فرماتے ہیں کہ **جاء نبی ابو العباس الخضر** علیہ السلام۔

ششم: ''فتوحات مکیہ، باب ۵۷۵'' میں لکھا ہے کہ شب معراج میں جب حضور آسمان پر گئے تو حضرت عیسیٰ سے ملاقات ہوئی اور آپ کو جسمانی طور پر ملے کیونکہ ابھی تک نہیں مرے۔ بلکہ آسمان پر خدا نے ان کو ٹھہرایا ہوا ہے۔ وہی ہمارا شیخ اول ہے اور آپ کی عنایت ہم پر ہمیشہ ہوتی رہتی ہے ہم سے کبھی غفلت نہیں کرتے ان شاء اللہ تعالیٰ **عند النزول** میں آپ کو ملوں گا۔ (کیا مرزا صاحب سے ملاقات کرنے کو آپ چاہتے تھے؟)

ہفتم: فتوحات باب ۳/۷ میں لکھا ہے کہ حضور کے بعد تین نبی خدا کے فضل سے اب تک زندہ ہیں اول ادریس علیہ السلام **بقی حیا بجسدہ و اسکنہ اللہ فی السماء الرابعۃ**۔ دوم حضرت الیاس علیہ السلام، سوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام **و کلاھما من المرسلین**۔

۲ ...... ﴿مَاصَلَبُوْهُ﴾ کا معنی ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے کے بعد آپ کی ریڑھ کی ہڈی نہیں توڑی تھی' کیونکہ قاموس میں ہے کہ **صلب العظام استخرج ودکھا**۔ اس نے ہڈیوں سے چربی نکالی۔ حدیث میں ہے کہ **لما اتی المدینۃ اتاہ اصحاب الصلب**۔ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اصحاب صلب حاضر ہوئے **ای الذین یجمعون العظام ویستخرجون ودکھا ویأتدمون بہ**۔ یعنی وہ لوگ جو ہڈیاں جمع کر کے ان کا مغز نکال کر شوربا پکاتے تھے۔ اب ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح نیم مردہ ہو گئے تھے اور لاش کو حواریوں نے لے کر علاج کیا تو آپ اچھے ہو

کر کشمیر چلے گئے تھے۔

جواب: **ماصلبوہ** کا مفعول بہ اگر **عظم یا عظام** کا لفظ ہو تو بیشک چربی نکالنے کا معنی ہو گا۔ مگر یہاں تو مفعول بہ حضرت مسیح کو بنایا گیا ہے اور یہ معنی ہے کہ حضرت مسیح کو انہوں نے صلیب پر نہیں کھینچا تھا۔ سولی کھینچنے کو فارسی میں کہتے ہیں "بردار کشیدن" اور عربی میں کہتے ہیں صلب جس کا ترجمہ عربی میں اہل لغت نے **القتلة المعروفة** کیا ہے یعنی وہی طریق قتل جو مشہور ہے کہ ایک چوکھٹ لے کر چاروں طرف مجرم کے ہاتھ پاؤں رکھ کر میخیں لگا دیتے ہیں اور وہ سسک سسک کر مر جاتا ہے۔ مگر اسلام کی ہدایت میں یہ نہیں ہے۔

بہر حال چار میخہ لگانا اور چوکھٹ کو کسی بلند جگہ پر لٹکانا صلب کہتے ہیں۔ فرعون نے بھی یہی دھمکی دی تھی کہ ﴿ **لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ** ﴾ میں تم کو چار میخہ کر کے کھجوروں کے درخت پر لٹکا دوں گا۔ خونی ڈاکوؤں کے متعلق بھی قرآن شریف میں یہی حکم ہے کہ ﴿ **اَوْ يُصَلَّبُوْا** ﴾ ان کو صلیب پر لٹکایا جائے اور یہ معنی نہیں ہے کہ ان کی ہڈیوں سے مغز نکال کر شوربا پکایا جائے۔ یوسف نے بھی فرمایا تھا کہ **وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ** ﴾ "دوسرے کو صلب دیا جائے گا۔ اور اس کا سر پرندے کھائیں گے" یہ نہیں کہا کہ صلیب پر اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑی جائے گی اور شوربا نکالا جائے گا تا کہ نیم مردہ حالت میں نہ اتار لیا جائے۔ اس کے علاوہ ہزاروں شخص مصلوب ہوئے۔ مگر کسی تاریخ معتبر نے یہ نہیں بتایا کہ ان کی ریڑھ کی ہڈی سے چربی نکالی گئی تھی۔ اور اگر طبی نکتہ خیال سے دیکھا جائے تو ریڑھ کی ہڈی میں سرے سے چربی ہی نہیں ہوتی۔ تو پھر اس کا نکالنا کیسے ہوگا؟ معمولی طالب علم علم تشریح کے جاننے والے بھی آپ کو سمجھا سکتے ہیں کہ ریڑھ کی ہڈیوں میں چربی یا مغز بھرا ہوا نہیں ہوتا، کیونکہ سب ٹھوس ہوتی ہیں ہاں انکے ملنے سے اعصاب دماغی کے ادھر ادھر جانے کیلئے ایک راستہ ضرور بن جاتا ہے اب اگر کوئی ریڑھ کو توڑ کر چربی

نکالنے کی توقع رکھتا ہے اور یا دماغی پٹھے اس کی نظر میں مخ یا مغز نظر آتے ہیں تو وہ بلا شک ایک بے نظیر جاہل اور لا ثانی بیوقوف ہوگا۔ اگر ﴿مَاصَلَبُوْهُ﴾ کا معنی یوں کیا جائے **ما کسروا عظامه** تو ہم کہیں گے کہ اس کے ساتھ یہ فقرہ بھی شامل کر لینا ضروری ہے کہ **لیأتدموا بھا** اس کی ہڈیوں کا شوربا نکالیں تا کہ حدیث پیش کردہ اور قاموس کا حوالہ پیش کردہ پورے طور پر صادق آ جائے کیونکہ عربی زبان میں صرف کسر عظام کا محاورہ نہیں ملتا۔ اصل بات یہ ہے اناجیل مروجہ واقعہ صلیب کو ثابت کرتی ہیں اور قرآن شریف میں واقعہ صلیب سے انکار ہے جیسا کہ اناجیل غیر مروجہ اور تواریخ قدیمہ میں بھی مذکور ہے۔ مگر جن لوگوں نے موجودہ اناجیل اربعہ کو معتبر سمجھ رکھا ہے ان پر یہ اعتراض واقع ہوتا ہے کہ جب قرآن شریف مصدق انجیل ہے تو پھر یہ انکار کیونکر صحیح ہوگا۔ اس کے جواب میں عیسائیوں کے خوشامدیوں نے یوں ایک نظریہ قائم کیا ہوا ہے کہ قرآن شریف بھی واقعہ صلیب سے منکر نہیں ہے، بلکہ ان کے مطابق قرآنی فقرہ کا معنی بھی یہی ہے کہ مسیح کو صلیب پر تو کھینچا گیا تھا۔ مگر اس کی ہڈیاں نہیں توڑی گئی تھیں۔ لیکن اس معنی تراشی میں انہوں نے تمام اہل اسلام کے خلاف کیا ہے۔ لغت کی کچھ پرواہ نہیں کی اور مسلمات اسلامیہ کو بدل ڈالا۔ بجائے اس کے کہ اناجیل کو غیر معتبر ثابت کرتے خود قرآن میں تحریف کرنی شروع کر دی ہے اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقعہ دیا ہے کہ اگر بائیبل کے تراجم میں تحریف معنوی ہوئی ہے تو قرآن شریف بھی اس تحریف سے بچا ہوا نہیں ثابت ہوتا۔ غضب تو یہ ہے کہ اس معنی تراشی پر اس قدر ناز کیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں مفسرین اسلام، محدثین اسلام اور ائمہ اسلام کو اس موقعہ پر غلط گو کہا جاتا ہے اور صاف کہا جاتا ہے کہ وہ اصل مفہوم سے بے خبر تھے۔ صرف چودھویں صدی کے اجتہاد نے یہ عقدہ حل کیا ہے مگر کس نے حل کیا؟ پنجاب کے چند باشندوں نے کہ جنہوں نے نہ عربی میں پوری دسترس حاصل کی تھی، نہ اہل زبان

سے اس معنی کی تحقیق کی، نہ محاورات قدیمہ کا لحاظ رکھا اور نہ خود خلاف ورزی اسلام کا خوف ان کے دل میں آیا تھا۔ خیال آیا تھا تو صرف یہی کہ اناجیل کی تصدیق ضرور ہونی چاہیے جس سے شہرت بھی ہوجائے گی اور عیسائی بھی خوش ہوجائیں گے۔ افسوس کہ اتنا خیال نہیں کیا کہ ''اناجیل مروجہ'' نہ تو آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں، اور نہ ہی خود محققین یورپ ان کو کلام الٰہی سمجھتے ہیں۔ تو پھر اندریں حالت کس کام پر جرأت کررہی ہیں اور آئندہ کس کس اختلاف کی تصدیق میں تحریف کا ارتکاب کریں گے؟ اور تعجب یہ ہے کہ موجودہ تحریف بھی کسی پختہ دلیل پر قائم نہیں، کیونکہ **اول** تو اس صورت میں یہ آیت یوں ہونی چاہیے تھی کہ **ارکبوہ علی الصلیب** ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ صلیب پر چڑھا تو دیا تھا مگر نہ اسے قتل کیا تھا اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی تھیں۔

دوم یہ کہ محرفین نے صلب کا معنی یوں کیا ہے کہ صلیب پر چڑھانے کے بعد ہڈیاں توڑنا تو اس کی سند کیوں نہ پیش کی؟ کہ جس میں انسان مفعول بہ ہو اور فعل بصورت ماضی معروف ہو۔ جیسا کہ **توفی** میں شرائط لگا کر اپنے بچاؤ کی صورت پیدا کی ہے۔

سوم یہ کہ جس لفظ سے **اناجیل** کی تصدیق تصور کی گئی ہے وہ تو بہر صورت مخدوش ہی رہا ہے، کہ جس پر کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

چہارم یہ کہ اگر کوئی ایسے محرفین سے سوال کرے کہ صلیب دینے کا ترجمہ عربی زبان میں کس فقرہ سے کیا جائے گا تو اس کا جواب کچھ سوا نہیں ہے کہ **'صلب'** سے ہوگا کیونکہ خود محرفین اپنی تصانیف میں **مصلوب** کا لفظ اس شخص کیلئے استعمال کرتے ہیں کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اور اس کی ہڈیاں نہ توڑی گئی ہوں۔

پنجم یہ کہ حسب تحقیق ماہرین لغت اصل لفظ چلیپا تھا جس کو عربی میں صلیب بنایا گیا ہے اور اس سے صلب مصدر پیدا کر کے گردان **صلب یصلب** پیدا ہوئی ہے اور یوں بھی آیا ہے کہ

ثوب مصلب وفیه تصالیب دوسرا لفظ خالص عربی صلب یہی موجود ہے، کہ جس سے صلب العظام وغیرہ محاورات پیدا ہوئے ہیں۔ محرفین نے اس تحقیق کو پس پشت ڈال کر نصاریٰ پرستی میں اپنا نام تو پیدا کرلیا ہے مگر اہل اسلام میں افتراق اور اختلاف رائے سے بد نام ضرور ہوگئے ہیں۔ اوران کو کچھ پرواہ نہیں ہے سچ ہے کہ **لعن اخر هذه الامة اولها۔**

ششم یہ کہ آج کل **شنق** کی جگہ بھی **صلب** استعمال ہوتا ہے۔ اگر آج کی تحقیق ہی معتبر ہے تو محرفین کا فرض ہوگا کہ **ما صلبوه** کا معنی **ما شنقوه** کریں کہ انہوں نے حضرت مسیح کا گلا بھی نہ گھونٹا تھا۔ خود مرزا صاحب آتھم کے مقابلہ میں یوں رقم طراز ہیں کہ ''اگر میں جھوٹا ثابت ہوا تو میرے گلے میں رسی ڈالی جائے اور سولی چڑھایا جائے۔'' معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آتھم جب میعاد مقررہ پر نہیں مرا، تو عیسائی رسی لے کر مرزا صاحب کے دردولت پر سولی دینے کو حاضر ہوگئے تھے۔ مگر آپ حرم سرائے سے باہر نہیں نکلے تھے۔

۷..... ﴿**شُبِّهَ لَهُمْ**﴾ حضرت مسیح کو **مشبه بالمصلوب** کردیا تھا۔

جواب: اگر آپ کو صلیب پر کھینچ کر یہودی اور مرزائیوں کے خیال میں نیم مردہ کردیا تھا تو آپ کو مصلوب کہا جائے گا مشبہ بالمصلوب نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح اگر کسی کا گلا گھونٹا جائے تو اسے بھی مشنوق یا مخنوق کہتے ہیں مشبہ بالمخنوق نہیں کہتے۔ کیونکہ فعل **شنق، خنق** اور **صلب** واقع ہوچکے ہیں۔ اب تشبیہ کے کیا معنی ہیں تشبیہ اس موقعہ پر ہوتی ہے کہ یہ فعل صادر نہ ہوں اور ان کی بجائے کوئی اور فعل وارد ہوا ہو کہ جس کو ان فعلوں سے مشابہت پیدا ہوسکے تاکہ تشبیہ اور طرفین تشبیہ (مشبہ اور مشبہ بہ) الگ الگ پیدا ہوسکیں کیونکہ ایک فعل یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس میں تشبیہ جاری ہوسکے۔ 'ضرب' کو ہی دیکھ لیجئے اگر کسی کو معمولی چوٹیں آئیں اور دوسرے کو بہت چوٹیں آئیں تو ان میں قدر مشترک ضرب مساوی طور پر متحقق ہوگی، نہ یہ کہ پہلے کو دوسرے سے تشبیہ دے کر کہا جائے گا کہ **قلیل الضرب، کثیر**

الضرب سے مشابہ ہے بالخصوص ان افعال میں جو کلی متواطی کی طرح استعمال ہوتے ہیں ان میں قلت وکثرت یا ضعف وشدت کا خیال کرنا خام خیالی ہوگی۔ صلب کا مفہوم بھی ایسا ہے کہ صلیب پر لٹکانے سے متحقق ہو جاتا ہے اس میں کمی بیشی یا شدت وضعف کا امکان نہیں ہوتا۔ انگریزی قانون میں بھی پھانسی کا مفہوم رسی سے لٹکانا لیا گیا ہے اور اس میں جاں بحق ہونا لازم ذاتی تصور کیا گیا تھا' مگر اس خیال سے کہ کسی کو یہ موقع نہ ملے کہ جاں بحق ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے قانون مذکور میں یہ لفظ بڑھا دیئے گئے ہیں' کہ مجرم کو رسی سے لٹکایا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے اور یہ ایزادی جب تک نہیں ہوئی تھی عام محاورات کی رو سے رسی سے لٹکانا اور مر جانا لازم وملزوم تصور کئے گئے تھے۔ اسی طرح صلب کا لفظ بھی ہمیشہ سے اپنے لازم موت کے ساتھ ہی استعمال ہوتا رہا ہے اور **مصلوب** کو مردہ ہی تصور کیا جاتا تھا اور حضرت مسیح کے سوا مرزائی بھی کوئی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتے کہ جس میں **مصلوب** نہ مرا ہو اور ''اناجیل اربعہ'' کہ جن کی تصدیق مرزائیوں کو ملحوظ ہے وہ بھی **مصلوب** کو میت ہی مانتی ہیں۔ چنانچہ ان میں یوں لکھا ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا اور دفن ہونے کے بعد تین دن قبر میں پڑا رہا پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔ اس کی تصدیق خود قرآن شریف سے بھی وہ حاصل کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ ﴿**وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا**﴾ اب مرزائیوں کا نظریہ کہ مسیح صلیب پر سے زندہ اتار لئے گئے تھے نہ اسلام اس کی تائید کرتا ہے اور نہ عیسائیت اس کو مان سکتی ہے۔ اس لئے مرزائیوں کی تحقیق قابل التفات نہیں ہے۔

۸......﴿**شُبِّهَ لَهُمْ**﴾ میں اگر تشبیہ نہیں ہے تو پھر کیا معنی ہوگا؟

جواب: اسلام نے اس موقعہ پر اس لفظ کے 'دو معنی' کئے ہیں۔

اول یہ کہ اوقع الشبهة لهم یہودیوں کو شبہ میں ڈال دیا گیا تھا جیسا کہ ''انجیل برنباس''

نے تصریح کی ہے کہ ''حضرت مسیح کے عوض یہودا مقتول ہوا تھا اور چونکہ اس کی شکل وشباہت پورے طور پر حضرت مسیح کی مانند ہی ہوگئی تھی اس لئے وہ اسے مسیح ہی سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنے خیال میں حضرت مسیح ہی کو صلیب پر لٹکایا تھا'' تب ہی تو قرآن شریف میں ان کا مقولہ یوں درج ہوا ہے ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ﴾ ہم نے ضرور حضرت مسیح کو قتل کر ڈالا تھا۔ بہر حال اس معنی کی تائید ایک اصول کے ماتحت بھی ہوتی ہے کہ جب فعل بغیر فاعل کے مذکور ہو تو اس وقت اس کا تعلق اپنے مصدر سے ہو جاتا ہے، جیسے عام طور پر کہتے ہیں **لدار اوتسلسل ای لوقع الدور او لوقع التسلسل** اس مسئلہ کی زیادہ تشریح دیکھنا منظور ہو تو 'مطول' میں نظر ڈالئے آپ کو سب کچھ منکشف ہو جائے گا۔

دوم یہ کہ **الذین حضروا الصلیب من ائمة الیھود اوقعوا اتباعھم فی الاشتباہ** جن لیڈروں نے آپ کو صلیب پر لٹکایا تھا انہوں نے اپنے عقیدت مندوں میں یہ امر مشتبہ کر دیا تھا کہ آیا مسیح مصلوب ہوئے ہیں یا یہودا مقتول ہوا ہے کیونکہ تحقیق کرنے پر نہ مسیح وہاں پائے جاتے تھے اور نہ یہودا موجود تھا۔ حالانکہ تھوڑی دیر پہلے دونوں وہاں موجود تھے اسی اشتباہ کی وجہ سے بنی اسرائیل تین فرقے بن گئے تھے۔ **اول** ''یعقوبیہ'' کہ جنہوں نے یوں سمجھ رکھا تھا کہ حضرت مسیح خود خدا تھے اس لئے آسمان پر چلے گئے۔ **دوم** ''نسطوریہ'' جنہوں نے آپ کو ابن اللہ تصور کر لیا تھا کہ تکلیف کے وقت بیٹا اپنے باپ کے پاس چلا گیا ہے۔ **سوم** ''اہل حق'' کہ جنہوں نے آپ کو زندہ رسول مان کر یہ یقین کر لیا تھا کہ آپ بجسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں اور آپ کی جگہ کوئی دوسرا شخص مصلوب ہوا ہے مگر اہل حق مغلوب رہے اور اہل باطل ان کو دباتے رہے' یہاں تک کہ حضور ﷺ کا ظہور ہوا۔ اور ان کی تائید میں قرآن شریف نازل ہوا۔ تب اہل حق غالب ہوئے اور اہل باطل مغلوب ہو گئے۔ (رواہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس ثم رواہ النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویۃ)

۹......**شبہ** کی ضمیر دوسری ضمیروں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اس لئے اس کا معنی یوں ہوا کہ آپ **مشبہ بالمقتول** بنائے گئے تھے۔

جواب: بالمقتول کا لفظ اپنی طرف سے لگایا گیا ہے ورنہ صرف **شبہ** کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مشتبہ حالت میں رکھے گئے تھے اور اختلافی حالت پیش آ گئی تھی، چنانچہ قاتلین بھی گو بظاہر تو کہتے تھے کہ **انا قتلنا المسیح** مگر اس قول کی بنیاد صرف ظن اور تخمین ہی تھی۔ ورنہ کوئی بیرونی ثبوت ان کے پاس موجود نہ تھا اس واسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا ﴿**وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا**﴾ یعنی **ما قتلوه عن يقين اى ليس لهم يقين وعلم بان الذى قتلوه هو المسيح بل لهم ظن فيه وتخمين**. ان کہ یہ پورے طور پر یقین نہ تھا کہ مقتول مسیح ہی تھا بلکہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے ظنی اور اپنے خیال کے مطابق کہا تھا۔

۱۰......**ما قتلوه قتلا يقينا** بھی بعض مفسروں نے بیان کیا ہے جس کا یہ مفہوم ہے کہ مسیح پورے طور پر قتل نہیں ہوئے تھے۔

جواب: یہود کی عادت تھی کہ پہلے قتل کرتے پھر لاش کو صلیب پر لٹکا دیتے اس لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اس لئے نہ تو صلیب پر لٹکانے سے پہلے ان کو قتل کیا گیا تھا اور نہ صلیب پر آپ دیئے تھے۔ اس لئے قتل بہر دو وجہ واقع نہیں ہوا۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں صرف تخمین اور خیال ہے۔ **قتلا یقینا** جن مفسرین نے بیان کیا ہے ان میں سے کوئی بھی وفات مسیح کا قائل نہیں ہے اس لئے ان کے قول کا یہ معنی نہیں ہو سکتا ہے کہ قتل تام نہیں ہوا تھا اور قتل ناقص واقع ہوا تھا کیونکہ بعض مفسرین نے اس کو یوں سمجھا ہے کہ **قتلا عن يقين** اس قتل کا تعلق یقین سے نہیں ہے بلکہ صرف خیال سے ہے۔ **الحاصل انه منصوب بنزع الخافض لامفعول مطلق حتى يوهم الخلاف** اگر مفسرین کا پہلا قول موہم خلاف ہے تو دوسرے قول سے اس وہم کا رفع بخوبی ہو

سکتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ ضمیر مقتول کی طرف جاتی ہے کہ جو مقتول ہوا تھا اس کے متعلق ان کو خود اشتباہ تھا کہ آیا وہ مسیح ہے یا یہودا ہے یا کوئی اور ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ مقتول کا نام بھی "یسوع" یا "باربان" تھا اور یا "باراباس" تھا اور ممکن ہے کہ یہ تین لفظ یہودا کے لقب ہوں جیسا کہ مورخ طبری اور مورخ رینان لکھتا ہے۔ بہر حال قول بالتشبیہ باطل ہے۔

۱۱......﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ میں یہ مذکور ہے کہ پہلے الفاظ سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مسیح کو نیم مقتول کرنے سے ذلت پیدا ہوئی تھی اس لئے یہ سمجھایا گیا کہ نہیں خدا نے آپ کو رفعت قرب الٰہی بخشا ہے کیونکہ تکلیف سے مراتب بڑھتے ہیں۔

جواب: آپ کی زندگی میں ہی آپ کو پہلا وعدہ دیا گیا تھا کہ میں آپ کو زندہ اٹھا لوں گا۔ ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ اور یہ مطلب نہ تھا کہ میں آپ کو مار ڈالوں گا اس طرح کا وعدہ کچھ معنی نہیں رکھتا، دوسرا وعدہ یہ تھا کہ میں آپ کو آسمان پر زندہ اٹھا لوں گا ﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ اور یہ معنی نہیں ہے کہ رفعت منزلت بوقت صلیب دوں گا ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ اس سے پہلے آپ رفیع المنزلت نہ تھے اور تکالیف سے انبیاء کو رفعت منزلت نہیں ہوتی بلکہ ترقی درجات ہوتی ہے جو رفع منزلت کے بعد حاصل ہوا کرتی ہے۔ اب یہ دونوں وعدے پورے ہو گئے اور خدا نے آپ کو زندہ اپنی طرف اٹھا لیا۔ یہود کہتے تھے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا اور صلیب بھی دیا اس کی تردید خدا نے کی کہ ﴿مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ پھر انہوں نے کہا کہ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ﴾ ہم نے بے شک حضرت مسیح کو قتل کیا اور صلیب بھی دیا اس کی تردید خدا نے کی کہ ﴿مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ پھر انہوں نے کہا کہ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ﴾ ہم نے بیشک حضرت مسیح کو قتل کر دیا تھا تو اس کی تردید خدا نے کی کہ انہوں نے یقینی طور پر قتل نہیں کیا تھا ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا﴾ ان کو کسی قسم کا یقین ہی نہیں بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۲......یہودی حضرت مسیح کو ذلیل سمجھتے تھے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مصلوب ملعون ہوتا ہے اس لئے ﴿رَفَعَهُ اللّٰهُ﴾ کہا گیا۔

جواب: حضور ﷺ کے زمانہ میں یہودی حضرت عیسیٰ کو صرف ذلیل ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ مقتول اور مصلوب بھی سمجھتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے ان کے دو قول کی تردید مسلمانوں کو سمجھائی کہ ﴿مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ ان کا تیسرا قول کہ مقتول ملعون ہوتا ہے اس کی تردید یوں فرمائی کہ ان کا دعویٰ یقینی طور پر غلط ہے کہ **ما قتلوہ یقینا ای اقول لکم عن یقین،** میں سچ کہتا ہوں کہ انہوں نے آپ کو قتل نہیں کیا بلکہ اصل بات یوں تھی کہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا تھا ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ عربی زبان میں **بل** کا لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے **اول** عاطفہ ہو کر مفردات میں۔ **دوم** استدراکیہ بن کر فقرات میں، اور یہاں فقرات میں استعمال ہے اس لئے وہ عاطفہ نہیں ہے بلکہ صرف ابتدائیہ ہے اور اس کی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ **اولاً** بقول شیخ رضی دفع غلطی کے لئے لاتے ہیں مثلاً اگر کوئی یہاں ﴿مَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ سے غلط طور پر قتل ناقص کا وقوع سمجھے تو اس کا دفعیہ کیا گیا کہ کسی قسم کا قتل نہیں ہوا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا تھا اور عدم قتل اور **رفع الی اللّٰہ،** کا زمانہ قریب قریب ہے۔ **ثانیاً** بقول مصنف متن متین ومنتہی الارب یہاں حرف ابتداء ہے حرف عطف نہیں اور وہ دو طرح استعمال ہوا ہے۔ **اول اضراب** یعنی ابطال کلام ماقبل کیلئے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں کا دعویٰ ان آیات میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ حضرت مسیح کے قتل پر ان کو کامیابی حاصل ہوگئی ہے مگر خدا تعالیٰ نے اس دعویٰ کو باطل کیا اور مسلمانوں کو یوں یقین دلایا کہ ان کا قول باطل ہے بلکہ اصل واقعہ یوں ہے، کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ اور اس طرز استعمال سے یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ جاتا ہے کہ **بل** ابطالیہ کا ماقبل اور مابعد جمع نہیں ہو سکتے، اس لئے قتل تام ہو یا

ناقص، **رفع الی اللہ** کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ حضرت مسیح نیم مقتول ہوکر رفعت منزلت کے مستحق ہوئے تھے۔ دوم انتقال کیلئے جس کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے کلام کو ناکافی سمجھ کر دوسرا کلام 'بل' سے شروع کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر دوسرا کلام نہایت عظیم الشان اور قابل توجہ ہے۔ پس اگر **بل** انتقالیہ مراد لیا جائے تو پھر بھی رفع جسمانی مہتم بالشان اور قابل توجہ ہوسکتا ہے۔ صرف رفع منزلت یا رفع درجات مراد لینا قرین قیاس نہیں ہے، کیونکہ اولاً وہ امر مخفی ہے' سوائے خدا تعالی کے کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ **ثانیاً** یہود کی تردید اسی میں ہوسکتی ہے کہ رفع جسمانی مراد لی جائے کیونکہ یہ رفع خصوصیت سے دوسرے انبیاء میں نہیں پائی گئی۔ **ثالثاً** نزول قرآن کے عہد تک کسی نے رفعت منزلت کا قول نہیں کیا، نہ یہودی اس کے قائل ہوئے اور نہ عیسائیوں نے اس واقعہ میں رفعت منزلت کا عقیدہ قائم کیا۔ اس لئے ہر طرح سے انکار رفع جسمانی خیال قادیانی ہے یا وسوسہ شیطانی ہے۔ ورنہ یہ قول انسانی نہیں ہے۔

۱۳...... **لکن** حرف عطف استدراک کے لئے ہے ﴿**وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ**﴾ میں یہ شک رفع کیا گیا ہے کہ کوئی خیال کرے کہ حضرت مسیح بالکل خالی چھوٹ گئے تھے۔ **لکن** نے آکر بتایا کہ نہیں نیم مقتول ضرور ہوئے تھے۔

جواب: قتل اور صلب یہودی مذہب میں خصوصاً اور باقی مذاہب میں عموماً موجب تذلیل اور باعث لعنت ہے کیونکہ یہ دونوں سزائیں سخت مجرموں کو دی جاتی ہیں۔ پس اگر نیم مقتول یا نیم مصلوب حضرت مسیح کو بزعم قادیانی خیال کیا جائے تو کم از کم یہ تو ماننا پڑتا ہے کہ پورے طور پر حضرت مسیح اس تذلیل وتلعین سے نہیں بچ سکے اور اتنا الزام بھی اس وقت ہے کہ ہم اس واقعہ میں اپنا پہلو قائم رکھیں ورنہ اگر یہودیوں کا پہلو لیا جائے تو وہ بالکل کامیاب ہوچکے تھے اس لیے یہاں **لکن** کا استعمال خلاف تصریحات اسلامیہ کچھ معنی نہیں رکھتا بلکہ صحیح وہی

ہے جو اہل اسلام نے اس موقع پر لکھا ہے کہ **لکن** حرف عطف اس وقت ہوتا ہے کہ جب کہ مفردات میں استعمال ہو اور جب فقرات میں استعمال ہو تو بقول منتہی الارب یہ حرف ابتداء ہے جو صرف استدراک کے لئے استعمال ہوتا ہے اور پھر استدراک کے دو معنی ہیں۔ **اول** یہ کہ **لکن** کے بعد میں وہ فقرہ لایا جائے جو اس سے پہلے فقرہ کا بالکل مخالف ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ ﴿**مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ**﴾ یہودی آپ کو نہ ہی قتل کر سکے اور نہ ہی صلیب پر لٹکا سکے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہوئی ہے کہ حضرت مسیح ان کیلئے مشتبہ حالت میں رکھے گئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اگرچہ اپنے خیال میں کامیاب ہو گئے تھے مگر دراصل ایک مغالطہ میں پڑے رہے ہیں۔ دوم یہ کہ ماقبل عبارت سے کوئی شبہ پیدا ہو تو اس کا دفعیہ کیا جائے چنانچہ اس موقعہ پر ﴿**مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ**﴾ سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مسیح نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب ہوئے تو پھر یہودیوں کا یہ کہنا کیسے واقع ہوا کہ ہم نے حضرت کو قتل کر دیا تھا تو اس کا جواب ﴿**وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ**﴾ میں دیا گیا ہے کہ ہاں انھوں نے بھی ایک مشتبہ شخص کو مار ڈالا تھا اس لئے وہ اپنے خیال میں سچے ہیں مگر فی الحقیقت وہ سچے نہیں ہیں جھوٹ بولتے ہیں۔ اسی مضمون کو ترقی دے کر آگے بیان کیا ہے کہ سب کو یقین بھی نہیں ہے بلکہ ماحول کے حالات دریافت کرنے والے یہودی خود مشکوک حالت میں ہیں مگر چونکہ اپنی کامیابی اسی میں دیکھتے ہیں تو نسلاً بعد نسل اسی ظن اور خیال کی پیروی کرتے آئے ہیں ﴿**مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ**﴾ مگر ہمیں تعجب آتا ہے کہ قادیانی فرقہ بھی صرف ظن کا ہی تابع ہو کر مدت سے یہودی بنا ہوا ہے اور چالاکی سے اہل اسلام کو کہتے ہیں کہ یہ یہودی ہیں۔ ہاں یہودی خود ہیں اور بدنام ہم ہیں: ع

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

۱۴......لغت میں **خلا** بمعنی **مات** آیا ہے اس لئے ﴿**قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ**﴾ کا یہ

معنی ہوا کہ **ماتت الرسل قبلہ** اور استدلال کی شکل یوں ہوئی کہ **محمد** ﷺ **رسول و کل رسول قد خلا** اور نتیجہ یوں ہوا کہ **محمد** ﷺ **خلا** اور اسی طریق استدلال سے حضرت صدیق اکبر نے صحابہ کے سامنے حضور کی وفات ثابت کی تھی اور جب تک حضرت مسیح کو میت نہ مانا جائے اس دلیل کا دوسرا جزو (کبریٰ) پیدا نہیں ہو سکتا۔

جواب: طریق استدلال دو قسم ہوتا ہے کہ **ایک** "اقترانی" جو پیش کیا گیا ہے۔ **دوم** غیر اقترانی' کہ جس میں تمثیل کے ذریعہ سے بھی نتیجہ حاصل کیا جاتا ہے حضرت صدیق اکبر نے یہاں قیاس تمثیلی استعمال کیا ہے۔ جس کی شکل یوں ہے کہ **ان محمدا قد خلا کخلو الرسل،** حضور کا **خلو** دوسرے **انبیاء** کی طرح ہوا ہے اور **خلو رسل** کا مفہوم عام ہے کہ سب کا **خلو** ہو یا **بعض** کا اور اس طرح بھی عام ہے کہ **خلو** بمعنی موت ہو یا بمعنی عن الفرائض ہو اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوئی کیونکہ ان میں خلو بمعنی الفراغ ہوا ہے، بمعنی موت نہیں۔ اور اس موقع پر جس شعر سے استدلال پیش کیا جاتا ہے کہ "**اذا سید منا خلا قام سید**" جب ہمارا کوئی پریذیڈنٹ اپنی ڈیوٹی گزار چکتا ہے تو دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی خلو کا مفہوم فراغ عن الفرائض ہی لیا گیا ہے کیونکہ شاعر کی قوم کے سردار قتل بھی ہوتے تھے اور قید بھی ہوتے تھے اور کچھ ویسے ہی تقاضائے عمر سے ریٹائر یا مستعفی ہو جاتے تھے' تو ان چاروں صورتوں میں اس شعر کا مفہوم پایا جاتا ہے' ورنہ اگر موت ہی مراد ہو تو باقی تین صورتوں میں معلوم نہیں ہو سکتا کہ دوسرا شخص قائم مقام ہوا یا نہ ہوا۔ اور جن لوگوں نے 'خلا' کا معنی موت یہاں اس لئے لیا ہے کہ **من** حرف جار بعد میں آیا ہے تو ان کی نہایت زبردستی ہے کیونکہ یہاں **منا** سید کی صفت ہے، **خلا** کا صلہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا اشارہ ہم نے ترجمہ میں کر دیا ہے کہ "ہمارا سردار" **ای السید الکائن منا۔** کیونکہ اس وقت اس کا ترجمہ یوں ہوگا کہ "جب

کوئی سردار ہم سے بیزار ہو جاتا ہے تو دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے۔" اب اگر شاعر کا مطلب بھی مان لیا جائے تو وفات مسیح کیلئے کبھی سند نہیں بن سکتا کیونکہ عرب میں "خلیٌ" اس آدمی کو کہتے ہیں جو فارغ ہو۔ **خلا من الامر** کا یہ معنی ہے کہ وہ اس کام سے بیزار ہو گیا اور اس کا کوئی تعلق اس سے نہیں رہا۔ وفات کا معنی صرف ایک محاورہ میں لیا گیا ہے کہ **خلی مکانه ای مات** (منتہی الارب) مگر یہاں نہ آیت میں مکان کا لفظ موجود ہے اور نہ شعر، میں اس لئے وفات مسیح کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

قیاس اقترانی کا طریق بھی اس جگہ ایمانداری سے استعمال نہیں ہوا۔ کیونکہ **قبله** کا لفظ کبریٰ میں نہیں لیا گیا ورنہ حداوسط مکرر نہیں رہتی اور نتیجہ بھی غلط نکلتا ہے۔ جیسے **محمد رسول، و کل رسول قد خلا من قبل. محمد قد خلا من قبل**۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی مذکور ہے تو کیا وہاں بھی یوں کہا جا سکتا ہے کہ **عیسٰی رسول. و کل رسول قد خلا** ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر '**من قبل**' حذف کریں تو آیت کا مفہوم ناقص رہ جاتا ہے اور ملائیں تو حداوسط مکرر نہیں رہتی علاوہ بریں کلیہ کبریٰ بھی متحقق نہیں ہوتی کیونکہ اس وقت حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور اس حکم سے خارج ہو جاتے ہیں۔

اور اگر **من قبل** ظرف لغو مفعول فیہ نہ سمجھی جائے تو "**الرسل**" کی صفت نہیں بن سکتی کیونکہ یہاں موصوف موخر ہے۔ عطف بیان کا اگر خیال ہو تو وہ بھی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ ایک مخصوص اور مشہور لفظ ہوا کرتا ہے جو کسی حد تک معطوف کا معنی خود ہی ادا کرتا ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ **من قبله** کا مفہوم اس نوعیت سے خارج ہے کیونکہ **من قبله** سے **الرسل** کا مفہوم کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ خیال ہو کہ یہ اسم حالیہ ہوگا تو تقدیم حال کی وجہ بیان کرنا مشکل ہوگا، کیونکہ

تقدیم حال صرف اس وقت ہوتی ہے کہ ذوالحال اسم نکرہ ہو اور **الا** وغیرہ وہاں موجود نہ ہوں۔ جیسے **جاءنی راکبارجل، وما جاءنی رجل الاراکبا**۔ ذوالحال اگر مجرور بالحرف ہو تو بعض کے نزدیک اس پر بھی تقدیم جائز ہے۔ جیسے **فمطلبها كهلا عليه شديداً** (بوڑھا عورت کو مشکل سے طلب کر سکتا ہے) اور ان دونوں صورتوں کے سوا ذوالحال پر اسم حالیہ مقدم نہیں ہو سکتا' اس لئے یہ خیال بھی غلط ہوا کہ **من قبل الرسل** سے حال مقدم ہے۔ زیادہ تشریح دیکھنا ہو تو ''متن متین'' کا مطالعہ کرو۔

۱۵.....لغت میں' دجال' کا معنی جماعت کثیر ہے اس لئے اس سے مراد عیسائی قوم ہے جو اپنی مردم شماری میں بہت زیادہ ہے۔

جواب: اسم علم میں معنی لغوی مراد نہیں ہوتے بلکہ اسی میں صرف مدلول علمی مراد ہوتا ہے' اگرچہ لغوی مدلول اس میں نہ بھی پایا جائے جیسے ''سلطان'' بہت سے آدمی اپنا نام رکھتے ہیں مگر پیٹ سے بھوکے ہوتے ہیں۔ غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں یا زرخرید نوکر کو۔ مگر ہزاروں غلام آبق ایسے ہیں کہ ساٹھ سال تک غلام ہی کہلاتے ہیں اور کسی نے ان کو کوڑی سے بھی نہیں خرید کیا ہوتا۔ اسی طرح دجال بھی مسیح یہود کا اسم علم ہے جو احادیث میں مذکور ہے۔ ''منتہی الارب'' میں ہے کہ'' دجال جھوٹے فریبی اور کلام کو تحریف کرنے والے کو کہتے ہیں اور مسیح کذاب کا بھی لقب ہے کہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا۔'' پھر اسی کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ اس کو اس لئے دجال کہا گیا ہے کہ وہ جھوٹ بولے گا۔ (**دجل**) اور اپنی جھوٹی باتوں کو سچائی کی ایسی آب دے گا کہ وہ سچی معلوم ہوں گی۔ (**دجل بالذهب**) اور خزانے اس کے تابع ہوں گے۔ (**الدجال الذهب**) اور ایک گروہ عظیم اس کا پیرو ہوگا۔ (**الدجالة الرفقة العظيمة**) اور زمین کو ناپاک کر دیگا۔ (الدجال السرجهن) اور بدسرشت اور بدخیال آدمی اس کے تابع ہوں گے (**دجل الناس لقطاؤهم**) اب

مخالفین اگر الٹ کر یہ ساری صفات مسیح قادیانی میں ثابت کر کے اسے دجال کہیں تو ہمارے خیال میں انگریزوں کو دجال کہنے کی نسبت انکا یہ قول زیادہ قرین قیاس ہوگا۔

۱۶...... "کنز العمال" میں احادیث دجال میں رجال کا لفظ بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر زمانہ میں عیسائی دنیا میں پھیل جائیں گے اور وہی دجال بھی ہیں۔

جواب: **کنز العمال** میں طباعت کی کئی غلطیاں رہ گئی ہیں اور یہاں بھی غلطی سے **دجال** کی بجائے **رجال** کا لفظ لکھا گیا ہے اور جب دوسرے نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے' تو وہاں بھی یہ لفظ دجال ہی نکلا اس لئے غلط لفظ کو پیش کر کے اپنا مطلب ثابت کرنا غلط کاروں کا کام ہوگا ورنہ دیانتدار آدمی ایسی چالاکی سے محترز رہتے ہیں۔ بالفرض اگر کسی حدیث میں رجال کا لفظ بھی آیا ہے تو اس سے مراد انگریزوں کی بجائے مرزائی ہو سکتے ہیں' جو مختلف ممالک میں تبلیغ مرزائیت کیلئے اپنے وطن سے دور دراز نکل گئے ہیں۔ اور مرزا صاحب نے بھی ایک جگہ لکھا ہے "میری جماعت اس قدر ہے کہ اگر ان کو ایک جگہ کھڑا کیا جائے تو بڑے سے بڑے لشکر بھی شمار میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔" اور براہین کے الہامات میں ایک انگریزی الہام بھی مذکور ہے کہ۔ "آئی ول گو یو اے گریٹ پارٹی اوف اسلام" خدا نے کہا تھا کہ "اے مرزا میں تم کو ایک بڑی جماعت دوں گا۔"

۱۷...... قرآن شریف میں ہے کہ کسی انسان کو خلد (ہمیشہ کی زندگی) نہیں دی گئی تو مسیح ابھی تک کیوں زندہ ہیں؟

جواب: **خلود** اور طول عمر میں فرق ہے۔ زمین و آسمان، عرش و کرسی اجرام فلکیہ اور ملائکہ یا ارواح ہزاروں ایسی مخلوقات ہیں جو باوجود فانی ہونے کے ابھی تک قائم ہیں اور قائم رہیں گے۔ کتاب المعمرین لابی حاتم السجستانی میں جن لوگوں کی عمریں تین سو سال سے زیادہ گزری ہیں انکی مختصر فہرست دی گئی ہے۔ جس کا اقتباس درج کیا جاتا ہے:

لقمان بن عادیا ۳۲۰، سطیح (ولد فی زمن السیل العرم وعاش الی ملک ذی نواس) ۳۰ قرن، ربیع بن ضبع ۳۴۰، مستوغربن ربیعة ۳۳۰، دریدبن نهد ۲۰۶، ابن حمة الدوسی اسمه کعب اوعمر ۳۹۰، زهیربن جناب ۴۲۰، فضیل بن عبداللّٰہ (وهوجد زهیر بن جناب) ۷۰۰، یتم اللّٰہ بن ثعلبة ۵۰۰، ذوجدن الحمیری ۳۰۰، عبدالمسیح بن عمر ۳۵۰، حاوث بن مضاص ۴۰۰، قس بن ساعدة الایادی ۳۸۰، ثعلبه بن کعب بن زید ۳۰۰، طیئی بن ادد ۵۰۰، کعب بن رداه ۳۰۰، حارثه بن عبیده ۵۰۰، عباد بن سعید ۳۰۰، ذو الاصبع عدوانی ۳۰۰.

یہ لوگ اسی زمانہ میں تھے جبکہ حضرت مسیح کا زمانہ تھا۔ اب اگر حضرت مسیح کو زندہ مان لیا جائے تو سطیح سے بھی زیادہ عمر کے نہ ہوں گے کیونکہ اسکی عمر تین ہزار سال تھی۔ لان القرن علی الاصح مائة سنة لقولہ علیہ السلام لغلام "عش قرنا" فعاش مائة سنة.

(منتہی الارب)

"فتوحات مکیہ" اور "ازالۃ الخفاء" میں زریت بن برثملا کی حکایت یوں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں حضرت سعد کو قادسیہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا اور انہوں نے بحکم خلیفہ نضلہ بن معاویۃ انصاری کو کوہ حلوان کی طرف عراق میں جہاد کرنے کو تین سو (۳۰۰) مجاہد کی معیت میں روانہ کیا اور جب نضلۃ رضی اللہ عنہ وہ علاقہ فتح کر کے واپس آئے تو کوہ حلوان میں عصر کا وقت ہو گیا، نماز کیلئے اذان کہی تو پہاڑ سے ایک تصدیقی آواز آئی پوچھا گیا تم کون ہو؟ کہا میں زریت بن برثملا ہوں۔ حضرت مسیح نے اپنے نزول من السماء تک یہاں ٹھہرنے کو کہا ہے، یہ شخص سپید ریش بزرگ تھا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کہلا بھیجا اور وصیت کی کہ اسلامی خدمات تندہی سے انجام دیں' کیونکہ نزول مسیح

قریب آرہا ہے۔ نضلہ نے اور بھی بہت سے سوال و جواب کئے پھر وہ غائب ہو گیا۔ نضلہ نے سعد کو یہ واقعہ لکھا اور سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد کو جواب میں لکھا کہ تم خود وہاں جاؤ اور میرا اسلام عرض کرو۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ چار ہزار (۴۰۰۰) مجاہدین کی معیت میں کوہ حلوان میں چالیس دن تک ٹھہرے رہے مگر وہ بزرگ پھر ظاہر نہ ہوا۔ یہ روایت کنز العمال میں بھی مذکور ہے اور لکھا ہے کہ من حیث الروایۃ صحیح نہیں ہے مگر فتوحات مکیہ میں اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اہل کشف کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے کیونکہ ان کو واقعات کی اصلیت شیشہ کی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔ بہر حال اس روایت کی رو سے زریت کی عمر حضرت عمر کے عہد تک کم از کم سات سو (۷۰۰) سال ضرور تھی اور نزول مسیح تک معلوم نہیں کتنی ہو جائے گی؟

۱۸...... حضرت عائشہ اور امیر معاویہ معراج روحانی کے قائل ہیں تو اسی طرح پھر حضرت مسیح باتفاق اہل اسلام کیسے بجسم عنصری آسمان پر اٹھائے گئے؟

جواب: یہ دونوں واقعات آپس میں لازم ملزوم نہیں ہیں' اسلئے یہ منطق غلط ٹھہرتی ہے کہ چونکہ معراج جسمانی میں اختلاف ہے اس لئے وفات مسیح کا قول متفقہ طور پر صحیح ہے۔ مگر ہم اس مسئلہ کو دوسری طرح بھی حل کر سکتے ہیں کہ" مدارج النبوۃ" میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کو چونتیس (۳۴) دفعہ معراج ہوا ہے۔ جن میں سے ایک جسمانی طور پر ہوا تھا باقی روحانی طور پر ہوئے تھے اور جسمانی معراج کے وقت حضرت عائشہ ابھی شیر خوار تھیں یا بہت چھوٹی بچی تھیں کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے کم از کم ایک سال پہلے وقوع پذیر ہوا ہے اور زیادہ سے زیادہ پانچ سال، اور حضور کے حرم سرا میں حضرت عائشہ کو باریابی ہجرت کے بعد نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے حضرت عائشہ کا یہ قول کہ شب معراج کو حضور کا جسم مبارک غائب نہ ہوا تھا، صحیح روایت نہیں ہے' بلکہ یا تو اس کا یوں مطلب لیا جا سکتا ہے کہ جسم بغیر روح کے غائب

نہ ہوا تھا بلکہ دونوں (جسم مع الروح) کو سیر ہوئی تھی اور یا یوں کہ انہوں نے اپنا عندیہ بیان کیا تھا کہ اس رات آپ کہیں باہر نہیں گئے تھے بلکہ ام ہانی کے گھر سوئے تھے۔ ساری رات حاضری کا قول نہیں کیا اس لئے ممکن ہے کہ جس وقت حضور ﷺ معراج کو تشریف لے گئے ہوں حضرت عائشہ جو نو عمر تھیں، سو رہی ہوں۔ اس کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جو کنز العمال میں حضرت ابو بکر صدیق سے مروی ہے کہ آپ اس رات حضور کے پاس تشریف لائے تو حضور کو نہ پایا۔ عرض کیا کہ میں نے آپ کو ہر جگہ تلاش کیا مگر آپ نہیں تھے، تو حضور نے فرمایا کہ ''میں آسمان پر گیا ہوا تھا۔'' اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ بے شک اس رات تو تھے اپنے گھر ہی (بیت ام ہانی) مگر تھوڑی دیر کے لئے غائب ضرور ہو گئے تھے جس کو بیٹی نے محسوس نہیں کیا تھا اور باپ نے دریافت کر لیا تھا۔ باقی رہا امیر معاویہ کا جھگڑا تو وہ روایت اس لئے قابل وثوق نہیں ہے کہ اس وقت تک امیر معاویہ کا اسلام ثابت نہیں تو پھر ان کو کمالیت اسلام کے متعلق روایات سے کیسے تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر آپ نے سن آٹھ (۸) ہجری میں اسلام قبول کرنے کے بعد یہ روایت کی ہے تو روایت در روایت کا شبہ پڑتا ہے۔ ورنہ عینی مشاہدے کی بنیاد پر یہ روایت بھی خیال نہیں کی جا سکتی۔

ہمیں اس موقعہ پر آج کل کے محققین پر سخت افسوس ہے کہ اگر حیات مسیح کے متعلق ذرہ بھر شبہ ہو تو روایات پر جرح کر کے فوراً وفات مسیح ثابت کر لیتے ہیں، مگر معراج جسمانی کے متعلق ایسی آنکھیں بند کی ہیں کہ اپنے سارے عقائد کی بنیاد صرف قول عائشہ و قول معاویہ پر رکھ ڈالی ہے۔ جو کسی طرح بھی قابل وثوق نہیں ہیں، کیونکہ یہ دونوں اقوال خود قول حضور کے خلاف ہیں۔ صدیق اکبر ان کی تکذیب کرتے ہیں اور قرآن شریف میں ﴿اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا﴾ موجود ہے جو کبھی نیند کے موقع پر استعمال نہیں ہوا اور نہ ''فِی الْمَنَامِ'' کا لفظ اس ساری آیت میں موجود ہے اور یہ بھی موجود ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً

اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ﴾ حضور نے جناب باری تعالیٰ کو دو بار دیکھا سدرۃ المنتھی کے پاس۔ اور یہ بھی لکھا ہے ﴿ **مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی** ﴾ حضور کی نظر میں نہ فتور آیا تھا اور نہ اس نے کوئی غلطی کی تھی۔ ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ یہ خواب تھا یا کشفی حالت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ کو کشفی حالت یا خواب بیان کرنے کیلئے یہ ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ یوں فرمائے کہ ﴿ **مَازَاغَ الْبَصَرُوَمَا طَغٰی** ﴾ نہیں نہیں صرف ان لوگوں کا شبہ دور کرنا مطلوب تھا کہ جن کو یہ خیال گزر رہا تھا کہ شاید حضور کی نظر نے غلطی کھائی ہوگی یا انوار تجلیات سے آنکھ چندیا گئی ہوگی۔ اس لئے آپ کا بیان مشتبہ ہے۔ اور سنئے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ ﴿ **اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی** ﴾ جو کچھ خدا تعالیٰ نے وحی کرنا تھا وحی کر دیا۔ اب خوابی فرقہ بتائے کہ کیا حضور کی وحی سو کر ہوا کرتی تھی۔ قرآن شریف میں تو تین طرح کی وحیوں کا ذکر ہے مگر 'وحی منامی' کا ذکر نہیں ہے اس خیال کی تردید خود حضور نے بھی فرمائی ہے کہ "خدا تعالیٰ نے اپنا ید قدرت میرے کاندھوں پر رکھا جس کی سردی دیر تک محسوس کرتا رہا ہوں۔ تو مجھے اس کی برکت سے **علم الاولین والاخرین وماکان وما سیکون** سب کچھ حاصل ہوگیا"۔ خود مشرکین عرب نے بھی اس خیال کو صحیح نہیں سمجھا ورنہ صبح کو آپ سے مشاہدات بیت المقدس کی تشریح نہ پوچھتے۔ کیا وہ ایسے ہی بیوقوف تھے کہ خوابوں کا آنا بھی قرین قیاس نہیں سمجھتے تھے اور اس رات جو قافلہ شام سے مکہ کو آرہا تھا وہ بھی اس واقعہ کو جسمانی قرار دیتا ہے، کہ ہم آرہے تھے تو ہمارے اونٹ ڈر گئے تھے اور ہمارے مشکیزہ سے پانی خشک ہوگیا تھا کہ جس سے ہم نے معلوم کیا کہ کوئی سوار جا رہا ہے اور مشک سے اس نے نوش فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ دربان بیت المقدس کی شہادت بھی اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ اس رات وہ پھاٹک بند کرتا تھا مگر وہ بند نہ ہوتا تھا تو وہ یوں ہی چھوڑ گیا تھا۔ صبح آتے ہی اس نے پاؤں کے نشان دیکھے تھے کہ ایک سواری آئی ہے اور پھر نکل

گئی ہے ان تمام واقعات کی تشریح ''مدارج النبوت'' میں دیکھو۔

۱۹...... شیعہ کے نزدیک ناممکن ہے کیونکہ خدا لطیف وخبیر ہے اور **لا یدرکہ الابصار** ہے۔

جواب: شیعہ گو دیدار الٰہی کے منکر ہوں مگر حیات مسیح کے منکر نہیں ہیں اور جس نے ان دونوں مسئلوں کو لازم وملزوم سمجھا ہے وہ بیوقوف ہے۔ علاوہ بریں رؤیت اور چیز ہے اور ادراک اور چیز ہے ہم سورج کو دیکھتے ہیں یہاں ہماری رویت ہے۔ مگر ادراک یعنی پورے طور پر گہری نظر سے دیکھنا نہیں ہے' اسی طرح ہم بھی رؤیت کے قائل ہیں، ادراک ذات الٰہیہ کے قائل نہیں ہیں۔ حضرت عائشہ سے بھی ادراک کی نفی معلوم ہوتی ہے' رؤیت بصری کی نفی معلوم نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ معراج کا واقعہ آپ سے پوشیدہ رہا ہے۔

۲۰...... آیت مذکورہ میں بعض کے نزدیک دیدار جبرائیل مراد ہے تو پھر معراج جسمانی کیسے ٹھہرا؟

جواب: جب صاف ذکر ہے کہ سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک اس وقت آپ تھے تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے کہ حضور بیت المقدس تک جسمانی طور پر ﴿**اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا**﴾ کے ماتحت تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے عرش معلٰی تک ﴿**وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی**﴾ کے رو سے پہنچ چکے تھے اور یہ رسائی قرآن کے رو سے ہر طرح ثابت ہے' خواہ دیدار الٰہی کا قول کیا جائے یا دیدار جبرائیل کا۔ دیدار جبرائیل کے متعلق بھی اصلی صورت کا دیدار مراد ہوگا ورنہ معمولی صورت میں تو حضور ﷺ سے کئی دفعہ ملاقات کر چکے تھے۔

۲۱...... **کنت انت الرقیب علیھم** میں صاف مذکور ہے کہ حضرت مسیح قیامت کو دو اقرار کریں گے۔ اول یہ کہ مجھے اپنی قوم کی خبر **توفی** سے پہلے رہی ہے بعد میں نہیں رہی۔ دوم یہ کہ میری خبر گیری بنی اسرائیل میں موجود رہنے تک محدود تھی اور بعد میں مجھے اطلاع ان کے حالت کے متعلق نہ تھی۔ تو دونوں صورتوں میں نزول مسیح باطل ہو جاتا ہے' ورنہ یوں کہنا

لازم تھا کہ میں دوبارہ نزول کے بعد بھی خبر گیر رہا ہوں‘ مگر آپ اس کی نفی کریں گے۔ کیا کذب بیانی کا ارتکاب کریں گے؟

جواب: کذب بیانی کا الزام تو مرزائی تعلیم کے مطابق بھی قائم رہتا ہے‘ کیونکہ ”آئینہ کمالات اسلام“ میں مرزا صاحب مانتے ہیں کہ نصاریٰ کی ابتری کا حال آسمان پر بھی آپ کو معلوم تھا۔ ورنہ کشمیر میں بھی جب تک بنی اسرائیل میں رہے اس ستاسی (۸۷) سال کے عرصہ دراز میں بھی آپ کو اہل فلسطین اور اہل شام کی مطلقا خبر نہ تھی۔ تو باوجود موجود رہنے کی بھی آپ کو علم نہیں رہا‘ اب موجودگی اور علم کو لازم وملزوم قرار دے کر یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ جب تک میں بنی اسرائیل میں رہا تب تک مجھے علم تھا۔ اس لئے یہ ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ آپ کی موجودگی میں پیدا نہیں ہوا۔ واقعہ صلیب کے بعد متصل ہی پولوس یہودی نے نصرانیت میں تثلیث کا عقیدہ پھیلانا شروع کر دیا تھا اور اس سے پہلے بھی حسب تصریح مورخین وحسب تصریح ”برنباس“ تثلیث کی بنیاد پڑ چکی تھی اور فساد قوم متحقق ہو چکا تھا۔

۲۲...... چونکہ آپ کا بیان لاعلمی کے متعلق قرآن میں مذکور ہے اس لئے بیرونی روایات کا اعتبار نہیں رہے گا۔

جواب: قرآن شریف میں لاعلمی کا ذکر نہیں ہے بلکہ بے سمجھی کی وجہ سے یہ نظریہ خواہ مخواہ قرآن کے ذمہ تھوپ دیا گیا ہے‘ ورنہ محققین اہل تفسیر نے جو کچھ بیان کیا ہے اصل میں وہی درست ہے کہ سرکاری گواہ جب عدالت کو خود مدعی دیکھتا ہے تو اپنی رپورٹ کو عدالت کے سپرد کر کے یوں کہہ سکتا ہے کہ عدالت خود معاملہ زیر بحث کو خوب جانتی ہے مجھے عدالت سے بڑھ کر کیا علم ہو سکتا ہے۔ اس طرز کے جواب کو **تفویض العلم الی الغیر** کہتے ہیں جو ہمیشہ بڑوں کے سامنے چھوٹے آدمی استعمال کرتے ہیں، اور اسی طرز جواب کو تمام انبیاء بھی

برتیں گے۔ آیت زیر بحث سے چند سطور پہلے دیکھئے، یوں مذکور ہے کہ ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ اس دن خدا تعالیٰ تمام انبیاء کو کہ جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہوں گے جمع کر کے سوال کرے گا کہ بتاؤ تمہاری کامیابی کیسی رہی؟ اور تمہاری اجابت یا قبولیت کس درجہ پر رہی؟ تو تمام انبیاء یک زبان ہو کر یوں کہیں گے: یارب! ہمیں کہنے کی کیا ضرورت ہے تو خوب جانتا ہے۔ ہمیں اصلی واقعات کا کچھ بھی علم نہیں ہے ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ باوجود یہ کہ ان کو اپنی امتوں کا حال معلوم ہوگا مگر اپنی اطلاع وہی کو کمال وضوح کی وجہ سے باری تعالیٰ کے ذمہ ڈالیں گے ورنہ اگر تفویض العلم الی الغیر کا مسئلہ باطل سمجھا جائے تو نعوذ باللہ تمام انبیاء کے حق میں کذب بیانی کا الزام پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ مرزائیوں کو اس مقام پر قرآن شریف کے اصلی مقاصد سمجھنے پر قدرت حاصل نہیں ہوئی۔ اس لئے خود بھی ٹھوکر کھائی ہے اور لوگوں کو بھی غلط راستہ بتا رہے ہیں۔ زیادہ تشریح دیکھنی ہو تو تفسیر کبیر اور تفسیر روح المعانی کا مطالعہ کریں۔

۲۳.....مرزا صاحب مہدی تھے اس لئے قادیان اصل میں کدعہ تھا اور چونکہ مسیح بھی تھے اس لئے یہی شرقیہ دمشق ہے۔

جواب: قادیاں کی وجہ تسمیہ میں پہلے یوں کہا گیا ہے کہ قاضیاں تھا بگڑ کر قادیان بن گیا۔ مگر اس وقت مرزا صاحب مدعی نہ تھے اور دعویٰ کے بعد اس کے دو نام بدل گئے ہیں اور یہ تبدیلی ظاہر کرتی ہے کہ یہ سب کچھ غلط ہے کیونکہ اسی علاقہ میں دو گاؤں اور بھی قادیان موجود ہیں۔ اور ان کی وجہ تسمیہ میں مہدویت اور مسیحیت کا کچھ اثر نہیں ہے اس لئے ہم اس کی وجہ تسمیہ وہاں سے لے کر یوں کہتے ہیں کہ کادی ارائیں ہوتے ہیں۔ اس علاقہ میں یہی قوم آباد تھی اس لئے یہ تین گاؤں ارائیوں کے نام پر مشہور ہیں اور قادیان دمشق سے مشرقی خط بھی واقع پر نہیں ہے کیونکہ قادیان سے دو ہزار میل کے فاصلہ پر خط مشرقی چلتا ہوا

ترکستان کونکل جاتا ہے جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے۔

۲۴...... آپ کی کل عمر ایک سو (۱۲۰) سال ہے، تینتیس (۳۳) سال کو رفع ہوا نزول کے بعد ستاسی (۸۷) سال زندہ چاہیے تھا۔ احادیث میں چالیس (۴۰) یا پینتالیس (۴۵) سال کا عدد ہے یہ تعارض کیسے اٹھ سکتا ہے اس لئے یوں کہنا پڑتا ہے کہ بعد نزول از صلیب آپ کی عمر کشمیر میں ستاسی (۸۷) سال گزری ہے۔

جواب: جن روایات میں آپ کی عمر ایک سو (۱۲۰) سال مذکور ہے علامہ زرقانی نے ثابت کیا ہے کہ یہ عمر قبل از رفع کی ہے۔ عمر بعد النزول اس کے علاوہ ہے اور کل عمر اس حساب سے ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال یا ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) سال بنتی ہے۔

۲۵...... کسر صلیب سے مراد مباحثہ مذہبیہ ہے ورنہ لکڑی کو توڑ کر حضرت مسیح کیا کریں گے؟

جواب: آپ حکومت اسلامی قائم کریں گے اور گرجے گرا کر صلیب پرستی دور کریں گے۔ قیامت کو بت پرستوں کے بتوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح عیسائیوں کو مغلوب کر کے ان کا بت اکبر (صلیب) بھی خاک میں ملا دیا جائے گا۔

۲۶...... یہودیوں پر بحکم قرآن قیامت تک ذلت لکھی ہوئی ہے، وہ مسیح کے زمانہ کب لڑیں گے؟ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے مراد مولوی ہیں جو مرزا صاحب سے لڑتے ہیں۔

جواب: مسیح دجال یہودیوں پر زبردستی حکومت کرے گا اور ان کو چاہے گا کہ مسلمانوں پر غلبہ کرے مگر اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوگا۔ کیونکہ قیامت تک اسلام کے مقابلہ پر ان کو ذلت لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر علمائے اسلام یہودی ہیں تو مرزائی مولوی صاحبان بھی یہودیوں سے کم نہیں ہیں کیونکہ یہودیوں کی طرح کلام الٰہی کو تحریف کے ذریعہ سے نیا لباس پہنا رہے ہیں۔ اور اعداد و الفاظ سے استدلال قائم کرنا بھی یہودیوں کی طرح ان میں ہی موجود ہے۔ اور وفات مسیح میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی ہے۔ یہودی مسلمانوں کے دشمن

ہیں تو مرزائی بھی ان سے کم نہیں ہیں۔

۲۷..... 'لا یقبل الا الاسلام' سے مراد تبلیغ ہے ورنہ ﴿ لَاۤ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ﴾ کے خلاف ہوگا۔

جواب: جب دجال مسلمانوں پر فوج کشی کرے گا تو اس وقت مسلمانوں پر جوابی حملہ فرض ہو گا جس میں وہ مارا جائے گا اور نصاریٰ بھی چونکہ ان کے طرف دار ہوں گے اس لئے ان سے بھی جہاد کرنا پڑے گا اور حکومت اسلامیہ قائم کرنے کے واسطے نہ کسی سے جزیہ لیا جائے گا اور نہ غیر سے معاہدہ کیا جائے گا، کیونکہ فتنہ ارتداد زوروں پر ہوگا اور توحید و شرک کا فیصلہ جہاد کے سوا نہ ہو سکے گا۔ ﴿ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ کا مقام ہوگا۔

۲۸..... لا یرکب علی فرس ابداً۔ مسیح کی علامت ہے تو پھر جہاد کیسے وقوع پذیر ہوگا؟

جواب: قیام حکومت کے بعد مسلمانوں کو جہاد کی ضرورت نہ رہے گی، ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مسیح مطلقاً جہاد نہ کریں گے۔

۲۹..... یذوب الدجال کالملح، کا وقوع یوں ہوا ہے کہ عیسائی مرزائیوں کے مقابلہ میں پانی پانی ہو جاتے ہیں۔

جواب: صرف منہ سے کہنا آسان بات ہے ورنہ جب سے مرزائی مذہب شروع ہوا ہے عیسائیت کو وہ قبولیت ہوگئی ہے کہ اسلام ان کے مقابلہ میں پانی پانی ہو رہا ہے اور خود مرزائی مذہب کے پیرو عیسویت میں جذب ہو رہے ہیں اور عیسائیت قبول کر رہے ہیں۔ ذرا آنکھ کھول کر تمدن اور معاشرت مرزائیہ پر نظر دوڑایئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح عیسائیت کی خاطر قرآن میں تحریف کر رہے ہیں۔

۳۰..... یاجوج ماجوج دو شخص تھے کہ جن کی اولاد اہل یورپ ہیں ان کے ڈھانچے لندن (گلیڈ ہال) میں موجود ہیں اور چونکہ انہوں نے آگ سے بہت کام لیا ہے، اس لئے بھی

ان کو یاجوج ماجوج کہا جا سکتا ہے (کیونکہ اجیج آگ کو کہتے ہیں) دجال کی بھی یہی قوم ہے۔ مرزا صاحب کے عہد میں مذہبی طور پر فنا ہو چکے ہیں۔

جواب: یہ نظریہ بالکل غلط ہے کیونکہ خروج یاجوج و ماجوج حضرت مسیح کے زمانہ میں لکھا ہوا ہے اور اقوام یورپ مرزا صاحب کے آباؤ اجداد سے بھی پہلے موجود ہیں۔ اسی طرح تمام انسان کم و بیش آگ سے کام لیتے ہیں اور آتش پرست تو عرصہ دراز تک آگ کی پرستش کرتے رہے ہیں، تو پھر کیا یہ سب 'یاجوج ماجوج' ہوں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ احادیث کے رو سے ایک قوم مخصوص کا اسم علم 'یاجوج ماجوج' قرار پایا ہے۔ اس لئے اگر وضعی معنی کے طور پر مرزائی بھی 'یاجوج ماجوج' بن جائیں تو اصل مقصد میں کچھ نقص پیدا نہ ہوگا۔ جیسا کہ مسیح کا لفظ بھی اشتراکی طور پر تین آدمی ظاہر کرتا ہے۔ دجال، قادیانی، اور ابن مریم

۳۱...... **یجعله اللّٰہ حکما** سے مراد یہ ہے کہ مرزا صاحب حق و باطل میں قطعی فیصلہ کریں گے۔

جواب: حضرت مسیح تو واقعی حاکم اور فیصل ہوں گے، مگر مرزا صاحب کی زندگی تو تحریف و تنسیخ اسلام میں گزری ہے۔ اگر یہی حکومت مراد ہے تو مسیح ایرانی نمبر اول پر حکم عادل تصور ہوگا' کیونکہ اس نے سرے سے قرآن ہی کو منسوخ کر دیا ہے۔

۳۲...... **یمکث عیسٰی اربعین**، وارد ہوا ہے معلوم نہیں کہ چالیس (۴۰) سال حضرت مسیح حکومت کریں گے یا کم و بیش؟

جواب: خواہ آپ حکومت ایک دن ہی کریں مگر صداقت مرزا کا تعلق اس سے کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ حضور ﷺ کو دجال، یاجوج ماجوج اور مسیح کا علم نہیں دیا گیا۔ تو مرزا صاحب پر تین الزام قائم ہوتے ہیں۔ **اول** جہالت اسلامی' کیونکہ صحیح روایات میں چالیس (۴۰) سال آپ کی حکومت متحقق کی گئی ہے۔ **دوم** توہین رسالت' کہ مرزا کو تو ان تینوں کا علم ہے، مگر حضور پر یہ تینوں مشتبہ تھے۔ اس الزام کے رو سے مرزا صاحب کافر واجب القتل

تھے۔سوم دوران سر کیونکہ اپنی عمر اسی (۸۰) سال بتاتے تھے اور چالیس (۴۰) سال کے بعد دعویٰ کیا تھا اور چالیس (۴۰) سال کی عمر کا قول خود احادیث کو دیکھ کر کیا تھا۔ اور یہاں آکر بھول گئے تھے اور خدا نے بھی چالیس (۴۰) سال تک مسیح نہ رہنے دیا۔

۳۳......**فلا یجد الکافر ریح نفسه الامات**، میں مذکور ہے کہ کافر حضرت مسیح کے دم سے مر جائیں گے۔ مرزا صاحب کی تبلیغ ایسی ہی ہے۔

جواب: اس حدیث میں حضرت مسیح کا معجزہ بیان ہوا ہے جیسا کہ " **شاهت الوجوه**" میں حضور ﷺ کا معجزہ مذکور ہے کہ آپ نے کنکریاں پھینک کر تمام کو اندھا کر دیا تھا اور مرزا صاحب کی تبلیغ سے ہزاروں مسلمان گمراہ ہو چکے ہیں اور ان کے دل مر چکے ہیں' جن کو وہ کافر کہا کرتے ہیں۔ اگر صلاح الدین ایوبی یہ دعویٰ کرتا تو درست ہو سکتا تھا کیونکہ ۱۰۹۶ء میں بطرس ناسک چھ لاکھ عیسائی فوج لیکر مصر پر چڑھ آیا تھا اور اس نے جنگ صلیبی میں عیسائیوں کو شکست دی تھی۔

۳۴......**یقتل الخنزیر**، میں اشارہ ہے کہ عیسائیوں کو لاجواب کر دیا جائے گا۔

جواب: نہیں قتل خنزیر کی رسم اور اس کا استعمال حضرت مسیح کی زندگی میں بند ہو جائے گا کیونکہ اہل کتاب کا خاتمہ ہو جائے گا اگر مرزا صاحب کے عہد پر یہ مضمون منطبق کیا جائے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ قتل خنزیر کی بجائے خود قتل ہو گئے ہیں۔ تحریف کتاب اللہ اور ترک احادیث رسول اللہ میں عیسائیوں کے مقابلے پر دم چھوڑ بیٹھے ہیں جہاد موقوف کر دیا ہے اور عیسائیت کو ہی اپنا اسلام سمجھ لیا ہے اور تمدن یورپ میں جذب ہو رہے ہیں۔

۳۵......**یضع الجزیة**، میں اشارہ ہے کہ مرزا صاحب جہاد بند کر دیں گے۔

جواب: حکم الٰہی کو بند کرنا رسول کا اختیار نہیں ہوتا اب اگر مرزا صاحب نے جہاد اسلامی کو بند کرنے کا فتویٰ دیا ہے تو اگر بذریعہ وحی دیا ہے تو آپ کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ " میں

اسلام کا ناسخ ہو کر نبی نہیں بنا'' اور اگر اجتہادی طور پر فتوی دیا ہے تو سراپا غلط ہے۔ مگر حضرت مسیح کے عہد میں چونکہ کمال تبلیغ کے بعد حکومت اسلامی تسلیم ہو چکے گی اس لئے جہاد کی ضرورت نہ رہے گی، ورنہ آپ بھی اس حکم میں ترمیم نہ کریں گے' کیونکہ نسخ شریعت کا ارتکاب سوائے مخالف اسلام کے کوئی نہیں کر سکتا۔

۳۶......**یهلک الملل کلها**، میں اشارہ ہے کہ تمام ادیان کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی تعلیم غالب رہے گی۔ ورنہ **لا اکراه فی الدین**، اور **لو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة**، وغیرہ کے خلاف ہے۔

جواب: بالکل غلط ہے ورنہ بتائیں کتنے آریہ مغلوب ہوئے، کتنے عیسائی معترف ہوئے یا کتنے بابی مذہب کے پیرو مرزائیت میں داخل ہوئے۔ بلکہ واقعات بتا رہے ہیں کہ بابی مذہب نے ان کا ناک میں دم کر دیا ہوا ہے۔ عیسائیت زوروں پر ہے اور آریہ وغیرہ کی کوشش سے فتنہ ارتداد جاری ہے اور مرزائیت سے لوگ توبہ کر رہے ہیں اس لئے اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اسلام ہی اسلام ہوگا جیسا کہ ﴿**لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ**﴾ میں مرزا صاحب خود بھی مان چکے ہیں۔

۳۷......**یمکث اربعین** میں اشارہ ہے کہ چالیس سال مرزا صاحب اپنے مذہب کی تبلیغ کریں گے۔

جواب: واقعات نے اس کی تکذیب کی ہے کیونکہ اسی (۸۰) سال کی عمر تک آپ نہیں پہنچ سکے' ساٹھ (۶۰) ستر (۷۰) کے درمیان ہی وفات پائی تھی اور ٹیچی فرشتہ نے جو کچھ بتایا تھا کہ مرزا صاحب کی عمر اسی (۸۰) سال ہو گی غلط وحی تھی۔ اور مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے کی ایک بین دلیل ہے۔

۳۸......**یصلی علیه المسلمون صلوة الجنازة** میں اشارہ ہے کہ جنھوں نے مرزا

صاحب پر جنازہ پڑھا ہے' وہی مسلمان ہیں باقی سب کافر ہیں۔

جواب: اس اصول سے تو مرزائی بننے کی یہ ایک شرط بھی معلوم ہوتی ہے کہ پہلے جنازہ پڑھا جائے اور اگر مرزا صاحب پر جنازہ کی رسم جاری نہ رکھیں تو صرف وہی لوگ مسلمان رہ سکتے ہیں جو آپ کی لاش پر حاضر ہوئے تھے اور جو نہیں پہنچ سکے تھے وہ غیر حاضری کی وجہ سے بے ایمان ہو چکے تھے۔ بہر حال یہ نظریہ اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ حدیث کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ ''حضرت مسیح پر لوگ نماز جنازہ پڑھیں گے۔'' یوں ترجمہ غلط ہوگا کہ جو لوگ جنازہ پڑھیں وہی مسلمان ہوں گے' کیونکہ اس وقت یوں عبارت ہونی چاہئے **الذین یصلون علیه هم المسلمون فی عهده،** بہر حال یہ نظریہ مرزائیوں کے اس دعویٰ کو بھی باطل کرتا ہے کہ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے' لوگ مسلمان (مرزا) کو کافر کہہ کر خود بخود کافر کہہ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔ بظاہر اسلام سے اتنی محبت کہ کسی کو کافر کہنے کے روادار نہیں ہیں مگر جنازہ کا ایسا حکم ہوا ہے کہ اس میں غیر حاضری کی وجہ سے اپنی جماعت بھی کافر ہو رہی ہے حالانکہ اسلام میں نماز جنازہ فرض کفایہ ہے بعض کی ادا سے سب کا ادا ہو جاتا ہے مگر یہاں فرض عین قرار دیا جاتا ہے جس کی وجہ یا تو اسلامی ناواقفی ہے اور یا تحریف اور تنسیخ اسلام جو مرزا صاحب کی تعلیم کو ناسخ شریعت اسلامیہ قرار دیتی ہے۔

۳۹......حدیث معراج میں آیا ہے کہ **معی قضیبان** اس سے خود مرزا صاحب کی زبان اور قلم مراد ہیں۔

جواب: معراج بیداری میں واقعی جسمانی واقع ہوا تھا اور خواب نہ تھا کہ تعبیر کی ضرورت پڑے اور مرزا صاحب نہ جسمانی طور پر وہاں موجود تھا اور نہ روحانی طور پر۔ کیونکہ ان کے نزدیک جسم کی گرمی سے روح پیدا ہوا کرتی ہے اس لئے قرآن وحدیث یا سیف وقلم خود مسیح

علیہ السلام کی مراد ہیں۔

۴۰......ان ربکم لیس باعور، میں اشارہ ہے کہ انگریزی مذہبی آنکھ سے کانے ہیں۔

جواب: مرزا صاحب خود کانے ہیں ہدایت کی آنکھ بند ہے جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے اور تحریف و تنسیخ اسلام کی آنکھ اس قدر روشن اور ابھری ہوئی ہے کہ یہود و نصاریٰ بھی ان کے سامنے پانی بھرتے ہیں۔ دعویٰ یہ کیا ہے کہ اسلام منسوخ نہیں مگر اندر ہی اندر ایک مسئلہ بھی اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہنے دیا' اس مخادعت کا اجر خدا ہی آپ کو دے گا۔

۴۱......خروج دجال کا مقام متعین نہیں ہے چونکہ ایک روایت میں "ملتقی البحرین" ہے، دوسری میں ہے کہ مشرق ہے اور تیسری میں ہے کہ شام یا عراق ہے اس لئے اس سے پادری لوگ مراد ہیں۔

جواب: کیسی بے تکی بات ہے کہ چونکہ مقام معین نہیں ہے تو پادری مراد ہیں' خود مرزائی کیوں مراد نہیں ہیں؟ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ دجلہ فرات کا مقام اتصال مدینہ شریف سے مشرقی سمت میں عراق و شام میں واقع ہے مگر ایسی بات گھڑی ہے کہ احادیث کو ہی بے اعتبار کر دیا ہے۔ اب بتایئے کہ کیا پادری وہاں سے پیدا ہوئے ہیں کہ جہاں سے خروج دجال مذکور ہوا ہے یا مرزا صاحب کے آباؤ اجداد سے بھی پہلے یورپ میں موجود تھے؟

۴۲......عهد متبني: مكتوب بين عيني الدجال ک ف ر فيقرءه كل من يعرف ومن لا يعرف کہ دجال کے سر پر انگریزی ٹوپی ہوگی۔

جواب: انگریزی ٹوپی تو خود مرزائیوں کے سر پر بھی ہوتی ہے' کیا یہ بھی دجال ہیں؟ ورنہ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ علم وجدانی سے ہر ایک عالم و جاہل اس تحریر کو پڑھے گا جیسا کہ اپنا اعمال نامہ پڑھے گا۔ ﴿اقْرَأْ كِتَابَكَ﴾، قرآن شریف میں اس کی شہادت دے رہا ہے۔

۴۳......حدیث میں آیا ہے کہ دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہوسکے گا چنانچہ پادری وہاں نہیں جاسکے۔

جواب: یوں کہو کہ مرزائی وہاں نہیں جاسکے اور نہ ہی مرزا صاحب کو وہاں جانا نصیب ہوا ہے۔ اور چونکہ حج کو منسوخ سمجھتے ہیں اس لئے حج کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی کو حج کرنے کے لئے کہا۔ ابھی حال کا واقعہ ہے کہ جاوا سے ایک مرزائی مبلغ مکہ شریف میں پہنچا تھا تو ابن سعود نے کان سے پکڑ کر نکال دیا تھا۔ (دیکھو اخبار "ام القریٰ" مجریہ اکتوبر ۳۰ء) بلکہ یوں کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مرزائیوں کے نبی نے حج منسوخ کر دیا ہے اس کی بجائے قادیان کی حاضری بڑے دنوں میں سالانہ جلسہ کے موقع پر ضروری سمجھتے ہیں۔ یہی انکا کعبہ ہے اور یہی ان کا روضہ نبوی جس پر درود پڑھتے رہتے ہیں اور چند سال سے قبر پرستی بھی شروع ہوگئی ہے۔ اور خوب نذر و نیاز کا سلسلہ جاری ہوگیا ہے، یہی سلسلہ جاری رہا تو عیسائیوں کی طرح گھر گھر میں مرزا پرستی شروع ہو جائے گی۔

۴۴......تقارب زمان کا مسئلہ مرزائی عہد میں پورا ہوا ہے کہ ریل نے سالوں کے سفر دنوں میں طے کر دیئے ہیں۔

جواب: ہوائی جہازوں نے اور بھی تقرب زمانی پیدا کر دیا ہے اور یہ ایجاد مرزا صاحب کے بعد ہوئی ہے اور ریل کی ایجاد ۱۸۰۰ء سے پہلے کی ہے، جب کہ ابھی مرزا صاحب کے آباؤ اجداد بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے نہ ریل نشان صداقت ہے اور نہ ہوائی جہاز۔ اس کے علاوہ مسیح ایرانی اس حدیث کا مطلب اختصار عبادات لیتا ہے، اس لئے اس نے صرف تین نمازیں شائع کی ہیں اور وہ بھی بے وضو پڑھی جاتی ہیں۔ اسلام کے نزدیک دونوں تاویلیں مردود ہیں، کیونکہ اسلام میں دجال کے عہد میں دنوں کا لمبا ہونا تسلیم کیا گیا ہے، جس میں نمازیں تخمینہ لگا کر ادا کرنے کا حکم ہوگا اور قرب قیامت میں دنوں کی چھوٹائی مقرر ہے

کہ جس کے بعد بہت جلد دنیا ختم ہو جائے گی۔

۴۵.....**یترک الصدقة** میں اشارہ ہے کہ مرزا صاحب زکوۃ نہیں لیں گے کیونکہ ان کے عہد میں مال بکثرت ہوگا اور مرزائی مالدار ہوں گے۔

جواب: کئی مرزائی بھوکے مرتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ماننی پڑتی ہے کہ اس جماعت میں اسلامی طور پر زکوۃ ادا کرنے کا مسئلہ ترمیم پا چکا ہے اور اس کی بجائے چندہ بیعت کی کمیٹیاں جابجا قائم کر دی گئی ہیں۔ اور اس فعل نے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب نے زکوۃ کو بھی منسوخ کر دیا تھا اور یہ جھوٹ کہا تھا کہ میں ناسخ شریعت نہیں ہوں۔ تاریخی طور پر اگر دیکھا جائے تو مسلمانوں میں آجکل افلاس کمال تک پہنچ چکا ہے اور مرزا صاحب کی پیدائش سے پہلے آسودہ حال تھے۔ اور سلاطین اسلام کے وقت تو دنیا کے مالک تھے اور اس قدر مال دار تھے کہ عبدالرحمٰن بن عوف کا ترکہ جب تقسیم ہوا تھا تو آپ کی چار بیویوں کو آٹھواں حصہ ملا تھا جس میں سے ایک کا حصہ چالیس ہزار درہم تھا مگر اب یہ حال ہے کہ ہر جگہ سے عیسائیوں نے مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنا شروع کر دیا ہے اور کسی جگہ بھی حکومت خود اختیاری ان کے پاس موجود نہیں رہی۔ اگر ان حالات پر نظر ڈالی جائے تو مرزا صاحب کا ظہور وبال اسلام تھا' جس سے رہی سہی برکات بھی کافور ہو گئی تھیں۔

۴۶.....مرزا صاحب کے عہد میں قحط واقع ہوا تھا جو ظہور مسیح کی علامت ہے۔

جواب: ہاں ظہور مسیح دجال کی علامت ہم بھی مانتے ہیں کہ پہلے ہوگا جس کے متصل خروج دجال ہوگا اور اس کے بعد متصل ہی نزول مسیح کا زمانہ ہے جو مسلسل طور پر یہ تینوں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گے ناواقفی کی وجہ سے مرزا صاحب نے یوں سمجھ رکھا ہے کہ نزول مسیح کے بعد ہوگا اتنا بھی نہیں سوچا کہ پادریوں کو آپ ہی دجال کہہ آئے ہیں۔ کیا ان کے آنے سے پہلے قحط تھا بعد میں نہیں ہوا یا بعد میں ہوا پہلے نہیں ہوا۔ احادیث میں تو خروج دجال کی

علامت امساک باراں لکھی ہے اگر آپ منظور کرتے ہیں تو بسم اللہ۔

۴۷.....فتنہ دجال سے بچنے کیلئے حضور ﷺ نے سورہ کہف پڑھنے کا حکم دیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی دجال ہیں' کیونکہ اس میں عیسائیوں کا ہی ذکر ہے (دجال کا نام تک نہیں لیا گیا)۔

جواب: عجیب کھیل دکھایا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک عیسائی حکومت، عیسائی افسر جو کوٹھیوں میں رہتے ہیں اور پادری تین قسم کے دجال تھے۔ اور ان کے مقابلہ میں صرف ایک مسیح قادیانی کھڑا ہوا تھا' جس نے انگریزی حکومت اور انگریزی افسروں (دو قسم کے دجالوں) کے سامنے تو ہاتھ جوڑ دیئے تھے مگر تیسرے قسم کے دجال (پادریوں) کو گھر بیٹھے ہی مغلوب کر لیا تھا۔ اور یہ نظریہ بھی عجیب قسم کا ہے کہ جن آیات میں جس کا ذکر ہو اسی نوعیت کے ساتھ اس کی تاثیر وابستہ ہوتی ہے اگر یہ صحیح ہے تو اسی سورہ کہف میں ''ذوالقرنین'' کا بھی ذکر آیا ہے اور مرزا صاحب اپنے الہام کے رو سے 'ذوالقرنین' بھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذوالقرنین دجال ہوگا جس سے کہ حضور نے خوف دلایا ہے اور جس کے دفعیہ میں سورہ کہف پڑھنے کا حکم دیا ہے کیا مرزائی اس ذوالقرنین سے مراد دجال لے سکتے ہیں؟

۴۸......''**یقتل الدجال بباب اللد**'' میں اشارہ ہے کہ ایک مقدمہ باز حکومت کے عہد میں پادریوں کو مرزا صاحب شکست دیں گے۔

جواب: باب سے مراد حکومت لینا اور لد سے مراد قوم لد لینا عجیب قسم کی نکتہ آفرینی ہے۔ پہلے خود کہہ چکے ہیں کہ حکومت نصاریٰ (قوم لد) بھی دجال ہے تو مفہوم یوں پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے دجال اول کی حکومت کی پناہ میں دجال دوم کو شکست دی ہے۔ اس سے بہتر تو ہمارے خیال میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے شہر لدھیانہ کے دروازہ کے پاس دجال صفت مرزائیوں کو شکست دی تھی۔

۴۹.....تطلع الشمس من المغرب، سے مراد مغربی اقوام کا اسلام قبول کرنا ہے ورنہ ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾ کے خلاف ہوگا۔

جواب: فرداً فرداً قبولیت اسلام کا وجود ممالک مغربیہ میں پہلے سے ہی موجود ہے ظہور مسیح قادیانی سے کوئی خصوصیت نہیں ہے اس لئے اگر طلوع الشمس کی تحریف ہی کرنا ہے تو ایرانی مسیح کی تحریف زیادہ قرین قیاس ہے کہ ممالک مغربیہ کی مادی ترقی مراد ہے۔ اگر ہدایت مطلوب ہو تو بغیر تحریف کے ماننا پڑتا ہے کہ علامات قیامت سے ایک یہ بھی علامت ہے اور جس آیت سے یہ مفہوم مخالف سمجھا گیا ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ہمیشہ سورج یوں ہی چلتا رہے گا بلکہ صرف یہ مذکور ہے کہ وہ چلتا ہے اور ان دو فقروں میں بالکل فرق ظاہر ہے۔

۵۰.....دابة الارض حضرت مسیح کی عہد میں ریل گاڑی ہے یا مخالف علمائے سوء ہیں جو اپنی مہر کو سلیمانی مہر تصور کرتے ہیں اور ایسی مہر تکفیر سے دلوں کو زخمی کرتے رہتے ہیں۔

جواب: دابة الارض، احادیث کے رو سے ایک نوعیت کا جانور ہوگا جو حق و باطل کے لئے خدائی نشان ہوگا اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک بغیر تاویل کے مسلّم ہے، مگر جو لوگ اہل بدعت ہیں ان کے نزدیک ابھی تک اس کا مصداق معین نہیں ہوا کہ کیا شے ہے۔ بانی مذہب اہل قرآن عبداللہ چکڑالوی کا عقیدہ تھا کہ ''دابۃ الارض'' سے مراد ظہور مسیح ہے۔ ایک محرف کا قول ہے کہ دابۃ الارض گراموفون ہے جو اجزائے ارضیہ سے پیدا ہوا ہے اور لوگوں سے باتیں کرتا ہے۔ ایک حضرت لکھتے ہیں کہ دابۃ الارض عیسائی اقوام ہیں جو سریع السیر ہونے کی وجہ سے تمام دنیا پر چھا گئی ہیں۔ خود مرزائیوں کے تین قول ہیں۔ **ایک** یہ ہے کہ وہ ریل گاڑی ہے اور اسی کو خر دجال کا لقب بھی دیا ہے۔ دوم یہ کہ طاعونی کیڑے ہیں جو مرزا صاحب کی تصدیق کیلئے پیدا ہوئے تھے۔ سوم یہ کہ مولوی صاحبان ہیں جو ان پر مہر تکفیر لگاتے ہیں۔ اب ان اختلافات کے ہوتے ہوئے ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے' سوائے اس

کے کہ ہم کہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک خر دجال، دابۃ الارض، طلوع الشمس من المغرب اور دیگر اشراط الساعۃ پر ایمان نہیں ہے مگر چونکہ اسلامی تعلیم میں ان کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اس لئے صاف انکار بھی نہیں کر سکتے اور تاویلیں کر کے اپنے انکار کو پوشیدہ کر رہے ہیں، ورنہ اس کی تہہ میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہ الزامی طور پر اسلامی علماء کو نیچا دکھائیں اور مخالفین سے بھی یہ سن لیں کہ دابۃ الارض اگر ریل گاڑی ہے تو مسیح قادیانی سے دوسو سال پہلے کیوں ایجاد ہوئی ہے؟ اور علمائے اہل اسلام کو علمائے سوء کا خطاب مرزا صاحب سے پہلے تمام ایسے لوگوں نے دیا ہوا ہے جنھوں نے دعویٰ نبوت کیا اور ان کے فتویٰ سے اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ اور اگر وجہ تکفیر ہی علماء سوء کو دابۃ الارض بناتی ہے تو خود مرزا صاحب دابۃ الارض ہیں کہ جنھوں نے اپنے منکرین پر فتویٰ کفر لگایا تھا اس کے بعد مرزائی جماعت ہے جو اپنے سوا کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتی اور جابجا تحریف و تنسیخ اسلام سے اہل اسلام کے سینوں پر مونگ دلتی پھرتی ہے۔ بہر حال اگر دابۃ الارض کی شخصیت سے انکار ہو تو ہم جسے چاہیں اسے دابۃ الارض بنا سکیں گے یہ کیا ضروری ہے کہ مرزا صاحب کی تاویل تو درست ہو اور ہماری تاویل غلط ہو جائے۔

۵۱......مدفن عیسیٰ ارض مقدس یعنی قادیان ہے۔

جواب: حضور ﷺ نے جو صحیح طور پر فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ حضرت مسیح آپ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے اور ارض مقدس کی رویت اگر ہے تو اس سے مراد قادیان نہیں ہے کیونکہ اس میں تحریف و تنسیخ اسلام کی نجاست ہر وقت موجود رہتی ہے۔

۵۲......حضرت عائشہ کے خواب میں تین چاند دکھائی دیئے تھے' جس کی تاویل حضرت صدیق اکبر نے حضور ﷺ کی وفات پر **ھذا اول اقمارک** فرمایا تھا اور حضرت عیسیٰ کی قبر اگر وہاں ہوتی تو آپ کو چار چاند نظر آتے۔ حضور، شیخین اور حضرت مسیح۔

جواب: حضرت عائشہ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ چوتھی قبر کی جگہ اپنے لئے تجویز کرتی تھیں، مگر بتایا گیا کہ یہ جگہ حضرت مسیح کے لئے ہے۔ اور تین چاند کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ تین چاند شیخین اور حضرت مسیح ہوں یا حضرت ابوبکر نے تعبیر کے وقت حضرت مسیح کو نظر انداز کر دیا ہو کیونکہ **اقمارک** (تیرے چاند) کہنے میں یہ اشارہ تھا کہ جس سے حضرت عائشہ کو قریبی رشتہ تھا، ورنہ واقع میں حضور سورج تھے اور باقی تین چاند تھے۔

۵۳......کیا قبر پھاڑ کر یا روضہ نبویہ گرا کر حضرت مسیح کو دفن کریں گے۔

جواب: گنبد خضرا کی بنیاد بعد میں ۶۷۸ھ کو پڑی ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت مسیح کے عہد تک نہ رہے اور یا اس کی کوئی دوسری شکل ہو جائے اس لئے اس واقعہ کو مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۴......اگر حضرت عیسیٰ کا وہاں دفن ہونا یقینی ہوتا تو حضور کی وفات کے وقت کیوں اختلاف ہوتا۔

جواب: انہی قرائن سے تو یہ بات ثابت ہوئی تھی کہ آپ حجرہ میں ہی دفن ہوں گے۔ ورنہ پہلے اس امر کی تحقیق کی طرف کسی کو خیال تک بھی نہ تھا۔

۵۵......**واضعا یدیه علی کتفی ملکین** سے مراد یہ ہے کہ مرزا صاحب حکیم احسن امروہی اور حکیم نور الدین بھیروی کے سہارے پر عیسویت کا دعویٰ کریں گے ورنہ نزول ملائکہ سے عذاب آنا یقینی ہے۔

جواب: اس میں کیا شک ہے ہم مانتے ہیں کہ اگر یہ دونوں بزرگ نہ ہوتے تو مرزا صاحب مغلوب ہو چکے تھے۔ اور نزول ملائکہ کبھی رحمت کے لئے بھی ہوا کرتا ہے۔ خود مرزا صاحب کا ٹیچی فرشتہ بار بار روپے دینے کو آیا تھا۔ حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے خواب میں ٹیچی فرشتہ دیکھا تھا کہ جس نے مرزا صاحب کے دامن میں بہت سارو پیہ ڈال دیا

تھا۔ نام پوچھا تو اس نے کہا میرا نام 'ٹیچی ٹیچی' ہے یعنی عین وقت ضرورت پر آنے والا۔ پھر مرزا صاحب کو بہت روپیہ آنے لگا۔

۵۶......یاجوج ماجوج یہی انگریز ہیں کیونکہ تار برقی لمبے کانوں کا کام دے رہی ہے۔

جواب: اس لمبے کان سے تو مرزائی بھی یاجوج ماجوج بن سکتے ہیں کیونکہ وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۵۷......مرزا صاحب اگر اس صدی کے مجدد نہیں تو اور کون ہے؟

جواب: مجدد کی بحث پہلے گزر چکی ہے' مگر یہاں بھی اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ مجدد کا کام احیاء سنن ہوتا ہے اور مرزا صاحب ناسخ شریعت اور محرف کلام اللہ اور لاعب باحادیث رسول اللہ، مکفر امت محمدیہ، مرتکب تضلیل امت احمدیہ اور مدعی نبوت جدیدہ واقع ہوئے ہیں اس لئے آپ کو مجدد کہنا غلط ہوگا۔

۵۸......**لا نبی بعدی** نزول مسیح کا معارض ہے۔

جواب: اگر اس کے معارض ہے تو نبوت مرزا کے بھی مخالف ہے اور اسلام نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ "**لا نبی مبعوث بعدی**" اسلئے اس حدیث سے مرزا صاحب کی نبوت باطل ٹھہرتی ہے۔

۵۹......کیا اسلام ایک اسرائیلی نبی کا محتاج ہے۔

جواب: نزول مسیح بطور خدمت اسلامیہ واقع ہوگا ورنہ ﴿**اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ**﴾ کی وجہ سے یہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اس لئے نہ وہ مسیح ناصری کا محتاج ہے اور نہ مسیح قادیانی کا زیر احسان ہے' بلکہ وجود مسیح قادیان اس کیلئے باعث بدنامی ہے۔

۶۰......مسیح نازل ہوں گے تو بالکل بوڑھے ہوں گے۔

جواب: بوڑھے تب ہوتے کہ کرہ ارض پر رہتے اور آسمان پر رہنے والے بوڑھے نہیں ہوتے

کیا جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے وقت بوڑھے تھے؟

۶۱.....قرآن شریف عربی میں ہے وہ آتے ہی اس کی تعلیم کی تبلیغ کیسے کریں گے؟

جواب: مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازیہ بناتے وقت بقول خود خدا سے تعلیم پائی تھی۔ کیا حضرت مسیح کیلئے ہی علم باطنی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ انبیاء ہمیشہ علم لدنی رکھتے ہیں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ'' ہم انبیاء کسی سے پڑھتے نہیں ہیں مگر ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ کے طور پر خدا کے زیر تعلیم ہو کر حالت طفولیت میں ہی کہہ دیتے ہیں ﴿اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتَانِيَ الْكِتَابَ﴾ (الآیۃ) اس معیار نبوت سے مرزائی نبوت بالکل کافور ہو جاتی ہے کیونکہ مرزا صاحب ظاہری تعلیم حاصل کرنے میں بھی ایسے کند ذہن واقع ہوئے تھے کہ وکالت کے امتحان میں فیل ہو گئے تھے۔ کیا کوئی نبی فیل بھی ہوا ہے؟

۶۲.....آسمان کوئی چیز ٹھوس نہیں ہے کہ جس پر وہ گزارہ کرتے ہوں یا اگر وہ ٹھوس ہے تو کروی شکل ہے کہ جس پر ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے۔

جواب: مرزا صاحب خود کروی زمین پر رہتے تھے اور جن لوگوں نے آسمان کو ''ایتھر'' کہا ہے وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ستاروں میں مخلوقات آباد ہے تو ذرا آپ کو بھی کسی ستارہ میں مقیم سمجھ لیں کیا حرج ہے؟

۶۳.....حضرت مسیح اب تک حی قیوم ہیں یہ تو شرک ہوا؟

جواب: ہاں جبریل اور زمین و آسمان بھی قیوم ہیں، ابلیس بھی حی قیوم ہے کیا یہ شرک نہیں ہے اگر شیطان مر گیا ہے تو اس کی قبر دریافت کرو!

۶۴.....کیا یہ ہتک نہیں ہے کہ رسول تو زمین میں دفن ہوں اور حضرت عیسیٰ آسمان پر مانے جائیں؟

جواب: حضور کے عہد میں جبریل آسمان سے آتے تھے۔ کیا اس معیار سے ان کی شان بھی

بڑھ گئی ہے؟ اگر یہی معیار ہے تو حضور کی والدہ کی تعریف بھی قرآن سے استنباط کرو کیونکہ حضرت مریم والدہ عیسیٰ کی تعریف موجود ہے۔ ورنہ یہ معیار غلط تسلیم کرو۔

۶۵......حیات مسیح سے عیسائیت کی تائید ہوتی ہے۔

جواب: کیا اسلام مصدق نصرانیت نہیں ہے؟ اور کیا مرزائیت نے واقعہ صلیب کو تسلیم کر لینے میں عیسائیت کا ستون قائم نہیں کیا؟ اور کیا تحریف و تنسیخ اسلام کے ارتکاب میں غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں دیا کہ اسلام ترمیم ہو چکا ہے' اگر یہ واقعات صحیح ہیں (اور ضرور صحیح ہیں) تو تائید نصرانیت کا الزام اسلام پر عائد نہیں ہوتا بلکہ مرزائیت پر وارد ہوتا ہے۔

۶۶......مسیح اب بیٹھے بیکار کیا کر رہے ہیں؟

جواب: جبریل کیا کر رہے ہیں، نفخ صور سے پہلے اسرافیل کیا کر رہے ہیں؟ یہ ایسا جاہلانہ سوال ہے کہ خدا اپنی مخلوق پیدا کرنے کے بعد اب فارغ ہو کر کیا کر رہا ہے؟ بھلا حضرت مسیح ستاسی (۸۷) سال کشمیر میں بیکار اور روپوش ہو کر کیا کر رہے تھے؟ ان باتوں کا اگر کوئی جواب ہے تو حضرت مسیح کی بیکاری کا بھی جواب بن سکتا ہے کہ ذکر و شغل میں مشغول رہتے ہیں۔

۶۷......مرزا صاحب ذوالقرنین تھے اور ان کی زندگی میں تیس قسم کے سن پورے سیکڑے ہو گئے تھے جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے جس میں ہم عمر مرزا صاحب کے ساتھ سن عیسوی کے مطابق صدیوں کا اختتام بھی دکھاتے ہیں۔

(۱) ۵۶۰۰، ۱۸۴۰، یہود (۴) ۹۰۰، ۱۸۴۳، بروسٹہ (۸) ۲۶۰۰، ۱۸۴۷، رومی (۹) ۹۰۰، ۱۸۴۸، بکرمی (۱۳) ۱۹۰۰، ۱۸۵۲، عیسوی، انطاکیہ (۱۴) ۲۶۰۰، ۱۸۵۳، بنو نصر (۱۶) ۱۹۰۰، ۱۸۵۵، عیسوی جولین (۲۳) ۱۹۰۰، ۱۸۷۳، اکتیس (۳۶) ۲۰۰۰، ۱۸۷۵، صوریہ (۳۰) ۱۸۰۰، ۱۸۷۹، ۱۸۷۷ء، تباہی یورشلیم (۳۳) ۱۳۰۰، ۱۸۸۴، ہجری (۳۵) ۱۶۰۰، ۱۸۸۴،

ڈایوکلیشن (۴۶) ۳۹۰۰، ۱۸۸۵ء، ابراہیمی (۴۸) ۲۶۰۰، ۱۸۸۷ء، جولین (۴۹) ۲۲۰۰، ۱۸۸۸ء، مقدونی (۵۱) ۲۰۰۰، ۱۸۹۰ء، صدونیہ ۱۳۰۰ فصلی الٰہی (۵۳) ۲۷۰۰، ۱۸۹۲ء، قسطنطنیہ ملکی ۱۳۰۰ فصلی (۵۴) ۱۳۰۰، ۱۸۹۳ء، بنگلہ (۵۵) ۱۳۰۰، ۱۸۵۴ء، صعودی (۵۹) ۲۷۰۰، ۱۸۹۸ء، سکندر (۶۱) ۱۹۶۰۸۵۳۰۰۰، ۱۹۰۰ء۔

آریہ اس نقشہ میں خطوط وحدانیہ کے درمیان مرزا صاحب کی عمر کا سال لکھا گیا ہے اور اس کے بائیں طرف سن عیسوی کے اوپر وہ سن لکھا گیا ہے جو اپنی صدی کو پہنچ چکا تھا۔

جواب: مرزا صاحب کے ہم عمر جس قدر بھی انسان گزرے ہیں، سب ذوالقرنین کہے جا سکتے ہیں اور یہ اقتران ہر سو سال کے بعد شروع سے ہی چلا آیا ہے اور آئندہ بھی چلا جائے گا۔ اور ہر سو سال کے بعد ذوالقرنین کا وجود ماننا پڑتا ہے ماضی اور مستقبل میں بیشمار آدمی ذوالقرنین ماننے پڑتے ہیں مگر جن سالوں کبھی ایسا اقتران نہیں ہوا ان میں مرزا صاحب کو ذوالقرنین نہیں بتایا گیا مثلاً ۱۹۰۰ء کے بعد آٹھ سال تک مرزا صاحب ذوالقرنین نہیں رہے نیز اس نقشہ سے یہ دعویٰ بھی باطل ہو جاتا ہے کہ آپ نے جب دعویٰ کیا تھا تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی کیونکہ اس وقت آپ کی عمر ۴۳ سال دکھائی گئی ہے اور اگر ان تمام صدیوں کا اختتام مرزا صاحب کی عمر میں معتبر ہو تو آپ ذوالقرون ہیں ذوالقرنین نہیں ہیں۔

۲۰...... پاکٹ بک مرزائیہ

۶۸...... **''تَوَفّی''** بمعنی غیر موت بشرائط پیش کردہ مرزا صاحب نے ہزار روپیہ پیش کیا ہے آج تک کسی نے نہیں لیا۔

جواب: صرف زبانی باتیں ہیں لوگ مانگتے ہیں ویسے ہی ٹال دیتے ہیں۔

۶۹......یہ کیا وجہ ہے کہ ﴿ **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ** ﴾ جب حضور فرمائیں گے تو اس جگہ موت مراد

ہو گی؟

جواب: کیونکہ اس وقت حضرت مسیح مر چکے ہوں گے، ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو "**توفیتنی**" کا معنی "مفارقت" وہاں مراد ہے جو حضرت مسیح کی طرف سے منقول ہے' کہ جب تو نے مجھے بنی اسرائیل سے الگ کر دیا (اور بقول مرزائیہ ستاسی (۸۷) سال کیلئے کشمیر میں روپوش کر دیا تھا) اسی طرح حضور سے بھی کہا جائے گا کہ **لا تعلم ما احدثوا بعدک منذ فارقتھم** کہ آپ کی مفارقت کے بعد آپ کو کیا معلوم کہ یہ لوگ کیا کرتے رہے ہیں' تو اس وقت آپ یہ آیت بطور اقتباس پڑھیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی توفی سے مراد مفارقت ہی لیں گے جو دونوں حضرات میں مشترک مفہوم پیدا ہو چکا ہے۔

۷۰...... "**فلما توفیتنی**" سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں موجودگی کے بعد متصل ہی **توفی** ہوئی ہے کیونکہ اس میں ف موجود ہے اور آپ **توفی** کے بعد لاعلمی ظاہر کرتے ہیں اگر نزول مسیح مانا جائے تو نہ تو لاعلمی کا اظہار درست ہو سکتا ہے اور نہ موجودگی کے بعد متصل "**توفی**" آسکتی ہے بلکہ کئی سو سال بعد "**توفی**" ہو جاتی ہے نیز وجود تثلیث بھی "**توفی**" کے پہلے ہو جاتا ہے حالانکہ آیت میں مذکور ہے کہ **توفی** کے بعد تثلیث تھی۔

جواب: اگر ستاسی (۸۷) سال کشمیر میں آپ کو روپوش زندہ تصور کیا جائے تو وجود تثلیث آپ کی زندگی میں ہی ماننا پڑتا ہے اور چونکہ حضرت مسیح دو دفعہ دنیا میں تبلیغ کے لئے آچکے ہوں گے تو قیامت کے دن "تبلیغ اول" کے متعلق جو سوالات ہوں گے ان کا تعلق "تبلیغ ثانی" سے ہرگز نہ ہو گا۔ قادیانیوں نے خواہ مخواہ دونوں کو ایک جگہ زیر بحث لانے کی کوشش کی ہے جو سراسر خوش فہمی ہے۔

۷۱...... اکیس (۲۱) جگہ قرآن شریف میں اور متعدد جگہ احادیث، لغت اور محاورات میں

''توفی ''موت کے میں معنی ہے تو اس آیت میں یہ معنی کیوں نہیں لیا جاتا۔

جواب: اس مسئلہ میں ہم کو احادیث نبویہ نے مجبور کیا ہے کہ'' **توفی** '' کا معنی موت نہ لیا جائے قرآنی آیات کا اقتضاء بھی یہی ہے لغات میں بھی ہزاروں حوالے موجود ہیں جن میں ''**توفی** '' بمعنی موت نہیں ہے خود مرزا صاحب کا الہام براہین میں موجود ہے کہ جس میں ''**توفی** '' کا معنی موت نہیں ہوسکتا۔

۷۲......بخاری میں'' **توفی** '' بمعنی موت ہے عموماً مفسرین بھی یہی معنی لیتے ہیں۔

جواب: غلط ہے۔

۷۳......﴿ **وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ** ﴾ (قصص) میں بتایا گیا ہے کہ قرآن شریف بالترتیب نازل ہوا ہے اس لئے تقدیم وتاخیر کا قول خلاف قرآن ہے۔

جواب: اولاً یہ حملہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پر ہے۔ ثانیاً جہالت مسائل پر دال ہے۔ اور ﴿ **وَصَّلْنَا** ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ صحف آسمانی یکے بعد دیگرے آتے رہے ہیں اور یہ مطلب نہیں ہے کہ آیات میں لفظوں کی تقدیم وتاخیر بھی مراد نہیں ہے ورنہ آپ ہی بتائیں کہ تمہارے ہاں ﴿ **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل** ﴾ میں **من قبلہ** کو صفت مقدم کیوں بنایا جاتا ہے؟

۷۴......**خلا** کے بعد من آئے تو موت کا معنی آتا ہے اور ﴿ **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل** ﴾ میں من قبلہ صفت مقدم ہے۔

جواب: **خلا منه** کا معنی ہے کہ اس نے دھوکہ دیا موت کا معنی نہیں ہے۔ دیکھو ۵۵۴

۷۵......﴿ **اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ اللّٰهِ الَّذِىْ** ﴾ (ابراھیم) ﴿ **وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ○ اَللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ** ﴾ (الصفت)

واخر عهد لنا موبق غدير و جذع لها مقبل

(حماسة، باب الهجاء)

یہ تین جگہ ہیں کہ جن میں صفت اپنی موصوف سے پہلے مذکور ہے۔

جواب: پہلے مذکور ہونے کا یہاں یہ مطلب ہے کہ ایک چیز کے حالات پہلے بیان کئے گئے ہیں اور بعد میں اس کا نام لیا گیا ہے ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ اصول نحو یہ کی رو سے بھی صفت اپنے موصوف سے پہلے آ گئی ہے۔ مرزائیوں کو جس جگہ ٹھوکر لگی ہے اس میں اللہ کے لفظ سے دوسری آیت شروع ہوتی ہے۔ اور "**ھو**" مقدر مان کر نیا جملہ اسمیہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اور شعر میں بھی یہ انقطاع صفت مراد ہے۔ مرزا صاحب **توفی** کی سند اپنی شرائط کے ماتحت مانگتے تھے اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم اپنی شرائط کے ماتحت مرزائیوں سے سند طلب کریں کہ ﴿ **مِنْ قَبْلِهٖ**﴾ کا لفظ دکھاؤ جو کسی جگہ صفت مقدم بنا ہوا ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ **خلت** اور **الرسل** کا لفظ بھی موجود ہو اور صفت موصوف فاعلی حالت میں ہوں۔ ان تین شرائط کے ماتحت کوئی مرزائی صفت کو مقدم نہیں دکھا سکتا۔

۷۶...... "سورہ نحل" میں ہے کہ معبودان باطلہ مخلوق ہیں اور مر چکے ہیں۔

جواب: آیت کا مفہوم غلط بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ جن لوگوں کی پرستش ہوئی ہے یا ہوگی وہ سب فانی ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح کی بھی پرستش ہوتی ہے تو وہ بھی فانی ہیں ورنہ اس زمانہ مین جس انسان کی پرستش ہو رہی ہے یا آئندہ نسلیں پرستش کریں گی اس آیت سے خارج رہ جاتی ہیں۔

۷۷...... ﴿**فِيْهَا تَحْيَوْنَ**﴾ میں بتایا گیا ہے کہ انسانی زندگی زمین پر ہی گزرتی ہے پھر مسیح آسمان پر کیوں زندہ ہیں؟

جواب: کیا ہوا میں بلند پروازی، سمندر میں جہازرانی اور غباروں میں زندگی بسر کرنا مرزائیوں کی اس آیت کے خلاف نہیں؟ اور مسیح کی زندگی خلاف ہے! بہت خوب۔ یہ تو وہی

بات ہوئی کہ کسی نے کہا تھا کہ قبر میں مردے زندہ ہو جاتے ہیں کیونکہ ﴿فِيْهَا تَحْيَوْنَ﴾ موجود ہے کہ تم زمین کے اندر زندہ ہو جاؤ گے یا زندہ ہوتے ہو اور زندگی گزارتے ہو۔

۷۸...... "لایاتی مائة سنة وعلی الارض نفس منفوسة الیوم"

(مشکوٰۃ، قرب ساعۃ)

جواب: حضرت مسیح آسمان پر زندہ ہیں اور حدیث کا تعلق زمین سے ہے۔ علاوہ بریں عمر خضر اور عمر معمرین صحابہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ کتب احادیث میں مذکور ہے۔

۷۹...... رسول بشر ہوتے ہیں ان کا آسمان پر زندہ رہنا ناممکن ہے۔

جواب: آج کل کا ارتقاء مریخ پر زندگی بسر کرنے کو تسلیم کرتا ہے، اس لئے یہ نظریہ غلط ہے۔

۸۰...... معراج جسمانی ہوا تھا مگر وہ جسم برزخی تھا۔

جواب: جسم برزخی موت کے بعد ہوتا ہے تو کیا حضور علیہ السلام وفات پا چکے تھے؟

۸۱...... معراج کے واقعہ میں مذکور ہے کہ آپ جاگے تو مسجد حرام میں تھے۔

جواب: معراج کے بعد پھر سو گئے تھے، تو پھر جاگ اٹھے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ باوجود اتنی سیر کے پھر مسجد میں ہی تھے۔

۸۲...... والسلام علیّ میں آپ نے رفع جسمانی کا ذکر نہیں کیا۔

جواب: ہاں اقامت کشمیر کا بھی ذکر نہیں کیا۔

۸۳...... اوصانی بالصلوٰۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تمام عمر میں نماز پڑھتے رہیں گے۔

جواب: کیا اور کوئی کام نہ کریں گے؟ اگر یہ نکتہ آفرینی درست ہے تو ذرا اوصانی پر بھی ہاتھ صاف کر دیجئے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو مرتے وقت یہ وصیت کی تھی تو گویا خدا کے مرنے کے بعد حضرت مسیح نے تبلیغ کی تھی اب اگر وصیت کا معنی معروف نہیں ہے تو صلوٰۃ کا مفہوم بھی صرف یاد الٰہی ہوگا۔

۸۴......﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ﴾ (مائدہ) میں ماں بیٹا دونوں اکٹھے معلوم ہوتے ہیں تو پھر حضرت مریم کو زندہ کیوں نہیں مانا جاتا؟

جواب: یہ آیت عیسائیوں کے مقابلہ میں ہے کہ خدا غذا کا محتاج نہیں اور یہ ماں بیٹا غذا کے محتاج تھے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وقت غذا کھاتے رہتے تھے۔ یہ آپ لوگوں کی خوش فہمی ہے۔

۸۵......﴿وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ﴾ (مومنون) میں ایواء مذکور ہے جو صلیب کے بعد ہوا تھا۔

جواب: حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے تو اس وقت شاہی حکم ہوا تھا کہ بچے مار ڈالے جائیں اس لئے حضرت مریم آپ کو لے کر مصر چلی آئی تھیں۔ ایک اور مقام پر آپ کو پناہ ملی تھی۔ (دیکھو انجیل برنباس) اسلام میں واقعہ صلیب تسلیم نہیں کیا گیا اسلئے **ایواء بعد الصلیب** کا وجود نہیں ہے۔

۸۶......﴿اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾ میں مذکور ہے کہ جن کی پرستش ہوئی ہوگی وہ غفلت کا عذر پیش کریں گے۔

جواب: کیا اگر کوئی مرزائی دیدہ دانستہ اپنی پرستش کروائے تو وہ بھی غفلت کا ذکر پیش کر سکے گا؟ سچ ہے کہ بقول شخصے مرزائیوں پر قرآن کا اصلی مقصد نہیں کھلا، ورنہ اس آیت میں ان خدا رسیدہ لوگوں کا ذکر ہے کہ جو انسان پرستی سے روکتے تھے مگر لوگ ان کی پرستش سے غائبانہ طور پر باز نہیں رہتے تھے حضرت مسیح کے حالات پڑھنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس واسطے وہ اپنی لاعلمی ظاہر کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔

۸۷......﴿جَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا﴾ کا ترجمہ **نفاعا** لکھا ہے تو کیا حضرت مسیح اب فرشتوں کو نفع دے رہے ہیں؟

جواب: پہلے آپ نے کہا ہے کہ وہ ہر وقت نماز ہی پڑھتے تھے اب کہتے ہیں کہ آپ ہر وقت نفع

دیتے تھے۔ یہ عجیب منطق ہے۔ واقعہ صلیب کے پہلے جس طریق پر بر والدین، نفع، صلوٰۃ، زکوٰۃ وغیرہ جس طریق پر اور جن شرائط پر موقوف تھے اب بھی ویسے ہی ہیں۔

۸۸...... جو معمر ہوتا ہے وہ بچوں سے بھی عقل وشعور میں کم ہو جاتا ہے۔

جواب: انبیاء میں ارذل العمر کا تحقق نہیں ہے، ورنہ کسی ایک کی زندگی باوجود معمر ہونے کے بغیر عقل وشعور کے پیش کرو۔

۸۹...... ﴿**لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ**﴾ میں فی الارض مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر ہی استقرار بنی آدم ہوتا ہے، آسمان پر نہیں ہوتا۔

جواب: مرزائی اگر اسی آیت میں ﴿**فِي**﴾ پر غور کرتے تو زندہ ہی زمین کے پیٹ میں رہتے اور کسی وقت بھی اپنا اتصال زمین سے نہ جوڑتے۔ اب بھی موقع ہے کہ زندہ ہی زمین میں گھس کر رہا کریں۔

۹۰...... جن آیات سے نزول مسیح ثابت کیا جاتا ہے کیا وہ آیات نزول مسیح کے بعد قرآن سے نکال دی جائیں گی تا کہ آئندہ کوئی دوسرا مدعی پیدا نہ ہوسکے۔

جواب: ﴿**يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ**﴾ کی پیشینگوئی بقول مرزائیہ، مرزا صاحب کے آنے سے پوری ہو چکی ہے تو کیا اب انہوں نے یہ آیت قرآن سے نکال دی ہے؟ اس کے علاوہ مرزائی تعلیم میں قرآن شریف کا اکثر حصہ مرزا صاحب سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ باب تحریفات مرزائیہ میں گزر چکا ہے اب دیکھئے کہ ان کو قرآن سے نکال دیتے ہیں یا منسوخ سمجھتے ہیں۔

۹۱......"**لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین**" کی حدیث مشہور ہے اگرچہ اس کی سند نہیں ہے "نخبۃ الفکر" میں لکھا ہے کہ مشہور حدیث کیلئے سند کی ضرورت نہیں۔

جواب: یہ حدیث نبوی نہیں بلکہ ابن قیم کا قول ہے جو خود نزول مسیح کا قائل تھا۔ (دیکھو اتمام)

۹۲...... "**لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ**" سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم پیغمبر نصف عمر پا کر فوت ہو چکے تھے جیسے آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار نوسوبیس (۱۹۲۰)، حضرت نوح علیہ السلام کی عمر نوسو ساٹھ (۹۶۰)، حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر چار سو اسی (۴۸۰)، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر دوسو چالیس (۲۴۰)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سوبیس (۱۲۰) اور حضرت علیہ السلام کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی۔

جواب: یہ قاعدہ مرزائیوں کو سخت مضر پڑتا ہے پہلے اس وجہ سے کہ حضرت آدم دو ہزار (۲۰۰۰) سال تک زندہ رہے مگر ارذل العمر تک نہ پہنچے، دوم یہ کہ یہ تناسب عمر تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ سوم یہ کہ مرزا صاحب کو بروز اکمل اور افضل المرسلین ومطاع الانبیاء کا خطاب دیا جاتا ہے۔ اسلئے ان کی عمر اس تناسب سے تمیں (۳۰) سال ہونی چاہیے تھی۔ اب یا یہ نظریہ غلط ہے اور یا مرزا صاحب والوالعزم نبی نہ تھے اور نہ ہی وہ حق دار تھے کہ ان کو احمد **جری اللّٰہ** کا لقب دیا جائے۔ زیادہ تشریح کیلئے دیکھو اتمام چہارم۔

۹۳......شب معراج میں مذکور ہے کہ تمام انبیاء کی ملاقات روحانی ہوئی تھی۔

جواب: اسی حدیث کی شرح میں محدثین نے حضرت مسیح کی جسمانی ملاقات بھی لکھی ہے اگر وہ حدیث مقبول ہے تو یہ تشریح بھی نظر انداز نہ ہوگی۔

۹۴...... "خطبہ صدیقیہ" اور اختلاف حلیہ بھی وفات مسیح کی دلیل ہیں۔

جواب: ان میں کوئی اشارہ نہیں ہے۔

۹۵......حضور نے قصر رسالت میں اپنے آپ کو آخری اینٹ کہا ہے۔

جواب: بعثت کے رو سے حضرت مسیح قصر رسالت میں درمیانی اینٹ ہیں۔

۹۶......اگر نزول مسیح تسلیم ہو تو لازم آتا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث نہ رہیں اور حلت غنیمت، روئے زمین کا سجدہ گاہ ہونا اور بعثت عامہ وغیرہ خصوصیات نبویہ غلط ٹھہرتی

ہیں۔

جواب: آپ کا نزول تبلیغ رسالت کیلئے نہیں ہوگا بلکہ تبلیغ اسلام کیلئے ہوگا اس لئے یہ خصوصیات نبویہ پر دستبرد نہیں ہے، ورنہ مرزا صاحب کا وجود بھی ناممکن ٹھہرتا ہے۔

۹۷......تابعداران مسیح زیادہ ہوں گے؟

جواب: نہیں۔نزول کے بعد مسلمان حضور ﷺ ہی کے تابعدار کہلائیں گے کیونکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی حضور ﷺ کے ہی تابعدار ہوں گے۔

۹۸......حضرت عمر نے کہا تھا" **رفع محمد کما رفع عیسٰی** "حضرت حسن نے کہا تھا کہ **عرج فیھا بروح عیسیٰ بن مریم.**

جواب: اس کا جواب اتہامات میں گزر چکا ہے۔

۹۹......کنز العمال میں ہے کہ حضرت مسیح کو مکان تبدیل کرنے کا حکم ہوا تھا، تا کہ کشمیر میں محفوظ رہیں۔

جواب: انجیل برنباس میں صاف لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے پہلے آپ اپنے گھر سے نکل کر ایک حواری کے گھر چلے گئے تھے۔

۱۰۰......کنز العمال میں مذکور ہے کہ خدا کو وہ غرباء بہت عزیز ہیں جو دین کی خاطر حضرت عیسٰی سے جا ملتے ہیں۔

جواب: مطلب غلط طور پر بیان کیا گیا ہے، ورنہ صاف مطلب یوں ہے کہ نزول مسیح کے وقت مسلمان نہایت ابتر حالت میں ہوں گے اور آپ کی معیت میں دجال سے بھاگ کر مذہبی لڑائی سے اپنی حفاظت کریں گے۔

۱۰۱......**اعوذبک من فتنة المحیا و الممات** سے ثابت ہوتا ہے کہ حیات مسیح کا قول فتنہ ہے۔

جواب: پھر توفات مسیح کا قول بھی فتنہ ہوا کیونکہ اس حدیث میں ممات کا لفظ بھی موجود ہے

۱۰۲......عرائس البیان میں شیخ اکبر لکھتے ہیں۔ **وجب نزوله في اخر الزمان بتعلقه ببدن اخر۔**

جواب: شیخ اکبر حیات مسیح کے قائل ہیں۔ اور یہ قول صوفیاء کے نزدیک غلط ہے جیسا کہ اقتباس الانوار کی عبارت سے ظاہر ہے اور نیز بقول مجدد صاحب اس موقعہ پر صوفیاء کا قول معتبر نہیں ہے۔ دیکھو باب مرزا صاحب کے متعلق اسلامی نکتۂ خیال۔

۱۰۳......زادالمعاد، اور فتح البیان میں حیات مسیح سے انکار ثابت ہوتا ہے۔

جواب: غلط ہے۔ دیکھو باب اتہامات۔

۱۰۴......**رفعه الله** رفع روح مع الجسم ہے، یعنی دونوں کو خدا تعالیٰ نے رفعت دی تھی۔

جواب: اگر رفع الجسم مع الروح کہہ دیتے تو کیا ہی خوب تھا کہ احمدی اور محمدی مل بیٹھتے۔

۱۰۵......رفع کا فاعل اللہ ہو تو رفعت منزلت مراد ہوتی ہے۔

جواب: یہ شرط کسی اہل لغت سے منقول نہیں ہے بلکہ ﴿**رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا**﴾ میں رفعت مکانی مراد ہے۔

۱۰۶......**اليه** کا مرجع خدا تعالیٰ ہو تو اس سے مراد بھی رفعت منزلت ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نہ مکانی ہے نہ زمانی۔

جواب: ایسے موقع پر حذف مضاف ہوتا ہے جیسے **انی مهاجر الی ربی ای الی بیت الله۔ اليه يصعد ای محل كرامته** اسی طرح **رفعه اليه ای الی سماءه كما فسره اهل الاسلام۔**

۱۰۷......"صلب" کا معنی ہے سولی پر مار ڈالنا۔

جواب: سولی پر چڑھانا بھی لغت میں ہی لکھا ہے **صلبه** بر دار کشید (منتہی الارب)

۱۰۸......تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ بالتواتر کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح کو مصلوب و مقتول اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور مصلوب دیر تک زندہ بھی رہتا ہے پس اگر مصلوب حضرت مسیح کا شبیہ ہوتا تو صاف انکار کر دیتا۔

جواب: تفسیر کبیر میں اس قسم کے بہت اعتراض کر کے ساتھ ساتھ جواب بھی دیئے ہیں مرزائیوں کی یہ چالاکی ہے کہ اعتراض تو تفسیر کبیر سے نقل کر دیتے ہیں مگر جواب لکھنے کی جرأت نہیں کرتے اور تعجب ہے کہ یہ حوالہ اگر ہمیں مضر ہے تو ان کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس میں تصریح کی گئی ہے کہ صلب کا معنی سولی پر چڑھانا بھی ہے، نہ کہ سولی پر مارنا ہی مراد ہوتا ہے۔ انجیل برنباس میں شبیہ مسیح کا حال بالتفصیل لکھا ہوا ہے کہ وہ (یہودا) چلا کر کہتا تھا کہ میں مسیح نہیں ہوں مگر یہود اپنی کامیابی اسی میں دیکھتے تھے کہ اسے مار ہی ڈالیں۔

۱۰۹......کیا خدا نے یہود سے فریب کھیلنا تھا؟ اور کیا اپنے پیارے کی شکل کی بے حرمتی کرنا اسے پسند تھا؟

جواب: یہ جاہلانہ سوال ہے **یفعل اللہ ما یشاء**، پر معترض ہونا حماقت ہے۔ معترض کو یہ خیال نہیں آیا کہ مرزا صاحب کو شبیہ مسیح بنا کر بقول تمہارے کس طرح دجال، مفسد، کذاب، مفتری مشہور کرایا تھا۔ کیا محبت کا یہی تقاضا تھا؟

۱۱۰......شبہ میں حیات مسیح ماننے پر ضمیر کا مرجع نہیں ملتا۔

جواب: نہ ملے کیونکہ **اوقع الشبھۃ لھم** کے معنی میں ہے۔

۱۱۱......روایات مختلف ہیں کہ کس پر القاء وشبہ ہوا؟

جواب: پھر بھی قدر مشترک اتنا ثابت ہو گیا ہے کہ القاء شبہ ہو گیا ہے۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے مرزا صاحب کے متعلق بھی اتنا تو ثابت ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ باقی رہا یہ کہ آپ کیسے نبی تھے؟ یہ اصل مقصد کیلئے مضر نہیں ہے۔

۱۱۲......﴿اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ﴾ میں یہی مذکور ہے کہ جو بھی یہودی ہے اپنے مرنے سے پہلے اس پر یقین رکھتا ہے کہ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ﴾ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا تھا۔

جواب: اس آیت میں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جو اہل کتاب ہیں عہد مسیح میں آپ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اپنی موت سے پہلے وہ ایمان لے آتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور نازل ہو کر حکومت کریں گے۔ اب ان دو احتمالوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ قتل مسیح پر ہی ایمان لاتے ہیں اور کسی چیز پر ایمان نہیں لاتے۔ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال**.

۱۱۳......ہزاروں یہودی مرتے ہیں، ایمان کا ثبوت ان میں نہیں ہے۔

جواب: موت کے وقت ان کو پورا انکشاف ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ نزول فرمائیں گے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ زبان سے بھی کہیں جیسا کہ بقول مرزائیہ موت کے وقت یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ وہ کہتے ہوں کہ ہم نے مسیح کو مار ڈالا تھا۔

۱۱۴......دجال اور ستر ہزار یہودی اس کے پیرو آپ کے عہد میں ایمان نہیں لائیں گے۔

جواب: مگر ان کو انکشاف اور مشاہدہ ضرور ہو جائے گا۔

۱۱۵......﴿وَاَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ﴾ میں مذکور ہے کہ یہودی قیامت تک بغض رکھیں گے تو پھر مسلمان کیسے ہوں گے؟

جواب: کچھ مارے جائیں گے، کچھ اسلام قبول کریں گے اور باہمی بغض اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ لاہوری اور قادیانی مرزائی آپس میں بغض رکھتے ہیں، ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور ایک دوسرے کی ابتری میں کوشش کرتے ہیں، مگر پھر بھی وہ قادیانی نبی کی امت ہیں انسانی پیدائش کو اول میں ﴿بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ کا انعام ملا ہوا ہے، اس سے اسلام کی نفی نہیں ہو سکتی۔

۱۱۶......﴿ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ ﴾ کے ماقبل ومابعد یہودیوں کی شرارت کا ذکر ہے۔ اس لئے یہ جملہ بھی شرارت سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

جواب: جملہ معترضہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ان کی شرارتوں کا بدلہ ان کو دنیا میں بھی مل جائے گا اور ان کی کذب بیانی ظاہر ہو جائے گی۔ اور یہ طرز بیان قرآن شریف میں کئی جگہ درج ہے۔ مثال کیلئے دیکھو۔ ﴿ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ﴾ اس کے ماقبل ومابعد میں معاملات کا ذکر ہے مگر یہاں عبادات کا ذکر درمیان میں آ گیا ہے۔

(دیکھو سورہ بقرہ رکوع ۳۰)

۱۱۷......﴿ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْہِ شَہِیْدًا ﴾ میں مذکور ہے کہ قیامت کو ہی آپ یہودیوں کیخلاف شاہد ہوں گے، لہذا نزول مسیح باطل ہوا۔

جواب: یہی معنی اگر لیا جائے تو واقعہ صلیب سے پہلے کی شہادت بھی منفی ہو جاتی ہے۔

۱۱۸......اگر یہودی مان لیں گے تو بر خلاف شہادت کیسی ہوگی؟

جواب: حدیث کی رو سے جنہوں نے اختیاری طریق پر نہیں مانا وہ قتل ہوں گے یا نزول سے پہلے مر چکے ہوں گے۔ ان کے خلاف شہادت ہوگی۔

۱۱۹......آیت میں مذکور ہے کہ تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے اور مسیح کی تصدیق کریں گے یا کرتے ہیں حالانکہ مقتول یا بے خبر یہودی اس کلیہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

جواب: بقول مرزائیہ تمام یہودیوں کا ایمان بالقتل تسلیم کیا گیا ہے' مگر واقعہ صلیب سے پہلے یہودی ضرور اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں اور یہ آیت تمام یہودیوں کو شامل نہ رہی' اس لئے خاص افراد مراد ہوں گے۔ تمام دنیا کے یہودی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پیدا ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام تک تھے' مراد نہیں ہو سکتے۔

۱۲۰......﴿ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ ﴾ میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا

قیامت کی علامت ہے۔

جواب: یہ معنی نہ نیچری مانتے ہیں اور نہ لاہوری کیونکہ ان کے نزدیک حضرت مسیح کا باپ تھا ہمارے نزدیک تو سرے سے یہ معنی غلط ہے کیونکہ احادیث نبویہ اس کی تائید نہیں کرتیں۔

۱۲۱......یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف قیامت کو جاننے والا ہے' یعنی اس کے پڑھنے کا یقین ہو جاتا ہے۔

سے قیامت کا یقین ہو جاتا ہے۔

(ج) علم کا معنی بنانے والا نہیں آتا۔

۱۲۲......یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہودیوں کی بہ نسبت حضرت مسیح کو قیامت کا زیادہ یقین تھا۔

جواب: یہ بلا ثبوت بات ہے اور یہاں "**اعلم للساعة**" مذکور نہیں ہوا۔ مناسب تھا کہ **اعلم بالساعة** ہوتا کیونکہ **اعلم** کے بعد قرآن شریف میں 'ب' زیادہ ہوتی ہے۔

۱۲۳......یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح یہودیوں کی تباہی کے وقت کو خوب جانتے تھے۔

جواب: یہاں تباہی کا ذکر سیاق وسباق میں نہیں ہے اور نہ ان کی تباہی کا علم اس قابل تھا کہ اس پر اتنا زور دیا جاتا اور **علام للساعة** کی تاویل کرنا قرآنی محاورہ نہیں ہے بلکہ **علام بالساعة** چاہئے تھا' جو یہاں نہیں بن سکتا۔

۱۲۴......﴿ **اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ** ﴾ میں اشارہ ہے کہ **ان مثیل المسیح علامة للساعة و هلاک المخالفین**، مثیل مسیح کیوقت مخالفین برباد ہو جائیں گے۔ اس جگہ "مثل" مراد ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ ﴿ **وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ** ﴾ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ہے آپ کو بھی اس کی مثل کتاب دی جائے گی۔

جواب: ﴿اَلْکِتٰبَ﴾ میں 'ال' کا لفظ مذکور ہے جس سے مراد مطلق آسمانی کتاب ہے خواہ قرآن ہو یا توریت اور معنی یوں ہے کہ آپ کو آسمانی کتاب دی جائے گی یہاں "**مثل**" کا لفظ محذوف نہیں ہے۔ **انه** میں خصوصیت سے حضرت عیسیٰ مذکور ہے اور **الکتٰب** میں عام اور کلی مفہوم مراد ہے اس لئے جزئی مفہوم کو کلی مفہوم پر قیاس کرنا جہالت ہے۔ اور **ثناها بنی اسرائیل** میں بھی مفہوم کلی ہے۔ **خذ الدرهم و نصفه،** میں بھی مطلق درہم مراد ہے کوئی خاص شخصیت مراد نہیں ہے۔

۱۲۵...... اگر حضرت مسیح قیامت کی علامت تھے تو کفار مکہ کو اس سے کیا فائدہ ہوا؟

جواب: تاریخ قرآن عبور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار مکہ یہودیوں سے باتیں سیکھ کر قرآن پر معترض ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح کا ذکر درمیان میں آ گیا تھا۔

۱۲۶...... ﴿اِنَّهٗ﴾ کا مرجع صرف مسیح نہیں ہے بلکہ اس سے اور چیزیں بھی مراد لی گئی ہیں۔

جواب: مگر حضرت مسیح کو مرجع بنانے سے انکار نہیں کیا گیا اس لئے ہمیں جائز ہوگا کہ اس آیت سے حیات مسیح پر دلیل قائم کریں۔

۱۲۷...... یہاں ﴿عِلْم﴾ مذکور ہے 'عَلَم' مذکور نہیں تو حضرت مسیح علامت قیامت کیسے ہوں گے؟

جواب: **لَیُؤْمِنَنَّ** کی جگہ **لیؤمننّ** تائیدی طور پر مرزائی تسلیم کرتے ہیں اور یہاں دوسری قرأت **عَلَم** کے لفظ سے منظور نہیں کرتے' یہ کمال بے انصافی ہے۔ اب **علم للساعة** سے مراد یہ ہے کہ آپ کا وجود نزول کے وقت قیام قیامت کی ایک پختہ دلیل ہوگی اور مجبوراً منکرین قیامت کو یقین کرنا پڑے گا۔

۱۲۸...... ﴿اِذْ کَفَفْتُ بَنِیٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ﴾ میں مذکور ہے کہ یہودی آپ کو موت تک نہیں پہنچا سکے۔

جواب: یہ خیالی معنی ہے کوئی اسلامی تحریر اس کی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ اسلام میں یہ مذکور ہے کہ گو یہودیوں نے ایذا رسانی کی مگر واقعہ صلیب میں یہودی ایذا رسانی سے بالکل روک دیئے گئے۔ ﴿مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ مفہوم بھی یہی ہے یوں سمجھو کہ یہودی کہتے تھے کہ مسیح ہمارے قبضے میں آ گئے تھے اس کا جواب دیا گیا کہ غلط ہے وہ قبضہ میں نہیں آئے تھے یہودا قبضہ میں آیا تھا جس کو مسیح سمجھ کر مار ڈالا تھا۔

۱۲۹...... بخاری کی حدیث ''**کیف انتم اذا نزل عیسیٰ ابن مریم فیکم**'' میں لفظ ''**من السماء**'' مذکور نہیں ہے اور یہی روایت بیہقی میں مذکور ہے، البتہ وہاں بحوالہ بخاری ومسلم **من السماء** کا لفظ لکھا ہے جب درمنثور میں علامہ سیوطی نے یہی روایت نقل کی ہے تو پھر اس میں **من السماء** کا لفظ موجود نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ بیہقی نے بھی روایت نہیں کیا' بلکہ جب ۱۳۱۳ھ میں یہ کتاب چھپی ہے تو اس میں یہ لفظ بڑھا دیا گیا ہے۔

جواب: کنز العمال میں یوں مروی ہے کہ ''**عن ابن عباس مرفوعا ینزل عیسیٰ ابن مریم من السماء علی جبل افیق اماما هادیا وحکما عادلا علیه برنس له مربوع الخلق اصلت سبط الشعر بیده حربة**'' اور یہ روایت یقیناً اور ہے کہ جس میں **من السماء** کا لفظ صریحاً موجود ہے۔ امام بخاری کی تمام روایتیں صحیح بخاری میں منحصر نہیں ہیں، کیونکہ آپ کی اور کتابیں بھی ہیں کہ جن میں آپ نے صحیح احادیث بیان کی ہیں۔ بالفرض اگر بیہقی نے یہ لفظ تشریحی طور پر بڑھا دیا ہو تو پھر بھی قابل وثوق ہے کیونکہ بقول مؤلف عسل مصفی مرزائیوں کے نزدیک امام بیہقی مجدد وقت تھے۔

۱۳۰...... ''**نزول**'' کا لفظ دجال وغیرہ کیلئے بھی آیا ہے کیا وہ بھی آسمان سے اترے گا؟

جواب: جس شخص کے بارے میں'' **توفی**'' اور ''**رفع الی السماء**'' کا یقیناً آ چکا ہے اس کے بارے میں نزول کا لفظ ''**من السماء**'' ہی مراد ہے اور یہ ''**نزول من السماء**''

اسلام میں ایسا مشہور ہے، جیسا کہ مرزائیوں کے نزدیک "**لو کان موسٰی وعیسٰی حیین**" کی حدیث مشہور ہے۔

۱۳۱......مسیح کے بارے میں خروج، بعث، اور نزول تین لفظ ہیں اور موضع نزول میں بھی اختلاف ہے۔

جواب: کچھ ہو مگر قادیان کو موضع نزول نہیں بتایا گیا اور نہ ہی نزول سے مراد تولد لیا گیا ہے بالفرض اگر ینزل عیسٰی کا ترجمہ **یتولد فیکم** کیا جائے تو دو وجہ سے غلط ہوگا۔ **اول** یہ کہ تولد انسانی کیلئے **نزول من السماء** استعمال نہیں ہوا۔ **دوم** یہ کہ عیسٰی صبح کے وقت دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر رکھ کر اتریں گے اور امام مہدی کے پیچھے نماز ادا کریں گے اور ان کے ہاتھ میں نیزہ ہوگا، سر پر ٹوپی ہوگی، پیشانی کے بال جھڑ گئے ہوں گے۔ کیا مرزا صاحب صبح کے وقت پیدا ہوتے ہی نماز صبح میں شریک ہوئے تھے؟ کیا آپ کے سر پر لمبی چوڑی کوئی ٹوپی بھی تھی؟ کیا آپ کے ہاتھ میں نیزہ بھی تھا؟ کیا آپ کی پیدائش مجمع کثیر میں لڑائی کے موقع پر ہوئی تھی؟

۱۳۲......معراج الدین "سیرت مسیح" میں لکھتا ہے کہ بقول شیخ محی الدین بن عربی "مسیح توام (جوڑا) پیدا ہوگا چنانچہ مرزا صاحب کے بعد لڑکی ہو کر مر گئی تھی"۔ تو کیا نزول مسیح کے وقت کسی عورت کا نزول بھی لکھا ہے؟

جواب: کیوں شیخ اکبر کو یونہی بدنام کیا ہے جبکہ بار بار "فتوحات" میں نزول مسیح بجسم عنصری لکھ چکے ہیں۔ بقول شخصے مرزا صاحب کی ہمشیرہ دوسرے حمل سے پیدا ہوئی تھی مطلب کیلئے دو حملوں سے پیدا ہونے والوں کو بھی توام (جوڑا) لکھ دیا ہے۔ غالباً شیخ اکبر نے امام مہدی کے تولد میں توام لکھا ہوگا مگر مرزائیوں نے مسیح کا تولد بنالیا ہے یہ خوب دجالیت ہے۔ بہر حال مرزائی یہ بتائیں کہ کیا مرزا صاحب پیدا ہوتے ہی مہدی، مجدد، عیسٰی اور افضل

المرسلین بن گئے تھے؟ یا تادم مرگ یہ امر مشتبہ رہا ہے کہ آپ کیا سے کیا بننا چاہتے تھے۔ اگر **ینزل** کا ترجمہ **یدعی المسیحیۃ والمھدویۃ** کیا جائے تو کوئی عربی محاورہ پیش کرنا ہوگا۔

۱۳۳...... **وامامکم** کا عطف عیسیٰ پر ہے تو اگر نزول سے مراد **نزول من السماء** ہو تو لازم آتا ہے کہ امام مہدی بھی آسمان سے نازل ہوں گے۔

جواب: یہ جملہ حالیہ ہے **وامامکم** اور **فامکم** جملہ **نزل** پر عطف ہے جس کا مطلب محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ نزول مسیح کے وقت امام المسلمین حضرت مہدی پہلے موجود ہوں گے اور ان کے بعد حضرت مسیح امام المسلمین بن جائیں گے۔ **امامکم** مبتدا ہے **منکم** خبر ہے اگر **وھو امامکم** بنایا جائے تو **منکم** کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ **امامکم** کی اضافت **منی** ہی **منکم** کا کام دیتی ہے' اس لئے جو کچھ مرزائیوں نے سمجھا ہے غلط ہے۔

۱۳۴...... حاتم سے مراد سخی ہوتا ہے اور قارون سے مراد مالدار اسی طرح نزول عیسیٰ سے مراد مثیل عیسیٰ مراد ہوگا۔

جواب: حقیقت و مجاز اپنے اپنے موقع پر صحیح ہیں **مگر** جس جگہ تواتر اور اجماع اسلام سے حقیقت مراد ہو تو صرف خیالی گھوڑے دوڑا کر بغیر قرائن کے مجاز مراد لینا صحیح نہ ہوگا۔ ورنہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ غلام احمد قادیانی سے مراد کوئی ایسا شخص ہے جو خلاف اسلام مدعی نبوت بنا ہو ورنہ مرزا صاحب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ یا نور دین کا وجود قادیان میں نہیں پایا گیا بلکہ اس سے مراد خود (بقول مرزائیہ) مرزا صاحب ہی تھے۔ اسی طرح امروہی کا وجود بھی قادیان میں نہیں پایا گیا اس سے مراد خوبصورت یا پسندیدہ اخلاق مرزا صاحب ہی ہیں۔ اور '**محمد**' کا معنی ہے تعریف کیا گیا۔ مرزا صاحب کی بھی تعریف خدا نے کی تھی اس لئے قادیان میں مرزا صاحب کا ہی وجود تھا، حکیم بھیروی و امروہی موجود نہ تھے۔ کیا آپ کو یہ

منظور ہے؟

۱۳۵...... ''لتسلکن سنن من قبلکم'' میں حضور نے امت محمدیہ کو مشابہ بالیہود کہا ہے۔ اسی طرح امت کا مصلح بھی مشابہ بالمسیح ہوگا۔

جواب: اگر یہی بات ہے تو زید اسد میں زید کی دم بھی تلاش کرنی پڑے گی اور اس کو مفترس بھی کہنا پڑے گا کیونکہ ایسی تشبیہ سوائے اشتراک فی النوعیۃ کے صحیح نہیں ہو سکتی ورنہ عام تشبیہ ذاتیات کے علاوہ ہوا کرتی ہے اور مثیل مسیح بھی ذاتیات مسیح سے خالی ہوگا۔

۱۳۶...... ''فانزل فاقتله'' ابن ماجہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے اس کا راوی ضعیف ہے (تہذیب التہذیب) اور یہ قول ابن مسعود کا ہے حضور کا قول نہیں ہے۔

جواب: اگر یہ روایت ضعیف ہے تو دوسری روایات کے چونکہ موافق ہے اس لئے معتبر ہوگی۔ اور یہ قول ابن مسعود کا نہیں ہو سکتا کیونکہ ابن مسعود نے حضرت مسیح سے شب معراج میں یہ نہیں سنا۔ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضور ﷺ سے سن کر یہ قول آپ نے کیا تھا اور یہ حدیث مرفوع ہے۔

۱۳۷...... ''فیدفن معی فی قبری'' (ابن جوزی) یہ حدیث دوسری کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔

جواب: مشکوۃ میں مذکور ہے اور ملا علی قاری نے اپنی شرح میں اس کی تشریح کی ہے کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔

۱۳۸...... یہ حدیث حضرت عائشہ کے قول کے خلاف ہے کہ میں نے تین چاند دیکھے تھے کہ میرے گھر داخل ہوئے ہیں جن سے مراد حضور اور شیخین ہیں۔

جواب: یہ حدیث ''تاریخ طبرانی'' اور ''بخاری'' میں بھی مذکور ہے۔ ''در منثور'' میں بھی اس کا ذکر موجود ہے اور حضرت عائشہ سے ایک اور روایت بھی ہے کہ آپ نے حضور سے عرض کی

تھی کہ میں آپ کے بعد ممکن ہے کہ زندہ رہوں' کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ آپ کے پاس دفن کی جاؤں تو آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں! کہ یہ جگہ حضرت صدیق اکبر و عمر اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کیلئے مخصوص ہو چکی ہے۔ (دیکھو دلائل النبوۃ، ابن عساکر، کنز العمال)

۱۳۹......یہ حدیث اگر سچی تھی تو حضرت عمر نے کیوں اجازت مانگی تھی؟ کہ میں یہاں دفن کیا جاؤں۔

جواب: اس حدیث کے فیصلہ پر ہی تو حضرت عائشہ نے اجازت دی تھی۔

۱۴۰......تو پھر حضور کے دفن پر کیوں اختلاف ہوا تھا؟

جواب: اس وقت سے پہلے حضرت عائشہ کا فیصلہ معلوم نہ تھا اور یہ **حدیث الاقمار**' کے بعد حضور نے فیصلہ کیا تھا' وہی قطعی قرار دیا گیا اور اس حدیث الاقمار کو ترک کیا گیا۔

۱۴۱......"**فاقوم بين أبي بكر وعمر**" سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح وہاں دفن نہ ہوں گے۔

جواب: شیخین کی قبریں نزدیک ہیں اور حضرت مسیح کی قبر ذرا دور ہے۔

۱۴۲......"**يدفن فى الارض المقدسة**" (عینی شرح بخاری)

جواب: یہ قول مرجوح ہے کیونکہ حضور نے آپ کا مدفن روضۂ نبویہ مقرر کیا ہے۔

۱۴۳......"**ينزل الى الارض**" سے معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح آسمان سے اتریں گے کیونکہ یوں وارد ہے "**لينزلن طائفة من امتى ارضا يقال لها بصرة**"

جواب: **الى الارض** کا لفظ یہاں نہیں اور 'الی' کا لفظ 'من' کا مقتضی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "**ينزل من السماء الى الارض**"

۱۴۴......بی۔اے، کی ایک ڈگری موجود ہے' اگر کوئی ذہین لڑکا مر جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا تو بی۔اے پاس ہو جاتا' اسی طرح یہ حدیث بھی ہے لو عاش ابراہیم لکان نبیا کی، جو لفظ خاتم

النبیین ﷺ کے بعد وارد ہوئی ہے کہ" **لو عاش ابرھیم لکان نبیا صدیقا رواہ ابن ماجہ وقال شھاب الخفاجی لا کلام فی صحتہ** "

جواب: پہلے گزر چکا ہے کہ یہ حدیث نبوی نہیں ہے۔ اگر صحیح ہے تو کسی صحابی کا قول ہے اور وہ بھی یوں کہ" **لو کان بعدی نبی لعاش ابراھیم** "حضرت حسنین رضی اللہ عنہ زندہ رہے مگر نبوت نہ ملی، کیا یہ مستحق نہ تھے؟

۱۴۵...... "خاتم النّبیین" کا معنی ہے: **زینۃ الانبیاء، مصدق الانبیاء**، اور **اخر الانبیاء التشریعین**۔

جواب: "**لانبی بعدی**" کا فرمان ثابت کرتا ہے کہ آپ **آخر الانبیاء بعثۃ وزمانا** ہیں اس لئے تشریعی انبیاء مراد لینا خلاف مسلمات اسلام ہے۔

۱۴۶...... خاتم النّبیین میں استغراقیہ کیوں مانا جاتا ہے؟ کیا رسول اور نبی دو چیزیں ہیں۔ صحیح یوں ہے کہ ﴿**قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ**﴾ میں جنسی ہے، کیونکہ یہ آیت خود حضرت مسیح کے حق میں بھی اتری ہے اور خاتم النّبیین میں ال استغراقی ہے، کیونکہ حضور نے کسی نبی کے مبعوث ہونے کا ذکر نہیں کیا، بلکہ انقطاع نبوت پر مہر کر دی ہے کہ '**لانبی بعدی**'۔ مسیح کے نزول کی خبر دی ہے مگر آپ کی بعثت پہلے ہو چکی تھی۔ کیا مرزا صاحب بھی پہلے مبعوث ہو چکے تھے؟ ورنہ وہ مثیل مسیح نہ تھے۔

۱۴۷...... آپ نے فرمایا کہ" **انا اخر الانبیاء ومسجدی اخر المساجد** "پس جس طرح باقی مساجد مظہر مسجد نبوی ہیں اسی طرح باقی انبیاء بھی آپ کے مظہر ہیں۔

جواب: مظہر کا لفظ بے جا استعمال کیا جا رہا ہے اسی لفظ نے تو مرزائیوں کو گمراہ کر دیا ہے اور قادیان کو بیت المقدس، مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور معلوم نہیں کس کس کا مظہر بنا رکھا ہے۔ مگر دیکھو تو وہاں سوائے مظہر پیرس کے کچھ نظر نہیں آتا اور کبھی مظہر اور بروز سے تناسخ کا معنی لیا

جاتا ہے اگر مساجد میں بھی مظہر کی گنجائش ہے تو قادیان کی مسجد حرام کو اپنا قبلہ کیوں نہیں بنایا جاتا اور جب وہاں حج ہو سکتا ہے تو قبلہ بنانے کو کیا مانع ہے؟ براہین حقہ میں ظہیر الدین مرزائی نے بڑے زور سے مشورہ دیا ہے کہ قادیان کو قبلہ بنایا جائے مگر شاید اس لئے کامیابی نہیں ہوسکی کہ وہاں کی مسجد حرام میں بیت اللہ شریف کی عمارت کھڑی کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کا اصلی جواب ''مغالطات'' میں دیکھو۔

۱۴۸...... حضرت ﷺ نے حضرت عباس کو ''خاتم المھاجرین'' کہا ہے اور حضرت علی کو خاتم الاولیاء اور خود حضور خاتم الانبیاء ہیں واقعات نے ثابت کیا ہے کہ اس جگہ ہجرت مکہ مراد ہے اور ولایت بلاواسطہ، اسی طرح نبوت تشریعیہ۔

جواب: خاتم المھاجرین کا جواب 'مغالطات' میں دیکھو، خاتم الاولیاء کی روایت تفسیر صافی کی ہے، جس سے شیعہ کے نزدیک ولایت سے مراد خلافت ہے اور خاتم الانبیاء کا مفہوم اسلام میں تشریعی اور غیر تشریعی دونوں کو شامل کر دیا گیا ہے۔

۱۴۹...... حضور کو سورج کہا گیا ہے اس لئے کئی چاند آپ کا مظہر ہوں گے۔

جواب: چاند کو سورج کا مظہر نہیں کہا جاتا۔ تمام کائنات روشنی حاصل کر رہی ہے۔ کیا سب کو مظہر قرار دے کر سورج کہا جائے گا؟ غور کرو تو اسی دلیل سے مرزا صاحب کی نبوت باطل ٹھہرتی ہے۔

۱۵۰...... **کما صلیت علی ابراھیم**، میں اشارہ ہے کہ آل ابراہیم میں نبوت تھی اور آل محمد میں بھی نبوت رہے گی۔

جواب: یہ دلیل بالکل غلط ہے درود وسلام جاری رکھنے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ ''یا اللہ آل محمد میں نبی مبعوث کیا کر۔'' کیا نبوت کسی کے حق میں دعا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ مرزا صاحب کی نبوت چغتائیہ خاندان میں تھی' کیا چغتائی بھی آل

رسول تھے؟ اس لئے یہ دلیل صرف مریدوں پر ہی اثر ڈال سکتی ہے، ورنہ غیر جانبدار کے نزدیک قطعیات سے بڑھ کر نہیں ہے۔ کیا غضب ہے کہ صریح حکم نبوی ''**لا نبی بعدی**'' کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور وہ بھی تسویلات نفسانیہ سے۔

۱۵۱...... حضور کے وقت تکمیل دین تھی۔ مرزا صاحب کے عہد میں تکمیل اشاعت تھی۔

جواب: تکمیل اشاعت اسلام کا دعویٰ غلط ہے۔ ہاں اگر تکفیر اہل اسلام کی اشاعت مراد ہے تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تکمیل اشاعت کیا خاک ہوئی، مرزا صاحب کے بعد حرمین میں مرزائی مبلغ جاتے ہیں تو کان سے پکڑ پکڑ کر نکالے جاتے ہیں۔ کابل میں جاتے ہیں تو قتل کئے جاتے ہیں۔ کیا اسی کا نام غلبہ ہے؟ تفصیل کیلئے دیکھو باب ''دلائل حیٰوۃ المسیح'' زیر آیت **﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ﴾**

۱۵۲...... **﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ﴾** میں تورات کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام نے محمد ﷺ کی تصدیق کی ہے اور مرزا صاحب کی بشارت دی ہے۔

جواب: مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ حضور کی بشارت انجیل میں موجود ہے۔ دیکھو بحث مغالطات، یہ امت عجیب ہے کہ اپنے نبی کی ہی تکذیب کرتی ہے۔ کیا تصدیق اور بشارت کا مفہوم ایک نہیں ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو حضور کی بشارت حضرت مسیح نے نہیں دی۔

۱۵۳...... مرزا صاحب کے خاندان میں غلام قادر، غلام مرتضیٰ وغیرہ نام تھے۔ اس لئے اسم علم امتیازی طور پر احمد ہی تھا اور ''غلام'' کا لفظ مشترک تھا جو اسم علم میں داخل نہیں ہے۔

جواب: پھر تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس خاندان میں یہ نام ہوں عبدالرحمٰن، عبداللہ، اور عبدالرحیم وہ سب خدائی دعویٰ کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے اصلی نام اللہ، رحمٰن، اور رحیم ہیں اور عبد کا لفظ فالتو ہے۔ (معاذ اللہ)

۱۵۴...... "ثم بعثنا من بعدھم موسی" (اعراف) میں مذکور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ھود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا اور درمیان میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے۔

جواب: ﴿مِنْ بَعْدِی اسْمُهُ﴾ میں بعدیت متصل ہے اور اس خیال کی تردید حضور ﷺ نے فرمادی ہے۔ (دیکھو بحث مغالطات) اس لئے حضرت مسیح کے بعد حضور کا ہی آنا مقرر تھا۔

۱۵۵......لما جاء ھم، میں ماضی بمعنی مضارع ہے۔

جواب: اس جگہ ماضی اپنی جگہ پر استعمال ہے کیونکہ حضور کے آنے پر ہی لوگوں نے آپ کو ساحر اور قرآن کو سحر مبین کہا ہے اور مرزا صاحب کو لوگوں نے دجال مفتری، کذاب، یا مراقی کہا ہے اور شعر و شاعری کے رو سے غلط گو شعر در بذی اور غلط نویس کا خطاب دیا ہے۔

۱۵۶......﴿اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ کا عطف اگر ﴿اُمِّیّٖنَ﴾ پر ہو تو مرزائی مراد ہیں۔ اور اگر ﴿رَسُوْلًا﴾ پر ہو تو مرزا صاحب اور آپ کی اولاد مراد ہوگی۔

جواب: پہلا عطف درست ہے اور ﴿اٰخَرِیْنَ﴾ سے مراد صحابہ کرام کے بعد کے مسلمان ہیں ورنہ یہ مطلب ہوگا کہ بعثت اول ﴿اُمِّیّٖنَ﴾ میں ہوئی ہے اور بعثت ثانیہ مرزائیوں میں ہوئی ہے اور درمیانی تیرہ سو سال فترۃ کا زمانہ تھا۔ اس کی پوری بحث نبوت مرزا میں گزر چکی ہیں۔ اور دوسرا عطف درست نہیں ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ مرزا صاحب کا سارا خاندان مدعی رسالت ہو۔ اور یہ نہیں ہوسکتا کہ **بعث اخرین** میں مرزا صاحب تو نبی بن جائیں اور باقی افراد نبی نہ بنیں کیونکہ بعثت کا لفظ ایک فقرہ میں نبی اور غیر نبی کیلئے ایک جگہ استعمال ہونا قرین قیاس نہ ہوگا اس لئے ممکن ہے کہ مرزا محمود کو بھی مرزائی نبی ہی مانتے ہوں اور جب تک یہ سلسلہ چلا جائے گا نبی در نبی ہی پیدا ہوتے جائیں گے۔ شاید یہی وجہ ہو کر مرزا محمود نے شریعت احمدیہ میں ترمیم و تنسیخ شروع کردی ہے اور اپنے باپ کے خلاف چلنا شروع کر

دیا ہے۔اس نظریہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک جو بھی خلیفہ ہو گا' وہ نبی ہی ہو گا۔ مگر اب ان کا فرض ہے کہ اسلام سے دستبردار ہو جائیں اور اعتراف کر لیں کہ اسلام کے مسلمات ان کے ہاں غلط ہیں۔

۱۵۷......﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾ میں امت محمدیہ کو اگر بہترین کا لقب دیا گیا ہے تو ضروری ہے کہ ان کا انعام نبوت بھی دیا جائے ورنہ یہ مخول بن جائے گا۔

جواب: مخول تو یہ ہے کہ تیرہ سو سال تک یہ انعام بند رہا ہے۔ اگر کھلا ہے تو صرف چغتائی خاندان کیلئے! کیا دوسرے لوگ امت محمدیہ نہ تھے اس تجویز کے مطابق تو گھر گھر نبی پیدا ہونا چاہئے تھا ورنہ وہ امت میں داخل نہ رہیں گے۔

۱۵۸......امت جماعت کا نام ہے ہر ایک کیسے نبی ہو سکتا ہے۔

جواب: تم ہر ایک کا نبی ہونا تسلیم کر و اس کا علاج " **کان ابراھیم امة** " سے ہو جائے گا۔

۱۵۹......﴿مَاكُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلاً﴾ میں بتایا گیا ہے کہ بعثت رسل کے بعد عذاب آتا ہے تو مرزا صاحب بھی عذاب لے کر آئے تھے۔

جواب: اگر **ما نحن بمعذبین**، ہوتا تو مرزائیوں کو گنجائش تھی کہ نبوت چغتائیہ کا سلسلہ چلاتے مگر آیت میں گزشتہ انبیاء کا ذکر ہے جس قدر امتیں تباہ ہو چکی ہیں ان کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے پیغمبروں کی نافرمانی کی تھی حضور نے اپنی امت کے استیصال کی کبھی دعا نہیں کی کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ احادیث کی رو سے ہلاکت عامہ امت محمدیہ کیلئے بند ہے۔ اس لئے جزوی تکالیف سے کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر آیت مذکورہ کو امت محمدیہ پر بھی منطبق کیا جائے تو عذاب سے مراد بقرینہ امم سابقہ عذاب عامہ ہو گا جس سے قوم کا کوئی فرد بھی زندہ نہ رہے اور ایسا عذاب ابھی تک نہیں آیا تا کہ چغتائی بھی نبوت کے حق دار ثابت ہو سکیں۔

۱۶۰......﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾(ھود) میں مرزا صاحب کو شاھد کہا گیا ہے۔

جواب: شیعہ کے نزدیک حضرت علی شاہد ہیں۔ سنیوں کے نزدیک حضرت سلمان فارسی ہیں ایرانیوں کے نزدیک انکا اپنا مسیح مراد ہے۔ اب مرزا صاحب کے مرید کیوں چنگیز خانیہ ڈاکہ مار رہے ہیں۔ دراصل آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حضور کے پاس اپنی صداقت کے دلائل موجود تھے۔ اور بیرونی شاہد بھی صحف متقدمہ سے شہادت گزارتے تھے اس میں خواہ مخواہ ایک نبی کی آمد مراد لینا ایک اور ایک دو روٹیوں کی مثال ہے۔ مفسر ابن کثیر نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ جو شخص فطرت پر قائم ہو اور اس کو حضور ﷺ (شاھد منه) خدا کی طرف سے صداقت قرآن کی شہادت بھی دیتے ہوں اور آپ سے پہلے اس کو تورات کا بھی خیال ہو تو وہ قرآن پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ اب دیکھئے شاہد الٰہی کون ہے؟

۱۶۱......حضور کو مقفی کہا گیا ہے اس لئے مرزا صاحب آپ کے بعد آئے۔

جواب: ''تقفیہ'' کے دو مفعول آتے ہیں پہلا ''مقدم الزمان'' اور دوسرا ''موخر الزمان'' اس لئے حضور ہی ''آخر الزمان'' نبی اور مقفی ہیں اور یہ لفظ مقدم الزمان کیلئے نہیں آتا۔

(دیکھو منتہی الارب)

۱۶۲......مشکوۃ باب الفتن میں ہے کہ'' تکون النبوة فیکم ثم یرفعها الله ثم تکون ملکا وجبریة ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة۔''

جواب: اس حدیث نے رفع نبوت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ باقی خلافت کا ذکر ہے کہ جس میں نبوت کا ثبوت نہیں ملتا۔

۱۶۳......حضرت عائشہ اور مغیرہ کے قول سے اجرائے نبوت ثابت ہوتی ہے۔

جواب: ایسے اقوال کا جواب پہلے گزر چکا ہے اور صوفیاء کا مذہب بھی بیان ہو چکا ہے جن کا

خلاصہ یہ ہے کہ قول رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے' خواہ صحابی ہو یا صوفی۔

۱۶۴......"واشوقا الی اخوانی الذین یاتون من بعدی" (الحدیث)

(انسان کامل مصنفہ عبدالکریم بن ابراہیم جیلانی باب ۶۳)

جواب: یہ حدیث موضوعات صوفیہ میں سے ہے اور بغیر اسناد کے مذکور ہوئی ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس مقام پر کلام صوفیاء کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ جو صوفی انتہا تک پہنچ چکے ہیں وہ بقول مجدد صاحب ذرہ بھر شریعت کے خلاف نہیں ہیں۔ اور جو مستقیم الحال نہیں ہے ان کے کلام کا اعتبار نہیں ہے۔ دیکھو باب "تکفیر مرزا۔"

۱۶۵...... مفتری قرآن شریف کے رو سے ناکام، مغضوب علیہ، ذلیل، معذب، ملعون، تارک الاسلام، مغلوب، مقطوع الوتین، اور تیئیس (۲۳) سال کے اندر ہلاک ہو جاتا ہے۔ مگر مرزا صاحب میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔

جواب: یہ باتیں مرزا صاحب میں موجود تھیں۔ الہام میں ناکام تحریف قرآن میں مغضوب علیہ، مقابلہ میں ذلیل اور مغلوب، بیماری سے معذب، اپنے منہ سے ملعون، ترمیم اسلام سے تارک اسلام اور ۱۹۰۱ء میں اعلام نبوت کر کے مقطوع الوتین ہوئے۔

۱۶۶...... ابتدائی عمر کا بے لوث ہونا، الٰہی نصرت کا شامل حال ہونا، روز افزوں ترقی اور مخالفین کی کمی الٰہی قانون کے مطابق مرزا صاحب کی صداقت کا نشان ہے۔

جواب: مرزائیوں کی تعلیم مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ در حقیقت ان کی تین شریعتیں ہیں۔ **اول** "شریعت مسیح" جس میں مرزا صاحب نے ابتدائی تعلیم کچھ دی تھی اور بعد میں کچھ۔ **دوم** "شریعت محمودی" جس میں مرزا صاحب کو افضل المرسلین منوایا جاتا ہے اور چغتائی خاندان کا بچہ بچہ نبی ہے۔ **سوم** "شریعت پیغامی" جس میں مرزا صاحب کو صرف ایک وقتی مجتہد کا لقب دیا جاتا ہے' جو کئی مسائل میں غلطی کر گیا تھا اور اس کے انکار سے اسلام میں کچھ

فرق نہیں پڑتا۔ امید ہے کہ آئندہ دوران خلافت قادیانی اور عہد امارت پیغامی میں اور دو جدید شریعتیں تجویز ہوں گی جو ان تینوں کے منسوخ کرنے پر آمادگی ظاہر کریں گی اور یہ سچ ہے کہ مسیحی تعلیم جو مرزا صاحب نے تجویز کی تھی منسوخ ہو چکی ہے اور جس قدر مفتریوں کے نشانات تسلیم کئے گئے ہیں سب موجود ہیں اور صادق کا نشان ایک بھی نہیں ہے اور موجودہ پارٹیاں برائے نام مرزائی ہیں ورنہ حقیقت **تنصر اور تفرنج** کے پیرو ہیں۔ اس کی شہادت ہمیں بابی اور بہائی مذہب کے پیرووں سے ملتی ہے' چونکہ اسلامی نام مقبول ہو چکا ہے اس لئے قرآن شریف کو منسوخ کر کے بھی وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ بھی ترمیم اسلام اور ترمیم تعلیم مرزا کے مرتکب ہو کر بھی اسلامی نام نہیں چھوڑتے، ورنہ اصل اسلام سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

۱۶۷...... مرزا صاحب وعدہ کے سچے محبوب الخلائق، زمین و آسمان سے نشانات پانے والے، پیشینگوئیوں میں پورے اترنے والے تھے۔ اور یہی معیار صداقت بطور حدیث کے مقرر ہے۔

جواب: مخالفین کے نزدیک کاذب الوعد تھے۔ آج تک **توفی** بمعنی غیر موت پر ہزاروں روپیہ انعام کا وعدہ دے کر مکرے ہوئے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بڑے مداح تھے آخر مکذب بن گئے، لوگوں نے دجال مفتری اور مراقی کہا، پیشینگوئیوں کا حال باب ''مرزا صاحب کے مذہبی مقابلے'' میں معلوم ہو چکا ہے۔ نشانات آسمانی کی کلی بھی کھل گئی ہے اور یہ امر اب تک مشتبہ ہے کہ پیشینگوئیوں کے صحیح کرنے میں صرف الہام ٹیچی کام کرتا تھا یا کوئی اندرونی ذرائع بھی تھے۔ بقول شخصے شملہ کے پہاڑ آپ کی تائید میں تھے، جس سے تنسیخ بنگالہ، ظہور زلازل، یا ظہور کواکب کا اعلان ہوتا تھا۔

۱۶۸...... ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں بھی ہے۔ اس الہام میں مرزا صاحب کو

ہندوؤں کیلئے کرشن بنایا گیا ہے اور گیتا میں کرشن کا قول ہے کہ "یدا یدا ہی دہر یہ گلانر یہوتی بھارت ابھیت دہانم دہرمسیہ تداتمانم سرجامیہم" جب بیدیں کا زور ہوتا ہے تو میں جنم لیتا ہوں۔ کلکی پوراں مترجمہ ہردیال میں ہے کہ احمد نے محبت سے کہا کہ اے طوطے اس جگہ ہم اشنان کریں گے۔

جواب: اسلام نے یہ نہیں بتایا کہ مسیح موعود کرشن بھی ہوگا اور تناسخ کو بروز سمجھے گا یا اس کا نام احمد ہوگا اس لئے یہ عہدہ مرزا صاحب کو ہی مبارک رہے تو بہتر ہے ورنہ اسلام ایسی آلودگیوں سے پاک ہے۔

۱۶۹...... کلجگ میں بھگوان جی کا کلکی اوتار لکھا ہے جو ایک برہمن کے گھر "سنبھل" میں پیدا ہوگا اور "بشن" کہلائے گا۔ تجدید اسلام کرے گا اور بغیر ہتھیاروں کے لڑے گا، راجے اس کے سامنے مر جائیں گے (گیتا) اور مرزا صاحب کا الہام ہے کہ **یخرج الصدور الیٰ القبور**. تشحیذ ستمبر ۱۹۱۹ء۔

جواب: اس تحریر سے غلام احمد، غلام مرتضیٰ اور قادیان مراد لینا کمال بد دیانتی ہے آریہ تو اسے نہیں مانتے مگر یہ بن بلائے مہمان بنتے ہیں۔ جناب اگر ادھر چلے جاتے تو اسلام کو تو چین آ جاتا۔

۱۷۰...... "جنم ساکھی کلاں" میں لکھا ہے کہ گرونانک نے کہا ہے کہ میرے بعد سو سال بٹالہ کے قریب جٹیٹہ بھگت کبیر جیسا ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ "**المسیح المنتظر له نسب فی الحراث والاکارین**"۔

جواب: مرزا صاحب پہلے کرشن تھے اور جٹیٹہ بھگت بنے اور کبیر کی طرح اسلام سے بیزار ہوئے۔

۱۷۱...... نانک مسلمان تھا کیونکہ اس کے چولے پر آیۃ الکرسی، سورہ اخلاص، کلمہ توحید اور

اسمائے الٰہی لکھے ہوئے ہیں اور اس نے جنم ساکھی میں اسلام اور حضور کی تعریف لکھی ہے۔

جواب: بھگت کبیر رسالہ تناسخ میں لکھتا ہے کہ محمد کی نجات نہیں ہوئی (معاذ اللہ)۔ دوسرے جنم میں ست گرو کا آپدیش کرے گا تو نجات پائے گا۔ جنم ساکھی گورمکھی میں نانک کا قول ہے کہ وہ پندرہ سو سال بعد کسی شہید کے گھر پیدا ہوگا تو پدیش سنگورو سے نجات پائے گا۔ اس نے کئی تناسخ عبور کر لئے ہیں، صرف ایک جنم باقی رہ گیا ہے، تو مرشد کامل اسکو مکتی دے گا۔ دھر گرنتھ میں لکھا ہے کہ مدامداتی رما تاپئم محمد اچھا انسان نہ تھا۔ ثابت ہوا کہ نانک مسلمان نہ تھا۔ گو صلح کل بن کر اسلام کی تعریف کرتا تھا مگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس طرح کے غیر مسلم ہزاروں ملتے ہیں۔

۱۷۲......کرشن اور رام چندر نبی تھے۔ (تفسیر وحیدی دست دہرم وچار محمد قاسم نانوتوی ومباحثہ جھاپور ص ۳۱) اس لئے مرزا صاحب کرشن ہو کر بھی کافر نہ بنے۔

جواب: قرآن شریف میں صرف یہ ہے کہ ﴿اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ مگر کرشن وغیرہ کا نام نہیں لیا گیا اور جن خوشامدیوں نے نام لے کر کرشن کو نبی بنایا ہے انہوں نے قرآن کے خلاف کہا ہے ورنہ صرف احتمال اور گمان سے کرشن نبی بن سکتا۔ مجدد صاحب بھی صرف اتنا ہی لکھتے ہیں کہ یہاں انبیاء کے انوار نظر آتے ہیں مگر کسی کی تعیین نہیں کرتے۔ (مکتوبات ۱،۲۵۹) اور یہ ظاہر ہے کہ نبی کی لاش اس کے مذہب کے مطابق نہیں جلائی جاتی بلکہ دفن ہوتی ہے۔ اس لئے ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں نبی نہ تھے۔

۱۷۳......اصحاف کہف کی ہڈیاں یورپ پہنچ چکی ہیں۔

جواب: ۱۸۸۵ء میں مشن یارقندو کاشغر کابل اور روس کے درمیان حد بندی کرنے گیا تھا۔ تو تیرہ ہزار (۱۳۰۰۰) فٹ کی چڑھائی پر دشت پامیر ادربام دنیا میں پہنچا۔ اور وہاں سے بدخشان میمنہ وغیرہ عبور کرتے ہوئے چارشنبہ پہنچ گئے تو ڈاکٹر حشمت علی انچارج میڈیکل یار

قندمعہ چند رفقاء کے موضع سمگان گئے جہاں سادات بخارا تقریباً تیس گھر آباد تھے دیکھا تو شمال و مغرب کو ایک سلسلہ کوہ دو میل تک جاتا تھا جس کا ارتفاع دشت پامیر سے آٹھ سو (۸۰۰) فٹ ہوگا۔ ایک چوٹی پر اصحاب الکہف کا غار تھا کہ جس کے سر پر لکڑی کا دروازہ تھا جس پر ایک کتبہ ۱۶*۱۸ انچ لگا ہوا تھا اس پر قصیدہ فارسی قاضی بخارا کی طرف سے لکھا ہوا تھا۔ موم بتی لے کر دس (۱۰) گز تک ہم سیدھے گئے بیس (۲۰) گز دائیں چلے پھر لکڑی کی سیڑھی آئی۔ جس پر بمشکل چڑھے، آگے چل کر ایک حجرہ پانچ (۵) گز مربع دیکھا جہاں سات شخص شمالاً جنوباً سوئے ہوئے پائے گئے، جن پر لحاف پڑے تھے۔ جنوب کی طرح پاؤں میں کتا، ہرن اور باز بھی دکھائی دیئے۔ ہمارا ارادہ ہوا کہ لحاف اٹھا کر دیکھیں مگر روک دیا گیا' کیونکہ کسی نے اس طرح دیکھا تھا تو اندھا ہو گیا تھا۔ یہ بیان ان دنوں'' صادق الاخبار بہاولپور'' میں چھپا تھا اور رسالہ کی صورت میں مفت بھی تقسیم ہوا تھا۔ بام دنیا کو ٹیبل لینڈ اوف پامیر کہتے ہیں کیونکہ اس کا طول و عرض صرف ایک ہزار (۱۰۰۰) فٹ ہے دشت پامیر میں ایک دنبہ پایا جاتا ہے کہ جس کے سینگ ۵۰ لغایت ۹۰ فٹ تک لمبے ہو کر سر کے اردگرد پیچ و پیچ لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور گائے کے برابر ہوتا ہے اس کو چکارا اور ریزاولیس پولی بھی کہتے ہیں۔ پشاور ۱۵ر منزل، کابل ۱۵ر منزل، شکر غاں ۵ر منزل، مزار شریف ۲ر منزل، میمنہ ۷ر منزل، المار ار منزل، قیصار ار منزل، چار شنبہ ار منزل، کہف اور سمگان اجو دھاں جانا چاہے اس راستہ سے جا سکتا ہے۔

۲۱...... مرزا صاحب کا سلسلہ باطنی

مرزا صاحب ازالہ میں لکھتے ہیں کہ ہم بے مرشد ہیں۔ مگر ہم ثابت کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل ہستیاں ضرور آپ کیلئے فیض رساں تھیں:

۱......مسیلمہ الکذاب قبیلہ بنی حنیفہ کا نبی:

حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ نبوت میں شریک کرلیں تو آپ نے مسترد کیا تھا۔اس نے زنا اور شراب حلال کردی تھی۔حضرت ابوبکر کی خلافت میں ایک لاکھ کی جمعیت میں خالد بن ولید کی لڑائی میں وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا۔اس نے فرقان اول اور فرقان ثانی اپنے مریدوں میں شائع کئے تھے۔

۲......اسود عنسی بن کعب سبسن عوف:

سحیق وشفیق اس کے وزیر تھے کہ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ذوالخمار کہلاتا تھا حضور کی مرض موت سے چھ ماہ پہلے دعویٰ کیا تھا۔آپ نے وفات سے پہلے پانچ روز اس کے قتل کی خبر دی تھی۔تو فیروز دیلمی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

۳......صافی بن صیاد:

اس کے متعلق دجال ہونے کا شبہ تھا مگر اخیر میں مسلمان ہو گیا تھا۔

۴......طلحہ بن خویلد:

نماز سے سجدہ موقوف کردیا تھا۔حضور نے ضرار بن ازور کی قیادت میں مسلمان بھیجے اس کی قوم بنی اسد کو شکست ہوئی۔دوسری لڑائی میں غطفان بھی شامل ہوئے مگر پھر شکست کھا کر مسلمان ہو گیا۔

۵......سجاح بنت الحارث بن سوید من بنی تمیم امہا من بنی تغلب:

مسیلمہ کے پاس یمامہ میں جا کر اس سے نکاح کرلیا تھا اور اپنی امت کیلئے دو نمازیں فجر اور عشاء مہر میں بخشوائی تھیں اور خود نبوت سے دستبردار ہو گئی تھی۔خلافت معاویہ میں مسلمان ہوئی اور بصرہ میں مقیم رہ کر مری'اس پر سمرہ بن جندب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۶......مختار ثقفی:

واقعہ کربلا کے بعد متصل ہی یزید شکار پر گیا تو پانی کی تلاش میں ایک عربی کے پاس چلا گیا اس نے شناخت کر کے قتل کر ڈالا۔ اور مختار ثقفی اہل بیت کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے تمام یزیدیوں کو مار ڈالا، خولی قاتل حسین کے ٹکڑے ٹکڑے کیے۔ ایک کوفی نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا پھر مختار ۶۶ھ میں مدعی نبوت ہو کر مقتول ہوا۔

۷...... احمد بن حسین کوفی ابوالطیب:

مدعی نبوت ہوا۔ بنی کلب اس کے تابعدار تھے۔ امیر حمص نے اس کو قید کر لیا اور اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ امیر حلب سیف الدولہ کے حکم سے ۳۴۷ھ میں مارا گیا۔ کیونکہ اپنے شعر میں اپنے آپ کو حضرت صالح سے تشبیہ دیتا تھا۔ بقول بعض کہیں جا رہا تھا تو کسی نے موقع پا کر راستہ میں ہی مار ڈالا۔

۸...... بہبود زنگی:

اس مدعی نبوت نے بصرہ میں مسلمانوں کو قتل کیا۔ خلیفہ معتمد باللہ کے ہاتھ سے ۲۲۶ھ میں قتل ہوا۔ اور اس کا سر شہروں میں پھرایا گیا۔

۹......ابوالقاسم یحییٰ المعروف بذکرویہ بن شیرویہ قرمطی خوزستانی:

اس نے عرب کے اکثر حصہ پر تسلط جما لیا تھا اور خلیفہ اسلام کے لشکر کو بارہا شکست دی تھی۔ دمشق کو اپنا کعبہ تجویز کیا تھا، نمازیں صرف دو رکھی تھیں اور اس کے عہد میں مجوسیوں نے عید نوروز بغداد میں ۲۷۸ھ کو منائی تھی آخر خلیفہ مکتفی باللہ نے اسے پکڑ کر ۲۸۸ھ میں قتل کیا۔

۱۰......عیسیٰ بن مہرویہ قرمطی:

ذکرویہ کا چچازاد بھائی، مدثر اور امیر المومنین مہدی کہلاتا تھا مگر مکتفی باللہ خلیفہ نے اسے بھی قتل کر دیا۔

۱۱......سلیمان قرمطی ابوالطاہر:

۳۱۲ھ میں مرض جدری سے مرا، خدائی دعویٰ کرتا تھا۔ مکہ شریف پر حج کے دنوں میں چڑھائی کی اور ستر ہزار حاجی مار ڈالے۔ پھر حجر اسود کو اپنے دارالخلافہ حجر (بحرین) کو لے گیا اور دو سال تک حج بند ہو گیا اور حجر اسود بائیس سال تک قرامطہ کے پاس ہی رہا۔

۱۲......ابوجعفر محمد بن علی شیعی:

اس کا مذہب تھا کہ حق و باطل میں امتیاز کرنا جنت ہے اور امتیاز نہ کرنا دوزخ ہے۔ نکاح کی ضرورت نہیں، نماز روزہ چھوڑنا ہی عبادت ہے اور جس نے اپنے نفس پر حکومت کی وہی بادشاہ ہے۔ انبیاء نے احکام الٰہی پہنچائے تو تھے مگر (معاذ اللہ) ایمانداری سے کام نہ لیا تھا۔ خلیفہ راضی باللہ نے ۳۲۲ھ میں اسے قتل کیا۔

۱۳......نبی الباسنہ:

باسنہ صنعانیاں کے پاس ایک گاؤں تھا وہاں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات دکھائے۔ ایک حوض تھا اس میں ہاتھ ڈال کر درہم و دینار نکال کر دکھلاتا تھا ابوعلی محمد بن مظفر حاکم وقت نے مقابلہ کیا تو پہاڑ میں پناہ گزین ہو گیا اور وہاں کسی لشکری نے موقعہ پا کر اس کو مار ڈالا۔

۱۴ استاذسیس نبی خراسان:

خلیفہ منصور کے عہد میں ۱۵۰ھ کو مدعی نبوت ہوا۔اور لڑائی میں ''اخشم'' اور ''حازم'' دو سپہ سالاروں نے اسے گرفتار کرلیا۔اس کی امت تین لاکھ تھی، ستر ہزار مارے گئے، باقی چودہ ہزار گرفتار ہوئے۔صرف ایک سال میں اتنی سرعت سے ترقی کی تھی۔

۱۵......نبی نہاوند:

نبوت کا دعویٰ کیا قبیلہ بنی سواد اس کے تابعدار بن گئے تو چار یار بھی مقرر کئے مگر چند ایام میں ہی خلیفہ وقت المستظہر باللہ نے ۴۹۹ھ میں اسے قتل کرڈالا۔

۱۶...... نبی کاوہ المعروف عطاء المقنع:

کاوہ شہر میں اس نے خدائی دعوے کیا۔پست قامت اور بدصورت تھا اس لئے سنہری برقعہ پہنے رہتا تھا۔خلیفہ مہدی نے گرفتار کرنا چاہا تو قلعہ میں پناہ گزین ہو کر جوہر کی رسم ادا کی اور آگ جلا کر خود بمعہ اہل وعیال کود پڑا اور اپنی امت سے کہا کہ میں آسمان پر جاتا ہوں جو چاہے میرے ہمراہ آسکتا ہے۔

۱۷......آدم خراسانی عثمان بن تھیک:

یہ ایک رئیس زادہ تھا اس نے دعویٰ کیا کہ میں حضرت آدم کا بروز ہوں۔ ہشیم بن معاویہ کو اپنا جبرائیل مقرر کیا۔خلیفہ منصور نے مقابلہ کیا تو اس کی امت نے قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا آخر معن بن ذاکرہ نے ان کو شکست دی اور عثمان کو بمعہ حواریوں کے قتل کرڈالا۔

۱۸......بیہقی کتاب المحاسن والمساوی میں لکھا ہے:

کہ خلیفہ رشید کے عہد میں ایک نے بروز نوح کا دعویٰ کیا۔کہا کہ میں بعثت اول

میں ساڑھے نوسو سال گزار چکا ہوں ابھی پچاس سال باقی گزارنے آیا ہوں خلیفہ نے اسے صلیب دیا تو کسی ظریف نے دیکھ کر کہا کہ نوح کی کشتی تو ٹوٹ گئی مگر مستول ابھی باقی ہے جس پر آپ سوار ہیں۔

۱۹ خلیفہ مامون کے عہد میں ایک نے نبوت کا دعویٰ کیا:

حاجب خلیفہ (باڈی گارڈ) نے پوچھا کہ صداقت کا نشان بتاؤ تو یوں بکواس کی کہ اپنی ماں لاؤ، ابھی بچہ جناؤں گا۔ تو اس نے کہا کیا تمہاری اپنی ماں نہیں ہے؟ تو پھر اسے قتل کیا گیا۔

۲۰...... نبیہ السودان:

افریقہ میں ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا مگر لوگوں نے ہی اس کا کچومر نکال دیا۔ ایک اور نے دعویٰ کیا کہ لا نبی بعدی میں آدمیوں کی نبوت منقطع ہے عورت ہو سکتی ہے۔

۲۱......لا نبی:

کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنا نام "لا" رکھا **لا نبی بعدی** پڑھ کر کہا، کہ حضور نے فرمایا تھا کہ میرے بعد ایک نبی ہوگا جس کا نام 'لا' ہے۔

۲۲......عبید اللہ مہدی افریقی:

۲۹۲ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۲۲ سال گزار کر مرا۔ (ابن اثیر)

۲۳......حسن بن صباح:

اس نے اپنی جنت بنائی۔ امت کا نام فدائی رکھا۔ کہا کہ کشتی نوح غرق نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ ۵۱۸ھ میں ۳۵ سال کے بعد مرا۔

۲۴......عبدالمومن افریقی:

سنہ ۳۰۰ھ میں ۲۳ سال کی تبلیغی عمر پا کر مرا۔

۲۵......عبداللہ بن تومرث:

مہدی بن کر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوا۔ بیس (۲۰) سال حکومت کی اور پچیس (۲۵) سال تبلیغ کی۔

۲۶...... الحاکم بامر اللہ المصری:

نے خدائی دعویٰ کیا، لوگوں سے سجدہ کرایا، نئی شریعت گھڑی اور حلال وحرام کی نئی حدبندی کی۔ اور ۲۵ سال تک تبلیغ کرتا رہا۔ (ابن اثیر)

۲۷......میر محمد حسین دمشقی المعروف بقرمود

"عالمگیر" کے زمانہ میں لاہور آیا اور الہام کے زور سے طلوع وغروب اور دوپہر کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ امت کا نام 'فرمودی' رکھا۔ فرخ سیر کے عہد میں دہلی چلا گیا۔ محمد شاہ کے زمانہ میں وہیں مرا۔

۲۸......یوز نبی:

"خلیفہ معتمد باللہ" کے زمانہ میں تھا۔ بہت مدت زندہ رہا۔ اور سنہ ۲۵۶ھ میں قتل ہوا۔

۲۹......مسیح مسافر:

کہیں سے سندھ میں آیا۔ اور مرزا صاحب کی طرح مہدی اور مسیح ہونے کا معا دعویٰ کر دیا۔ (دیکھو مجمع البحار)

۳۰......ھود نبی:

ماں کا نام مریم تھا، اس لئے مسیح ابن مریم آسانی سے بن گیا۔ ابن تیمیہ کے ساتھ وفات مسیح میں بحثیں کرتا تھا۔

۳۱......جاودان نبی:

مجوسی تھا۔ مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا۔ مزدک کی طرح اس نے نیا مذہب ایجاد کیا تھا۔

۳۲ یحییٰ بہاری الملقب الہ اللہ:

''صوبہ بہار'' میں ایک وکیل اور شیعہ مذہب کا ایک بڑا رئیس زمیندار ہے۔ بیرسٹری پاس کرنے پر اس نے اسلام کو خیر باد کہہ دیا۔ اور ایک کتاب اردو میں ڈیڑھ ہزار صفحہ کی مرتب کی' جس کا نام 'فرمان ناسخ قرآن' رکھا۔ جس میں اس نے بیان کیا کہ یحییٰ اصل میں ''یاحیی'' ہے' گویا میں ہمیشہ زندہ رہنے والا خدا ہوں۔ اور روپ بدل کر پہلے آدم بنا پھر شیث، یہاں تک کہ عیسیٰ بن گیا اور لوگوں نے مجھے مار ڈالنے کا ارادہ کیا مگر میں ناراض ہو کر اپنی مادر مہربان مریم کے پاس عرش پر چلا گیا۔ چھ سو سال کے بعد میں 'محمد' بن کر آیا تو میں نے اظہار ناراضگی میں پانچ وقت کی اٹھک بیٹھک اور زمین پر ناک رگڑنا مقرر کر دیا۔ مگر دشمنوں نے میری سلطنت لینے کو مجھے کثرت ازدواج میں مبتلا کر دیا۔ آخر عائشہ کے حسن نے مجھے ایسا گرویدہ کر دیا کہ اس کا باپ سلطنت پر قابض ہو گیا اور عائشہ نے مجھے زہر دے کر مار ڈالا۔ میرا جسم زہر سے پھٹ گیا۔ میری لاش اندر ہی دبا دی اور لوگوں سے یہ راز مخفی رکھا۔ اب تیرہ سو سال تک مسلمان عذابی احکام میں مبتلا رہے اور ایسے ذلیل ہو گئے کہ کسی کام کے نہ رہے تو میری ماں مریم نے ترس کھا کر مجھے دوبارہ دنیا میں بھیجا ہے' کہ اب یہ

عذابی احکام منسوخ کروں۔ اس لئے اب میں کہتا ہوں کہ قرآن چھوڑ دو اور نئی روشنی کے احکام فرض سمجھو۔ آیتوار کو گرجا میں میری حمد وثناء پڑھا کرو۔ اس کے بعد اس نے اپنی تعریف میں مختلف نظمیں لکھی ہیں۔ اور اپنے حالات درج کئے ہیں ہندوؤں کو بھی مخاطب کیا ہے اور ان کے سارے جنم لکھ کر ان کا آخری اوتار بھی بنا ہے۔ اخیر میں اپنے حواریوں کی فہرست بھی دی ہے جو اس نے یورپ اور ایشیا میں سفر کر کے مرید بنائے تھے۔ مخالفین کا نام "کفچی پلغوہ نلف" رکھا ہے اور مرید ہونے پر اس لفظ کا معنی بتانے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ کتاب مرزائی کتب خانوں میں بھی ملتی ہے۔ خال خال دوسرے لوگوں کے پاس بھی موجود ہے۔ اکتوبر سنہ ۳۰ء کو لاہور آیا تو "اخوت عامہ اور افلاس گناہ عظیم ہے" پر دو لیکچر دیئے۔ پہلا لیکچر موچی دروازہ کے باہر تھا۔ اور دوسرا آریہ کالج میں دیا۔ جس میں اس نے بتایا کہ موجودہ ترقی ہی اسلام ہے جو دنیا کے ہر کونہ میں پھیل کر رہے گا۔ اس پر اخبار "انقلاب" نے تردید شائع کی تو اس نے اخبار "ملاپ" میں ایک مضمون شائع کیا کہ میرا کلمہ ہے کہ **لااله الا الله یحیٰ عین الله**، اس کی تصحیح یوں ہے کہ یحییٰ اصل زندہ کو کہتے ہیں اور اس کے تین فرد ہیں موت، حیاۃ اور اللہ۔ جب پہلا یحییٰ دوسرے کو کھا کر **لمن الملک الیوم** کا نعرہ لگائے گا تو یحییٰ نمبر ۳ جو "عین اللہ" ہے اس کو تباہ کر دے گا۔ **انا السید البھاری یحییٰ خان عین الله علام الدھر لا اوبالی شانه** (مرزائیوں کے لئے اس نے تاویل کا دروازہ کھول دیا ہے۔)

۳۳......سید محمد مہدی جونپوری :

"سکندر لودھی" کے زمانے ۹۰۱ھ میں مدعی ہوا۔ اور ۹۱۰ھ میں افغانستان گیا اور قندھار جا کر موضع فراہ میں مر گیا۔ اس کے بعد پانچ شخص اس کا مذہب پھیلانے لگے شیخ خضر

ناگوری، شیخ عبداللہ نیازی، ملا مبارک بدایونی، ملا عبدالقادر بدایونی اور اس کا بیٹا سید محمود بن محمد جونپوری۔ ان کے بعد آخری مبلغ شیخ علائی تھا اور سلطان سلیم شاہ بن شیر شاہ نے فتویٰ تکفیر مرتب کروا کر اس کو قتل کرا دیا۔ مہدی جونپوری نے بیت اللہ شریف میں حطیم کے پاس ایام حج میں اپنی مہدویت کا اعلان کیا۔ ۹۰۳ھ میں اپنے وطن مالوف میں واپس آ کر تبلیغ میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ راجپوتانہ گجرات اور سندھ میں مسلمانوں نے بکثرت اس کی بیعت کی۔ ہدیہ مہدویہ، استقصاء کبیر اور شواہد میں لکھا ہے کہ ۹۰۵ میں اس نے یہ اعلان کیا کہ ۱۸ سال سے خدا نے مجھے مہدی اور نبی بنایا ہوا ہے' مگر میں مناسب نہ سمجھتا تھا کہ اعلان کروں۔ اب خدا نے مجبور کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر تم نے اعلان نہ کیا تو تم کو خائن فی التبلیغ کا خطاب دیا جائے گا۔ اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ میں مہدی اور مسیح ہوں میرا منکر کافر ہے کیونکہ مہدی اور مسیح دو عنوان ہیں' جن سے مراد ایک نبی کا ظہور ہے۔ میں افضل الانبیاء ہوں' مجھے علم الاولین والاخرین دیا گیا ہے۔ اب جو احادیث میری تعلیم کے خلاف ہوں چھوڑ دو۔ آزاد خیال لوگوں نے اپنی تصانیف میں مہدی جونپوری کو مصلح قوم ثابت کیا ہے اور مخالفین کو کتے لکھا ہے۔ مگر مذہبی نکتہ خیال سے وہی بات ہے جو ہم نے لکھ دی ہے۔

۳۴.....مرزا علی محمد باب ایرانی:

۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوا۔ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۰ میں مدعی مہدویت ہوا اور شعبان ۱۲۶۲ میں مارا گیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ 'انا مدینة العلم و علی بابها' اس لئے باب کہلاتا تھا۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ میں باب الوصول الی اللہ ہوں۔ اسکے مریدوں میں ایک صبح ازل کہلاتا تھا۔ اس کے حق میں پیشینگوئی کی کہ **لیظهره علی الدین کله** کا مصداق ہوگا۔

۳۵......صبح ازل:

اپنے پیر کے بعد صبح ازل نے مہدویت ثانیہ کا دعویٰ کیا اور بغداد کے مضافات میں اپنا مریدخانہ قائم کیا۔ مگر اس کا بھائی مرزا حسین علی مزاحم ہوا، جس سے اس کو کامیابی پورے طور پر نہ ہو سکی۔ اس کا مذہب ازلی کہلاتا تھا۔

۳۶......مرزا حسین علی بہاء:

اس نے مہدی بن کر صبح ازل سے سخت مقابلہ کیا اور دونوں بھائی تکفیری توپ وتفنگ سے خوب لڑتے رہے یہاں تک کہ صبح ازل کو شکست فاش ہوئی تو سر اٹھا نہ سکا۔ بہاء ۲/محرم ۱۲۳۳ کو پیدا ہوا۔ ۱۲۶۹ میں مسیح بنا۔ ۱۲۷۹ میں طہران چھوڑ کر بغداد پہنچا۔ ۱۲۸۵ میں شہر عکاء میں اقامت کی تاکہ بقول شیعہ ظہور مہدی کا مقام بہم پہنچے۔ ۱۲۸۸ میں ایڈریا نوپل بھیجا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ عکاء میں قیام ۱۲۶۲ھ کو ہوا۔ اور اس وقت صرف ۷۲ مرید تھے۔ ۱۲۹۸ تک شاہی حکم سے وہیں نظر بند رہا۔ چالیس (۴۰) سال قید رہ کر پچھتر (۷۵) سال کی عمر میں عکاء سے ایک میل کے فاصلے پر بہجی باغ میں قتل کیا گیا۔

بابی اور بہائی اپنے صداقت یوں پیش کرتے ہیں کہ **اولاً** توریت میں ظہور امام کا وقت یوم اللہ اور یوم الرب ظہور ایلیا اور ظہور اللہ مذکور ہے۔ انجیل میں اس کو یوم الرب، ظہور یحییٰ اور ظہور ثانی بتایا گیا ہے۔ قرآن شریف میں ﴿**یَوْمُ الْقِیٰمَةِ**﴾ ﴿**یَوْمُ السَّاعَةِ**﴾ ﴿**یَوْمُ الْجَزَاءِ**﴾ اور ﴿**یَوْمُ الدِّیْنِ**﴾ کہا گیا ہے۔ احادیث میں ظہور مہدی اور قیام روح اللہ لکھا ہوا ہے اور کلام ائمہ میں ظہور اول (باب) اور ظہور ثانی (بہاء حسین نوری) آیا ہے۔

ثانیاً حضرت موسیٰ نے **یوم اللہ** یعنی ظہور امام کی ۱۵۰۰ سال انجیل سے پہلے خبر دی تھی تو حضرت مسیح ارض مقدس میں پیدا ہوئے اور انہوں نے دعوت دی کہ **توبوا الی اللہ قد**

اقترب ملکوت اللہ۔۱۲۰ سال گزرے تو حضور خاتم المرسلین کی بعثت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ﴿ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ﴾ ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ﴾، انا علی نسم الساعة، اور اس کے وعدے کے مطابق ۱۲۶۰ میں حضرت باب شیرازی پیدا ہوئے۔ آپ نے سات سال دعوت دی کہ بشری بشری صبح الهدی قد تنفس اور الواح مقدسہ سے دنیا کو آگاہ کیا اور چونکہ وارد تھا کہ لا بدلنا من آذربیجان، تو حکومت وقت نے قید کے بعد آپ کو تبریز میں شہید کیا۔ (وفات پائی) آپ کے بعد قصبہ نور سے مرزا حسین علی نوری الملقب بہاء اللہ الاقدس الابھی مسیح موعود ظاہر ہوئے اور حکومت ایرانی ترکی نے آپ کو شہر عکاء میں ۲۴ سال نظر بند کر دیا۔ تو احادیث کا مفہوم صادق ہوا کہ ظہور امام عکاء ہے آپ نے الواح مقدسہ سے تبلیغی احکام شاہان وقت کے نام بھیجے اور کتاب اقدس نازل ہوئی۔ جس میں موجودہ علم وعمل کی تلقین کی گئی اور اسلام سے سبکدوش کر دیا تھا اور یہ وعدہ پورا ہوا کہ تری الارض غیر الارض. اشرقت الارض بنور ربها۔ ﴿لِکُلِّ امْرِءٍ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْہِ﴾ اخیر عمر میں کتاب ''عہد اقدس'' لکھی اور ۲ رذی قعدہ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء میں شہادت پائی۔ ثالثاً الٓمٓ لااله الا الله میں امام حسین ظاہر ہوئے۔ الٓمٓصٓ میں سفاح پیدا ہوا۔ الٓمٓرٰ کے شامل ہونے پر ۱۲۷۲ کو حضرت باب ظاہر ہوئے جو حروف مقطعات بلا تکرار جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ رابعاً ۲۲۶ میں حسن بن علی امام عسکری پوشیدہ ہوگئے۔ ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ﴾ کا اشارہ آپ کی طرف ہی ہے تو آپ کے بعد اختلاف پیدا ہوگیا۔ حدیث میں ہے کہ لوگ امام کو بوڑھا سمجھیں گے مگر آپ عند الظہور جوان ہوں گے۔ امام جعفر صادق کے نزدیک آپ کی عمر ۴۵ سال ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مشرقی ستارہ کی تابعداری کرو وہ تمہیں منہاج رسول پر چلائے گا اور تم سے شریعت اسلام کا بوجھ اتار دے گا۔ سرگین چشم، درمیانہ قد، تن اور خسارہ پر خال

سیاہ، مشرق سے نمودار ہوگا۔ اور شہر عکاء میں قیام کرے گا، ظلمت کو دور کرے گا، نئی روشنی پھیلائے گا اور علم وفضل سے لوگوں کو مالا مال کر دے گا اور اپنی کتاب سے اس قدر اصلاح قلوب کرے گا کہ قرآن سے نہیں ہو سکی۔ آپ کے حواری اہل عجم ہوں گے مگر عربی میں کلام کریں گے۔ آپ کا محافظ خاص وزیر ہوگا جو اس قوم سے نہ ہوگا۔ سب قتل ہوں گے آپکا نزول ''مرج عکاء'' میں ہوگا۔ ''کتاب الغیبۃ'' میں ہے کہ امام کا ظہور گھنے درختوں میں ہوگا' جو بحیرہ طبریہ کے کنارہ پر ہوں گے۔ عکاء بھی بحیرہ طبریہ کے پاس ہی نہر اردن کے پاس واقع ہے جو ہیردس نے نکالی تھی اور شہر طبریہ ارض مقدس میں ہے۔ یہ ملک کثرت نباتات سے بلا دسوریہ کہلاتا ہے۔ **خلاصاً** توریت میں مقام بیعت'' جبل کرمل'' بیت المقدس کے پاس مذکور ہوا ہے جس کی طرف ﴿**يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ**﴾ میں اشارہ ہے۔ تو روح اللہ عکاء میں تھے اور نداء مہدی حضرت باب کہ میں تھی۔ علامہ مجلسی اپنی کتاب بہار میں لکھتے ہیں کہ اہل اسلام امام سے ان کفار سے بھی بڑھ کر بدسلوکی کریں گے جو انہوں نے حضور سے کی تھی۔ کافی میں ہے کہ **به كمال موسیٰ وبهاء عيسیٰ و صبر ايوب** امام کے حواری مقتول ہوں گے، ذلیل ہوں گے اور ان کے خون سے زمین رنگین ہوگی۔ وہی خدا کے پیارے ہیں اور **اولئک هم المهتدون حقا**۔ حسن بن علی فرماتے ہیں کہ اس وقت منہ پر تھوکا جائے گا، لعنتیں برسائی جائیں گی۔ امام ابو جعفر کا قول ہے کہ اہل حق چھن چھن کر صاف رہ جائیں گے تو امام کے اصحاب بنیں گے اور خدا کے نزدیک عزت پائیں گے۔ حضرت علی کا قول ہے کہ **کما بدأکم تعودون**، اہل حق ابتدائے اسلام میں مظلوم تھے اخیر میں بھی مظلوم ہی ہوں گے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ حجۃ اللہ ہمیشہ موجود ہے اگر وہ نہ ہو تو دنیا غرق ہو جائے مگر لوگ اسے نہیں شناخت کرتے اور برادران یوسف کی طرح حجۃ اللہ ان کو شناخت کرتے ہیں۔ کافی اور کتاب البحار میں ہے کہ امام دعوت جدیدہ کتاب

اقدس دے گا' جیسے کہ حضور نے دعوت جدیدہ (قرآن) پیش کی تھی۔ ذیل کی تحریرات بھی اس کی مؤید ہیں **یخالف فی احکامه مذهب العلماء** (یواقیت) **بنا یختم الله الدین كما فتح بنا** (ملا علی قاری) **یختم به الدین کم افتح بنا** (مشارق الانوار) **یقوم القائم بامر جدید علی العرب شدید، یبایع الناس بامر جدید وکتاب جدید وسلطان جدید من السماء** (ابونصیر فی اجہار) **اول من یتبعه محمد وعلی الثانی** (مجلسی) اب یہ کہنا کہ ختم رسالت اور انقطاع وحی اسلامی عقیدہ ہے، غلط ہوگا' کیونکہ یہ تحریرات اس کی تردید کر رہی ہیں۔ سادساً کاہنوں سے عہد نمرود میں نجم خلیل کی خبر دی تھی (ابن اثیر) اور عہد فرعون میں نجم موسیٰ کی (مثنوی مولانا روم) یہودیوں اور مجوسیوں نے نجم المسیح کی (انجیل) یہودیوں اور چند آدمیوں نے نجم احمد خاتم المرسلین علیہ السلام کی اور نجومیوں اور دو معتبر عالموں نے نجم القائم کی خبر دی ہے جن کے نام نامی یہ ہیں شیخ احمد احساوی اور سید کاظم رشتی' انہوں نے ولادت امام سے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ ''تیمور خوارزمی'' کا قول ہے کہ جو ستارے ۱۲۳۰ سے ۱۲۵۰ تک نمودار ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب عظیم ہوگا۔ ''مرزا آقا خاں منجم منوچہر'' کا قول ہے کہ ایک آدمی پیدا ہوگا جو شریعت جدیدہ کی دعوت دے گا۔ سابعاً سریانی زبان قدیم ہے حضرت آدم کی زبان بھی یہی تھی۔ مذہب صابی حضرت شیث علیہ السلام سے منقول ہے یہی دین اقدم الادیان ہے۔ اس میں کمزوریاں پیدا ہوگئی تھیں تو ان کے رفع کرنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے پھر کمزوریاں پیدا ہوئیں تو حضرت ختم المرسلین تشریف لائے اخیر زمانہ میں جب اس دین میں تاثیر نہ رہی تو حضرت بہاء تشریف لائے اور کتاب اقدس کی تعلیم دی۔

حسین علی بہاء نے سلطان ناصر الدین کو اس مضمون کا خط بھیجا تھا کہ مجھے علم **ما کان وما یکون** دیا گیا ہے جس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ نبوت اور رسالت بھی بند ہوگئی ہے

ورنہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ خدا نے اس سخاوت میں کنجوسی اختیار کرلی ہے۔ میں خود ایک دفعہ سویا ہوا تھا کہ اچانک الطاف الٰہیہ نے مجھے بیدار کر کے مجبور کیا کہ میں خدا کا نام اطراف عالم میں پھیلاؤں۔ بخدا میری خواہش ہے کہ اس تبلیغ میں میرا سر نیزہ سے پرو دیا جائے کیونکہ خدا کی راہ میں مصائب آیا ہی کرتے ہیں۔ وہ دن بہت قریب ہیں کہ لوگ اس دین میں جوق در جوق داخل ہوں گے اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں خدا کے علم سے کہہ رہا ہوں۔ اور مکتب البیان میں داخل تھا جبکہ لوگ ابھی غافل تھے اگر ہم پردہ اٹھائیں تو تم سب ہلاک ہو جاؤ۔ خبردار یہ یوم نباء عظیم ہے نبی وقت کی حاضری سے کوتاہی نہ کرنا (انتہی ملخصا) یہ بھی مشہور ہے کہ جب باب مقتول ہوا۔ تو بہاء نے محمد علی قاچار پر گولی چلادی تھی اور گرفتار ہوگیا۔ ''قرۃ العین'' بھی گرفتار ہو چکی تھی۔ عبد البہاء کا چونکہ رسوخ بہت تھا اس لئے یہ ثابت کیا گیا کہ بہاء اس سازش میں شریک نہ تھا اس لئے یہ رہا ہوگیا اور باقی قتل ہوئے۔

شریعت بہائیہ کے احکام مشتے از خروارے یہ ہیں:

۱......نو رکعتیں نماز فرض ہیں۔ (دو صبح دو مغرب اور پانچ پچھلی رات کو)

۲......نماز جنازہ چھ رکعتیں ہیں۔

۳......صلوٰۃ کسوف وخسوف منسوخ ہیں۔

۴......سوائے جنازہ کے جماعت کی ضرورت نہیں، عید نوروز کا روزہ رکھا کرو۔

۵......راگ میں کوئی حرج نہیں۔

۶......بردہ فروشی حرام ہے۔

۷......خروج منی سے غسل واجب نہیں۔

۸......کوئی چیز نجس نہیں ہے، مشرک بھی نجس نہیں ہے۔

۹......میت کو ریشم کے پانچ کپڑوں میں لپیٹو یا کم از کم ایک میں۔

۱۰......مہینہ میں کم از کم ایک دفعہ ضیافت احباب فرض ہے اگرچہ پانی سے ہو۔

۱۱......میت کو اتنی دور نہ لے جاؤ کہ راستہ میں ایک گھنٹہ وقت گزر جائے۔

۱۲......۱۹ ماہ کے یہ نام رکھو۔ بھاء، جلال، جمال، عظمۃ، نور، رحمۃ، کلمات، کمال، اسماء، عزۃ، مشیۃ، علم، قدرہ، قول، سائل شرف، سلطان، ملک، عطاء۔

۱۳......وضو معاف ہے سجدہ بھی معاف ہے۔

۱۴......بھاء اور جلال میں عید کیا کرو۔

۱۵......البیان کے سوا کوئی مذہبی کتاب نہ پڑھو۔

۱۶......نماز جمعہ حرام ہے۔

۱۷......نکاح میں والدین سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۱۸......روزے ۱۹ ہیں۔

۱۹......قبلہ عکہ ہے۔

۲۰......کتاب البیان قرآن سے افضل ہے۔

۲۱......بیت اللہ گرا کر شیراز میں مکان خریدو۔

۲۲......مردے کو سونے کی انگوٹھی اور بیکل پہناؤ۔

۲۳......بوڑھے اور بیمار کو نماز معاف ہے۔

۲۴......پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۵......تعدد ازواج حرام ہے۔

۲۶......کتاب المبین میں لکھا ہے کہ حضور بھی فرماتے ہیں کہ اگر ”بہاء“ کا وجود نہ ہوتا تو کوئی صحیفہ آسمانی نہ اترتا کیونکہ بہاء محبوب رب العالمین ہے اور سلطان الرسل

۲۷......جو گالیاں دے اس پر ۵۰ مثقال جرمانہ لگاؤ۔

۲۸...... ہر ایک شہر میں دار العدالۃ قائم کرو جس میں چندہ ہو اور اس سے تعلیم مروجہ کی اشاعت کرو تاکہ کوئی جاہل نہ رہے۔

۳۷...... قرۃ العین طاہرہ قزوینیہ :

جب ''باب'' نے دعویٰ کیا کہ مشیت اول حضرت آدم سے منتقل ہو کر اس کی ذات تک پہنچ چکی ہے تو زرین تاج بھی اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی اور اپنے اشعار میں طاہرہ تخلص کرتی تھی۔ اور اس مذہب کی نشر و اشاعت میں منہمک ہو گئی اور برہنہ رو ہو کر اپنے داخل طریق ہم مشربوں سے رہنے سہنے لگی تو کسی نے باب کے پاس شکایت کی کہ اس کا چال چلن مشتبہ ہے تو باب نے جواب دیا کہ **''ھی طاھرۃ عفیفۃ لا تظنوھا بسوء''** اب وہ طاہرہ مشہور ہو گئی۔ علامہ فقیہ محمد صالح قزوینی کی بیٹی تھی۔ علامہ محمد تقی مجتہد کی بھتیجی اور ملا محمد بن محمد تقی کی زوجہ، جب اس نے بابی مذہب قبول کیا تو قزوین سے نکل کر کربلا میں تبلیغ کا کام شروع کر دیا' وہاں کی حکومت نے اسے بغداد بھیج دیا اور حکومت بغداد نے اسے ہمدان نکال دیا' مگر وہاں کوئی مزاحم نہ ہوا۔ اور جب اس کی جماعت ایک کثیر التعداد تیار ہو چکی تو قزوین واپس آ کر اپنے رشتہ داروں کو دعوت دی' لیکن اس کے تمام رشتہ دار بابی مذہب کے دشمن تھے، اس لئے وہاں سے نکل کر تہران گئی' اس خیال سے کہ اگر بادشاہ ایران محمد شاہ قاچار بابی مذہب قبول کر لے تو پانچوں انگلیاں گھی میں ہو جائیں گی۔ مگر باب نے اسے حکماً واپس قزوین منگا لیا۔ بڑی حیص بیص کے بعد نکاح فسخ کرا کے بدشت اور مزندران کو چلی گئی اور گاؤں بگاؤں تبلیغ میں مصروف ہو کر بابی مذہب کو فروغ دیا' لیکن اہل اسلام نے حکومت کو متوجہ کیا کہ اس فتنہ کے انسداد میں انتظام کیا جائے۔ تو اس وقت طاہرہ نے اپنی حفاظت خود اختیاری کیلئے کافی جمعیت پیدا کر لی تھی۔ حکومت نے گرفتاری کے لئے فوج روانہ کی تو قصبہ

نور کے پاس فریقین کی فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی' مگر طاہرہ کو سلطان ناصر الدین قاچار کے پاس گرفتار کر کے لے گئے۔ طاہرہ نے پہنچتے ہی تبلیغی خطبہ دیا جس سے بادشاہ متاثر ہو کر کہنے لگا کہ

این را میگذارید کہ طلعتے زیبا دارد

مگر محمد خاں محتسب کے زیر حراست رکھی گئی اور بابیوں کو اجازت دی کہ اس سے ملاقات کریں اور وہ بھی حرم سرا تک دعوت دیتی رہی۔ جب معاملہ طول پکڑ گیا تو محتسب نے طاہرہ سے کہا کہ اگر تم بابی مذہب چھوڑ دو تو رہائی یقینی ہے' ورنہ قتل کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ دوسرے روز دربار میں پیش ہوئی تو بجائے توبہ کے ایک طول طویل تبلیغی خطبہ دیا کہ جس سے حاضرین باغیرت مسلمانوں کا نائرہ غضب سخت شعلہ زن ہو گیا' کیونکہ اس میں باب کی تعریف تھی اور حضور کی سخت توہین تھی۔ بقول شخصے حکم دیا گیا کہ خچر کی دم سے اس کے بال باندھ کر خچر کو دوڑایا جائے تاکہ اسی حالت میں طاہرہ مر جائے۔ بہر حال اس کی لاش ایک ویران کنوئیں میں پھینک دی گئی' جو "بستان ایلخانی" کے پاس ہی تھا اور اوپر سے پتھر برسا کر کنواں پُر کر دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ حسب ذیل قصیدہ دربار میں اس نے خطبہ تبلیغی میں فی البدیہہ کہا تھا:

"قصیدہ طاہرہ"

جذبات شوقک الجمت بسلاسل الغم والبلا	ہمہ عاشقان شکستہ دل کہ دہند جان خود برملا
لمعات وجہک اشرقت بشعاع وجہک اعتلی	زچہ رو الست بربکم نزنی؟ بزن کہ بلی بلی
اگر آں صنم زرہ ستم پے کشتن من بے گناہ	لقد استقام بسیفہ فلقد رضیت بما رضی
تو کہ غافل از مئے وشاہدی پے مرد عابد زاہدی	چہ کنم کہ کافر وجاحدی ز خلوص نیت اصطفا

توؤ ملک جاہ وسکندری من ورسم و راہ قلندری　　اگر آں خوش ست وتو درخوری وگراین بدست مراسزا

بجواب طبل الست تو زولا چہ کوس بلیٰ زدند　　ہمہ خیمہ زد بدر دلم سپہ غم وحشم بلا

چہ شود کہ آتش حیرتے زنی ام بقلۂ طور دل　　فصلکتہ ودکتہ متدکدکا متزلزلا

پے خوان دعوت عشق او ہمہ سب زخیل کرد بیاں　　رسد ایں صفیر مہیمنے کہ گردد غمزدہ الصلا

بلہ اے گروہ امامیاں بکشید ولولہ رامیاں　　کہ ظہور دلبر باعیاں شدہ فاش وظاہر وبرملا

گرتاں بود طمع بقاورتاں بود ہوس لقا　　زوجود مطلق مطلقا برآں صنم بشویدلا

طلعت زقدس بشارتے کہ ظہور حق شدہ برملا　　بزن اے صبا تو بحضرش بگروہ زندہ دلاں صدا

بلہ اے طوائف منتظر زعنایت شہ مقتدر　　مہ مفتخر شدہ مشتہر متبہیا متجللا

دو ہزار احمد مجتبیٰ زبردق آں شہ اصفیاء　　شدہ مختفی شدہ در خفا متدثرا متزملا

تو کہ فلس ہائے حیرتی چہ زنی زبحر وجود دم　　بنشیں چو طاہرہ ومبدم بشنو خروش انگ لا

ہمیں چونکہ کلام مرزا سے مقابلہ کرنا ہے اس لئے طاہرہ کا دوسرا قصیدہ بھی درج کیا جاتا ہے جو اس نے ”باب“ کے بارے میں کہا ہے۔

”قصیدہ دوم طاہرہ“

گر بتو افتدم نظر چہرہ بچہرہ روبرو　　شرح دہم غم ترا نکتہ بنکتہ موبمو

از پے دیدن رخت ہمچو صبا فتادہ ام　　خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کو بکو

دور دہان تنگ تو عارض عنبریں خطت　　غنچہ بغنچہ گل بگل لا بلالہ بو ببو

میرود از فراق تو خون دل از دو دیدہ ام　　دجلہ بدجلہ یم بیم چشمہ بچشمہ جو بجو

مہر ترا دل حزیں بافتہ بر قماش جان　　رشتہ برشتہ نخ بنخ تار بتار پو بپو

در دل خویش طاہرہ گشت و نیافت جز ترا　　صفحہ بصفحہ لا بلا پردہ بپردہ تو بتو

ممکن ہے کہ اس کے اشعار اور بھی ہوں مگر ہمیں اتنے ہی دستیاب ہوئے ہیں۔

جو فارسی زبان میں کلام مرزا سے اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ کلام مرزا ان کے سامنے پانی بھرتا ہے۔یہی دیکھئے ''داد آں جام را مرا بہ تمام''۔

۳۸......فرقہ قرامطہ:

ایک فرقہ ''فرقۂ قرامطہ'' ظاہر ہوا جن کے عقائد یہ تھے کہ مسلمانوں کو قتل کرو۔نمازوں سے مراد پانچ تن پاک ہیں۔تیس روزے تیس انسانوں کے نام ہیں جو صرف مریدوں کو بتائے جاتے ہیں۔اہل بیت کا ذکر نماز، وضو اور غسل جنابت سے مستغنی کر دیتا ہے۔خالق ارض و سماء حضرت علی ہیں اور وہی اس دنیا کے خدا ہیں۔خدا تعالیٰ کا بروز اسم اور معنی شناخت کرنا ہر زمانہ میں فرض ہے، یعنی برائے نام نبی اور ہوتا ہے جو دعویٰ نبوت کرتا ہے، مگر در حقیقت اصل نبی اور ہوتا ہے کہ جس کی یہ مدعی تائید کرتا ہے۔چنانچہ حضرت آدم اسم تھے اور حضرت شیث اصلی نبی تھے۔حضرت یعقوب اسم تھے اور حضرت یوسف معنی تھے۔کیونکہ یوسف ہی اپنے بھائیوں کی مغفرت کے مالک تھے اور ﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ﴾ کہا تھا۔حضرت موسیٰ بھی اسم تھے اور حضرت یوشع معنی تھے کیونکہ ان کے لئے ہی سورج واپس آیا تھا۔حضرت سلیمان اسم تھے اور معنی آصف کیونکہ انہوں نے تخت بلقیس حاضر کیا تھا اور حضور علیہ السلام اسم تھے اور حضرت علی معنی تھے یعنی حضرت علی کی الوہیت کیلئے حجاب ہوئے تھے اور سلمان فارسی وصول الی اللہ کا باب تھے۔ایک شاعر لکھتا ہے کہ

اشهد ان لا اله الا حيدرة الا نزع البطين
ولا حجاب عليه الا محمد الصادق الامين
ولا طريق اليه الا سلمان ذوالقوة المتين

اصل انبیاء کی فہرست یوں بیان کی ہے۔ ھابیل، شیث، یوسف، یوشع، آصف شمعون الصفا حیدر (ابن قیم) ایک شاعر شان علی میں یوں لکھتا ہے کہ

علی ست فرد بمثیل علی ست مثل بے بدل — علی ست مصدر دوم علی ست صادر اول
علی ست خالی از خلل علی ست عاری از علل — علی ست شاہد ازل علی ست نور لم یزل
کہ فرد لایزال را — وجود اوست مظہرا
زمام ملک خویش را سپردہ حق بدست او — چہ اولیاء چہ انبیاء تمام پائے بست او
یکے ہموار محواو — یکے مدام مست او
بہر صفت کہ خوانمش او مقام پست او — نظر بلا مکان نما ببیں مقام حیدرا
چو ایں جہاں فنا شود علی فناش میکند — قیامت ز بپاشود علی بپاش میکند
کہ دست دست او بود ولی خداش میکند — وما رمیت از رمیت بر تو فاش میکند
کہ اوست دست کردگار — اوست عین داورا

(دیوان وفائی)

مشارق انوار الیقین میں ہے کہ **عن علی انا اخذت العبد علی الارواح فی الازل، انا المنادی الست بربکم انا منشی الارواح انا صاحب الصور، انا مخرج من فی القبور، اناجاوزت بموسیٰ فی البحر، واغرقت فرعون وجنوده، انا ارسیت الجبال الشامخات وفجرت العیون الجاریات انا ذلک النور الذی اقتبس موسیٰ نار الهدی، انا حی لایموت۔**

۳۹......عبداللہ بن سبا یہودی:

بصرہ میں مسلمان ہو کر ظاہر ہوا۔ اور اصل میں مقصد یہ تھا کہ حضرت علی سے

یہودیوں کی تباہی کا بدلہ لے اور کوفہ اور مصر میں آ کر اہل بیت کے حالات سے لوگوں کو اشتعال دیا۔ چنانچہ عہد عثمانی میں ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت مسیح نزول ثانی کریں گے تو حضرت علیہ السلام کا نزول ثانی بھی ضروری ہے، ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ آپ کی شان کم ہے۔ تابعداروں نے اس مسئلہ پر ایمان قبول کیا اور اس عقیدہ کا نام رجعۃ رکھا گیا۔ دوسری تقریر میں کہا کہ حضرت موسیٰ کے وزیر حضرت ہارون تھے تو کیا حضرت کے علیہ السلام وزیر حضرت علی نہ ہوں گے؟ ورنہ کسر شان ہوگی تو تابعداروں نے حضرت عثمان کا خاتمہ کر کے حضرت علی کو خلیفہ تسلیم کیا۔ ایک دن پھر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عثمان کو تو حضرت علی نے قتل کرایا تھا' اس لئے ان سے قصاص لینا فرض ہوگا۔ تو اب تابعداروں نے حضرت علی کا خاتمہ کر دیا۔ پھر ایک دن تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت موسیٰ کے بعد لوگ گوسالہ پرستی سے مرتد ہو گئے تھے۔ اسی طرح تمام صحابہ بھی مرتد تھے اور صرف حضرت سلمان، ابوذر، مقداد اور حضرت علی ایمان پر قائم تھے۔ حضرت ہارون قیامت سے پہلے یہود میں نازل ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ حضرت علی بھی قیامت سے پہلے نازل ہوں' تاکہ مخالفین سے بدلہ لیں۔ حضرت ہارون کے وارث علی آپ کے بیٹے ''شبیر و شبر'' تھے۔ اس لئے علوم و معارف علی کے وارث بھی حضرت امام حسن و حسین ہیں اور ان کا نام بھی ''شبیر و شبر'' رکھا۔ (ناسخ التواریخ، مقاصد الاسلام)

بہر حال شیعہ جعفریہ امامیہ کا یہ مذہب نہیں ہے کہ حضرت علی خدا کے بروز تھے اور متصرف فی القضاء، والقدر تھے اور یہ عقائد نصیریہ اور سبائیہ فرقہ کے ہیں جو یہاں پنجاب میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

۴۰......مرزا غلام احمد قادیانی:

''براہین احمدیہ'' کے پہلے چار جزو لکھنے تک تو مسلمانوں کے ہم عقائد رہے' مگر

جب سرسید کی تصانیف اور بابیوں کا مذہب مطالعہ کیا تو "ازالۃ الاوہام" اور "توضیح المرام" میں براہین کی عبارتوں کا کچھ اور ہی مطلب گھڑ لیا اور جب ۱۳۰۰ھ کے بعد آپ نے مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو یہ کوشش کی کہ اپنے آپ کو مثیل مسیح ثابت کریں۔ اس کے بعد ۱۹۰۱ء کا زمانہ آیا تو بقول مرزا محمود یہ سارے مراتب طے کرتے ہوئے مستقل اعلان نبوت کیا اور منکرین کو صرف اس بناء پر کافر قرار دیا کہ وہ آپ کی بیعت میں داخل نہیں ہوتے یا کم از کم امام وقت کی شناخت میں قاصر ہیں۔ اور جب ۱۹۰۸ء میں آپ رخصت ہوئے تو یہ عقائد چھوڑ گئے کہ

۱......مسیح دو ہیں ناصری اور محمدی۔

۲......مسیح موعود اور مہدی موعود ایک ہی آدمی کی صفتیں ہیں۔

۳......معراج جسمانی نہیں ہوا۔

۴......بروز کا مسئلہ درست ہے۔

۵......مسح رقبہ جائز نہیں ہے۔

۶......جمع بین الصلوات جائز ہے۔

۷......بقول مرزا محمود مرزا صاحب افضل المرسلین ہیں۔

۸......مرزا صاحب کی قوت استعداد یہ حضور سے بھی بڑھ کر ہے۔

۹......مسلمان یہودی ہیں۔

۱۰......انگریز دجال ہیں۔

۱۱......ریل خر دجال ہے۔

۱۲......بقول تحقیق جدید مرزا صاحب کے خاندان کا بچہ بچہ نبی ہے۔

۱۳......مرزا صاحب سید ہیں کیونکہ آپ کی شادی سادات کے گھر ہوئی ہے یا آپ کی ایک

دادی سادات کے گھر تھی۔

۱۴......اصحاب کہف یاجوج ماجوج بھی انگریز ہیں۔

۱۵......دابۃ الارض مولوی صاحبان ہیں کہ ان کے فتویٰ تکفیر نے دلوں کو زخمی کر دیا ہے۔

۱۶......جنت و دوزخ روحانی لذت والم کا نام ہے۔

۱۷......حضور آخری نبی نہیں ہیں۔

۱۸......جہاد قطعاً بند ہے۔

۱۹......مسلمانوں سے ترک موالات فرض ہے۔

۲۰......قرآن شریف کا جو مفہوم مسلمانوں نے سمجھ رکھا ہے غلط ہے۔

۲۱......مرزا صاحب کی تعلیم نے جو مفہوم قرار دیا ہے وہ اصلی مفہوم ہے۔

۲۲......لفظی ترمیم و تنسیخ گو قرآن میں ناجائز ہے مگر معنوی تنسیخ ضروری تھی جو مرزا صاحب نے کر دی ہے۔

۲۳......حیات مسیح کا اعتقاد رکھنا تقلید شیطانی اور ستون شرک ہے۔

۲۴......خدا روپ بدلتا ہے۔

۲۵......بروزی رنگ میں مرزا صاحب کبھی مریم بنے اور کبھی عیسیٰ۔

۲۶......از آدم تا ایندم جس قدر بزرگ ہو گزرے ہیں ان سب کا بروز مرزا صاحب ہیں اور

۲۷......غیر احمدی تمام گندی ہستیوں کا بروز ہیں۔

۲۸......قادیان بھی تمام مقامات مقدسہ کا بروز ہے۔

۲۹......بڑے دنوں میں مرید بطور حج یہیں حاضر ہوتے ہیں۔

۳۰......مکہ شریف کا دودھ خشک ہو گیا ہے اس کی بجائے قادیان میں دودھ آ گیا ہے۔

۳۱......جنت البقیع مرزا صاحب کا مقبرہ ہیں۔ بقول ظہیر الدین اروپی نماز میں کعبہ شریف

بھی قادیان ہی ہونا چاہیے (دیکھو براہین حق)۔

۳۲......ہر ایک مجدد ایک غلطی درست کرنے آیا تھا اور

۳۳......مرزا صاحب آخری مجدد حیات مسیح کی غلطی میں ترمیم کرنے آئے تھے (گویا تمام مجددین وقت اسلام میں ترمیم و تنسیخ ہی کرنے آئے تھے)

۳۴......مرزا صاحب کا کلام وحی الٰہی ہے (اس لئے تاریخی حالات کے خلاف بھی قابل تسلیم تھے)

۳۵......مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔

۳۶......ستاسی (۸۷) سال آپ روپوش رہے تھے۔ سود تبلیغی کاموں میں خرچ ہو سکتا ہے۔

۳۷......تمدن یورپ واقعی نئی روشنی ہے۔

۳۸......انبیاء سابقین سے غلطیاں ہوئیں۔ اور مرزا صاحب سے بھی غلطیاں ہوئیں۔

۳۹......ان کی پیشینگویاں غلط نکلیں۔ مرزا صاحب کی پیشینگویاں بظاہر غلط نکلیں ورنہ جب اصل مقصد پورا ہو گیا تھا۔ تو پیشینگوئی کے پورے کرنے کی کیا ضرورت رہتی ہے۔

۴۰......چندہ دینا ضروری ہے۔

۴۱......ورنہ جماعت سے خارج کیا جائے گا۔

۴۲......مرزا صاحب کے بعد اور نبی بھی ہو سکتے ہیں مگر

۴۳......مسیح محمدی کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو ازالۃ الاوہام)

۲۲...... مرزا صاحب کے مزید حالات

مرزا صاحب کی تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ پگڑی پہنے رکھتے تھے مگر نزول مسیح کی احادیث میں مسیح کے سر پر ٹوپی مذکور ہے۔ آپ میں تقدس کا بڑا زور تھا اس لئے

مخالف کو کتا، سؤر، احمق، جنگلی جانور، بے ایمان، کافر، حرامزادہ، مکھی مچھر وغیرہ سب کچھ کہہ جاتے تھے' حالانکہ یہ مشہور ہے کہ **الذی لیس بالنبی**، نبی فحش گوئی سے پاک ہوتا ہے۔ مقابلہ میں آ کر ایسے شرائط پیش کرتے تھے کہ خواہ مخواہ دوسرے کو مجبوراً گریز کی راہ اختیار کرنی پڑے حالانکہ انبیاء علیہم السلام دوسرے کی شرائط پر فیصلہ کرنے کو تیار ہوتے تھے۔ مناظرہ میں اصل مبحث سے گریز کر کے بددعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیتے (تنگ آمد بجنگ آمد) جس سے سارا رنگ ہی بدل جاتا تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ اپنی تقریر میں ایک بات کو کم از کم تین دفعہ عموماً دہراتے تھے۔ اور یہ غالباً مراق کا اثر تھا' کیونکہ جس قدر کسی کو مراق ہوتا ہے اسی قدر اپنا سلسلہ کلام لمبا کرتا ہے اور ایک بات کو بار بار دہراتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں یہ کمزوری نہیں پائی جاتی بلکہ قلیل الکلام ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنے عقائد میں بارہا تبدیلی کی لیکن انبیاء کے عقائد نہیں بدلتے۔ آپ کو دوران سر اور مراق کا اقرار ہے' لیکن انبیاء نہ ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں اور نہ ہی کسی کے کہنے سے اقرار ہی کیا ہے۔ پیشینگوئی کا آپ کو بڑا شوق تھا' جو مقابلہ میں یا تو جھوٹی نکلتی تھیں اور یا ان کی تاویل در تاویل کرتے جاتے تھے' اگر ایک آدھ سچی بھی نکل آئی تو بانس پر چڑھا لیتے تھے۔ جناب کی آنکھیں نیم خواب رہتی تھیں شاید استغراق ہوگا' مگر دماغی مواد کا بوجھ مراق کی آنکھ پر ضرور ہوتا ہے۔ آپ کا کلام اصول وقواعد کے خلاف عموماً ہوتا تھا تو آپ کے مرید آپ کو شیکسپیئر ثانی سمجھ لیتے تھے اور کبھی فرماتے کہ ہمیں شاعری مطلوب نہیں ہے صرف تفہیم مطلوب ہے۔ اور کبھی اپنے اشعار کو الہامی بتا کر دماغ سوزی بھی کرتے تھے۔ آپ کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آپ کی امت آپ کے تحقیقی مسائل پر تنقید کرتی ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ مسیح کو بغیر ماں باپ کے مانتے تھے اور لاہوری بغیر باپ کے نہیں مانتے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم تشریعی نبی ہیں۔ (دیکھو اربعین) اور لاہوری کہتے ہیں کہ آپ صرف مجتہد تھے جو کبھی غلطی بھی کر جاتے تھے اور آپ کا کلام وحی نہ

تھا وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے قادیان میں ایک اونچا مینار شروع کیا تھا جو ترقی مرزائیت کا معیار قرار دیا گیا تھا اسے مرزا محمود نے مکمل کیا ہے اب اسے ''منارۃ المسیح'' کہتے ہیں جو دور سے نظر آتا ہے شاید کسی زمانہ میں حجاج قادیان کے لئے میقات مقرر ہو کر یہ حکم حاصل کرے کہ جب نظر آنے لگے تو وہ لبیک لبیک کا نعرہ کسا کریں۔ درمیانہ قد، کشادہ پیشانی کی وجہ سے مہدی موعود کا حلیہ لئے ہوئے تھے۔ سیدھے بال گندمی رنگ سے مسیح محمدی بنتے تھے' گویا دو شخصوں کا حلیہ آپ میں موجود تھا۔ یہ نہیں سوچا کہ زید اس طرح تو ایک ایک عضو کی مشابہت سے ہزاروں کا مدعی بن سکتا ہے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ گرم لقمہ آپ نے چبایا تھا تو بے ساختہ ران پر ہاتھ مار کر یوں کہا تھا کہ تتا تتا' تو اس وقت وہ پیشینگوئی پوری ہوئی تھی کہ امام مہدی لکنت کی وجہ سے ران پر ہاتھ مار کر کلام کیا کریں گے۔ باقی رہی سہی سلطنت اور حکومت اسلامی تو امام مہدی کے سات سال اور حضرت مسیح کی چالیس سال، پچیس سال کی مدت میں یکجا جمع کر کے یوں کہہ دیا کہ اس سے مراد سینتالیس (۴۷) سال کے اندر اندر کام کا ختم مراد تھا' کیونکہ ایسے الفاظ سے مراد عرصہ دراز ہوا کرتا ہے۔ سانپ کے ساتھ کھیلنا، شیر اور بکری کا مل کر پانی پینا، اپنے دجال (انگریزوں) کو سپرد کر دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے کارڈوں پر شیر بکری کھڑی دکھلائی ہے۔ اسی طرح حکومت کا ملکی انتظام بھی دجال کے ہی سپرد کر دیا تھا۔ آپ صرف قلمی حکومت اور قلمی لڑائیاں کرتے رہتے تھے۔ مگر افسوس یہ ہوا کہ مسیح مر گیا اور دجال ابھی تک زندہ ہے اور جب تک قادیان میں ریل نہیں گئی تھے ''**من کل فج عمیق**'' کا الہام کام کرتا رہا۔ عہد محمودی میں جب خر دجال (ریل) کا داخلہ ہوا۔ تو اس الہام کی مدت ختم ہو گئی اور یہ جو کہا گیا ہے کہ دجال **مدینۃ الرسول** میں داخل نہیں ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خر دجال امت مسیح کی خدمت کیلئے وہاں داخل ہو سکتا ہے۔ آپ کی وفات لاہور میں ہوئی تھی' تو لاہوری پارٹی کے نزدیک مدینۃ المسیح اور جائے

ہجرت لاہور بنا تھا مگر وہاں دجال اور خرد جال پہلے سے ہی داخل تھے' آپ کی زندگی میں داخل نہیں ہوئے تھے' اس لئے روایات کے خلاف نہیں ہوا۔ کبھی یوں بھی ارشاد ہوتا تھا کہ دراصل دجال پادری ہیں کہ جنہوں نے آپ مسلمانوں سے مقابلہ چھوڑ دیا ہے اور نمک کی طرح مرزائی تعلیم نے ان کو پگھلا دیا ہے۔ اگر چہ وہ پھسل کر تمام کو عیسائی کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ مردہ ہو چکے ہیں اور مردہ کی بو سے اب عیسائیت پھیل رہی ہے، ورنہ ان کی زندگی ختم ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب اور مولوی ثناء اللہ کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ ان کے حق میں بددعا در حقیقت بطور مباہلہ تھی چونکہ انہوں نے مباہلہ قبول نہیں کیا اس لئے مرزا صاحب کی وفات ناکامیابی سے واقعہ نہیں ہوئی، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں اندر سے تصدیق بھی کرتے ہوں اور محمدی بیگم کی پیشینگوئی میں دراصل تخویف مراد تھی۔ وہ لوگ ڈر گئے' اس لئے بچ گئے اگر چہ نکاح نہیں ہوا مگر بددعا تو خالی نہ گئی۔ ''مماثلۃ بالمسیح'' میں یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام یکے بعد دیگرے آئے تھے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل حضور علیہ السلام پہلے تشریف لائے اور مرزا صاحب کا ظہور آپ کے بعد ہوا' مگر یہ نہیں خیال کیا کہ حضور کو مثیل موسیٰ اسلام نے تسلیم نہیں کیا ورنہ حضور در حقیقت نبی نہ ہوتے۔ ظہور مسیح کے وقت یہودیوں کی سلطنت پر غیر کا قبضہ تھا مرزا صاحب کے وقت بھی انگریزوں نے یہودیوں (اہل اسلام) کی سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا اگر چہ اب تک مسلمان حکمران ہیں لیکن اصل میں انگریز حکمران ہیں حضرت مسیح نے بھی جہاد کا حکم بند کر دیا تھا تو مرزا صاحب نے بھی بند کر دیا تھا مگر باوجود اس کے ''غیر تشریعی'' نبی کہلاتے تھے۔ حضرت مسیح کے وقت بھی علمائے سوء تھے' آپ کے عہد میں بھی علمائے سوء تھے جنہوں نے آپ پر تکفیر کا فتویٰ جاری کیا تھا' لیکن یہ علمائے سوء تو مدت سے مدعیان نبوت کی سرکوبی

کرتے آئے ہیں اور کئی مسیح قتل کروا چکے تھے۔ زمان مسیح قادیانی کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ مرزا صاحب کی پیدائش ایسے بادشاہ کے عہد میں ہوئی ہے جو مسلمان نہ تھا' جس طرح کہ حضرت علیہ السلام ایسے بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے تھے جو آپ کے مذہب پر نہ تھا۔ ہاں اتنی کسر رہ گئی کہ مسیح کو والدہ جان بچانے کی خاطر مصر لئے گئی تھی' مگر مرزا صاحب کو نہیں نکالا گیا تھا کیونکہ ان کے حق میں قادیان ہی مصر بن گیا تھا۔ تبلیغ نصرانیت اور قادیانیت بھی یورپ میں مشترکہ طور پر ہے مگر یہ اشتراک مسیح ایرانی پہلے حاصل کر چکا تھا کیونکہ اس کے مرید یورپ میں اٹھارہ لاکھ بتائے جاتے ہیں اور ''مصطفیٰ کمال پاشا'' بھی اسی مذہب کا پیرو خیال کیا جاتا ہے۔ طلوع ستارہ بھی مشترکہ علامت تھی لیکن افسوس کہ مسیح ایرانی یہ اشتراک پہلے حاصل کر چکا تھا۔ ''پلاطوس'' نے حضرت مسیح کو بے قصور ثابت کیا ہے اور مسٹر ڈگلس نے مرزا صاحب کو بے قصور ثابت کیا۔ اگرچہ نوعیت مقدمہ الگ الگ تھی اور تجویز سزا وہاں صلیب تھی اور یہاں جرمانہ۔ مگر ڈوبتے کو تنکے کا سہارہ ضرور ہوتا ہے۔ حضرت مسیح کے بعد طاعون پھیلا' مرزا صاحب کے خود عین حیات میں طاعون پھیلا۔ اس لئے یہ مشابہت بہت معتبر ہو کر ثابت ہوئی' اگر آپ اس کا شکار ہو جاتے تو اور بھی تیز مشابہت ہو جاتی۔ حضرت مسیح یہودی نہ تھے اور مرزا صاحب بھی قریشی نہ تھے اور اس مشابہت سے قریشی یہودی بن گئے۔ ورنہ پہلے آپ سید بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ ع

ہاں اگر ضرورت بود روا باشد　　بے ضرورت چنیں خطا باشد

مرزا صاحب کے عہد میں مسیح کی طرح علمی ترقی ہوئی۔ چنانچہ آپ نے وہاں ایک ہائی اسکول کھولا تھا اور ظاہر کیا تھا کہ کسی وقت یہ جامعہ احمدیہ بن جائے گا اور اس سے پہلے اسکول اور کالج کھل چکے تھے ان کو کالعدم شمار کیا گیا ہے۔ اور اسلامی عہد حکومت میں جو علوم و فنون پیدا ہوئے اور جن پر آج تک مسلمان بغلیں بجاتے ہیں وہ بھی ہائی اسکول قادیان

کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ الغرض کہ مرزا صاحب کو مہدی اور مسیح بننے میں جو تکالیف برداشت کرنی پڑی ہیں وہ نہ مسیح ایران کو پیش آئی تھیں اور نہ مسیح جونپوری کو۔ اس لئے تنگ آ کر آخر میں مجبوراً مستقل نبوت کا دعویٰ کرنا پڑا۔ اور اپنے روحانی آباؤ اجداد (جونپوری اور ایرانی) کی طرح ''اعجاز احمدی'' میں لکھ دیا کہ ''خدا تو مجھ سے بارہا کہہ چکا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرو مگر میں ہی کہتا تھا کہ ابھی موسم نہیں آیا۔ اس لئے اب سارے مراتب طے ہو چکے ہیں اور اعلان نبوت ضروری سمجھا گیا ہے''۔ لیکن مخالفین نے مرزا صاحب کو بروز، تناسخ، نبوت، تشریع احکام، تنسیخ اسلام، تحریف دین مہدویت اور مسیحیت میں ان ہی دعویداروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے اور اہل حق کی شمشیر براں کا لقمہ بنتے رہے۔

۲۳......مرزا صاحب کی ادبی لیاقت

مرزائی آپ کو ''سلطان القلم'' کہتے ہیں کیونکہ آپ لکھنے بیٹھتے تھے تو ایک مضمون کو کم از کم اپنی تحریر میں تین دفعہ دہراتے تھے اور نظم نثر میں تحدی کرتے تھے تو موٹی موٹی گالیاں دیتے تھے۔ قواعد، عروض اور محاورات کا کچھ خیال نہ تھا کیونکہ مسیح ایرانی کی طرح الفاظ کو قیود و قواعد سے آزادی دینے کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ اردو نظمیں آپ نے لکھیں جو درثمین میں موجود ہیں ان میں ہر جگہ پنجابیت کی بو آتی ہے۔ اور بعینہٖ ان میں وہی رنگ ہے جو پنجابی شاعر اپنی کتابوں میں غزلیات یا مناجات کہہ کر دکھایا کرتے ہیں' جس کا نمونہ ہم پہلے دکھا چکے ہیں۔ فارسی نظم بھی اپنی ہی تعلیات سے پر ہوتی تھی' ورنہ مذاق شاعرانہ اور آمد سے بالکل خالی تھی۔ اگر آپ کی نظم فارسی ''قرۃ العین'' کے سامنے رکھی جائے تو ادبیت کے لحاظ سے بالکل شاخ بے برگ نظر آتی ہے۔ عربی نثر میں تو آپ نے وہ گل کھلائے ہیں کہ

قیامت تک بہار دکھلاتے رہیں گے، جن کا نمونہ ہدیہ ناظرین ہے۔

اول: سیف چشتیائی، ص ۷۰ پر حضرت پیر صاحب قبلہ نے اعجاز المسیح (تفسیر فاتحہ) پر یوں تنقید کی ہے کہ **في سبعين يوما من شهر الصيام، من شهر النصارى،** (۲۰ فروری ۱۹۰۱ء) **كل امرهم على التقوىٰ، وعندى شهادات من ربى ووجه كوجه الصالحين، واكفروه مع مريديه، يريدون ان يسفكو قائله، جعل كلمي وقلمي منبع المعارف، تنكرون باعجازى،** پیر صاحب اسی طرح تنقید کرتے ہوئے دور تک چلے گئے ہیں۔

ایک فضل شیعی نے بھی اسی موضوع پر اعجاز المسیح پر تنقید کرتے ہوئے اول "سرقات حریری وبدیعی" کا ذکر کیا ہے جن میں مرزا صاحب نے کمال جرأت سے کام لیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حریری اور بدیعی میرے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

دوم اغلاط کی فہرست دی ہے جن کا اقتباس درج ذیل ہے:

لوى اليهم كزافرة (لوى متعدية) كفل امورهم كما هى عادته (هى بلا مرجع) اتخذ الخفافيش وكر الجنانهم (جنانهم وكرا اوكارا) اكفروه (كفّروه) شهداء الكربلا (كربلا بغيرال) يريدون ان يسفكوا قائله ويغتالون (ان يسفكوا دم قائله ويغتالوه) فما تطرق الى عزم العدى خلل (لاينسب الخلل الى العزم) تنكرون باعجازى (الباء غلط) كاملائى (ليس معناه الكتابة) رجفت الالسنة (الرجف للقلوب) الى لاهور وان هو (وان هى) رائحة من صدق الطوية (محاورة هندية) فتح الميدان (هندية) لهذا الوغى (هذه) ماء يسيح (يجرى) ارم جدران الاسلام (ارمم) هذه الاضمار (هذا) يُسعىٰ(لايستعمل مجهولا) عنين فى رجال اللسن (قبيح)

بازی بصید (قبیح) ما اکلوا الاسما (ماشربوا) وصل الامر الی مداها (مداہ) تفریق الظلام والضیاء (بینھما) عفوعثار الناس (لایستعمل العفو للعثار) سُترعواره (قبیح) البئر یجب ویوثرز لا له (البئر مونث) یفری کل طریق (قبیح) زاد الیراع (الیراع لایستعمل زادا) سقطت صواعق (قبیح) لا یظهر الاعلی (علی للغلبة ولیست مرادة) الی حجره ابٌ (آب) کالسهام اوالحسام (قبیح) اسعت الخصم (الحاجة) قبل هذا المیدان (هندیة) الامنطجاع من جنوبهم (عن جنوبهم) هذا المدی الحقیر القلیل (مدی مونث ولاتکون حقیرة) لا شیوخ ولا شباب (قبیح) الطافه اغلاق خزائنه (قبیح) صول الکلاب اهون من صول المفتری (قبیح) طهارة البال لا بعذرة الاقوال (العذرة لا تقابل الطهارة) یندمل جریحهم (قبیح للجریح) مفتوة شفتاه (اسنانه) لطفه قتبی (لا یحس القتب للمسیح القادیانی) ساقطا علی صلات (قبیح) وسخ منین (قبیح) اروا من العجز اینابهم (هندیة) من رمضان (شهر رمضان) ملیء فیها (ملئت) تابطت کصدف (و التابط لیس للصدف) کیفیة ایلاف (الف) امرا امر الامور (امضاء) من رکب علیهم (علیها) سورة قوی الصول (قویة والصول قبیح) وانه حق (انها ای السورة) اترک اللغوب والاین (لیسا اختیار یین) من عجائب هذه الصورة انها عرف الله (عرفت) الاخفاء والدمور (قبیح) للاضلال والافتنان (قبیح) الرجم بمعنی القتل (غلط) فی اللسان العربیة (لا تطابق) کهف الظلام (جدید) فاق العظام (من این الکسرة؟) الزام (اسم اضحی) عنت به البلایا (عنته) الکفار (بمعنی الزار عین جدید) انه مفیض لوجود

الانسان باذن الله الكريم (لا ياذن اللّٰه نفسه) وما من دابة الا على اللّٰه رزقها ولوكان فى السماء (الدابة ليست فى السماء وهى مونث) ذكر تخصيصا (خاصة) ام بل (قبيح الاستعمال) يحمده من عرشه(من فوق عرشه) لا يتوب الى احد (لا يتوب على احد) كم من الانعام تذبح (كم من انعام) الحقيقة المحمدية هومظهر الرحمانية (هى) ينتفع الناس من لحوم الجمال (ينتفع بلحوم) غذاء احلى من منبع الرحمة (جديد) امر هذه الصفات تئول (يئول) سبيل الامتنان (سبيل المن على عباده) بعضهم اغترفوا (اغترف) اسم احمد لا تتجلى بتجلى تام (لايتجلى بتجل)طلوع يوم الدين (قبيح) مستغنية من نصر (عن نصر)خصهما بالبسملة (خص البسملة بهما) ورثاء (قبيح) ما ثم شريک (قبيح) تصدون انفسهم (لازم) كانوا مظهر اسم محمد (مظاهر) صاروا ظل محمد (اظلال) مبنى على المعلوم (للمعلوم) ناطق لشكر النعماء (بشكر) ليذب جنود الشيطان (عن جنود) طرق الله ذا الجلال (ذى الجلال) تلک الجنود يتحاربان (تتحارب) هدم عمارت البدعات (جديد) من اراہم (قبيح) امر المعروف (امر بالمعروف) النهى عن الذمائم والتوجه الى الرب (اشد قبحا)قطع التعلق من الطريف (عن) القى البحران فى (على) انتن عن المتية (من) من العالمين زمان ارسل فيهم (فيه) تحشر الناس ليقبلوا (يحشر) النيران المجبة (جديد) تكسر الملة بالانياب (جديد) انهدام قوة (وهن) قاموا عليه كالاعداء (اليه) عليک بالمودوع (المودع) بلا قددهم (دهمهم) تسل الاقلام (قبيح) مدينة نقض اسوارها (انتقض) ونعى (فنعى) فلا يسعى عليها

(لها) وجب علينا نشهد انها وسائله (شهده حضر اشهد اعلم) عطلت العشار (فی القران للشدة وههنا للرفاهية) لم يبق فيهم روح المعرفة الاقليل الذی هن کالمعدوم (قليل لايوصف المعرفة) الذوق والشوق (جديد) استجيب (اجيب) ظهوره للاستجابة (للاجابة) لا توذی اخيک (اخاک) هذه الايات خزينة (خزائن) وحجة (وحجج) توسل الائمة (بالائمة) لايوثرون الا (علی الا) يقولون علی ولدها (لولدها) منهيات الی الصالحات (الغدم التقابل) بعد من (عن) قطع العشيرة (جديد) انهم نور الله (انواره) سواء (ليس مصدرا) علی قدم الانبياء (اثر الانبياء) ما قال القران (وما قاله القران) المحبيی (غلط) سالت عن ربک (غلط) فقدوا نور عينيهم (عيونهم) سورة بنی اسرائيل يمنع (تمنع) ايام البدر التام (ليالی البدر) يذبهم (يذب عنهم) دعاء صراط الذين انعمت عليهم (ليس دعاء) صهوات المطايا(صهوات الخيول) الفار المذور (المذودة)

دوم: ''براہین احمدیہ'' میں ایک الہام ہے کہ کتاب الولی ذوالفقارعلی اس میں مضاف پر ال موجود ہے۔حمامۃ البشریٰ میں مرزا صاحب نے اپنی مدت التواء نبوت یوں ظاہر کی ہے ''عشر سنة'' (بہت خوب!)

سوم: مرزا صاحب کے ''قصیدہ اعجازیہ'' میں چونکہ بڑی تحدی سے کام لیا گیا ہے اس لئے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس کی اصلیت کہاں تک درست ہے، یہ قصیدہ ''موضع مد'' کے متعلق لکھا گیا تھا۔ موضع مذکور میں مرزا صاحب کے حواری مولوی ثناء اللہ مقابلہ میں شکست کھا چکے تھے' تو مرزا صاحب نے آتش غیظ وغضب میں داخل ہو کر ۵۳۳ شعر لکھ مارے تھے' جن میں اپنی دعاوی، مخالفین کو گالیاں اور ذئب، کلب وغیرہ کے منحوس الفاظ میں ذکر کیا تھا اور

اظہار مطلب کے لئے نیچے ترجمہ لکھ کر تشریح بھی کر دی تھی، کیونکہ وہ کلام ایسا تھا کہ **معناہ فی بطن الشاعر** کا مصداق تھا اور اعلان کیا تھا کہ بہت جلد مخالفین جوابی قصیدہ شائع کریں، مگر اس اطلاع کے پہنچنے تک مدت تحدی ختم ہو چکی تھی۔ تاہم مخالفین نے جوابی قصائد لکھے اور کلام مرزا پر تنقیدیں شائع کیں اور مرزا صاحب ان کے کسی جوابی قصیدہ پر تنقید نہ کر سکے۔ بہر حال ہمیں جو ذکر کرنا ہے وہ یہ ہے کہ محمد غنیمت حسین علی مونگیری نے دونوں کام کئے تھے، ایک کتاب میں تنقید کرتے ہوئے کلام مرزا کو خلاف محاورات عربیہ، تعقید معنوی اور لفظی سے بھرا ہوا، "سرقات شعریہ" سے عیب ناک اور وزن عروضی سے گرا ہوا ثابت کیا تھا۔ "دوسرے حصہ" میں معارضانہ قصیدہ عربی میں شائع کیا تھا جس میں انہوں نے بھی ایک مناظرہ کا ذکر کیا تھا جس میں مرزائیوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔ مولانا کی حیات مستعار نے مہلت نہ دی اور آپ کا انتقال ہو گیا تو مولوی اسمٰعیل جلالپوری مہاجر قادیان نے تردید میں قلم اٹھایا اور مولانا کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے رطب ویابس اور غیر معروف محاورات، اعذاباردہ تکلفات نادرہ اور متروکۃ الاستعمال زحاف ومطرودۃ الشعراء ضروریات شعریہ کی بناء پر مرزا صاحب کا کلام یوں صحیح کیا کہ عجلت کی وجہ سے طبع اول میں سہو کاتب سے غلطیاں رہ گئی تھیں اور اعراب بھی غلط دیئے گئے تھے' چنانچہ آپ نے نئے اعراب کی طرف توجہ دلا کر اس قصیدہ کو نئے قالب میں ڈال کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو تلفظ مرزا سے کوسوں دور ہے گویا نبی کی لغت یا تلفظ اور ہے اور ایک امتی اور مصحح کی لغت اور تلفظ اور ہے۔ جیسا کہ ہم اس کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین طبع اول کا قصیدہ سامنے رکھ کر اندازہ لگائیں کہ کہاں تک جلالپوری صاحب حق بجانب ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب آٹھویں شعر میں پڑھتے ہیں کہ **من ارضھم** اور چونکہ وزن شعر غلط تھا اس لئے جلالپوری نے اسے "**منرضھم**" پڑھا ہے اسی طرح" **اوجس خیفة شرہ**

(اوجس خیفه)؛ اوحی الیها المعشر (الیها لمعشر) کان کاجمة (کاجمة مدی قد شهروا (قد شهروا) قالوا لیوسف (لیوسف) نحن علی ابو الوفا ابن الهوی (علیا بل وفاء بن الهوای) من بقة یستنسر (یستنسر) فلما اعتدی واحس (وآحس) وغره لیبتهلن (لیبتهلن) لم یتحسر (لم یتحسر الی هذه الصور (الصور) لیظهر آیته (لیظهر آیة) واحذر (واحذروا) کیف اغبرت السماء بابها (اغبرتا السماء) لاتخیر سبل غی (سبل) فکر (فکروا) احضر (واحضروا) من هو مثل بدر (من هو مثل بدر) مغبّر (مغیر) اذا ابت محبته (محبته) الی ابلغ (الی ابلغ) او اغبر (او اغبروا) وانحتوا اقلامکم (قلامکم) نخر امامک (امامک) لوجهک، بوجهک،یصغر، نصبروا (لوجهک، لوجهک، یصغر، نصبروا) ان جمالک (جمالک) انظر (وانظروا) عفر (عفروا) ومن یشرب الصهباء یصبح مسکر (مسکرا) وهذا التصحیح فی موضعه لکن الشریر لایصلح ففی هذه المأیة فی کل ثلثة منها سقم نضرم فی قلب اضطر اما (قلب لضطر اما)کان محل البحث اوکان میسراً (محز البحث ...... میسر) لیمل حسنین او ظفرا واصغر (ظفر او اصغروا) من شان جولرا (جولروا) وازمر (وازمروا) ...... من الدنیا وقلب مطهر (قلب مطهر) فسل قلبه زاد الصفا اوتکدر (تکدر) واصل العبارة ازاد صفاء او تکدرا؟ وان کنت تحمده فاعلن واخبر (تحمده، واخبروا) فسینظر (فاسینظروا) فاسمعوا ذکر (ذکروا) لا تستاخروا (تستاخروا) الیک ارد محامدی (اومحامدی) من القول قول نبیا (قولن بینا) ومن یکتمن شهادة (یکمنش هادة) ترکت طریق کرام (طریقک رام) لتحقر (لتحقروا) ایها

المستکبر (مس تکبروا) من ههو مرسل (منهو) لیستفسر (یستفسروا) اذیتنا (اذیتنا) کیف تداکتوا(کیفت داکتوا)کیف ومواسها ما (کیف رموا) کان فی اذیالهم (فذیالهم) ولم اتحیر (ولم اتحیروا) الی الخنجر (الیل خنجر سمون ابتر (ابتروا) واحذو(واحذروا) کناطف ناطفی (ناطف ناطفی) بلیل مسرة (بلیلم مرة) کیف تصبح (هذا اخرالبیت ولم یقدر المصحح علی تبدیلها الی تسفر وغیره فاضطر الی تصحیح دوران راسه بالشواهد الغیر المقبولة) مسیحا یحط من السماء (یحطم السماء) لله در مذکر (درم ذکر) نبادر (کان علیه ان یبدله الی نبدروا) شطائب جاهلین (شطائب) صحف قبله (صحف) لیعزر (لیعزروا) یجرش ولیس فیه (یجوشوا ولم یصحح تجوش لان القدر مونث) فکل بنا هو عنده (ماهو) یستبشر (یستبشرو) فی کفه حماء (حماء) ولیست کمثلک (کمثلک ففی هذه المائة نحو اربعین سقما وتقسم من الاسقام بیتان ونصف وعند فتن تثور (فتن) حدائقنا (حدائقنا) جزاء اهانتهم (اهانتهم) انک مرسل (انک) قضوا مطاعن بینهم (مطاعن) وافیت مجمع لدهم (مجمع) قد جاء قوله اللّٰہ بالرسل توأسا (بالرسل) اخذ الکمی (اخذ الکمی) بذکر قصورة (بذکرق صوره) زمرهم (زمرهم) ان اکابر القوم (انا اکابر القوم)کان سابرقی اظهر (برقی اظهروا) کان الاقارب کالعقارب (کان الاقارب) فاحذر (فاحذروا) صرت اصغر (اصغروا) ان تطلبنی احضر (تطلبنی احضروا) الصالحین یوفقون (الصالحی نی وفقون) وفی هذه المایة نحو سنة عشر سقما ویقتسمها من الاشعار ستة ستة۔ ما یبطر (ما یبطر)

فطرالقدیر (فطر القدیر) افضل الرسل (افضل الرسل) شفیع الانبیاء (الانبیاء) موثرا (متوثروا) سبل الھدی (سبل) اؤید (اوید) اعصم (اعصم) اخبر (اخبروا) اطابنھا(اطائبھا) ورثت ولست (ورثتو لست) وان رسولنا (وانرسولنا) شانیۃ (شأنی ھی) وابتر (وابتروا) خلق السماء (خلق القمر(المقر) لذو نسب (نسب) فھو (فھو) سنن اللّٰہ (سن اللّٰہ) لذٰلک (لذٰلک) بالمتقدمین (بل مت قدمین) موحوشۃ (موحوشۃ) عامۃ الوریٰ (عامۃ الوریٰ) اصعر (اصعروا) لم اتعذر (لم اتعذروا) من سنن دینکم (سن دینکم) العمران (العرام) عظیم معزر (عظیم معزروا) احضر (احضروا) المھیمن (المھی من) نبآ(نبآء) ففی ھذہ المایۃ نحو خمسۃ وثلثین سقما لکل ثلثۃ من الاشعار واحد کالزمع (کالزمع) انت تدمرین (تدمر) قال المحرف قد حذف ین فضمت الراء کالّذ فی الذین ولم یات فی تدموین من شاھد اذ لا قیاس فی السماع الی وجانبوا(الیوجانبوا) وان تضربن علی الصلاۃ (نع لص لاۃ) سبل خفیہ (سبل) من حقائق (ئق) رأیت امر تسر (رأی تمر تسروا) والقلم (القلم)کیف الفراغۃ (الفراغۃ) اضل بہ الضاریٰ (اضلبہ النصاری) و الجاھلین تشیعوا (الجاھلیت شیعوا) فاحضر (فاحضروا) باخ الحسین و ولدہ اذ احصروا (باخ الحسینو لدہ اذا حصروا) شفیع النبی محمد (شفیع النبیم حمد) رسل اللّٰہ (رسل اللّٰہ)حذرنا سقائنکم (سقائنکم) فاجروا طریقتکم (طریقت کم) افضل الرسل (الرسل) عند النوائب (النوائب) ورسل اللّٰہ (رسل) فصار من القتل براز معصفرا (معصفر نباء علی ان الفعل تام لکنہ بمعنی الوجود والبراز لم یخرج من

العدم الی الوجود وایضا صار الیه بمعنی رجع) لبیوت مبنیة (مبناة وهو من التیبیه وهو کما تری) ببدر واحد (احد) وکان الصحابة (الصحابة) قاموا لبذل نفوسهم (لبذلن فوسهم) من السیوف المغفر (مس یوف المغفروا اردقوا علیهم تسیوف لمغفروا) من الرسل اخر (من الرسل اخروا) وان تظهر (تظهروا) فرأیتها (فاریت ها) سنابک مطرفنا (بکطرفنا) عظمة ایتی (عظمت ایتی) یا ابن تصلف (ینا تصلف) فیها فضیحتکم (فضیحتکم لتوقر(لیتوقروا) ومن هو ینصر (ومن هو ینصروا) لا یتاخر (لایتاخروا) ففی هذه المسأیة نحو اربعین سقما لکل من الشعرین ونصف سقم واحد) بالتحائف (بالتحائیف) من عندکم (من عندکم) این التصلف (این التصلف) خالصه (خالصه) بجهدک (بجهدک)انت تنسج (تنسج هو تستر(هو) ذلتنا(ذلتنا) فسیامر(فس یامروا) جدره (جدره) یتبصروا (یتبصروا) لیظهر (لیظهروا) لم نتغیر (لم نتغیروا) کاللواقح (کالواقح) انصر (انصروا) ان قصیدتی (انق صیدتی) فهده المایة بلغت الی ۳۴ شعرا فیها ستة عشر سقما لکل شعرین سقم واحد تقریباً.

تقریباً ڈیڑھ سو شعر اس قصیدہ میں اصول جلالیہ کے مطابق سقیم ہیں جن کی اصلاح ایسی بھونڈی صورت میں کی گئی ہے کہ کراہت فی السمع، تعقید لفظی، خلاف لغت نحویہ اور دخول فی اللغۃ الردیئہ سے مرزا صاحب کی روح بھی ممکن ہے کہ ناراض ہوگئی ہوگی' کیونکہ اس اصلاح میں تشدید متحرک کو زیادہ دخل ہے جو قصیدہ میں صرف ایک آدھ جگہ لانے سے ناظم کا عجز ظاہر کرتی ہے اور اگر اسے اپنا اصول ہی بنا لیا جائے تو معاذ اللہ قصیدہ اس قابل نہیں رہ جاتا کہ قابل التفات بھی ہو۔ ''خمخانہ جاوید'' جلد اول میں اس اصول کی خوب دھجیاں اڑادی گئی ہیں

جب کہ ایک نیم شاعر نے لفظ ید کو مشدد باندھا تھا اور جناب مذکور صحت تشدید پر اڑ رہے ہیں۔

"نظم تشدید"

چہ خوش گفت شائق فائق غرا که چوں ذہن او ذہن رستانہ باشد

یکے شعر نادر کہ در چند وزن شود خواندہ درو شک بمعنی نباشد

دراں لفظ ید را بدال مشدد نوشت است وایں غلط اصلا نباشد

شنید این سخن را چو گرد سخن زانشا کہ ہمترس اصلا نباشد

بگفتا کہ من شاعر خوش فکرم چو من ہیچ مغل گویا نباشد

تو گلستاں را ندانی درست ترا ہیچ شعور و ذکا نباشد

ـ سنو ـ او ـ از ـ استاد ـ ست ـ ارا بکلام ما ہیچ خطا نباشد

چو تشدید در شعر ضرورت افتد تشدید صحیح چرا نباشد

قصیدہ اعجازیہ میں مرزا صاحب نے تصحیح جالی سے پہلے ۱۵۸ شعروں میں وزن عروضی سے ناواقفیت ظاہر کی ہے۔ ۳۲ جگہ اقواء ہے، ۱۴ شعروں میں اصراف ہے، دو شعروں میں تاسیس ہے اور ایک شعر میں اجازہ، سرقات کا الزام بھی تقریباً تیس شعروں میں نبھایا ہے۔ خلاف محاروہ الفاظ کا استعمال متعدد جگہ اختیار کر رکھا ہے گندے مضامین اور تعلیات سے لبریز ہے اب کوئی مقابلہ کرے تو کیا کرے۔ بہر حال اگر قدیم شاعری کے معیار پر اس قصیدہ کو رکھا جائے تو نو آموز شاعری کا کلام معلوم ہوتا ہے اور اگر جدید شاعری کے اصول سے تنقید کی جائے تو پھر بھی اس قصیدہ میں نہ کوئی لطف ہے، نہ مزید ار استعارہ، نہ معنی خیز عبارت، نہ تلمیحات شاعرانہ، نہ عذوبت الفاظ اور نہ رشاقت معانی، اس لئے اگر اس کو شعر حمینی سمجھا جائے جس میں اعراب کا چنداں خیال نہیں ہوتا اور آج کل مولدین کا مایہ

ناز بنا ہوا ہے تو پھر یہی شعر کی سخت ہتک ہوگی۔ قرۃ العین کے عربی الفاظ اپنے اشعار میں شعر جمینی میں مگر ایسے ولولہ انگیز اور پرلطف ہیں کہ ایک دفعہ پڑھنے سے ذرا لطف آ جاتا ہے اور یہاں انقباض اور بے لطفی سے انسان اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ جس میاں کے یہ اشعار ہیں معلوم نہیں کہ اس کے دوسرے دعاوی کہاں تک درست ہوں گے؟

۲۴...... اہل قرآن اور چودھویں صدی

اس صدی کے آغاز میں فرقہ بندی کا بڑا زور ہوا۔ اور جس قدر فرقے پیدا ہوئے سب کا یہ دعویٰ تھا کہ فرقہ بندی چھوڑ دو اٹھو خدا کا نام لو۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جس قدر اتحاد کی مختلف آوازیں اٹھائی جائیں اتنے ہی فرقے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب وملت نے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بے شمار پیدا کر دی ہیں۔ ہندوستان کا میوہ پھوٹ صحیح طور پر ہمارے سامنے ہے۔ اگر ان کو اتحاد مطلوب ہوتا تو سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ نئے عقائد، نئے اصول، جدید امتیازات اور انوکھے اجتہادات پیدا نہ کرتے۔ مگر تحریکات جدیدہ نے مسلمانوں کی مذہبی شیرازہ بندی کو ایک ایک جزو میں منتشر کر دیا ہے اور ان کا اب ایک مرکز پر قائم کرنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے' کیونکہ مسلک قدیم یا مرکز قدیم کو لوگوں نے ٹھکرا دیا ہے۔ اور اسے جمود وانحطاط کا الزام دے کر ترقی اور نئی روشنی کی راہ پکڑ لی ہے۔ جس کا نتیجہ سوائے انشقاق وافتراق کے کچھ اثر نہیں ہوا۔ اور کھلم کھلا اسلامی تعلیم میں دست اندازی اور اس سے دستبرداری کی صدائیں بلند ہو رہی ہے۔ گو بظاہر اللہ اکبر کا نعرہ عنوان مذہب بنایا ہوا ہے، مگر جب غور سے دیکھا جائے تو تمام مذاہب جدیدہ کا مطمح نظر سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اسلامی قیود سے کسی بہانہ سے رہائی ہو اور تنصر وتفرنج میں جذب ہو کر **الناس علی دین ملوکھم سالکون علی**

طرائق سلوکھم کا ثبوت دیں۔ غالباً جن بزرگوں نے اس صدی کے متعلق کچھ پیشینگوئیوں میں اشارہ کیا تھا اس کا مطلب یوں ہے کہ اس صدی میں انقلاب مذہبی پیدا ہو کر سیاسی رنگ پکڑ کر ہندوستانیوں کو 'توحش' اور 'تمرد' کی طرف لے جائے گا، ورنہ اسلامی ترقی آغاز صدی سے بند ہو چکی ہے اور اس وقت جو کچھ زعمائے قوم ہمیں امیدیں دلا رہے ہیں ان میں مذہب کا نام ونشان تک نہیں ہے، بلکہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ روسی تحریک یہاں بھی مذہبی تحریکات کا خاتمہ کر دے گی کیونکہ جس قدر آج تک اس صدی کے مذہب پیدا ہوئے ان سب کا اصلی مقصد اسلام سے روکشی تھی اور یہی تلخ بیج آج تلخ بیل بوٹے پیدا کر رہا ہے اور تلخ پھل بہت جلد ہماری خوراک بن کر اسلامی حلاوت اور مذہبی عذوبت کو دور کرنے کو ہے جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہو سکتا ہے۔

پہلا مذہب جو یہاں پیدا ہوا وہ دتے شاھیہ تھا۔ جس میں مساوات، محبت، دلداری، نفس کشی کے اصول پیش کئے گئے تھے اور ان کو غلط طور پر یوں چلایا گیا کہ

۱...... ہر ایک کی بیوی اور دیگر محرمات مشترکہ جائداد ہیں۔

۲...... محبت باہمی کا تقاضا ہے کہ اپنے پیر بھائی کا احترام کیا جائے اور غیر سے اسکی حمایت میں دشمنی ہو۔

۳...... دلداری کا مقتضی ہے کہ اگر کوئی دوسرے سے بیوی بھی مستعار مانگے تو انکار نہ ہو۔

۴...... اور نفس کشی کا یہ مطلب ہے کہ عبادات اسلامیہ سے دستبرداری کی جائے، کیونکہ اسلام پر عمل پیرا ہونے سے جمود، تکبر، نخوت اور تحقیر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ گالیاں سننے پر خوش ہوتے ہیں۔

۵...... بھنگ نوشی نعم الغذاء ہے۔

۶...... بدن پر زن ومرد کے بال نہیں ہوتے دونوں کا ایک ہی لباس ہوتا ہے۔ ڈنڈہ ہاتھ

میں، سر ننگا اور ایک فراخ کوٹ قدم تک لٹکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

ے...... باہمی ملاقات کے وقت اللہ ھادی کا نعرہ کسا جاتا ہے۔

یہ فرقہ گجرات پنجاب میں موجود ہے۔ اور اندر ہی اندر نا خواندہ تکیہ نشینوں میں اپنی مقناطیسی تاثیر سے روس اور جرمنی تک بھی پہنچ چکا ہے۔ انہوں نے گوطبی اصول سے سن باتھ شروع کیا ہے مگر اصول یہی ہیں جو ان میں تسلیم کئے گئے ہیں۔

دوم...... چیت رامی فرقہ

اس کے اصول بھی تقریباً یہی تھے مگر ان میں یہ کمال تھا کہ جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اسی کو اپنا گرویدہ بنا لیتے۔ مگر یہ فرقہ بہت جلد ختم ہو گیا۔

سوم...... نیچری مذہب

سر سید نے تحریک جدید کو کامیاب بنانے کی خاطر فلسفہ جدیدہ کے دلائل سے اسلام کے کئی ایک اصول کھوکھلے کر دیئے۔ مہدی کا لقب پایا۔ اناجیل وقرآن کا تطابق پیدا کیا۔ وفات مسیح اور انکار مہدی کا عقیدہ پھیلایا۔ معجزات کو بھونڈی صورت میں پیش کیا، نبوت کو دیوانگی کی قسم قرار دیا، اور امور غیبیہ میں وہ تاویلیں کیں جو آئندہ کے لئے اصول مسلمہ بن کر تمدن جدید میں جذب ہونے کیلئے شمع ہدایت کا کام دینے لگے اور مسلمانوں نے اس مذہب کو کئی ایک طریق سے ظاہر کیا۔ جیسا کہ ذیل کے مذاہب سے بخوبی معلوم سکتا ہے۔

چہارم...... ایران میں بہائی مذہب

نے اسلام سے نکل کر ایک جدید دستور العمل تیار کیا جس میں صاف طور پر تمدن یورپ کی دعوت تھی مگر صفائی یہ کی کہ اسلام کا نام نہیں چھوڑا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ اور

ایشیا میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ بہائی مذہب قبول کیے ہوئے ہیں اور دوسرے مذاہب میں داخل ہو کر اندر ہی اندر مسلمانوں کو اسلام جدید کی طرف راغب کر رہے ہیں ابھی ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے کہ قادیان میں یہ لوگ محفوظ الحق علمی وغیرہ کی قیادت سے مرزائیوں میں یہ مذہب پھیلا۔ مدت تک سلسلہ تعلیم اور سلسلہ نشر و اشاعت میں یہ لوگ داخل ہو کر اپنا کام کرتے رہے۔ آخر جب پردہ فاش ہوا تو خلیفہ محمود نے یکدم ان کو نکال دیا۔ مگر انہوں نے فوراً قادیانی مذہب کے خلاف ''کوکب ہند'' اخبار دہلی میں شائع کر دیا جو آج اپنے اصول کی اشاعت میں بڑی جدوجہد سے کام کر رہا ہے۔ اس کے معاوضہ میں مرزائیوں نے بھی یہ ٹھان لی ہے کہ مسلمانوں کے تعلیمی مراکز میں داخل ہو کر خواہ کتنی ہی مصیبت برداشت کرنی پڑے مگر اپنی جماعت بندی اور تفرقہ اندازی میں سرتوڑ کوشش کریں گے اور یہ مسلمان ہیں کہ رواداری کے اصول کو بیجا طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنی باقی ماندہ جمعیت کو بھی غیر کے ہاتھ سے ضائع کر رہے ہیں۔

پنجم......مرزائی مذہب

اس مذہب نے شروع میں مسلمانوں سے مل کر کام کیا مگر اخیر میں کئی ایک پلٹے کھا کر مسلمانوں سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ اور اپنی مذہبی امامت قائم کر کے مسلمانوں سے ترک موالات کا قانون پاس کرایا اور ایسے الگ ہو گئے کہ ہندوؤں کی طرح بوقت ضرورت اشتراک فی العمل کی دعوت بھی دیتے ہیں مگر خصوصیات میں غیر کا داخلہ ممنوع قرار دیا ہوا ہے۔ اور اس مذہب نے تفریق بین المسلمین کو یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ جس طرح ہندو مسلمانوں کو ملیکھش اور ناپاک ہستی کا عقیدہ رکھتے ہیں یہ لوگ بھی ان کو یہودی، خنزیر، لومڑ، سانپ، بچھو، احمق، کتے اور حرامزادے تصور کرتے ہیں۔ لیکن بھولے بھالے

مسلمان پھر بھی ان کے طرز عمل کو اسلامی جذبات کا نمونہ سمجھے ہوئے ہیں اور ان کی اصلی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے قادیان کو مایہ ناز سمجھتے ہیں۔ مرزائی جماعت ایسی ہوشیار واقع ہوئی ہے کہ مرزا صاحب کی ابتدائی تعلیم کہ جس سے انکی موجودہ تعلیم مسترد ہو سکتی تھی بالکل بند کر دی ہے اور اس کی نشر و اشاعت کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ درمیانی تعلیم جو ۱۹۰۰ سے شروع ہے البتہ اس کا اظہار جزوی طور پر کیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں مرزا صاحب متردد نظر آتے ہیں کہ میں نبی ہوں یا کچھ اور؟ آخری تعلیم جو ۱۹۰۱ سے شروع ہوتی ہے اس کی اشاعت پر بہت زور دیا جاتا ہے اور اسی کی بدولت اس مذہب میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے لیکن موجودہ تعلیم جو خیالات محمودیہ پر شامل ہے اس نے آخری رنگ بدل دیا ہے اور مرزائیت کا وہ مفہوم پیدا کیا ہے جو نہ خلیفہ اول حکیم نور الدین صاحب کو سوجھا تھا۔ اور نہ خود مرزا صاحب ہی اس پر زور دیتے تھے اور خوبی یہ ہے کہ تعلیم محمودیہ بھی دو قسم ہے۔ **اول** خاص تعلیم جو دائرہ بیعت تک ہی محدود رہتی ہے۔ **دوسری** تعلیم کہ جس میں رواداری کا پہلو ظاہر کیا ہوا ہے اور مسلمانوں کو شکار کرنے کیلئے دام تزویر کا کام دیتی ہے۔

ششم......اہل قرآن

اس مذہب کا بانی مولوی غلام نبی المعروف عبد اللہ چکڑالوی تھا۔ موضع چکڑالہ ضلع کیمبلپور میں جب حدیث کی تکمیل دہلی سے کر آیا تو وعظ و نصیحت میں عوام الناس کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ دو دفعہ مخالفین نے اسے زہر بھی دیا۔ مگر حُسن قسمت سے بچ گیا۔ لاہور مسجد چنیاں میں جب مولوی رحیم بخش وفات پا گئے تو اسے امام مقرر کیا گیا' کچھ عرصہ تک تدریس حدیث اور وعظ سے اہل حدیث کو خوش کیا' مگر اخیر میں صرف صحیحین مسلم و بخاری کی تعلیم پر تدریس کو محدود کر دیا دوسرے سال اصح الکتب بعد کتاب اللہ "صحیح البخاری" سنا کر صحیح

مسلم کا درس بھی بند کر دیا۔ چند ایام کے بعد ''قرآن شریف'' کے ساتھ صحیح بخاری کا توازن شروع کر دیا کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہے' قابل تسلیم نہیں ہے۔ اور اپنے خیال کے مطابق بہت سا حصہ نا قابل عمل قرار دیا۔ اس کے بعد اعلان کر دیا کہ جب قرآن شریف میں ہر ایک چیز کی تفصیل موجود ہے تو حدیث کی مطلقاً ضرورت ہی نہیں ہے۔ اب قرآن شریف سے احکام کا استنباط شروع کر دیا اور ایک تفسیر لکھی جس میں قرآنی شواہد سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور لوگوں کو صرف اپنے خیالات کی دعوت دی۔ اب مقتدی دو فریق ہو گئے۔ فریق مخالف نے دوسرا امام منتخب کر لیا۔ اب روزانہ جنگ وجدال شروع ہو گیا اور ایک وقت میں دو دو جماعتیں ہونے لگیں۔ مگر اہل قرآن کا نمبر اہل حدیث کے بعد تھا جمعہ بھی اسی طرح ادا کرتے رہے۔ جب حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''میرا اصلی مطلب تو عمل بالقرآن ہی تھا' مدت تک کتوں کو ہڈی ڈالتا رہا ہوں اب خدا نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ دیا ہے۔'' اس پر اہلحدیث بہت برہم ہوئے اور زبردستی وہاں سے نکال دیا گیا۔ محمد بخش عرف میاں چٹو پٹولی کے مکان میں پناہ لی، وہ مکان طویلہ کی شکل (بازار سریانوالہ) میں تھا اس کو اپنی مسجد بنالیا۔ کچھ عرصہ بعد میاں چٹو بھی مخالف ہو گئے اور اعلان کیا کہ مولوی صاحب بھی تقلید قدیم سے پورے طور پر نکل کر استنباط احکام نہیں کر سکتے۔ اس لئے مولوی صاحب ایک نواب صاحب کے پاس ملتان چلے گئے۔ وہاں جا کر لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو مشتبہ حالت میں دیکھا گیا' تو سنگباری سے نیم مردہ ہو کر واپس چکڑالے آ گئے اور کچھ عرصہ بیمار ہو کر وہیں وفات پائی۔ بہر حال اس مذہب نے مختلف عنوان سے شیوع پکڑا۔ گوجرانوالہ میں اہل قرآن کی جمعیت تیار ہو گئی جنہوں نے آپ سے بڑھ کر احکام میں تبدیلی پیدا کی۔

گجرات پنجاب میں بھی ایک جماعت کھڑی ہو گئی جنہوں نے صرف تین

نمازیں تجویز کیں۔ رفتہ رفتہ لاہور، امرتسر میں اس مذہب نے قدم جمالئے۔ چنانچہ اب تک بازار سریانوالہ میں امام مسجد ملا قرآنی کا خاندان ہی چلا آتا ہے اور امرتسر میں میاں احمد دین صاحب نے اپنی جماعت کا نام **امة مسلمه** رکھا اور ایک بسیط تفسیر لکھی کہ جس میں موجودہ خیالات کو داخل کیا اور قرآن شریف کا وہ مفہوم تراش کر پیش کیا جو اسلامی تعلیم سے کوسوں دور تھا۔ مگر چونکہ آپ متوسط الحال ہیں اس لئے آپ کو اپنی تفسیر **بیان للناس** کی اشاعت رسالہ 'بلاغ' کے ذریعہ سے بہتر معلوم ہوئی اور اس رسالہ میں دوسرے ہم خیال بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے تو ابتدائی اشاعتوں میں یہ ظاہر کیا گیا کہ اطاعت الرسول کوئی چیز نہیں ہے اور جو شخص خدا کے ساتھ حضور کو بھی حاکم یا شارع تصور کرتا ہے وہ شرک فی التوحید کا مرتکب ہے اور ایک تمثیل میں اطاعت رسول کو زنا کے برابر بھی ظاہر کیا' جس پر مولوی ثناء اللہ نے تحریری مباحثہ کیا جس میں ہر دو فریق نے اپنی اپنی جیت سمجھی۔ بہر حال اس رسالہ کی اشاعت سے جو عقائد شائع کئے گئے ہیں سب کا بنیادی اصول صرف یہی ہے کہ اطاعت رسول شرک فی التوحید ہے۔ نماز اس قدر فرض نہیں ہے جیسا کہ اسے سمجھا گیا ہے۔ وضو، غسل، جنابت، زکوۃ اور جماعت بھی چنداں ضروری نہیں ہیں، مردہ کو جلا دینا بھی جائز ہے، تعدد ازواج ممنوع ہے۔ دہلی کے اہل قرآن صرف تین روزے بتلاتے ہیں۔ ''بلاغ'' میں ایک دفعہ یہ بھی شائع ہوا تھا کہ سورج کو قبلہ بنایا جائے۔ 'تردید احادیث' میں تو ہر ایک اشاعت میں خاص اہتمام ہوتا ہے۔ انبیاء **علیهم السلام** کو صرف معمولی انسان سمجھ لیا گیا ہے اور بڑے زور سے ان کا گناہگار، غلط کار اور جوابدہ تصور کیا گیا ہے۔ جس سے آریہ مذہب کو بہت تقویت پہنچ گئی ہے اور یہ لوگ مقابلہ میں آکر آریہ کی تائید میں بہت کوشش کرتے ہیں۔ ان کے بیرونی خیالات بہت دلربا ہیں مگر جوں جوں اندرونی خیالات کا انکشاف ہوتا ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ جماعت اسلامی احکام اور اسلامی تفصیلات سے

جی چرا کر کھڑی ہوئی ہے اور چونکہ قرآن شریف میں طریق تعمیل احکام مذکور نہیں ہے، اسلئے اسکی آڑ میں تمام تفصیلات سے روکش ہو بیٹھے ہیں آیات قرآنی کے مفاہیم میں قطع و برید کر کے موجودہ تمدن یورپ کی اصلاحات کو قرآن شریف سے استخراج کرلیا ہے بابی مذہب کی طرح انہوں نے بھی گویا اسلام کا خاتمہ کردیا ہے اور وہی احکام جاری کردیئے ہیں جو بابیوں اور بہائیوں نے جاری کئے ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ انہوں نے صاف لفظوں میں قرآن کو منسوخ کردیا ہے اور یہ لوگ تحریف کے ذریعہ سے اسلام کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔

ہفتم...... مذہب مصطفائی

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے ہم خیال سلطان عبدالحمید کے عہد سے کوشش کررہے تھے کہ اسلامی قیود سے کسی طرح رہائی حاصل کی جائے۔ اس وقت اس جماعت کا اصول حریت، عدالت اور مساوات تھا۔ رفتہ رفتہ خلافت اسلامیہ کے نام مٹانے میں انہوں نے بڑی جدوجہد کے ساتھ یہاں تک نوبت پہنچادی کہ مصطفیٰ کمال پاشا کو جو ایک اسکول ماسٹر تھا اپنا بادشاہ مقرر کردیا۔ اور چونکہ عرصہ دراز سے اسلامی خون کی بجائے ترکوں میں آباؤ اجداد سے یورپین خون دورہ کررہا تھا اور وہی لوگ ان کے ممیال اور ننھیال بن چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے اقتدار کے وقت اسلام کو چھوڑ دیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ ہم یورپ کے صرف اس لئے دشمن ہیں کہ ہم نے اسلامی قوانین کی پابندی کو رواج دیا ہوا ہے۔ فوراً روس اور اطالیہ سے سیاسی اور مذہبی اصول منگوا کر اپنا دستور العمل تیار کیا۔ اسلامی تعلیم اور قرآنی احکام کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیا کہ مذہب اسلام چند روایات کا نام ہے جو خاص رفتار زمانہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لئے آج قرآن کے اصول اس قابل نہیں رہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر ترقی حاصل کی جائے۔ بہرحال جمہوریت کی آڑ میں تجبر و استبداد کے ذریعہ بہائی

مذہب کے اصول اور یورپ کا تمدن واجب العمل قرار دیا گیا۔ غریب مسلمانوں کو قتل بیدریغ سے تباہ کیا گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے نام لیوؤں کو اس بیدردی سے بے خانماں کر دیا کہ عیسائیوں نے بھی اندلس میں مسلمانوں سے ایسا برتاؤ نہیں کیا تھا۔ بزور شمشیر تعدد ازدواج کو بند کیا گیا، ہیٹ اور پینٹ (پتلون) لازمی قرار دیکر نماز روزہ سے روک دیا گیا، مذہبی تعلیم بند کر دی گئی، مسجدیں گرا دی گئیں، فریضہ حج کے ادا کرنے سے حکومت نے دستبرداری کی، مردے جلائے گئے، ایوان خلافت میں ناچ گھر تیار کئے گئے، تھیٹر اور سینما کو فروغ دیا گیا، اسلامی پردہ کو جمود اور دشمن صحت تصور کر کے اعلانیہ مستورات کو نچایا گیا۔ اب یہ حالت ہے کہ صبح کے وقت جہاں اللہ اکبر کی آواز سے اسلام کی شان نظر آتی تھی' وہاں پیانو اور گراموفون یا گرجہ کی ٹن ٹن سنائی دیتی ہے اور جو لوگ ابھی تک نماز روزہ کے پابند ہیں ان کو اس تحقیر سے دیکھا جاتا ہے کہ عیسائی بھی مسلمانوں کو اس نظر سے نہیں دیکھتے۔ یہ لوگ جب مر جائیں گے تو حکومت کی طرح رعایا بھی عیسائی نما دعویدار اسلام باقی رہ جائے گی۔ خدا کی شان ہے کہ فتنہ ارتداد ہندوستان سے اٹھا تھا مگر اس کا نشو و نما ترکی میں جا ہوا۔ غازی امان اللہ نے بھی یہی بہائی مذہب افغانستان میں پھیلانا چاہا تھا مگر کامیاب نہ ہو سکا اور لوگوں کے دل میں یہ حسرت چھوڑ کر رخصت ہو گیا کہ ہائے اگر آہستہ آہستہ اسلام سے روکشی کرتا تو ضرور کامیاب ہو جاتا' مگر عجلت سے اس کو اپنا تخت ہی چھوڑنا پڑا۔ حکومت ایران نے آہستہ آہستہ ترک اسلام کی تعلیم شروع کر دی ہے وہ دن دور نہیں ہے کہ ترکی اور ایران پورے طور پر دونوں بہائی مذہب کے پیرو بن جائیں گے۔

ہشتم......آزاد مذہب

اس دور انقلاب میں جدت پسند لوگوں نے اپنا شعار مذہبی لفظ آزاد بنالیا ہے۔

جس کا مفہوم بہت وسیع ہے کچھ تقلید سے آزاد ہیں، کچھ پابندی اسلام سے آزاد ہیں، کچھ افرد نسبت مذہبی سے آزاد ہیں۔ جو صرف مسلم کہلانے کے مشتاق ہیں ان کے نزدیک مذہب تفرقہ کا نام ہے۔ کچھ اسلام سے آزاد ہیں، ان کے نزدیک ہر ایک مذہب وملت قابل تحسین ہے۔اور دستور العمل بننے کیلئے سوائے تمدن جدیدہ کے کوئی حق دار نہیں ہے۔سب بانیان مذہب ان کے ہاں لفظوں میں قابل احترام ہیں۔لیکن واجب الاطاعۃ اس وقت صرف اپنی رائے ہے۔ بہر حال آزادی کے شیدائی بہائی مذہب کے بہت مشابہ ہیں۔

۲۵...... تردید مذاہب جدیدہ

ا...... کیا قرآن شریف مفصل نہیں ہے؟

جواب: جس معنی میں اسے مفصل سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں احکام کی بجا آوری اور ان کے صحت وسقم کے حالات بھی درج ہیں، یہ بالکل غلط ہے ہاں اجمال کے مقابلہ میں اسے مفصل کہنا بیشک صحیح ہے۔ کیونکہ جس مسئلہ کو قرآن نے لیا ہے اس میں اجمال نہیں رکھا۔ یہی صفت توریت میں بھی تھی اسے بھی مفصل کہا گیا ہے ورنہ تمام تشریحات کی متکفل نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔

۲...... قرآن شریف کو ''**تبیان لکل شیء**'' کہا گیا ہے۔

جواب: تبیان سے مراد یہ ہے کہ اس میں امر مشتبہ یا کوئی حکم ایسا مجمل نہیں چھوڑا گیا کہ جس کے سمجھنے میں ہمیں دقت ہو، ورنہ خود قرآن میں دو قسم کی آیات مذکور ہیں۔ محکم اور متشابہات مقطعات قرآنیہ ابھی تک لاینحل پڑے ہوئے ہیں۔ حقیقۃ اور مجاز کے الفاظ بھی بکثرت موجود ہیں۔ اب ان اقسام کے ہوتے ہوئے ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب ساری کی

ساری مشرح ہے یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ کو ﴿ لَتُبَیِّنَنَّهُ لِلنَّاسِ ﴾ کا عہدہ سپرد ہوا۔ ورنہ ہر ایک کو خود احکام اخذ کرنے کا حکم ہوتا۔

۳......فہم اور عقل انسانی قرآن سے احکام اخذ کرنے میں کافی ہیں۔

جواب: سب سے پہلے خود حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ ﴿ لَتُبَیِّنَنَّهُ لِلنَّاسِ ﴾ پھر حضور کی شان بتائی ہے کہ ﴿ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ ﴾ پھر حکم ہوتا ہے کہ ﴿ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ اب تعلیم نبوی، بیان نبوی، حکمت نبوی اور استنباط احکام وارشادات، اہل علم کا ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے' اسے نظر انداز کر کے ہم نئے سرے سے اگر فہم قرآن کی کوشش کریں گے تو خود قرآن کے خلاف ہوگا۔

۴......﴿ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف آسان ہے۔

جواب: اس میں کیا شک ہے' مگر اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تمام تشریحات بھی اس میں مذکور ہیں۔ اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ قرآن شریف حکمت و معرفت کا خزانہ ہے ﴿ لِلذِّکْرِ ﴾ اسے واسطے کہا ہے ورنہ **للقراء ۃ** کا لفظ ہوتا۔

۵......﴿ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ﴾ ابھی قرآن شریف ہی ہے تو پھر اور بیان کی کیا ضرورت ہوگی؟

جواب: اگر یہی مراد ہے تو اہل قرآن نے کیوں تفسیریں لکھی ہیں اور ان کی تفسیر **بیان للناس** اس قدر ضخیم ہے کہ ہزاروں صفحات تک چلی گئی ہے۔ اہل بصیرت کا قول ہے کہ واقعی قرآن شریف اپنے بیان میں ظاہر تھا مگر انہوں نے اسے خواہ مخواہ ظاہر سے پھیر کر ایک چیستان بنا دیا ہے۔ کوئی آیت نہیں چھوڑی کہ جس کو تحریف کر کے موجودہ اصول فلسفہ کی طرف متوجہ نہ کیا گیا ہو۔ اور ایسے معانی مراد لئے گئے ہیں کہ جن کا تعلق بظاہر اسلام سے کچھ

بھی نہیں ہے اور ایسے پیچیدہ ہیں کہ بڑے غور کے بعد بھی معمہ کی طرح سمجھ میں آتے ہیں اور ان کے مراد لینے سے قرآن سب کا سب مشکل اور پہیلی بن گیا ہے۔ اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ قرآن شریف اپنے معانی میں ظاہر الدلالۃ ہے مگر مذاہب جدیدہ نے اسے پھیر کر خفی الدول بنا دیا ہے۔

۶......عہد نبوی میں یہی قرآن سب کچھ بتایا کرتا تھا۔

جواب: ہاں بتایا کرتا تھا کیونکہ اس کی مجسم تشریح حضور ﷺ کا وجود موجود تھا جو عملی صورت میں اس کے معانی اور مطلب بیان کرتا تھا اور آپ کے بعد آپ کا فہم قرآن جوامت محمدیہ نے ہمارے تک پہنچایا ہے وہ بیان کرتا چلا آیا ہے' کیونکہ کتاب آسمانی کا بیان ﴿لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ﴾ کے حکم سے نبی کے سپرد ہے۔ اب جو لوگ اس کا مفہوم بدلنے بیٹھے ہیں یا تو خود نبی ہونے کے مدعی ہیں جیسا کہ مسیح ایرانی اور مسیح قادیانی ہو گزرے ہیں اور یا اہل قرآن ہیں' جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فہم قرآن ان کو ہی خدا نے عطا کیا ہے۔ بقول شخصے عبداللہ چکڑالوی اپنے خاص مریدوں میں **یا نبی اللہ** سے مخاطب ہوتا تھا۔ اور مولوی احمد دین صاحب بھی تفہیم الہیہ کے دعویدار ہیں۔ ''بلاغ'' میں لکھتے ہیں کہ ''جب ہمیں خدا نے فہم قرآن بخشا ہے تو ہم کیوں نہ دوسروں کے اغلاط کی تصحیح کریں۔'' اور یہ قرین قیاس بھی ہے کہ جو شخص آج تحریف کرنے بیٹھتا ہے وہ ضرور مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہوتا ہے' خواہ اس کا اظہار کرے یا نہ کرے' کیونکہ اسنے منصب نبوت پر چھاپہ مارا ہے اور اپنی امت الگ تجویز کی ہے۔

۷......احادیث میں اختلاف ہے اس لئے قابل ترک ہے۔

جواب: کیا اہل قرآن کے فہم قرآن میں اختلاف نہیں ہے؟ کسی نے قبلہ سورج تجویز کیا ہے کسی نے شطر کعبہ۔ کسی نے ایک نماز تجویز کی ہے کسی نے دو یا تین اور کوئی پانچ نمازوں کا قائل ہے۔ کوئی باجماعت پڑھتا ہے اور کوئی راستہ میں چلتے چلتے پڑھنے کا قائل ہے، کسی کے

ہاں نماز جنازہ جائز ہے اور کوئی اسے انسان پرستی سمجھتا ہے اور کوئی احادیث نبویہ کو تحریف کتاب اللہ سمجھتا ہے اور کوئی اپنے خیال میں بعض احادیث کو قرآن کی تشریح سمجھ کر مان بھی لیتا ہے۔ آپس میں ان مدعیان نبوت نے ایسا اودھم مچا رکھا ہے کہ غیر جانبدار کی نظر میں کتاب اللہ کی دھجیاں اڑانے والے ثابت ہو رہے ہیں۔ اور غیر اقوام کی نظروں میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کا کوئی صحیح مفہوم ابھی تک فیصلہ نہیں پا چکا، اس لئے وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اسلام کا فیصلہ ہے کہ ایسے محرفین کی جماعت کا قلع قمع جب تک نہ ہو گا اسلام چین کی زندگی بسر نہیں کر سکے گا۔

۸......ایسا اختلاف تو پہلے ہی سے چلا آتا ہے۔

جواب: مگر ساتھ ہی ایسے محرفین کا بھی علاج ہوتا رہا ہے اب اسلامی طاقت اور اسلامی خلافت مفقود ہو چکی ہے۔ تو اسلامی اعمال سے دل چرانے والوں نے اپنی آزادی اور بدعملی کو چھپانے کی خاطر قرآن کو ہی اپنے طرز عمل کے مطابق گھڑنا شروع کیا ہے' تاکہ ان کی غیر شرعی حالت پر کوئی معترض نہ ہو سکے۔ اس کی بنیاد تمدن یورپ کی محبت ہے کہ جس نے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ قرآن کو توڑ موڑ کر اس کے مطابق کیا جائے اور یہ جرأت نہیں دکھائی کہ اس تمدن میں ہی اصلاح کریں۔ ہمارے اسلاف کرام نئے خیالات کا خوب مقابلہ کرتے چلے آئے ہیں اور یہ لوگ جو نئی روشنی میں جذب ہو چکے ہیں خود قرآن پر ہاتھ صاف کرنے بیٹھ گئے ہیں اور ثابت کر رہے ہیں کہ ان کا اسلام سے محبت ذرہ بھر نہیں ہے ورنہ یہ چالبازی نہ دکھاتے۔

۹......ہم احادیث مانتے ہیں مگر جو قرآن کے مطابق ہو۔

جواب: کسی حد تک اسلام نے بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ تمدن یورپ میں جذب ہو کر یہ مطابقت برتی جائے۔ بلکہ اس کا یہ مطلب تھا کہ محبت اسلام میں

اور عشق رسول میں اور اتباع سلف میں مستغرق ہو کر احادیث کا موازنہ کیا جائے۔ کہ آیا وہ اسوۂ حسنہ، اسوۂ نبویہ اور سبیل المومنین کے مطابق ہیں یا نہیں؟ تا کہ صحیح اور موضوع احادیث میں فرق ظاہر ہو جائے۔ اور یہ آپ کو معلوم رہنا چاہئے کہ جب تدوین احادیث کا امر مہم پیش آیا تھا تو غیر اقوام نے بھیس بدل کر موضوع احادیث بھی کہنی شروع کر دی تھیں۔ لیکن اس وقت "نقادان حدیث" نے موضوعات کو الگ کر دیا تھا اور غیر موضوع احادیث کے ضعف وقوت پر اصول مقرر بھی کر دیئے تھے۔ جس کے طفیل اصول حدیث کا علم ایجاد ہو کر ہمارے سامنے آج موجود ہے اور جس قدر احادیث کے متعلق بحث وتمحیص کی ضرورت تھی ائمہ اسلام نے اس کا اخیر تک پہنچا دیا تھا۔ اب کوئی حدیث ہمیں نہیں ملتی کہ ان کے زیر تنقید نہ آ چکی ہو۔ یا جس کی تنقید وہ نہ کر چکے ہوں۔ جو شخص آج تنقید کا کام اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے وہ خادم اسلام نہیں ہے، بلکہ وہ خادم تنصر اور تابع احکام یورپ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اسلامی قیود سے نکل کر دہریت آباد میں اس طرح پہنچ جاؤں کہ میری بجائے اسلام مطعون ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ میری متانت اور اظہار خلوص میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ مگر تاڑنے والے بھی غضب کی نگاہ رکھتے ہیں' وہ جھٹ تاڑ جاتے ہیں کہ میاں صاحب کو کون سا سانپ ڈس گیا ہے؟

۱۰......اسلام میں مردہ دبانے کی رسم قرآن سے نہیں لی گئی۔

جواب: قرآن شریف میں صاف آیا ہے کہ ﴿ **فَاَقْبَرَهٗ** ﴾ "تو اسے قبر میں رکھوایا۔" لغت عرب میں اقبار کا معنی بھی کیا ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا جائے۔ جیسا کہ **قال ابن قتیبة واقبرت الرجل امرت بان یقبر. قال اللّٰه تعالیٰ عزوجل ﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ﴾ وقبرته دفنته۔** (ادب الکاتب) آج اگر ترکی نے یا اہل قرآن نے اسے غیر ضروری سمجھا ہے تو صاف قرآن سے انکار ہے' جس کا اعتراف صاف لفظوں میں حکومت

ترکی نے پارہا کر دیا ہوا ہے اور اہل قرآن اندر سے معترف ہو رہے ہیں۔

۱۱......﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ جب حکم صرف خدا ہی کا ہے تو حکم رسول کا کیا معنی؟

جواب: یہ اعتراض تو ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾ کی طرح ہے ورنہ صاف ہے کہ حضور ﷺ اپنی طرف سے احکام شرعیہ کے رائج کرنے والے نہ تھے۔ حضور جس طرح وحی کے پہنچانے والے ہیں اسی طرح مسلمانوں کے ولی برحق بھی ہیں ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ اور ایسے ولی برحق ہیں کہ جس کا قبضہ مسلمانوں کی جان پر خود ان سے زیادہ تھا۔ اس لئے جس طرح چاہتے تھے اپنی ذاتی حیثیت سے بھی ہماری اصلاح میں قوانین وضع کرتے اسی طرح آپ ہم پر سلطنت کرنے کے بھی حقدار تھے۔ ﴿اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ بحیثیت سلطان وقت اور حاکم وقت ہونے کے ہم آپ کی رعایا ہیں' آپ جیسے چاہیں اصلاح ملک اور اصلاح تمدن کے احکام جاری فرما سکتے ہیں۔ اسی طرح آپ ہمارے امام پیشوا اور رہبر بھی ہیں۔ ﴿لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ہمارا فرض ہے کہ جس طریق سے اور جس طرز عمل سے حضور نے وحی الٰہی کا خیر مقدم کیا ہے اسی طرح ہم بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور جو ہدایات احادیث نبویہ نے یا جو طرز عبادت آپ سے منقول ہے اسے ہم شمع ہدایت سمجھ کر مدارج عبودیت کے راستے طے کرتے چلے جائیں۔ اسی طرح آپ کا طرز عمل اور آپ کے ارشادات مبارکہ کی تابعداری، ہماری عقیدتمندی اور ہمارے صحیح اسلام کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ پس اگر اب ہم حضور سے نقل شدہ فہم قرآن یا طریق معاشرت میں تعمیل کرتے ہوئے سر مو بھی ادھر ادھر ہوں تو یہ سمجھ لو کہ خدا کے ہاں ہمیں قبولیت حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ لعنت کا طوق ہمارے گلے میں پڑ جانے کا خطرہ ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے تقدس اور ذاتی کمالات نبوت کا احترام بھی ہم پر فرض ہے۔ ﴿تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ﴾

اور اگر ہم حضور کے ذاتی ارشاد کے خلاف بھی کرتے ہیں تو حبط اعمال کا خوف دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ﴾ اور یہ درجہ صرف تقدس محض کا ہے جو درجہ حکومت اور سلطنت سے اوپر ہوتا ہے کیونکہ حاکم وقت کے خلاف میں حبط اعمال کی تخویف نہیں دلائی گئی۔ اسی طرح ہمیں حکم ہے کہ حضور پر درود وسلام پڑھتے رہیں۔ ﴿صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ جس سے کمال محبت اور استغراق فی اتباع الرسول کا موازنہ ہو سکتا ہے۔ انسان جس قدر حضور ﷺ کی محبت دل میں رکھتا ہے اسی قدر حضور پر درود وسلام پہنچنے پر اپنا وقت صرف کرتا ہے اور جس قدر آپ کی محبت سے دور ہوتا ہے اسی قدر اسکو درود وسلام سے نفرت ہوتی ہے۔ کیا اہل قرآن یا مرزا کے تابعداروں میں یہ صفت موجود ہے۔ جواب صاف ظاہر ہے کہ ان کو تو رات دن پیغمبران یورپ کی بلائیں لینے کا خبط سمایا ہوا ہے وہ کیا جانیں کہ شان رسول کیا ہے؟ حضور صرف وحی رسان ہی نہیں ہیں بلکہ آپ کی شان کہیں بڑھ کر ہے۔ ﴿لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ پڑھو، دیکھو کہ حضور کی ذات بابرکات اور حضور کے خویش واقارب کے ساتھ کس طرح مؤدت اور اتحاد کا حکم ہے۔ قریش آپ سے بغض رکھتے تھے۔ ان کو حکم ہوتا ہے کہ حضور اور آپ کے اہل بیت تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ان سے مؤدت اور محبت پیدا کرو۔ کیا امت محمدیہ اس حکم سے سرتابی کرنے کی مجاز ہے؟ اگر حضور کی محبت ہمارے دل میں نہیں ہے تو ہمارا ایمان قرآن پر مطلقا نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور کی شان رسالت ہمارے لئے بہت کچھ ساتھ لئے ہوئے ہے۔ امامت مطلقہ، سلطنت مطلقہ، ولایت علمیہ، رحمت عامہ، رأفت تعلیم کتاب، تعلیم حکمت، تقدس ذاتی، استحقاق، مودت، اتباع میں ترقی درجات، خلاف ورزی میں حبط اعمال، روحانیت، ابوت، وجوب عزت وتوقیر، استحقاق سلام وتحیات امت اور ہر کام میں ہمارے لئے معراج منیر، صاحب اسوہ حسنہ، نمونہ اطاعت وحی، اور باب الوصول الی اللہ ہیں اگر

آیت معراج میں غور کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضور کی وہ شان ہے کہ شب معراج میں حضور کو آیات کبریٰ دکھلائی گئیں۔ ﴿قَابَ قَوْسَیْنِ﴾ کا درجہ عطا ہوا ﴿مَازَاغَ الْبَصَرُ﴾ کا رتبہ پایا۔ ﴿مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی﴾ کا اعزاز حاصل کیا اور عبدہ کی شان حاصل کی۔ یہ چند خصوصیات ہیں جو اس وقت سپرد قلم کی گئی ہیں، ورنہ ہزاروں ایسے فضائل ہیں جو ہمارے اسلاف کرام نے مستقل کتابوں میں بیان کئے ہیں۔ (دیکھو شفائے قاضی عیاض، مدارج النبوۃ، جذب القلوب، خصائص کبریٰ وغیرہ) جن کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضور کی شان درجہ رسالت کے علاوہ بھی ایسی ہے کہ ہم آپ کے افعال واقوال کی پیروی میں ہی نجات حاصل کر سکتے ہیں ورنہ ہمیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا۔

۱۲...... ﴿مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ وارد ہوا ہے کہ اطاعت رسول مشروط باذن اللہ ہے۔

جواب: یہاں اذن بمعنی اجازت نہیں ہے بلکہ بمعنی علم کے ہے۔ جیسے ﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ اور ﴿یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ کیا مصیبت کے وقت خدا کا حکم نازل ہوتا ہے یا کہ کفار پر غلبہ پانے کے وقت وحی آیا کرتی ہے؟ یہ کلمہ تشریفی ہے جیسا ﴿مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ﴾ خدا کے فضل سے آپ مجنون نہیں ہیں۔

۱۳...... رسول کی ہستی بھی مسئول عنہ ہے جیسے کہ امت مسئول عنہ ہے۔

جواب: بیشک مسئول عنہ ہے مگر جو اختیارات آپ کو دیئے گئے ہیں ان میں حضور مسئول عنہ نہیں ہے نبی اور غیر نبی میں یہی فرق ہے۔

۱۴...... ﴿لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ﴾ ﴿لَا تَکُنْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ وغیرہ آیات میں حضور کو امت کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

جواب: اول المومنین ہونا نبی کا فرض ہے۔ اور جو شریعت نازل ہوتی ہے چونکہ اس کا نمونہ

بن کر دکھلانا ہوتا ہے اس لئے نبی کا اس پرکار بند ہونا سخت ضروری ہے' مگر تاہم نبی کے تعلقات مختلف ہوتے ہیں۔اول وہ تعلق جو نبی اور امت کے درمیان ہیں ان میں نبی مطاع، واجب الاطاعۃ ہوتا ہے۔امت کو نبی کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور مسئول ہوتی ہے اس لئے نبی بھی حاکم ہوا۔اور خدا بھی۔اس کے علاوہ جن کو خدا تعالیٰ نے مطاع بنایا ہے وہ سب ہی اپنے اپنے مدارج میں غیر مسئول ہیں چنانچہ والدین اپنے درجہ میں غیر مسئول ہیں۔حکام اپنے درجہ میں غیر مسئول اور مطاع ہیں اور ہر ایک افسر اپنے ماتحت کی نسبت غیر مسئول ہوتا ہے۔موجودہ حکومت میں گورنر آتے ہیں شاہی احکام جاری کرنے کے علاوہ ذاتی اختیارات سے اصلاحی احکام اور آرڈیننس جاری کرتے ہیں اور غیر مسئول واجب الاطاعۃ بھی ہوتی ہیں۔کیا خدائی احکام پہنچانے والے یہ اختیار نہیں رکھتے؟

۱۵......﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ میں ذاتی اختیارات کی نفی ہے۔

جواب: یوں تو ﴿ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ﴾ میں بھی اسلام میں تبلیغ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اصل مطلب یہ ہے کہ کفار پر بزور شمشیر آپ مسلط نہ تھے کہ جبراً ان کو اسلام میں لاتے اور زبردستی کا اسلام خالص نہیں ہوتا۔اس لئے حکم ہوتا ہے کہ آپ اکراہ و اجبار سے کام نہ لیں مگر یہ مطلب نہیں کہ جو اسلام میں داخل ہو جائے اس پر حقوق النبوۃ کا عائد کرنا بھی ممنوع ہے یا وہ اب **امر بالمعروف** اور **نہی عن المنکر** سے بھی آزاد ہے۔بلکہ داخلہ اسلام کے بعد جس طرح مسلمان پر اطاعت الٰہی فرض ہے اسی طرح اطاعت رسول بھی فرض ہوگی۔اور قبل داخلہ اسلام کی حالت میں یہ احکام مطلوب نہیں ہوتے۔اب ایک حالت کا دوسری حالت پر قیاس کرنا جہالت ہوگا۔

۱۶......﴿ اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ﴾ شیطان کا تسلط انبیاء پر ہوتا ہے وہ معصوم کیسے ٹھہرے؟

جواب: اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ تعلیم نبوی میں شیطان صفت آدمی یا خود شیطان اپنے اغواء کیساتھ فساد برپا کرتا ہے۔ مگر ﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ﴾ خدا تعالیٰ حق و باطل کا امتیاز کر دیتا ہے۔ بہر حال اس واقعہ کا کچھ بھی اطاعت رسول سے تعلق نہیں ہے۔

۱۷...... حکومت تشریعی اور غیر تشریعی خدا ہی کی ہے دوسرا حاکم نہیں ہوسکتا۔

جواب: ہاں اس کی ماتحتی میں سب کچھ جائز ہے۔ ﴿فَابْعَثُوْا حُكْمًا مِّنْ اَهْلِهٖ﴾ میں معمولی تنازعات زوجین میں ثالث مقرر کرنے کا حکم ہے جو اپنے فیصلہ میں مطاع واجب الاطاعۃ اور غیر مسئول ہے تو کیا نبی جو اپنی امت کیلئے معلم کتاب ہوکر آتا ہے وہ ثالث سے بھی کم ہوگا؟ اصل بات یہ ہے کہ ایسے معترض احکام اسلام سے جی چراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام میں بھی داخل رہیں اور کرنا بھی کچھ نہ پڑے۔

۱۸...... جنگ بدر میں آپ سے غلطی ہوئی کہ آپ نے فدیہ قبول کیا۔

جواب: اصلاحات میں غلطی ہونا عصمت یا اطاعت نبی میں نقص پیدا نہیں کرتا، کیونکہ یہ تعلق قسم اول کا مسئلہ ہے' جو خدا اور رسول کے درمیان میں قائم ہے۔ تعلق قسم دوم کا مسئلہ نہیں ہے' جو رسول اور امت کے درمیان میں ہے۔ بالفرض اگر مان بھی لیں تو وحی کے ذریعہ سے غلطی رفع ہوکر نقص اٹھ چکا تھا اور آپ کا حکم جو رفع غلطی سے پہلے صادر ہوا تھا اس کو جرم نہیں قرار دیا گیا' جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا حکم ہر وقت واجب الاطاعۃ ہے خواہ اس کی ترمیم بعد میں کیوں نہ ہو جائے۔

۱۹...... مسئلہ ظہار میں حضور نے غلط حکم دیا تھا۔

جواب: دیکھنا یہ ہے کہ جس کو حرام ابدی کا حکم دیا گیا تھا آیا اس نے اس کو واجب التعمیل جانا تھا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس نے اس کو واجب التعمیل سمجھا تھا اور یہ بات الگ ہے کہ وہ منسوخ ہو گیا مگر جب تک تھا اس کی تعمیل فرض رہی۔ اس اعتراض سے سائل کا یہ مطلب

ہے کہ احادیث نبویہ اب بھی غلط ہو سکتی ہیں' مگر ہم پوچھتے ہیں کہ ان احکام کی منسوخی یا ان کی تغلیط کیسے ممکن ہے؟ وحی نہیں آتی کہ احکام تبدیل کرے۔ کوئی رسول نہیں آیا کہ تفہیم الٰہیہ سے احکام بدل دے اب صرف اپنی رائے سے احکام تبدیل کرنا چہ معنی دارد؟ ہاں اگر مدعیان مذاہب جدیدہ نبوت کے مدعی ہیں تو ایسی اصلاحات کے رو سے خود بخود اسلام کے مقابلہ میں دوسرا مذہب اختراع کرتے ہیں' مگر اس وقت مذہب کا نام اسلام رکھنا دھوکہ بازی ہوگا۔

۲۰......احادیث میں مذکور ہے کہ یہودیوں نے حضور پر جادو کیا تھا تو اب حضور کی عصمت کیسی رہی؟

جواب: قرآن شریف میں ''مسحور'' کی نفی بمعنی ''مجنون'' کے ہے کیونکہ اس کا اشتقاق سحر سے ہے اور جس کا پھیپھڑا بیمار ہوتا ہے تو انجرات سے دماغ مختل ہو جاتا ہے' اسے ''مرض جنۃ'' کہتے ہیں۔ جس کی نفی ﴿ اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ﴾ میں موجود ہے۔ لیکن جادو وغیرہ سے بیمار ہونا شان نبوت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اسلام میں جادو کو باقی اسباب مرض کی طرح تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سے حضور ﷺ کو جنون پیدا نہیں ہوا تھا۔ بالفرض اگر مان بھی لیں تو مدت قلیل کا عذر ساری زندگی پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتا۔ خصوصاً جب کہ اس حالت خاص میں اجرائے احکام کا ثبوت نہیں ملتا۔ تو تصریحات قرآنیہ کے خلاف نہ ہوگا۔

۲۱......﴿مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ میں حضور کو مذنب کہا گیا ہے تو واجب الاطاعۃ کیسے رہے؟

جواب: نبی اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہیں کرتا۔ ''سورۃ فتح'' میں یہی بتایا گیا ہے کہ ''فتح مبین'' کے بعد سب کا تدارک ہو جائے گا اور آپ کو کافی موقع مل جائے گا کہ پورے طور پر اگلی پچھلی کسر نکال لیں' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فتح مکہ کے بعد

﴿يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ کا ظہور ہوا۔اور یہ پیشینگوئی پورے طور پر صادق نکلی۔اس آیت میں ذنب سے یہ سمجھنا کہ نبی اپنی امت کی طرح مجرم تھا اور فتح کے بعد یہ جرم معاف ہو جائیں گے سخت توہین رسالت ہے اور کیسی بے جوڑ بات ہے کیا کبھی یہ بھی سنا ہے کہ حضور سے کوئی نا قابل گفتنی امر سرزد ہوا تھا؟

۲۲......﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا﴾ میں حضور کو ضال کہا گیا ہے۔

جواب: لغت میں ضال گمنام کو بھی کہتے ہیں۔مطلب یہ ہوا کہ حضور کو شروع عمر میں کوئی نہیں جانتا تھا اعطائے نبوت کے بعد آپ کا شہرہ ہوا اور موجودہ تراجم سادگی سے کئے گئے ہیں۔مترجمین کے وقت مذاہب جدیدہ نہ تھے ورنہ وہ بھی سنبھل کر ترجمہ کرتے۔

۲۳......نکاح زینب میں آپ سے غلطی ہوئی؟

جواب: ایسا ہرگز نہیں ہے۔حضرت زید نے آپ کے فیصلہ کو واجب التعمیل سمجھا اور حضرت زینب بھی ﴿اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ کا حکم سن کر ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ کی تعمیل میں خاموش رہیں گویا یہاں احکام میں تبدیلی ہوئی اور تبدیلی کو بے ایمان غلطی سمجھتے ہیں۔مگر دیکھنا یہ ہے کہ فریقین نے کس طرح حکم رسول کو واجب الاطاعۃ سمجھا تھا۔اب اس واقعہ میں تاریک پہلو لینا بے ایمانی ہوگی۔

۲۴......قصہ ماریہ میں آپ سے کوتاہی ہوئی؟

جواب: دیکھنا یہ ہے کہ جس نے حکم رسول سے سرتابی کی تھی اس کو سرزنش ہوئی یا نہ ہوئی؟ اگر ہوئی ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہے کہ حقوق مصطفیٰ کی تعمیل واجب ہے۔باقی واقعہ پر نکتہ چینی کرنا ہمارا حق نہیں ہے کیونکہ قسم اول سے تعلق رکھتا ہے۔اور اگر اس واقعہ کو ہم اپنے درمیان تصور کر لیں تو ذرہ بھر بھی عیب کی بات نہیں ہے مگر یہ شان نبوت ہی ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر بھی اصلاح جاری ہوتی ہے۔

۲۵......وحی متلو اور غیر متلو کہاں سے پیدا ہو گئے؟

جواب: قرآن شریف نے مکالمہ الٰہیہ کے اقسام بیان کئے ہیں جن میں سے **قسم اول** فرشتہ کے وساطت سے نبی پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے اسے 'وحی متلو' کہتے ہیں جو قرآن شریف ہے۔ دوم ﴿**مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ**﴾ جو تفہیم الٰہی انبیاء کو الٰہی احکام القاء ہوتے ہیں اسے 'وحی غیر متلو' کہتے ہیں۔ تعلیم کتاب اللہ اور بیان حکمت اور اصلاح عالم کے متعلق جو حضور کے اقوال یا افعال منقول ہیں وہ سب اسی قسم کے ہیں۔ سوم انبیاء کے ذریعہ عوام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ کام کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا' تو امت براہ راست خدا سے احکام حاصل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی، اس لئے جو شخص امتی بن کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا تشریعی احکام نافذ کرتا ہے یا حضور کے تشریعی احکام جاری کردہ پر نکتہ چینی کرتا ہے وہ کم از کم قرآن کے خلاف ضرور کرتا ہے۔ اسے چاہئے کہ اعلان کر دے کہ اب ہمیں قرآن قدیم کی ضرورت نہیں تاکہ لوگ اس کی اندرونی چال سے واقف ہو جائیں۔

۲۶......اگر یہ مانا جائے کہ نبی بھی واجب الاطاعۃ ہے تو مخالفین کا یہ قول ماننا پڑے گا کہ حضور نے اپنی تن پروری کیلئے (معاذ اللہ) یہ تعلیم پھیلائی تھی۔

جواب: بیشک ع

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است

اگر مخالفین اپنے بانیان مذہب پر نظر دوڑائیں تو وہ بھی اس تنقید سے رہائی نہیں پا سکتے اور جن لوگوں نے ان کے جواب میں یوں کہنا شروع کیا ہے کہ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ امت پر نبی کے حقوق بھی نہیں ہوتے۔ جب والدین کے حقوق اور حکام وقت کے حقوق یا ثالث فیصلہ کے حقوق ذاتی طور پر تسلیم کئے گئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ امت پر نبی کے حقوق تسلیم نہ کئے جائیں؟

۲۷...... نبی اپنی شخصیت کی رو سے مطاع اور واجب الاطاعۃ نہیں ہوتا ورنہ لازم آتا ہے کہ قبل از بعثت بھی واجب الاطاعت ہوتا۔

جواب: (**من حیث ھو**) ذاتی حیثیت سے بشر اور انسان ہے گو اس حیثیت سے کوئی انسان بھی دوسرے کیلئے واجب الاطاعۃ نہیں۔ نہ والدین کی اطاعت اس درجہ میں فرض ہے اور نہ حاکم وقت اس درجہ میں واجب الاطاعۃ ہوسکتا ہے' مگر خدا کی طرف سے جب حقوق حاصل ہوتے ہیں تو اس وقت بھی پہلی حیثیت کے خیال سے سرتابی کرنا سرکشی ہوگی۔

۲۸...... خدا غیور ہے جب ایک خاوند اپنی بیوی کیلئے دوسرا خاوند تجویز نہیں کرسکتا تو خدا دوسرا حاکم کیسے تجویز کرسکتا ہے۔

جواب: اس سوال میں اگر حاکم سے مراد دوسرا خدا لیا جائے تو تب خاوند کی تمثیل بھی درست بن جائے گی اور مطلب بھی صاف ہوجائے گا کہ خدا اپنی بادشاہت میں کوئی دوسرا خدا حاکم نہیں بنا سکتا، ورنہ یہ معنی ہوجائے گا کہ خدا "**احکم الحاکمین**" بھی نہیں ہے، کیونکہ جب وہی حاکم ہے تو حاکمین کا وجود کہاں ہوسکتا ہے اب معترض بتائے کہ ﴿**اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ**﴾ میں خدا نے دوسرے حاکموں پر اپنی حکومت تسلیم کرانے کے لئے کیوں زور دیا ہے؟

۲۹...... نبی اگر مطاع ہو تو اس کی بندگی کرنی پڑے گی۔

جواب: ہاں اگر نبی خدائی درجہ میں مطاع سمجھا جاتا ہے تو معترض کے نزدیک اس کی عبادت بھی فرض ہوگی مگر ہمارے نزدیک تو نبی اپنی درجہ نبوت میں **مطاع غیر مسئول فی حقوقه** ہے ہم کیسے غیر خدا کی عبادت کرسکتے ہیں۔

۳۰...... جب اذن الٰہی سے نبی کی اطاعت فرض ہے تو ہم حق رکھتے ہیں کہ کلام رسول کو قرآن کے مطابق پائیں تو اطاعت کریں۔

جواب: کلام نبوت پر حق تنقید کسی امتی کو حاصل نہیں ہے اور اذن الٰہی کا مفہوم قرآن شریف میں توفیق الٰہی سے کئی جگہ مراد لیا ہے۔ (دیکھو مفردات راغب) اور جو تطابق کرنے کے لائق تھا امت محمدیہ کر چکی ہے۔ اب نئے تطابق کی اسلام کو ضرورت نہیں رہی۔ ہاں اگر اسلامی قیود سے رہائی پانے کی خاطر تطبیق جدید کا سلسلہ شروع کرنا ہے تو بسم اللہ آپ کو ہی مبارک رہے۔

۳۱.....کلام رسول اگر وحی الٰہی ہے۔ تو نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی سفارش سے کیوں روکا گیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کو قوم لوط کی سفارش پر کیوں سرزنش ہوئی تھی۔ جنگ بدر میں حضور کو کیوں فہمائش کی گئی؟ اور تابیر النخل کا قصہ کیوں غلط ہوا کیا وحی بھی غلط ہوتی ہے؟

جواب: غلطی کا لفظ یہاں پر عائد کرنا سخت غلطی ہے، کیونکہ ایک وحی دوسری وحی کی ناسخ ہو سکتی ہے اور نبی پہلی وحی غیر متلو کی بنیاد پر کوئی حکم دیتا ہے تو وحی متلو اگر اسے تبدیل کر دیتی ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ پہلا حکم غلط تھا۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ ہاں مخالفین جو نسخ احکام کے قائل نہیں ہیں وہ بیشک اس دھوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں کہ انبیاء غلط کار ہوتے ہیں۔ ذرا نوح علیہ السلام کا قصہ دیکھ لیں تو معلوم ہو جائے کہ آپ کس طرح سے عذر کرتے ہیں کہ ﴿إِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ﴾ اس موقعہ پر یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ نبی بحیثیت نبی ہونے کے جو کچھ فرماتا ہے وحی متلو یا غیر متلو ہوتی ہے اور جو کچھ بشریت کے درجہ میں آ کر فرماتا ہے وہ وحی نہیں ہے۔ مثلاً نبی کسی سے یہ کہے پانی کا لوٹا بھر لاؤ تو گو یہ فقرہ بحیثیت آقائے امت ہونے کے واجب التعمیل ہوگا مگر اس کو وحی غیر متلو نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس حکم کو منصب رسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مکالمہ الٰہیہ اور تفہیم الٰہیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ معترضین نے درجہ رسالت اور درجہ بشریت میں فرق نہیں کیا' اس لئے سب کے سب احکام نبویہ کو غیر وحی قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہر ذی عقل کو امتیاز کر لینا فرض تھا۔

ع گر فرق مراتب نکنی زندیقی

۳۲......آدم علیہ السلام کو خطا کار اور غلط کار کہا گیا ہے موسیٰ علیہ السلام قتل عمد کے مرتکب ہوئے تھے کیا یہ بھی وحی تھی؟

جواب: یہ فعل بشریت کے درجہ میں سرزد ہوئے تھے، مگر پھر بھی ہم اسے گناہ یا جرم قرار نہیں دے سکتے، کیونکہ قتل کافر جو قتل مسلم پر آمادگی ظاہر کرتا ہو اصولی طور پر گناہ نہیں ہے۔ قتل قبطی کا واقعہ بھی اسی اصول کے ماتحت تھا۔ ہاں حکومت فرعون کا قانون یہ تھا کہ قبطی کی بے ادبی بھی نہ کی جائے۔ تو بیشک اس قانون کی خلاف ورزی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ضرور اقرار کیا ہے، مگر خود ہی سوچ لیں کہ کیا یہ اقرار سیاسی ہے یا مذہبی؟ آدم علیہ السلام کا گندم کھانا اپنے اختیار سے نہ تھا۔ بلکہ آپ کو مغالطہ دیا گیا تھا۔ قرآن شریف نے بھی آپ کو معصوم قرار دیا ہے۔ یہ بے ایمانی ہے کہ ہم خواہ مخواہ انبیاء کی تحقیر میں لگے رہیں اور واقعات کا روشن پہلو چھوڑ دیں، ورنہ اس سے بڑھ کر عصمت انبیاء کی کیا دلیل ہو سکتی کہ جو افعال یا اقوال ہمارے خیال میں صحیح اور درست ہیں۔ درجہ نبوت میں وہ گناہ عظیم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور تقرب میں استغفار کے سبب بنتے ہیں، مگر یہ کہیں سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ایسے واقعات سے کسی نبی کے وہ حقوق بھی سلب کر لئے گئے ہوں جو جناب الٰہی سے آپ کو عطا ہوئے تھے۔ امت کے لئے تو نبی ہر حالت میں واجب الاطاعۃ رہتا ہے، خواہ اس سے ایسے واقعات سرزد ہوں یا نہ ہوں۔ ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

۳۳......ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ مشہور ہیں کیا وہ بھی وحی تھے؟

جواب: یہ تینوں واقعات منصب رسالت سے وابستہ نہ تھے۔ ان کا تعلق صرف بشریت سے تھا، اس لئے ان کے متعلق وحی غیر متلو کا خیال کرنا ہی غلط ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ آپ کی

حالت مخدوش ہوگئی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجبوری کے وقت اپنا بچاؤ کرنے کی اضطراری حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسان کوئی ایک راہ اختیار کر لیتا ہے۔ **"من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما"** قاعدہ ہے کہ جب انسان دو مصیبتوں میں گرفتار ہوتا ہے تو ہلکی مصیبت اسے اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے حالت اضطراری کو حالت اختیاری پر قیاس کرنا سخت بے ایمانی ہوگی۔

۳۴.....قرآن شریف جب مصدق تورات اور مصدق انجیل ہے تو وہ کیوں قابل عمل نہیں ہیں؟

جواب:(اول) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع علیہ السلام تھے آپ کے بعد منسی نبی کاذب نے بت پرستی شروع کرادی تھی اور انجیل ضائع ہوگئی یا بقول بعض ہیکل قدس میں دفن کردی گئی تھی، ورنہ اس سے پیشتر ہیکل میں انجیل محفوظ رہتی تھی۔ ہر سات سال کے بعد یہودیوں کو حکم تھا کہ اسے آکر دہرائیں۔ ۶۲۴ قبل میلاد میں یوسیا کے عہد میں ہیکل از سر نو تعمیر ہوئی تو کسی کنارہ میں توریت کا نسخہ دستیاب ہوا۔ (۲ سلاطین، ص ر ۲۲) منسی اور یوسیا کا زمانہ ۷۶ سال تھا۔ بقول بعض یہ نسخہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دستخطی نسخہ نہ تھا۔ بلکہ اس کی نقل تھی' کیونکہ وہ پہلے ہی ضائع ہو چکی تھی اور یہ بھی تعیین نہیں کہ کس نے نقل کر کے دفن کیا تھا کسی دشمن نے یا کسی دولت مند نے کسی بادشاہ نے یا کسی راہب یا کاہن نے؟ بہر حال نسخہ مدفونہ نہایت مشکوک تھا۔

(دوم) ۶۰۶ قبل میلاد عیسیٰ بخت نصر نے تمام یہودی اور یروشیلم سے نکال کر بابل میں ستر سال قید کر دیے تھے اور اپنی زبان بھول کر کلدانی زبان بولا کرتے تھے۔ (۲ تواریخ ص ر ۲۷) اس وقت بخت نصر نے ہیکل کو آگ لگا دی اور توریت منقولہ بھی جل گئی۔ ۴۳۵ یا ۴۵۶ قبل میلاد میں حضرت عزیر علیہ السلام نے پھر توریت لکھی (مفتاح الکتاب ص ر ۲۵) اس کی

دوسری زندگی ڈیڑھ سو سال کے بعد شروع ہوئی اور یہودی اس کے تسلیم کرنے میں مختلف ہو گئے اور آٹھ (۸) جماعتیں بن گئیں۔ چنانچہ سامری اور صدوقی حضرت موسیٰ کی صرف پانچ کتابوں کو مانتے تھے جو بذریعہ الواح آپ نے مرتب کی تھیں۔ خاسدیم بعد کی الحاقی روایات کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ فریسیین اقوال علماء کو بھی مانتے ہیں۔ بسیہ فرقہ ایمان ﴿یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ﴾ رکھتے ہیں مگر حشر اجساد کے قائل نہیں ہیں۔ فقہاء معلم توریت تسلیم کئے گئے ہیں۔ ھیرودیہ فرقہ ہیرودس بادشاہ کی تابعداری میں بت پرستی بھی کرتا تھا۔ جلونیہ سیاسی جماعت تھی جو ہیرودس کو چین نہیں لینے دیتی تھی۔ لبرتینی منتظمہ جماعت تھی کہ جنھوں نے اپنے شیوخ کے حکم اوری شیلیم میں دوسری جگہ ایک ہیکل تیار کی تھی۔

(سوم) ۰ے اقبل میلاد میں ملک سوریا (یئتوکس اپی فینس) نے ہیکل کو گرادیا اور بت پرستی پر یہودیوں کو مجبور کیا چنانچہ استییوس وہاں معلم بن کر آیا اور اس نے منکرین بت پرستی کو لاکھوں کی تعداد میں مار ڈالا۔ کچھ یہودی غلام بنائے اور ہیکل کا خزانہ ۴۵۹۶۰۰۰۰ روپے مالیت کا لوٹ لیا۔ یہودی پھر ایک روز عبادت کیلئے جمع ہوئے تو جرنل اپلوینوس نے ان پر چھاپا مارا بہت سے یہودی مارے گئے اور جو بچے پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے۔ پھر اس نے ہیکل کا ملبہ سے مذبح کی جگہ اپنے بت جوبتر کی ہیکل تیار کرائی۔ (مفتاح ص ۱۳۲)

تعلیم الایمان میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اڑہائی سال تک یہودیوں کو نئی ہیکل تعمیر کرنے سے روک دیا تھا۔ اور توریت کو جلا کر حکم دیا تھا کہ جس کے پاس توریت کا کچھ حصہ بھی ملے اسے مار ڈالو۔

(چہارم) ۱۶۵ قبل میلاد میں یہودا مقاریس نے روایات کے ذریعہ سے توریت جمع کر کے ہیکل میں رکھی مگر لیطس رومی نے ۰ے بعد میلاد میں اوری شلیم کو گرادیا اور تمام اشیاء کو جلا کر راکھ کر دیا' جس میں توریت بھی جل گئی۔ یہودی کچھ مارے گئے کچھ آگ میں جل گئے

اور کچھ گرفتار ہوئے۔ (مفتاح ص ۳۲) وجہ یہ تھی کہ یہودیوں نے بغاوت کی تھی تو طیطوس کو بھیج کر اوری شلیم کو فتح کیا تھا۔ یہودی ہیکل میں پناہ گزین ہوئے تو کسی سپاہی نے آگ لگادی جس میں وہ سب جل گئے۔ بقول بعض توریت بچا کر ''روما'' کو لے گیا تھا۔ قیصر روم اور ین نے حکم دیا کہ کوئی یہودی اوری شلیم میں داخل ہونے نہ پائے۔ وہاں رومیوں کو بسا دیا اور ہیکل کی جگہ ہل چلوادیئے اور اپنے بت ''جوپر'' کی ہیکل تعمیر کرائی اور کوہ کلوری پر ایک مجسمہ حجریہ کھڑا کیا جس کا نام وینس (حسین) رکھا بستی کا نام پہلے اوری شلیم تھا اب ایلیا کے نام سے تبدیل کر دیا۔ (تفسیر ارکات ص ۱۸۵)

(پنجم) ۴۰۰ء عیسوی میں روما پر اقوام شمالی نے دھاوا بول دیا اور جو کچھ مذہبی یا تعلیمی سامان یا کتب خانے تھے سب کو آگ لگادی جس میں توریت اور انجیل بھی جل گئی۔

(آفتاب صداقت ص ۲۳۷)

(ششم) شاہ ایران نے عیسائیوں پر حملہ کیا اور گرجے گرادیئے۔ دس دفعہ یہی حالت ہوتی رہی۔ حملہ آوروں کے نام یہ ہیں۔ نیرو، دولشیان، تراجن داودین، لوکی بیر، سبت می سیر، مکسمیان، دیکی، بلوریاں، اریلیان، لاماشر دیوکلیشیان۔

(ہفتم) ''دافع العقبان'' مطبوعہ الہ آباد ۱۸۴۵ء میں ہے کہ ''جب یہودیوں نے ہیکل تعمیر کی تو سامریہ فرقہ نے کہا کہ ہمیں دوسری جگہ ہیکل بنانے کا حکم ہوا ہے۔'' حضرت عیسیٰ سے سوال ہوا کہ ان دونوں میں کون سے ہیکل اپنی جگہ پر واقع ہے تو آپ نے سکوت اختیار کیا۔ بہر حال توریت پانچ دفعہ مری اور پانچ دفعہ زندہ ہوئی۔ اس لئے حضرت موسیٰ کی اصلی توریت جو پانچ الواح میں تھی آج نہیں ملتی۔

۳۵......انجیل مقدس تو صحیح طور پر ملتی ہے اسے کیوں واجب العمل نہیں بنایا جاتا؟

جواب: انجیل کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دس دفعہ مر چکی تھی۔

۳۶......کیا بائیبل خدا کا کلام نہیں ہے؟

جواب: ''کتاب ہارن'' جلد چہارم میں ہے کہ صحیفہ عیسیٰ ابن مریم عبرانی میں تھا۔ ''متی'' نے وہاں سے بہت نقل کیا اور لوقا و مرقس نے کم نقل کیا ہے۔ نورتن اپنی کتاب ''علم الاسناد'' ۱۸۳۷ء میں لکھتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت مسیح کا زمانہ نہیں پایا تھا۔ ان کے لئے ایک مختصر سیرت مسیح لکھی گئی تھی جس میں سے متی لوقا اور مرقس نے اپنی اپنی انجیل میں مضامین نقل کئے ہیں اور یہ انجیلیں مقبول ہوئیں۔ باقی اناجیل غیر معتبر ٹھہریں' کیونکہ ان کا ماخذ وہ صحیفہ نہ تھا۔ ان میں بھی جو نقص باقی رہ گئے تھے مصنفین نے ان کو اپنی طرف سے دو تین دفعہ پورا کر دیا۔ ''تاریخ موشیم'' جلد اول، ۱۸۳۸ء میں ہے کہ ناصریہ اور ابیونیہ کے پاس ایک اور انجیل ہے جو ان اناجیل کے خلاف ثابت کرتی ہے، کہ مسیح انسان تھے اس کو ''انجیل حواریین'' کہتے ہیں اور یہ انجیل پہلی صدی عیسوی میں مرتب ہوئی تھی۔ (رومن تواریخ کلیسیا، ج ۳۶/ص ۹۷)

۳۷......اناجیل اربعہ بطریق نقل تو صحیح ہیں۔

جواب: یہ امر بھی مشکوک ہے کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد آٹھویں سال میں ۴۱ء (یا چار سال بعد ۳۷ء میں) متی نے انجیل اول عبرانی زبان میں یہودیہ میں آ کر عبرانی عیسائیوں کیلئے لکھی تھی اور اس کا یونانی ترجمہ ۶۱ء میں ہوا یہ معلوم نہیں کہ خود متی نے یہ ترجمہ کیا یا کسی اور نے؟ (رومن تفسیر ے مفتاح ۲۲۰) انسائیکلو پیڈیا برٹینکا ج ۱۹/، میں ہے کہ انجیل متی کے سوا دوسری اناجیل یونانی میں لکھی گئی تھیں۔ متی نے رسالہ عبرانیین بھی عبرانی میں ہی لکھا تھا' بہر حال اب عبرانی انجیل بالکل نہیں ملتی۔ مرقس، تابعی ہے پطرس اور پولس کا شاگرد تھا انہوں نے ہی اسے عیسائی بنایا تھا اس نے ان کے مرنے کے بعد روما میں آ کر لاطینی زبان میں انجیل دوم مرتب کی' جس کے متعلق یہ امر ابھی تک مشتبہ ہے کہ اس نے اپنے خیالات کو اپنے شیوخ کے سامنے پیش بھی کیا تھا یا نہیں؟ (طلوع آفتاب صداقت، ص ۲۶۹) ''مفتاح'' ص ۲۴۸/

میں لکھا ہے لاطینی انجیل کے کچھ ورق کتب خانہ وینس میں موجود ہیں اور اس کا ترجمہ یونانی ملتا ہے اصل کتاب نہیں ملتی۔ اسکات دیباچہ میں لکھتا ہے کہ اس کا سن تالیف معین نہیں۔ مگر غالباً ۵۶ اور ۶۳ کے درمیان لکھی گئی ہے۔ انجیل سوم لوقا تابعی کی ہے۔ پولس حواری جب تر واس میں آیا تو لوقا طبیب جو انطاکیہ کا رہنے والا تھا ساحل بحیرہ روم میں اسے آملا اور اس کے ہاتھ پر عیسائی ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی سفر کرتا رہا۔ تھیوفلس مصری کی فرمائش سے لوقا نے اپنی انجیل ۶۳ میں مرتب کی جب کہ وہ 'دیار اخایۃ' میں مقیم تھا اور ایک سال بعد کتاب اعمال الرسل لکھی۔ (مفتاح ص ۱۴۱، تواریخ کلیسا) نوید جاوید میں لکھتا ہے کہ پطرس اور پولس دونوں اس کے استاد تھے اس لئے اپنی کتاب میں جمع متکلم کی ضمیریں لکھتا ہے' مگر یہ حیرت ہے کہ حواری انجیل نہیں لکھ سکے۔ انجیل لکھی تو ان کے شاگرد نے لکھی۔ دوسرا تعجب یہ ہے کہ پطرس شیخ مرقس مخلص حواری نہ تھا اور پولس عہد مسیح میں آپ کا دشمن رہا۔ مگر واقعہ صلیب کے بعد یہ دونوں مخلص ثابت ہوتے ہیں اور ان کے شاگردوں سے سن کر انجیلیں لکھتے ہیں۔

انجیل چہارم ''یوحنا'' یہودی کی تالیف ہے جو واقعہ صلیب کے ستر سال بعد ۱۰۰ء میں لکھی گئی۔ وہ اپنی کتاب مکاشفات ۹۵ میں تالیف کر چکا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ کسی اور نے لکھی ہے' کیونکہ اس میں عبرانی الفاظ کی تشریح غیر زبان میں موجود ہے، ورنہ یہودی کو اس تشریح کی کیا ضرورت تھی؟ برشینڈز معترف ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں کسی عیسائی نے یہ کتاب لکھی تھی۔ اسٹاڑلن کا خیال ہے کہ اسکندریہ میں کسی طالب علم نے لکھی تھی ارینوس تلمیذ بولی کارب اور بولی کارب تلمیذ یوحنا ہے۔ ارینوس سے پوچھا گیا کہ کیا یہ کتاب یوحنا کی ہے تو خاموش رہا۔ (نوید جاوید، کاتلک ہرلڈ ۱۸۴۴ء اخفتم ص ۲۰۵)

۳۸...... بائبل تو مسلمہ کتاب ہے جس میں سب کی تصدیق موجود ہے۔

جواب: نوید جاوید میں لکھا ہے کہ توریت کا ذکر تاریخ قدیم میں ہیرودس نے نہیں کیا۔ جو ۴۰۰

قبل میلاد میں ملاکی نبی کا ہم عصر تھا اور نہ ہی گھیومرس ہمعصر یسعا نبی نے کیا ہے، جو ۵۰۷ قبل میلاد مسیح ہو گزرا ہے۔ ''وھسٹید معاصر الیاس'' بھی اس کا ذکر نہیں کرتا جو ۹۰۰ قبل میلاد میں تھا'' گھیومرس'' اور وھسٹید مذہبی مباحثات میں معبودان باطلہ کا ذکر کرتے ہیں مگر توریت کے متعلق کچھ نہیں لکھتے' اس لئے یہ بھی وید کی طرح بلا ثبوت روایت ثابت ہوتی ہے ''مفتاح التواریخ'' میں لکھا ہے کہ رسم ستی ۳۳۳ ق،م، اسکندر کے زمانہ میں تھی یہ قول نصاریٰ ہے کہ توریت ۱۵۰۰ سال قبل مسیح لکھی گئی تھی جو صرف ایک جلد میں تھی۔ ۲۸۴ ق،م میں ۷۲ اشخاص کی معیت میں اس کو یونانی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور پانچ کتابیں بنائی گئیں۔ (مفتاح ص ۳۳)۔ ''ہدایۃ المسلمین'' مطبوعہ ۱۸۶۸ء لاہور میں ہے کہ ۷۲ عالموں نے ۲۰۰ ق،م، میں اس کا ترجمہ کیا تھا تو اب یہ تاریخ بھی مشکوک ٹھہری۔ ہارن جلد ۲، صفحہ ۱۵۶ میں ہے کہ اسحاق یہودی نے ۱۵۰۰ء میں اس پر علامات آیات مقرر کیں۔ مفتاح، ص ۶۱ر میں ہے کہ کارڈنل ھرگو نے ۱۲۴۰ء میں اس کے باب مقرر کئے اور رابرٹ اسٹیفیٹس ناظم مطبعہ سلطانیہ فرانس نے انجیل پر ۱۵۴۵ میں علامات آیات لکھے اور باب مقرر کئے۔

۳۹...... ''**الرسول** '' کا لفظ بمعنی کتاب اللہ ہے۔

جواب: جب اطاعت کے ساتھ آتا ہے تو اس کا معنی نبی ہوتا ہے کیونکہ اطاعت کتاب کوئی محاورہ نہیں ہے کتاب اللہ کے ساتھ ایمان کا لفظ آتا ہے۔ ﴿**یُؤْمِنُوْنَ بِالْکِتَابِ**﴾ اور یوں نہیں آیا کہ **یطیعون الکتاب والقران**، اس لئے یہ خیال غلط ہے کہ اطاعت نبی کا حکم نہیں ہے۔

۴۰...... ''نبی'' صرف حکم رساں ہوتا ہے۔

جواب: بشرطیکہ نبی کے حقوق امت پر نازل نہ ہوں ورنہ وہ سارے حقوق بھی پانے کا مستحق ہوتا ہے۔ بالخصوص ہمارے نبی تو شارع بن کر بھی آئے ہیں ﴿**یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبَاتِ**﴾ اور

﴿يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ﴾ ﴿يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

۴۱......قرآن شریف میں ہے کہ عیسائی انجیل پر عمل کریں اور یہودی توریت پر تو پھر تبلیغ کیسی؟

جواب: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اصلی توریت اور انجیل ضائع ہو چکی تھیں اور جس قدر بھی ان کے پاس قلمی نسخے موجود تھے ان میں لوگوں نے سنی سنائی باتیں جمع کی ہوئی تھیں اور ان روایات کی اسناد انبیاء تک مرفوع نہ تھی، بلکہ تمام احادیث مرسلہ یا منقطعہ اور موضوعہ کی طرح تھیں اس لئے حدیث متواتر کی طرح واجب التعمیل نہ رہی تھیں۔ عیسائی بھی مانتے ہیں کہ موجودہ بائیبل تواریخ انبیاء ہے ورنہ یہ کلام الٰہی نہیں ہے۔ اگر کسی کسی جگہ بطریق روایت احکام بھی آئے ہیں مگر وہ بلفظ وحی محفوظ نہیں ہیں۔ ان میں راویوں نے اپنی طرف سے کافی الحاقی عبارتیں درج کر دی ہیں۔ قرآن شریف بھی بار بار ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے تحریف سے کام لیا تھا اور اپنی طرف سے حواشی لکھ دیئے تھے جن کو قرآن شریف نے ''اھواء'' کا لقب دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ﴿لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآئَهُمْ﴾ تم ان کے خود ساختہ مسائل کی پیروی مت کرو، ان کو بھی دعوت دی گئی تھی کہ نبی امی کی پیروی کرو، اور حضور کو بھی حکم تھا کہ اعلان کر دیں کہ ﴿عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾ میں اور میرے تابعدار ہدایت پر ہیں۔ اور یوں بھی حکم ہوا ہے کہ ﴿اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''میں سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔'' اس لئے گو شروع اسلام میں دعوت عامہ نہ تھی مگر بعد میں سب کو دعوت دی گئی اور توریت اور انجیل پر عملدرآمد کرنا منسوخ ہوا۔ اور حضور ﷺ جب مدینہ میں بادشاہ تسلیم کئے گئے تھے تو غیر مذاہب سے معاہدہ کیا گیا تھا کہ اپنے اپنے ''اصول مذہبی'' کے مطابق پابند رہیں، ورنہ اسلام مجبور نہیں کرتا کہ ایک یہودی یا عیسائی کو اصول اسلامی کے مطابق عمل

پیرا ہونے کو کہا جائے۔ عادل بادشاہ کی یہ صفت ہوتی ہے کہ غیر مذاہب سے بھی رواداری کا سلوک رکھے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام بھی عیسائیت اور یہودیت کو تسلیم کرتا ہے اور اپنی تبلیغ نہیں کرتا؟

۴۲......قرآن شریف میں حضور کا کوئی معجزہ نہیں ہے۔

جواب: انجیل اور تورایت میں بھی کوئی معجزہ نہ تھا اور جو معجزے پیش کئے جاتے ہیں وہ تاریخی روایات میں پیش کئے جاتے ہیں' اسی طرح حضور ﷺ کے معجزے بھی تواریخ محمدی، احادیث نبویہ اور کتب سیر میں موجود ہیں انکار کی وجہ نہیں ہو سکتی اور تائید نشان ہر ایک نبی کو ضرور ملتا ہے' چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور عصائے موسوی دیا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیاء موتی اور ابراء مرضی عطا ہوا، حضرت صالح علیہ السلام کو ناقہ دی گئی تھی، حضرت نوح علیہ السلام کو غرق، حضرت شعیب علیہ السلام کو حرق، حضرت ابرہیم علیہ السلام کو نجات من النار بخشی گئی اور حضرت لوط علیہ السلام کو اہلاک قری عطا ہوا۔ اسی طرح سے حضور ﷺ کو تائیدی نشان کلام الٰہی کی نظم بندی عطا ہوئی جس کے مقابلہ میں فصحاء عرب عاجز آ گئے اور آج تک اس کے مقابلہ میں ایک آیت بھی نہ لکھ سکے' گو مسیلمہ کذاب نے فرقان اول اور فرقان ثانی لکھا جس میں اس نے لکھا کہ **الذین یغسلون الثیاب بایدیھم اولئک ھم المفلسون، الفیل وما ادراک ماالفیل ذنب قصیر وخرطوم طویل، والنساء ذات الفروج**...... الخ ابوالعلاء معرّی نے بھی قلم اٹھایا اور کہا **اقسم خالق الخیل، والریح الھابۃ بلیل، بین الشرف ومطالع سھیل، ان الکافر بطویل الویل، وان العمر لمکفوف الذیل، اتق مدارج السیل، وطالع توبۃ من قبیل، تنج وما اخالک بناج**، مگر وہ بات جو قرآن میں ہے پیدا نہ کر سکے آخر مٹ کر رہ گئے۔ زمانہ حال میں گو ''بہائی اور بابی مذہب'' نے الہامی کتب لکھ کر قرآن شریف کو منسوخ قرار دیا ہے'

مگر مقابلہ پر ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ ''مرزائی الہامات'' اور ''اعجازیہ قصائد'' بھی قرآن کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ دوسرے انبیاء کیلئے معجزے تھے اور حضور کا معجزہ کوئی نہ تھا غلط بلکہ سخت بے انصافی ہے۔

۴۳......معجزہ شق القمر مذکور ہے مگر اس کی تائید نہیں ملتی۔

جواب: ید بیضا، احیاء اموات وغیرہ کی تائید کب تواریخ میں ملتی ہے؟ ''شق القمر'' کا واقعہ اس وقت ہوا جبکہ وہ افق کے قریب تھا۔ کفار مکہ نے افتراحی معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ان میں کوئی منکر نہ رہا۔ بلکہ یوں کہنے لگے کہ ﴿هٰذَا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾، یہ زبردست جادو ہے۔ دوسرے ملکوں میں اس وقت وہ منظر موجود نہ تھا کیونکہ اختلاف مطالع سے کسی جگہ چاند غروب ہو چکا تھا اور کسی جگہ طلوع ہی نہیں ہوا تھا اور کسی جگہ ابھی رات ہی نہیں پڑی تھی۔ لوگ بے خبر تھے اور وہ معجزہ آنی فانی تھا اس لئے تواریخ میں مذکور نہیں ہوا۔ تو اسلام اس کا ذمہ دار نہیں ہے اور جو لوگ اس معجزہ کو تحریف کر کے قیامت سے وابستہ کرتے ہیں یا اس کو ادیان سابقہ کی منسوخی بتاتے ہیں وہ قرآن کے خلاف کرتے ہیں' کیونکہ اس میں صاف مذکور ہے کہ کفار نے اس واقعہ کو زبردست جادو تصور کیا تھا۔

۴۴......قرآن شریف بھی تو بعد میں مرتب ہوا تھا۔

جواب: قرآن شریف کے بعینہ وہی الفاظ وحی حضور کے وقت سے موجود تھے جن کو بعد میں جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کیا گیا تھا اور توریت وانجیل کے الفاظ وحی ضائع ہو چکے تھے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف بعینہ وہی ہے جو حضور پر نازل ہوا۔ اور وہ نہیں کہہ سکتے کہ بائبل وہی ہے جو انبیاء پر نازل ہوئی تھی۔

۴۵......جمع حدیث سے منع کیا گیا تھا پھر احادیث کیوں جمع کی گئیں؟

جواب: جمع قرآن سے پہلے خطرہ تھا کہ وحی متلو اور وحی غیر متلو آپس میں خلط ملط ہو جائے

اس لئے جب قرآن سے فراغت حاصل کرنے سے یہ اندیشہ جاتا رہا تو جمع احادیث کی طرف توجہ کی گئی کیونکہ وحی غیر متلو کا جمع کرنا بھی ضروری تھا۔ بائیبل یوں جمع نہیں ہوئی کیونکہ وحی متلو ضائع ہو جانے کے بعد ایک ایک کمپنی نے تاریخی طور پر اپنے الفاظ میں اس کو جمع کیا تھا اور جن انبیاء کی طرف اس کے حصے منسوب ہیں وہ بھی انبیاء کی تصنیف نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر جگہ صیغہ غائب کے لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ نبی کی اپنی کتاب میں اپنی موت کا ذکر ہے اور ایسے مقامات اور واقعات کا ذکر ہے جو نبی کی اپنی زندگی کے بعد موجود ہوئے تھے اور طرز تحریر ایسا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص حالات ساتھ بیان کر رہا ہے اور قرآن شریف ایسے نقائص سے بالکل منزہ ہے۔

۴۶...... معصوم نبی حضرت مسیح کے سوا کوئی دوسرا نہیں نظر آتا۔

جواب: اناجیل کی رو سے بھی یہ مخدوش ہے اور قرآن شریف میں بھی فہرست انبیاء کو ﴿یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِیْلَۃَ﴾ میں درج کیا گیا ہے کہ جس کا یہ مطلب ہے کہ یہ تمام تقرب الٰہی کا وسیلہ ڈھونڈتے تھے اور خوف الٰہی سے لرزاں تھے۔ تو اب جس خیال سے آپ کو معصوم کہا جاتا ہے وہ بات جاتی رہی۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن شریف نے حضرت مسیح کی پاکدامنی بیان کرنے کا ذمہ لیا ہے اس لئے وہ حالات نظر انداز کر دیئے ہیں کہ جن میں کمزوری کو دخل تھا' تو کیا جس کی بابت قرآن شریف افراط و تفریط میں اعتدال بیان کرتا ہے اس کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ تمام انبیاء پر اس کو افضل تسلیم کرتا ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ تفریط کے لحاظ سے آپ کو صف انبیاء میں کھڑا کر دیا ہے جو ایک بڑا احسان ہے جس کا معاوضہ عیسائی تعلیم قیامت تک نہیں دے سکتی۔

۴۷......اسلام مانع ترقی ہے جو جمود پیدا کرتا ہے اور اس کی پابندی آج ہمیں ہر کام سے رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔

جواب: یہ صرف اسلام سے روگشی کا سبب ہے، ورنہ اس کی عبادات ہر جگہ ادا ہوسکتی ہیں اور اگر انسان یہ ارادہ کرلے تو موجودہ خوراک وپوشاک میں اس کی خاطر اصلاح سے کام لے سکتا ہے یا اس کو ترک بھی کرسکتا ہے۔ بنگالیوں نے اپنے لباس کو تبدیل نہیں کیا، کیا وہ برسر ترقی نہیں ہیں؟ معاملات میں بھی اگر حکومت سے اصلاح طلب کی جائے تو کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہوسکتی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ خود بخود لوگ تمدن یورپ میں جذب ہوئے چلے جاتے ہیں اب اس کا علاج ہو تو کیسے ہو؟

۴۸......تعدد ازدواج مکروہ فعل ہے؟

جواب: انسان کو اعتدال پر چلانے کیلئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے ایک عورت اگر حاملہ ہو تو اڑھائی سال تک زچہ کے قابل نہیں رہتی اور اس اثناء میں مرد کو ضرور ہے کہ یا تو صبر کرے اور بیماریوں میں مبتلا ہو اور یا محرمات کا مرتکب ہو یا دوسری عورت سے تعلق پیدا کرے۔ وہ بھی اگر حاملہ ہو جائے تو تیسری سے صحت قائم رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح چار تک طاقتور آدمی اپنی صحت قائم رکھ سکتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی جبر نہیں کیا گیا کہ ضرور چار ہی شادیاں ہوں' بلکہ چار تک حسب طاقت اجازت ہے تاکہ صحت قائم رہ سکے، ورنہ یا تو خود بیمار اور بدچلن ہو جائے گا اور یا اولاد یا بیوی دق اور سل میں مبتلا ہو کر بیکار ہو جائے گی۔

۴۹......حضور نے چار سے بڑھ کر کیوں نکاح کئے تھے؟

(ج) حضور ﷺ کیلئے قرآن شریف میں حد بندی نہیں کی گئی۔ شباب میں حضور نے ایک ہی نکاح کیا تھا۔ بعد میں قبل از ممانعت شادیاں فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ان کو بھی ایک دفعہ اختیار دے دیا تھا کہ چلی جائیں لیکن انہوں نے آپ ہی کو پسند کیا اور بطور کنیز کے یا خدمت گار کے آپ کے گھر رہتی تھیں۔

۵۰......نکاح صغیر معیوب ہے۔

جواب: حضور ﷺ نے خود صغیرہ سے نکاح کیا اور ام سلمہ کے بیٹے کا نکاح بنت حمزہ سے کیا۔ اس لئے اسلام میں یہ نکاح جائز رکھا گیا' تا کہ اولاد خود سر ہو کر غلطی کا ارتکاب نہ کرے اور جائداد موروثی ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

۵۱......وراثت کا قانون مضر ہے۔

جواب: پوتے کو بیٹے کے ہوتے ہوئے حصہ نہیں ملتا۔ ہاں اگر اس کا باپ حصہ حاصل کر چکا ہے تو اس کا مستحق ہوگا۔ مسلمانوں کی یہ اپنی غلطی ہے کہ پشت در پشت تک مال متروکہ تقسیم نہیں کرتے، ورنہ اسلام ایسی غلطی کا ذمہ دار نہیں ہے۔

۵۲......بیٹی کو اگر وارث بنایا جائے تو غیر کے گھر جائیداد چلی جاتی ہے۔

جواب: مگر غیر کی لڑکی لینے سے آ بھی تو جاتی ہے۔ اس تبادلہ سے کسی کو شکایت کا موقع نہیں رہ جاتا۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا اپنا ہی شیرازہ بکھرا ہوا ہے، اسلام سے یوں ہی روٹھ رہے ہیں۔

۵۳......شفاعت انبیاء قرآن سے ثابت نہیں؟

جواب: شفاعت کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء اپنی عین حیات میں اپنی اپنی گناہ گار امت کے لئے رحم کی درخواست بھی کرتے ہیں اور انہوں نے ان کی ایذا رسانی سے تنگ آ کر ان کی تباہی کا بھی مطالبہ کیا تھا' چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کے بچاؤ کے لیے لفظوں کی آڑ لے کر رحم کی درخواست کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام قوم لوط پر رحم کھا کر عذاب سے بچاؤ کی کوئی صورت ڈھونڈتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام مشرکین نصاریٰ کی سفارش کرتے ہیں کہ ﴿ اِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ خود قرآن شریف میں مذکور ﴿مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ الٰہی اجازت کے بغیر کوئی مجاز نہ ہوگا کہ سفارش کرے۔ یوں بھی آیا ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کے

پاس معافی کی درخواست کیلئے آتے تو ضرور اپنے خدا کو غفور رحیم پاتے۔ بہر حال اس قسم کے متعدد واقعات ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء مجاز ہیں کہ رحم کی درخواست یا تباہی کی تحریک کریں، ورنہ شفاعت سے یہ مراد نہیں کہ کوئی شخص خدا پر اپنے تقدس یا قوت بازو کی وجہ سے مرعوب کر کے دباؤ ڈال سکتا ہے۔

۵۴.....انبیاء پر القاء شیطانی بھی ہوتا ہے تو ان کی تبلیغ صاف کیسے رہی؟

جواب: سورۃ حج میں مذکور ہے کہ جو بھی رسول ہو گزرے ہیں جب وہ خدا کا کلام پڑھنے لگتے تھے تو بعض دفعہ شریر الطبع مخالفین اپنی آواز سے چند فقرے کہہ کر سامعین کو یہ وہم دلاتے تھے کہ یہ بھی خدا کا کلام ہے مگر بعد میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا تھا۔ خود حضور ﷺ ایک دفعہ "سورہ نجم" سنا کر تبلیغ فرما رہے تھے تو کسی مخالف نے وقفہ کا موقع پر اسی وزن پر چند فقرے یوں کس دیے تھے کہ **(تلک الغرانیق العلی، ان شفاعتهن لترتجی)** یہ بت بھی سفارش کریں گے۔ جس سے سامعین نے تمسخر کے طور پر یوں اڑا دیا کہ لو جی! آج تو حضور بھی ہمارے بتوں کو سراہتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر تبلیغی مجلس کا رنگ بدل دیا تھا۔ مگر جن لوگوں نے وہ تمام سورت سنی تھی انہوں نے خود بخود اس آمیزش کلام کا فیصلہ کر لیا تھا" کہ ماقبل مابعد سے یہ فقرے تطابق نہیں کھاتے" کیونکہ اس سورت میں پہلے خود حضور کے اوصاف مذکور ہیں اور تھوڑی دور جا کر خدا کی وحدانیت مذکور ہوتی ہے اور پھر یہ مسئلہ حل کیا جاتا ہے کہ بت پرست فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بناتے تھے اور بتوں کو خدا کی بیبیاں۔ اور تردید کی گئی ہے کہ یہ لوگ اپنی طرف سے اپنے خداؤں اور فرشتوں کے نام خود عورتوں کے عنوانات سے تجویز کرتے ہیں، ورنہ اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں' بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمام کا پروردگار ہے خواہ تم ہو یا تمہارے معبود، فرشتے ہوں یا بت۔ اس مقام پر قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ "القاء شیطانی" سے مراد اس جگہ انسانی غفلت ہے' کیونکہ انبیاء

چونکہ انسان ہوتے ہیں اس لئے کسی وقت ذکر الٰہی اور تلاوت کلام اللہ میں نسیان بھی ہو جاتا ہے مگر انبیاء کی شان یہ ہے کہ خدا فوراً اس غفلت بشری کو رفع کر کے اپنے نبی کو اپنی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ خود حضور ﷺ نے ایک دفعہ نماز میں چار کی بجائے تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تھا تو بعد میں فوراً آپ نے حضور قلب کو قائم کر کے اس نماز کی تکمیل کر لی تھی اور یہ ضروری نہیں کہ دوسرے لوگ بھی فوری تدارک کر سکیں یا خود خدا ان کے لئے تدارک فوری کا ذمہ دار بنتا ہو۔ اور یہ عام تجربہ ہے کہ جب ذکر الٰہی کرنے والے کو حالات، ماحول یا فوری خوشی یا غمی کے خیالات آدباتے ہیں تو اسے وہ لطف نہیں رہتا اور نہ ہی جمعیت قلب قائم رہ سکتی ہے۔ اور یہی اشارہ اس آیت میں بھی ہے، ورنہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو بھی رسول آتے رہے ہیں ان کو القائے شیطانی بھی ہوتا تھا کہ جس میں شیطان ان کی زبان سے جو کچھ چاہتا تھا کہلا لیتا تھا۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ **تلک الغرانیق**، کا فقرہ خود حضور کی زبان سے سنا گیا تھا، کیونکہ محققین اسلام نے اس طرز پر وجود واقعہ کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کیا اور صاف لکھ دیا ہے کہ مخالفین نے حضور کو بدنام کرنے کیلئے یہ تہمت باندھی ہوئی ہے گو اسلامی پہلا مؤرخ ابن اسحاق اس کی تائید یا تردید میں بھی کچھ لکھتا ہے مگر امام رازی اور بیضاوی اور دوسرے محققین اس طرز واقعہ کی سخت تردید کرتے ہیں اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ انبیاء کی تعلیم اور تبلیغ ہمیشہ سے بے لوث رہی ہے

۵۵......حضرت ابراہیم کے تین جھوٹ مشہور ہیں۔

جواب: مشہور مقولہ ہے کہ ”دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز“ اور یہ تسلیم شدہ اصول ہے کہ ”**الضرورات تبیح المحظورات**“ انسان کی آزادانہ حالت میں جو باتیں نامناسب معلوم ہوتی ہیں۔ خطرۂ جان کے وقت وہی حکمت اور مصلحت بن جاتی ہیں اسی

طرح حضرت ابراہیم نے ظریفانہ طور پر اپنی بت پرست قوم سے نجومی مسلمات کے طور پر ان کے شامل نہ ہونے کی وجہ سے محض ٹالنے کی خاطر پہلے تو طالع پر نظر ڈالی تھی۔ تو پھر کہہ دیا تھا کہ لو آج میری بیماری کا دن ہے میں نہیں جا سکتا' اس لیے وہ لاجواب ہو کر چلے گئے' تو آپ نے موقع پا کر نمرود کے بت خانہ میں جا کر تمام پوجاریوں سے بت خانہ خالی پاتے ہوئے بت توڑنے شروع کر دیئے۔ اور اخیر میں بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا اور آپ چل دیئے۔ میلے سے واپس آ کر قوم کے لوگ اپنے بت تباہ دیکھ کر سوچنے لگے کہ یہ تباہی کس نے پھیر دی ہے' آخر قرار پایا کہ یہ ابراہیم کا ہی کام ہے۔ پوچھنے پر آپ نے ظریفانہ انداز سے یوں اقرار کیا کہ یہ آپس میں لڑ پڑے تھے تو بڑے نے سب کو تباہ کر دیا تھا ۔ اب وہ دم بخود ہو کر آپ کے جانی دشمن بن گئے اور تجویز کیا کہ ایک بھاری آتش کدہ بنا کر اس میں آپ کو ڈال دیا جائے تا کہ ایک عبرتناک سزا آپ کو ملے۔ مگر خدا نے آپ کو وہاں سے بچا لیا تو آپ وہاں سے ہجرت پر آمادہ ہو گئے تو آپ کی بیوی بھی ساتھ ہو لی۔ راستہ میں ایک مقام پر آپ ٹھہرے تو وہاں کے بادشاہ نے زنا بالجبر کرنے کے لئے پوچھا' کہ تمہارا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ تو ابراہیم نے موجودہ رشتہ کو نظر انداز کر کے اضطراری حالت کو ملحوظ رکھ کر اپنی پہلی رشتہ داری کا اظہار کیا کہ ہم چچازاد بہن بھائی ہیں اور یہ فقرہ زبان پر نہ لائے کہ اب ہم آپس میں میاں بیوی بھی ہیں تا کہ جان بچ جائے' کیونکہ وہ بادشاہ نو وارد کو قتل کر کے اس کی بیوی کو زبردستی زنا سے ملوث کر دیا کرتا تھا۔ بہر حال جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے ان تین مقامات پر آزادانہ طور پر ایسا طرز کلام کیوں اختیار کیا تھا کہ جس میں طبیعت کی شوخی پائی جائے۔ اور خلاف واقعہ امر کا چقمہ دے کر مخاطب سے قطع کلامی کا راستہ ڈھونڈا جائے، وہ ہمیں بتائیں کہ اگر ایسے موقعہ پر خود (اعتراض کنندہ) مبتلا ہوتے تو کیا

ایسے کلام سے اپنی جان نہ بچاتے ؟ بلکہ ہمیں یقین ہے کہ ذومعنی لفظ تو کجا صاف جھوٹ بولنے پر بھی صبر نہ کرتے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ کہا تھا ذومعنی کلام تھا جو ایک پہلو سے سچ ہوتا ہے اور دوسرے پہلو سے اس کا کچھ اور مطلب ہوتا ہے، جس کو نہایت محتاط آدمی لفظ کذب سے تعبیر کر سکتا ہے۔ مگر کذب کی تعریف میں نہیں آ سکتا کیونکہ اس میں شرط ہے کہ کلام کا کوئی پہلو بھی صحیح نہ ہو اس کے علاوہ یہ تمام واقعات آغاز شباب میں گزرے ہیں؛ جس میں تمام کمزوریاں عنفوان شباب پر نچھاور ہوا کرتی ہیں۔ تاہم پیغمبر کا شباب پھر بھی اعتدال سے تجاوز نہیں کرتا بلکہ جس مطلب کو پیش نظر رکھتا ہے اس کے وسائل اختیار کرنے میں اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتا۔

۵۶......نکاح زینب میں کمزوری پائی جاتی ہے۔

جواب: آج شریف ووضیع اور کفو وغیر کفو کی حیثیت کو تمدن یورپ پر نثار کر دیا گیا ہے اور تمام امتیازی مآثر ومفاخر کو خیر باد کہہ کر صرف دھرتی ماتا کی اولاد ہونے کو مساوی طور پر قومیت اور کفو تصور کیا گیا ہے اور صرف دو ہی قومیتیں رہ گئی ہیں، مغربی قومیت اور مشرقی قومیت اور وہ بھی توالد وتناسل میں نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ اب اس حالت میں جب کہ ہم اپنی قومیت۔ اور امتیازات خصوصی کو بالکل کھو بیٹھے ہوئے ہیں ہمیں معذور سمجھا گیا ہے کہ ہم غیرت اور عصبیت یا کفو اور قومیت کے امتیازی مفاخر ومآثر کو بنظر تحقیر دیکھیں اس لئے نکاح زینب میں موجودہ طرز معاشرت کو نظر انداز کر کے اگر خود مشرقی غیرت اور تعصب قومی کو جو آج سے دس سال قبل ہم میں خود موجود تھی مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آ جاتا ہے کہ اگر غیر قوم میں شادی ہو جائے۔ تو بیوی کی ناراضگی سے وہ معاہدہ نکاح فسخ کرانا ہی اخلاقی فرض ہو جاتا ہے۔ حضرت زینب قریشی اور ہاشمی النسل حضور کے بہترین رشتہ داروں کی ایک

پاکیزہ باغیرت پاکدامن عورت تھی' وہ کب گوارا کرسکتی تھی کہ زید سے جو صرف عربی النسل ہی تھا اور غلامی کی کمزوری اس کے مآثر و مفاخر کو کھا چکی تھی، دیر تک نکاح قائم رکھتی۔ گو شروع میں اس نے اپنی طبیعت پر دباؤ ڈال کر بحکم اطاعت رسول سر تسلیم خم کر دیا تھا مگر فطرتی جذبات سے مجبور ہو کر اس امر کی متقاضی ہو رہی تھی کہ اپنی کفو کے اندر ہی دوسرے ہم عصر عورتوں کی طرح باعزت و توقیر زندگی بسر کرے۔ اور اس قسم کا خدشہ خود حضور علیہ السلام کے دل میں بھی پیدا ہو گیا تھا' مگر ظاہری معاہدہ نکاح کی پاس خاطر کو ملحوظ رکھ کر حضور بھی فسخ نکاح پر زور نہیں دیتے تھے' لیکن جب دیکھا گیا کہ زینب اس تحقیر آمیز نکاح کو پسند نہیں کرتی تو اس کے حسب منشا حضور نے اس کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ تاکہ جو کمزوری وہ دیکھ چکی تھی اس کا تدارک اور ازالۂ نقصان مکمل طور پر ہو جائے اور اخلاقی طور پر یہ معاملہ سدھر جائے۔ اب اگر اخلاقی کمزوری کا سوال پیش کیا جاتا ہے اور یا حضور کے متعلق شیفتگی کا الزام پیش کیا جائے تو اس کی ذمہ دار وہ چند بے اصل روایات ہیں جو اسلام کے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہے۔ اور یا ہماری اپنی اخلاقی کمزوری ذمہ دار ہے جب کہ ہم مسئلہ کفو کو چھوڑ کر سید مراسی، راجپوت، اور جولاہہ کو ایک درجہ سمجھ کر رشتہ داری کر لیتے ہیں۔ اور یا اہل ہنود کی پرانی رسوم کا اثر ذمہ دار ہے کہ جس کو ہم اپنا بیٹا کہہ بیٹھیں وہ حقیقی طور پر بیٹا اور جائز وارث بن جاتا ہے۔ لیکن اسلامی اخلاق ایسی لفظی کاروائی کو بے اصل سمجھ کر سخت مخالفت کرتا ہے کیونکہ اگر صرف لفظی استعمال سے وراثت کے حقوق پیدا ہو سکتے ہیں تو 'ج' کو اختیار ہو گا کہ 'ذ' کی بیوی یا ماں کو اپنی بیوی یا ماں تصور کر کے وراثت کا استحقاق پیدا کر لے۔ ورنہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جب دوسری رشتہ داریاں لفظوں سے پیدا نہیں ہو سکتیں تو باپ بیٹے کا تعلق لفظوں سے کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے؟ اس لئے ثابت ہوا کہ حضور کا غلام زید در حقیقت آپ کا بیٹا نہ تھا تاکہ یہ

الزام پیدا ہوتا کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہی بیٹے کی منکوحہ سے نکاح کر لیا تھا۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ زید آپ کا اخلاقی بیٹا بن چکا تھا اور حقیقی بیٹے کی حیثیت اس میں پیدا ہو چکی تھی تو پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابھی تک زینب کی رضامندی پورے طور پر متحقق نہ تھی اس لئے یہ نکاح ابھی صحیح طور پر منعقد ہی نہیں ہوا تھا بلکہ زیر بحث ہو کر امکانی صورت اختیار کر چکا تھا جس کو زینب نے مکمل نہ ہونے دیا تھا اور اپنی اجازت حضور سے وابستہ کر لی تھی۔ اس لئے ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں، کہ حضور نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں کیا بلکہ متنازع فیہ نکاح کا فیصلہ آپ کے حق میں ہوا ہے جو کسی طرح آج بھی باپ بیٹے کے درمیان ایسے متنازع فیہ نکاح میں اخلاقی کمزوری ظاہر نہیں کرتا۔

۵۷......حضور نے بیویوں کے کہنے سے شہد چھوڑ دیا۔

جواب: نبی پاکباز ہوتے ہیں لیکن مصلحت خداوندی کے تحت ان سے ایسے امور کا صدور ہوتا ہے جو ان کی عصمت کے منافی نہیں۔ آدم علیہ السلام نے گندم کا دانہ کھا لیا۔ حضرت موسیٰ سبطی کے کہنے پر قبطی پر حملہ آور ہوئے اور آخر کو وہاں سے لوٹنا پڑا۔ اسی طرح بیبیوں کی باہمی کاوش سے ماریہ قبطیہ کے متعلق آپ رنج میں مبتلاء ہوئے۔ اب یہ کہنا کہ آپ نے عائشہ اور حفصہ کی دل جوئی کیوں کی اور کیوں ان کے کہنے سے ماریہ قبطیہ سے قطع تعلق پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ حضور کی نیک نیتی پر حملہ کیا گیا ہے ورنہ اس کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔

۵۸......قرآن شریف میں آپ کو عام لوگوں اور بندوں کی طرح خطاب کیا گیا ہے تو کیا اس سے شان نبوت میں فرق نہیں آتا؟

جواب: حضور کا تعلق اپنے خدا سے عابد و معبود کا بھی ہے اور اعزاز و تکریم کا بھی اور حضور کا

تعلق ہم سے مالک وملوک کا ہے جس میں ہمیں پہلے تعلق کے متعلق لب کشائی کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے اس کو پیش نظر رکھ کر گستاخی کرنا اسلام کے سراسر خلاف ہوگا۔

۲۶...... مرزائی تعلیم پر چند سوالات

۱......مرزائی تعلیم میں دو مسیح تصور کئے گئے ہیں۔ **اول** "مسیح ناصری" جو حضور علیہ السلام نے شب معراج میں دیکھے تھے۔ دوم "مسیح محمدی" جو کسی خواب میں حضور نے دجال کے ساتھ طواف بیت اللہ کرتے خاموش دیکھا تھا۔ جس سے مراد مرزا صاحب ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کب مسیح محمدی نے حضور سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان سے اتروں گا، لیکن مسیح ناصری کا بیان ہے کہ میں نازل ہو کر اشاعت اسلام کروں گا۔ اب مرزا صاحب کا یوں کہنا کہاں تک درست ہے کہ میرے ظہور کی خبر قرآن وحدیث میں بھی موجود ہے۔

۲......قبر کشمیر کے متعلق آج تک یہی کہا جاتا ہے کہ "یوز آسف" کی قبر ہے جو "یسوع" سے بگڑا ہوا ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یسوع کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے۔ (دیکھو انجام آتھم) تو اب کیسے کہا جا سکتا ہے کہ "یسوع" کی قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔

۳......مرزا صاحب نے اپنی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی میں بیان کیا ہے کہ

(الف) خنزیر مرکب ہے خنز اور آر سے۔ یعنی میں اس کو برا جانتا ہوں۔

(ب) سؤر، سوء اور آر سے مرکب ہے اس کا معنی بھی برا جانتا ہوں ہی ہے۔

(ج) کافور کفر سے مشتق ہے کیونکہ اس سے شہوات کا مادہ پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

(د) فاران فار کا تثنیہ ہے۔ دو بھاگنے والے، وہاں حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے کو بھاگ کر لائی تھی۔

(ہ) زنجبیل، زنا اور جبل سے مرکب ہے یعنی پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کے استعمال سے قوائے

شہوانیہ بلند ہوتی ہیں۔

(و) برزخ، براور زخ سے مرکب ہے یعنی اس کی کمائی اخیر تک پہنچ گئی۔

(ز) زقوم مختصر ہے ﴿ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ﴾ کا۔ ذق کے بعد ا،م لگایا تو ذقوم بن گیا۔ کثرت استعمال سے زقوم مشدد بن گیا۔ ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ اس تحقیق کی بنیاد عربی زبان ہے یا کوئی الہامی لغت ہے۔

۴......عبداللہ آتھم کے متعلق جب بددعا کی گئی تھی تو مرزا صاحب نے اس سے منظوری نہیں لی تھی اور دوسروں سے منظوری لینے کے خواہاں رہے اس کی کیا وجہ ہے؟

۵......محمدی بیگم کی پیشینگوئی کے پورے نہ ہونے کی ایک یہ بھی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ قیامت کے دن مرزا صاحب کا نکاح اس سے ہوگا۔ لیکن حدیث شریف میں تو یوں وارد ہے کہ مسیح **عند النزول من السماء** نکاح کرے گا۔ نہ یہ کہ قیامت کو نکاح کرے گا۔ اب یہ جواب کیسے صحیح ہوگا؟

۶......حضور علیہ السلام کا آسیہ، مریم، کلثوم اخت موسیٰ سے نکاح قیامت کے دن بیان کیا جاتا ہے مگر اس روایت کی تصحیح نہیں کی گئی اس کی کیا وجہ ہے۔

۷......حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے عذاب اسی وقت ٹل گیا تھا کہ انہوں نے آپ کو نبی حق تسلیم کیا تھا مگر نکاح کے معاملہ میں جن سے عذاب ٹل گیا تھا انہوں نے نہ تو مرزا صاحب کو نبی مانا اور نہ ہی بناء عذاب کو ترک کیا۔

۸......**انا انزلناه قریبا من القادیان**، سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کے قریب ''دارالوحی'' کے مقام پر دوسری دفعہ قرآن شریف اترا تھا مگر سوال یہ ہے کہ سارا اترا تھا یا اس کا کچھ حصہ؟ اس کا فیصلہ نہیں دیا گیا!

۹......مرزا صاحب چونکہ حضور کا بروز ثانی تھے اس لئے آپ کے الہامات قرآن شریف کے

ضمیمہ ہوں گے تو اب سوال یہ ہے، کیا قرآن شریف کا کچھ حصہ ابھی تک نہیں اترا تھا؟ اگر یہ صحیح ہے تو قرآن شریف مکمل وحی نہ تھی۔ اگر الہام کو قرآنی درجہ نہیں دیا جا سکتا تو نزول ثانی نزول اول سے بہتر کیسے ہوا؟

۱۰......مرزائی اپنی نماز میں الہامی عبارت کو کیوں نہیں پڑھتے' حالانکہ وہ قرآن کے مساوی تصور کی گئی ہیں۔

۱۱......ختم نبوت کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ تمام نبوتیں منقطع ہوگئیں مگر نبوت محمدیہ قیامت تک جاری رہے گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس وقت حضور کو ''خاتم النبوت'' کا لقب ملنا مناسب تھا نہ یہ کہ ''خاتم النبیین'' کا لقب پاتے؟

۱۲......قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت ''سلسلۂ ابراہیمی'' سے مخصوص ہوگئی تھی تو پھر حضور کے بعد ''سلسلۂ تیموریہ'' سے کس طرح وابستہ ہوگئی؟

۱۳......بتاؤ کہ نبوت کا دروازہ چودھویں صدی میں صرف مرزا صاحب پر کیوں کھل کر بند ہوگیا؟

۱۴......مرزا صاحب سے پہلے نہ کسی سچے مدعی نبوت کا پتہ چلتا ہے اور نہ ان کے بعد خود ان کے سلسلہ میں کوئی نبی صادق تسلیم کیا جاتا ہے کیا کوئی اسلامی ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

۱۵......وفات مسیح کا مسئلہ قرآن شریف سے پیدا کرنا کیسے تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ خود حضور کی تصریحات اس کے سراسر خلاف ہوں۔ کیا یہ تفسیر بالرائے نہ ہوگی؟

۱۶......''بدر'' جولائی ۱۹۰۶ء میں ہے کہ کسر صلیب کا معنی ہے عیسائی مذہب کی تردید اور مسئلہ تثلیث کا صحیح انکشاف۔ اگر یہی معنی مراد لیا جائے تو یہ تو مرزا صاحب سے پہلے ہی ابن قیم، ابن تیمیہ، مولوی رحمت اللہ اور دیگر مناظران اسلام کے وقت ظاہر ہو چکا تھا' کہ جن کی تصانیف سے مرزائی تعلیم نے بھی فائدہ اٹھایا ہے اب اس کی صداقت کیسی؟

۱۷......انجام آتھم، ص ر ۲۷، میں مولوی ثناء اللہ پر مرزا صاحب نے لعنت بھیجی ہے اور "قصیدہ اعجازیہ" کے شروع میں دس لعنتیں بھیجی ہیں مگر ان کا کچھ نہ بگڑا **انی مھین من اھانک**، کا الہام کیا ہوا؟

۱۸......ڈاکٹر عبد الحکیم اور مولوی ثناء اللہ کے بارے میں غیر مشروط اور مشروط بد دعائیں دونوں قسم کی موجود ہیں تو پھر غیر مشروط بد دعاؤں کو بھی زیر بحث کیوں نہیں لایا جاتا؟

۱۹......تفہیمات، ص ر ۶۲۸ میں ہے کہ مولوی ثناء اللہ ابو جہل ہے جو مرزا صاحب کے بعد زندہ رہا۔ مگر ابو جہل تو جنگ بدر میں مارا گیا تھا پھر اب یہ تشبیہ کیسی؟

۲۰......مرزا صاحب نے ترمیم مسائل شرعیہ میں اعجاز کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے الہامی استعار میں عربی شاعریت کا وہ ستیاناس کیا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب جیسے زباندانی میں غلط گو تھے ویسے ہی اسلامی عقائد میں بھی غلط گفتار تھے دیکھئے اعجازی کلام کے اشعار کس طرح اپنی ردیف اور قافیہ کو چھوڑتے ہوئے علم عروض کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا رہے ہیں۔

"اقتباس القصیدہ الاعجازیہ"

بفضلک انا قد عصمنا من العداء — وان جمالک قاتلی فأت فانظر

دعوا حب دنیاکم وحب تعصب — ومن یشرب الصهباء یصبح مسکرا

وان کان شان الامر ارفع عندکم — واین بهذا الوقت من شان جولرا

وموا کل صخر کان فی اذیالهم — بغیظ فلم اقلق ولم اتحیرا

سئمنا تکالیف التطاوُل من عدیٰ — تمادت لیالی الجوریا ربی انصر

ولا تحسب الدنیا کناطف ناطفی — اقدری بلیل مسرة کیف تصبح

وان شفاء الناس کان بیانه — فهل بعده نحو الظنون نبادر

وقد مزق الاخبار کل ممزق ... فکل بما ھو عندہ یستبسر

ففکر یھدیک خمس عشرۃ لیلۃ ... فناد حسینا او ظفرا او اصغرا

رمیت لاغتالن وما کنت رامیا ... ولکن رماہ اللّٰہ ربی لیظھرا

ویوم فعلتم ما فعلتم بغدرکم ... باخ الحسین وولدہ اذ احصروا

وواللّٰہ ان قصیلتی من مؤیدی ... فنثنی علی رب کریم ونشکر

وان کان ھذا الشرک فی اللین جائزا ... فباللغو رسل اللّٰہ بالدین بعثروا

ویارب ان ارسلتنی بعنایۃ ... فأید وکمل کلما قلت وانصر

وھذا العھد قد تقرر بیننا ... بمد فلم ننکث ولم نتغیر

ایا محسنی بالحمق والجھل والوغا ... رویدک لاتبطل ضیعک واحذب

وان حیوۃ الغافلین لذلۃ ... فسل قلبہ زاد الصفا او تکدرا

ترکت طریق کرام قوم وخلقھم ... ھجوت بمد مدا لتحقرا

وللدین اطلال اراھا کلاھف ... رد معی بذکر قصورہ بتحدر

اتانی کتاب من کذوب یزور ... کتاب خبیث کالعقارب یأبر

فقلت لک الویلات یا ارض جولر ... لعنت بملعون فانت تدلر

فقال ثناء اللہ لی انت کاذب ... فقلت لک الویلات انت ستحسر

”آئینہ حق اور تنویر الابصار“ میں ان نقائص کے رفع کرنے میں بہت کچھ لکھا ہے مگر چشم بینا کے سامنے سب ہیچ ہے کیونکہ جس قسم کے عیوب اور قافیہ یا وری کی تبدیلیاں جس کثرت سے اس قصیدہ کے مذکورہ بالا اقتباس میں موجود ہیں آج تک کسی مستند شاعر کے کلام میں موجود نہیں ہیں۔ اور نہ ہی کسی آئندہ شاعر کے کلام میں موجود ہونے کی امید ہو سکتی

ہے۔ عذر کیا جاتا ہے کلام اللہ کے اغلاط بھی تو مخالفین نے لکھے ہیں تو اگر اسی قصیدہ کے اغلاط کسی نے لکھ دیئے تو کون سے بڑی بات ہو گئی مگر گزارش یہ ہے کہ جو لوگ اس نظریہ کی تائید میں قلم اٹھاتے ہیں جب وہ خود ہی شعر و شاعری سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں تو ان کا یہ عذر اس بارے میں کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے؟ چنانچہ

۱......احسن امروہی "شمس بازغہ" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔ (فی بحر التسکین)

واولوا العلم کلهم شهدوا انه الا اله الا هو

من شک فیه فقد کفر

ثم قال الرسول قولوا معی انه لا اله الا هو

۲......مولوی غلام رسول راجیکی جواب مباہلہ نمبر۲ میں لکھتے ہیں۔ (فی بحر التحقیق)

ایرمون ابرار بغیر ثبوتهم اظفر الوشاة بتهمة ومکائد

وحال التقی البار یدری ببرکة کمال یبارک فیه لیس بکاسد

لذم المقدس والمطهر خیبة اشاعواعیوب نفوسهم فی الجرائد

وان البغاة بفسقهم وفجورهم یحبون سبیل الغی طرق المفاسد

ودعویٰ التقاة بغیر تقوی سفاهة ویبلی تقاة المرء عند الشدائد

وانا لانصار الخلافة بالهدی لاعلاء کلمتها بحق کراشد

وان الخلیفة صالح بشؤنه فلا تغرین الیه عزی المفاسد

وسیدنا المحمود ابن مسیحنا بشیر وفخر الرسل لیس بطارد

البشر رب الکائنات مسیحه خلافا لوحی بشارة ومواعد

۳......مولوی اللہ دتا صاحب اپنی کتاب "تفہیمات" ص/۴۲۹، میں مولوی ثناء اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

کاذب کو لمبی عمر ملتی ہے کہاں ۔۔۔ کذب میں پکا تھا اپنے اس لئے زندہ رہا
مستفعلن مستفعلن مستفعلن ۔۔۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

(مولوی صاحب اگر پیمانہ رکھ کر ہی ماپ لیتے تو دوسرا مصرع اتنا طول نہ پکڑتا۔)

۴......قاضی محمد یار صاحب پلیڈر استحقاق خلافت کیلئے ٹریکٹ نمبر ۸۰ میں لکھتے ہیں:

(فی بحیرۃ الھند)

چراغ شام آخر را صغیر مانے بیند ۔۔۔ طلوع صبح صادق را کبیر مانے بیند
تعجب است تعجب است مصیبت است مصیبت است ۔۔۔ کہ چشم زرد بینارا ایں نابینا نے بیند
شب تاریک ودرد دل وہاں کنج تنہائی ۔۔۔ ایں حال من امیر دستہ رفقا نے بیند
بیا قاضی مرنجاں دل وتکیہ بر خدائے کن ۔۔۔ کہ دست تو گرفتہ چوں ایں مشکلہانے بیند
ایں اشکیہ معلق شد نہ ریزد نہ شدہ واپس ۔۔۔ بیارد سخت طوفان حیف ایں دنیا نے بیند
ابن مریم وہ مرادی تھا بنا ۔۔۔ ہے نزول اس کا مرادی تا مدام
اس کے بیٹے کیوں ہیں لفظوں پر اڑے ۔۔۔ کیوں نہیں یہ سوچتے وقت خرام
ہیں تو باتیں بہت پر کافی یہ ایک ۔۔۔ تیرا کچھ جائے نہ میرا بنتا کام
میری غلطی کو مٹادے معاف کر ۔۔۔ تو ہے دینے والا میں انسان نام
نازک مزاج بھی ہوں طبیعت کا سخت بھی ہوں ۔۔۔ دیکھو جو غور سے تو یہی صفت اولیاء ہے
جس دل میں ہو چنگاری الفت کی جلنا اس کا ۔۔۔ کیا جینا اس کا لبھر دینا ہی جو جیا ہے
اب رحم پر اسی کے ہے سارا تانا بانا ۔۔۔ نہ رات میں ہے ظلمت نہ روز میں ضیاء ہے

۵......''آئینہ حق نما'' ص ۱۰۷، میں ایک شاعر کی ہجو میں خود مرزا صاحب کے اشعار یوں منقول ہیں کہ (فی بحر التقدس)

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی ۔۔۔ خوب ہوگی مہتروں میں قدر دانی آپ کی

بیت ساری آپ کی بیت الخلاء سے کم نہیں　　ہے پسند خاکروباں شعر خوانی آپ کی

اب ناظرین خود انصاف کرلیں کہ ایسے شاعروں کے سامنے ''اغلاط قرآنیہ'' اور ''اغلاط قصیدہ اعجازیہ'' کو ایک درجہ پر سمجھنا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ ہاں جو شعر و سخن سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ اس بات پر کبھی متفق نہیں ہو سکتے کہ مرزا صاحب کے کلام پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ویسے ہی تھے جو کلام الٰہی پر کئے گئے تھے۔ کیا مرزا صاحب شریعت محمدیہ میں مجدد ہوکر آئے تھے تو شریعت شاعری میں بھی آپ مجدد تھے؟ نہیں ہرگز نہیں نہ اسلام میں کئی ایک ''قصائد المضیہ'' اور بڑی بڑی لمبی نظمیں موجود ہیں کسی ایک میں سے ایسا اقتباس ہمارے سامنے پیش کریں جیسا کہ مرزا صاحب کے عیوب آمیز ننگ شاعری چند اشعار کو پیش کیا گیا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے طرف دار ثابت کریں کہ وہ خود بھی شعر و سخن سے آشنا یا سخن فہم ہیں ورنہ جو کچھ ''آئینہ حق نما'' میں یا ''تنویر الابصار'' میں جواباً لکھا گیا ہے وہ اس لئے بھی غلط ہے کہ یہ لوگ خود بھی شعر فہم نہیں ہیں کسی کی طرف داری میں کیا لکھیں گے۔

۲۱...... **بالآخرة یومنون** میں آخری وحی مراد لینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جبکہ کسی نے مرزا صاحب سے پہلے کبھی قادیانی وحی پر ایمان کا اظہار نہیں کیا۔ کیا وہ سارے ہی فرقے کافر تھے؟ یا یہ معنی مراد لینا غلط ہے؟

۲۲...... ''علماء سوء'' احمدی ہیں یا غیر احمدی جو رات دن تحریف کلام الٰہی اور تبدیل نصوص اسلام کرتے رہتے ہیں۔

۲۳...... آریہ مذہب کے پیرو لکھتے ہیں کہ موجودہ چار وید چار رشیوں پر نازل ہوئے، جو حضرت آدم کی طرح پیدا ہوتے ہی شاعر اور جوان تھے۔ تبت کے پہاڑوں پر خدا کا کلام ان پر نازل ہوا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب دنیا میں وید کی تعلیم سست پڑ جاتی ہے تو وہی چار رشی

خدا کا کلام حاصل کرکے ازسرنو وید کی تعلیم دینے آجاتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے کسی جنم میں نیک کام کئے تھے جن کا معاوضہ ان کو یہ خدمت ملی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ جب انسان کا باطن صاف ہوجاتا ہے تو براہ راست بھی خدا سے دید بانی حاصل کرسکتا ہے جیسا کہ اس زمانہ میں دیانند سرسوتی (معلم وید) نے وید حاصل کئے تھے اور ان کو سنسکرت کے علاوہ دیسی زبانوں میں بیان کیا تھا' تو گویا اس اصول کا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں وید کئی دفعہ اترے اور حسب ضرورت وہ کئی زبانوں میں پڑھے گئے اور حسب ضرورت زمانہ ان کے احکام میں تبدیلی بھی ہوتی رہی۔ اور مرزائی تعلیم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی بھی دنیا میں ظلمت چھا جاتی ہے تو نبوت کا نور چمکتا ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حضور علیہ السلام سے پہلے دنیا میں کئی نبوتیں جاری تھیں، اب ''خاتم الانبیاء'' کے بعد صرف نبوت محمدی کا ہی راج ہے' یہی نبوت روپ بدلتی رہی ہے اور آئندہ بھی بدلتی رہے گی۔ اور یہی قرآن حضور پر پہلے نازل ہوا تھا اب دوسری دفعہ مرزا صاحب پر بمعہ اضافات کے نازل ہوا ہے' کیونکہ مرزا صاحب حضور کے بروز ثانی ہیں اس لئے ضرورت زمانہ کے مطابق قرآن شریف کا مفہوم کچھ اور ہے اور اس کی زبان میں بھی اردو، فارسی اور انگریزی کا اضافہ ہوگیا ہے اب ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ کیا بروز کا مسئلہ آریہ مذہب سے تو نہیں لیا اور کیا دیانند کی مقابلہ میں آنے کی خاطر مرزا صاحب نے دعویٰ نہیں کیا تھا تاکہ یہ دیکھایا جائے کہ اگر وید دیانند پر اردو میں اتر سکتے ہیں تو قرآن بھی اردو چھوڑ کئی زبانوں میں اتر سکتا ہے۔

۲۴...... ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ میں چار وعدے ہیں جو اپنے اپنے موقع پر چسپاں ہیں۔ **توفی رفع تطہیر** اور **غلبہ تابعین**، مرزائی تعلیم کے رو سے ستاسی (۸۷) سال کی روپوشی جو کشمیر میں ہوئی ہے واقعہ صلیب کا جزو اعظم ہے' اس کا ذکر بھی ضروری تھا، یہاں کیوں نہیں ذکر ہوا۔ حالانکہ یہ جزو اس واقعہ کی جان تھی اگر کہو کہ ''**واوینھما**'' میں مذکور ہے

تو دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ **اول** یہ کہ اس آیت میں بطور وعدہ کے سفر کشمیر مذکور نہیں ہے۔ **دوم** یہ کہ کشمیر میں **توفی بالموت** اور رفع روحانی ہونا جہاں مخالف نہ تھے، محض بے فائدہ ہوگا۔

۲۵...... ''تطہیر عیسیٰ'' سے مراد اگر نجات از واقعہ صلیب ہے تو مواعید اربعہ میں اس کا نمبر پہلا ہونا ضروری تھا اور اگر اس سے مراد تصدیق محمدی ہے تو غلبہ تابعین کے بعد ہونا چاہیے تھا بہر حال اگر ہم پر ترتیب توڑنے کا الزام قائم ہے تو تم بھی بچ نہیں سکتے۔

۲۶...... یہ کیا مخول ہے کہ یہودیوں سے نجات دینے کیلئے خدا نے مسیح سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں تجھے موت دوں گا، یعنی قتل یا صلیب پر نہیں مرنے دوں گا۔ کیا شہادت فی سبیل اللہ جو آپ سے پہلے کئی ایک انبیاء کو نصیب ہو چکی تھی حضرت مسیح کو محروم رکھنا تھا؟ اور کیا **موت فی الفراش** شہادت سے افضل تھی؟

۲۷...... اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ ستاسی (۸۷) سال حضرت مسیح کشمیر میں روپوش رہ کر مر گئے تو کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ **اول** یہ کہ تین سال کی تبلیغ میں تو یہ اثر تھا کہ آج عیسائی مذہب سب سے بڑا ہے جو شام سے نکل کر یورپ میں جا گھسا تھا۔ مگر کشمیر میں ستاسی (۸۷) سال کی تبلیغ سے ایک عیسائی بھی نظر نہیں آتا۔ **دوم** یہ کہ اگر آپ روپوش رہے تھے اور دشمن کا خوف بھی نہ تھا تو آپ نے تبلیغ کیوں نہ کی۔ **سوم** یہ کہ قیامت کو خدا کے سامنے کیسے کہیں گے کہ جب تک میں یہود میں رہا ان کا نگران حال رہا۔ کیا روپوش بھی نگران حال رہا کرتا ہے؟ **چہارم** یہ کہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ کی عین حیات میں اور روپوشی کے لمبے عرصہ میں تثلیث پیدا ہو چکی تھی، کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد اسی سال کے اول اول ہی اناجیل مرتب ہو چکی تھیں جن میں آپ کو ابن اللہ کہا گیا تھا، حالانکہ تمہارے نزدیک تثلیث بعد الموت مانی گئی ہے۔ اس کیلئے ہجرت کشمیر کا نظریہ صرف خیالی مسئلہ ہے، جس پر نہ کوئی تاریخی ثبوت ہے اور

نہ آسمانی شہادت موجود ہے۔

۲۸......﴿اُولٰٓئِکَ مَعَ النَّبِیّٖنَ﴾ میں ثابت کیا جاتا ہے کہ 'مع' بمعنی 'من' ہے اور انت منی وانا منک میں تاویل کی جاتی ہے کہ انت من اتباعی تو پھر اولئک مع النبیین میں من اتباعھم کی تاویل کیوں کی جاتی ہے؟

۲۹......اسلام میں حقوق والدین کو مانع وارثت تسلیم نہیں کیا گیا تو مرزا صاحب نے کہاں سے اس کا جواز حاصل کیا تھا؟ کیا اپنے الہام اور وحی سے؟ تو پھر ناسخ شریعت ٹھہرے ورنہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دیا جانا ضروری ہے۔ (دیکھو تفہیمات ص ۵۴۹)

۳۰......جب ''براہین احمدیہ'' میں تین سو دلائل حقانیت اسلام پر دینے کا وعدہ دیا گیا تھا تو یہ بہانہ کرنا مناسب نہ تھا کہ اب ہم کچھ سے کچھ بن گئے ہیں اس لئے ایفاء وعدہ واجب نہیں رہا۔ کیونکہ اس وعدہ خلافی کا خواہ کوئی سبب ہو بہر حال اس سے مخالفین اسلام تو کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کہہ کر مکر گئے' اگر یہی مبلغ علم تھا تو تین سو دلائل حقہ کی ڈینگ کیوں ماری تھی؟

۳۱......''دیباچہ براہین'' میں مذکور ہے کہ ہمارے خود معجزات تین سو سے زیادہ ہیں اس لئے اب تین سو دلائل حقانیت اسلام کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ تاویل مریدوں میں تو خوب چل گئی ہے مگر اہل اسلام کو تو یہ وہم دلایا گیا تھا کہ خانہ زاد دلائل کے سوا خارجی دلائل ذکر کئے جائیں گے اور اگر اپنی تعلیوں کو ہی دلائل اسلام بنالینا تھا تو پہلے ہی کہہ دیتے تا کہ لوگ بے چین ہو کر کتاب کی پیشگی قیمت تو واپس نہ لیتے۔

۳۲......''حقیقۃ الوحی'' میں لکھا ہے کہ میں نے لوگوں کا گالیاں دینے میں ابتداء نہیں کی اور جب میں نے سعد اللہ لدھیانوی کو گالیاں دیں تو واقعات کا ترجمہ کر دیا گالی وہ ہوتی ہے جو جھوٹ ہو۔ اگر یہی بات ہے تو شروع میں جن حضرات نے مرزا صاحب کو مدعی نبوت

ہونے کی بناء پر فتویٰ تکفیری تیار کرایا تھا تو وہ بھی واقعات پر مبنی تھا جھوٹ نہ تھا تو پھر بتاؤ گالیوں کی ابتداء کس کی طرف سے ہوئی؟ اور نہ ماننے والوں کو ''ذریۃ البغایا'' (حرام زادے) کس نے لکھا؟ گو اپنے اپنے خیال میں دعویٰ نبوت فتویٰ تکفیر جھوٹ نہ تھے' مگر بعد میں مرزا صاحب نے لوگوں کو لومڑی، خنزیر، سانپ، کتے اور ملعون وحرامزادے وغیرہ کہنا شروع کر دیا تھا تو کیا ان گالیوں کا کوئی ثبوت شرعی ان کے پاس موجود تھا؟ اگر نہیں تھا تو پھر گالیاں کیوں نہ ہوئیں؟ اور فتویٰ کے بعد آغاز کس سے ہوا؟ بلکہ فتویٰ سے پہلے ہی مرزا صاحب نے عملی طور پر روپیہ واپس نہ دینے سے جب لوگوں کو پاگل سمجھ لیا تھا تو یہ منحوس مضمون اسی دن سے شروع ہو گیا تھا۔

۳۳...... ''ست بچن'' میں ہے کہ راحات، تمر، سبع، مسیح کی تین دادیاں بقول نصاریٰ زناکار تھیں۔

الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء میں ہے کہ بقول یہود مسیح ایک عورت پر عاشق بھی ہو گیا تھا مگر ہم اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتے اہل اسلام کے نزدیک توہین مسیح میں یہ باریک اشارہ ہے جس میں مرزا صاحب نے سب کچھ کہہ دیا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم ایک معزز کی بظاہر عزت کریں اور اس کے آباؤ اجداد کی برائیاں لکھ کر شائع کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے بہتر بھی سمجھیں اور اخیر میں کچھ مدت کے بعد کسی پوشیدہ تحریر میں یہ بھی کہہ دیں کہ یہ روایت صحیح نہ تھی۔ پھر دیکھیں ہم ہتک عزت کا دعویٰ دائر ہوتا ہے کہ نہیں؟

۳۴...... ''فتح المسیح'' وغیرہ میں لکھا ہے کہ عیسائیوں نے ہمیں گالیاں دیں اس لئے ہم نے بھی ان کے فرضی مسیح کو گالیاں دیں، ورنہ میں جب مسیح کا مثیل ہوں اور اس کی جان سے ایک بجلی اٹھ کر میرے دل میں جاگزین ہو گئی ہے تو میں اس کو برا کیسے کہہ سکتا ہوں؟ ہاں جناب نے ذرا یوں ہی کہا ہے ع

عیسیٰ کجاست کہ بنہد پا بمنبرم؟

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور یوں بھی لکھا ہے کہ جب عیسائیوں نے مسیح کو بڑھایا تو غیرت خداوندی نے چاہا کہ مجھے اس سے بہتر ثابت کرے۔ (انجام آتھم) یہ تو وہی مثل ہوئی کہ　ع

پیر ما بہم صفت موصوف است لیکن قدرے کافر است

۳۵......اشتہار اعلان نبوت میں لکھا ہے کہ میں وجود مسیح کا ٹکڑا ہوں۔ پھر کشتی نوح میں لکھا ہے کہ ''میں اس سے بہتر ہوں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے احترام تھا مگر جب مرزا صاحب مستقل نبی بنے تو وہ احترام جاتا رہا۔

۳۶......ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے گالیوں کا عذر یوں بیان کیا ہے کہ ''قرآن شریف میں بھی مخالفین کو سخت لفظ کہے گئے ہیں ہم نے اگر کہہ دیئے تو کون سی بڑی بات ہوگئی ہے۔'' انوار الاسلام میں ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم نے کسی نبی کی توہین کی ہے تو اس کا جواب ہے ﴿ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ﴾ مگر واقعات بتلا رہے ہیں کہ نصاریٰ کے مقابلہ میں حالات مسیح کو اس بری طرز پر بیان کیا ہے کہ آخر مرزا صاحب کو مسیح سے خود بہتر بننا پڑا اور قرآن میں کسی نبی کی ہتک موجود نہیں ہے ہاں کفار مکہ کو بیشک برا کہا گیا ہے' کیونکہ اسلام کے دشمن تھے مگر یہاں یہ معاملہ ہے کہ حامیان اسلام کو مشرک، دجال، علمائے سوء، مقلدین شیطان کہا جاتا ہے جو صحیح روایات اسلام کی بنیاد پر مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب کرتے ہیں اس لئے یہ قیاس غلط ہوگا۔

۳۷......چونکہ نبی کا خواب بھی وحی الٰہی کا حکم رکھتا ہے اور مرزا صاحب کو بھی ''محاکاۃ'' کا شوق تھا۔ اس لئے مرزائیوں کو یہ دکھانا پڑے گا کہ **انا انزلناہ قریبا من القادیان** بھی قرآن میں موجود ہے؟ یا یہ تسلیم کرو کہ قرآن کا کچھ حصہ ابھی نزول اول سے باقی رہ گیا تھا جو

نزول ثانی میں حاصل ہوا ہے۔

۳۸...... کشتی نوح میں الہام ہے کہ ''الخیر کلہ فی القرآن۔'' ص ۱۴ پر لکھا ہے کہ قرآن کو سب پر مقدم رکھو کیونکہ **لاشفیع و لانبی الا محمد و لا کتاب الا القران** اور یہ بھی لکھا ہے تائیدی حدیث کو نہ چھوڑو مگر اخیر پر۔ ازالہ ص ۸۸ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ بقول گلاب شاہ مجذوب مرزا صاحب قرآن کی وہ غلطیاں دور کر دیں گے جو تفسیروں میں اس کی طرف منسوب ہیں۔ گویا مرزا صاحب پہلی تفاسیر کو جو اہل زبان صحابہ اور خاص عربوں سے منقول ہیں غلط قرار دے کر قرآن میں تحریف جدید کریں گے۔ کیا یہ فعل یہود نہیں؟ کیا اس میں تمام مسلمانوں کی توہین نہیں؟ اور کیا اس میں ضمنی تشریع کا ادعا موجود نہیں ہے؟ یا کیا اس میں دیانند کے مقابلہ میں وید کی طرح نئی شریعت کا دعویٰ نہیں ہے؟

۳۹......ازالہ میں ہے کہ آج شائستہ دنیا میں رفع جسمانی کا عقیدہ رکھ کر اسلامی فتح ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ عقیدہ قرآن سے ثابت نہیں اور جن روایات پر اس کی بنیاد ہے وہ بھی غلط ہیں۔ بہت خوب! مگر یہ کون ذی عقل تسلیم کرتا ہے کہ تیموری خاندان کا ایک فرد سید آل رسول بن کر باتوں باتوں میں ہی افضل الرسل بن جائے اور باوجود مذہبی زبان سے پورے طور پر نہ جاننے کے مفسر قرآن بھی اعجازی طور پر بن بیٹھے۔

۴۰......توضیح مرام میں ہے کہ خدا سے انسان کی محبت ''مادہ'' ہے اور انسان سے خدا کی محبت ''نر''۔ اور دونوں کے ملنے سے محبت کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ جبرائیل اپنی جگہ پر قائم ہے اور انسان کے دل میں جو محبت کا بچہ پیدا ہوتا ہے اس میں جبرائیل کی تصویر اترتی ہے اس لئے محبت کا بچہ روح القدس بھی کہلاتا ہے اور انسان کیلئے خدا سے کلام سننے اور عجائبات عالم کو دیکھنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور چونکہ جبرائیل خود خدا کے اعضا کی بجائے ہے اس لئے اس کا فوٹو (محبت کا بچہ) بھی وہی جبرائیل ہوتا ہے اور چونکہ محبت کا بچہ خود روح

انسانی ہے اس لئے ایسا انسان خدا کا بچہ بننے کا حق دار ہو سکتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ تثلیث قرآن کی کس آیت سے حاصل کی گئی ہے اگر یوں کہا جائے کہ ﴿ اِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ ﴾ سے یہ مضمون تراش لیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ اس کو غلط طور پر استعمال کرنے میں خیانت کی گئی ہے کیونکہ اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ خدا نے انسان میں سمع، بصر، علم، وغیرہ پیدا کر دیئے ہیں جو اس میں بھی موجود ہیں، ورنہ اس میں محبت کا بچہ پیدا کرنے کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ بھی ایسی تک بندیوں پر ایمان لے آتے ہیں ممکن ہے کہ ''فتوحات مکیہ'' باب ۵۵ میں ایسی تک بندیوں کی طرف ہی اشارہ ہو کہ انسان کے قلب پر جب شیطان اپنا تسلط جما لیتا ہے اور دعویٰ آفرینی کے اصول اس کے ذہن نشین کرا لیتا ہے تو خود اس میں ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے جو نکتہ آفرینی اور موشگافی میں اس کی اس طرح دستگیری کرتی ہے کہ ملہم اول حضرت شیطان بھی دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں اور اس طاقت کا نام شیطان معنوی ہوتا ہے ممکن ہے کہ محبت کا بچہ بھی کچھ ایسا ہی ہو بہر حال ناظرین کا فرض ہے کہ تحقیق مرزائیہ کو اس کے مقابل رکھ کر ذرہ غور سے بتائیں کہ کیا یہی نتیجہ نکلتا ہے یا کچھ اور؟

۴۱...... ''براہین'' میں ہے **اغفر ربنا وارحم من السماء ربنا عاج**، اس فقرہ کی ترکیب کر کے سمجھاؤ کہ اس کا مفہوم کیا ہے؟ اور یوں کہہ کر نہ ٹالو کہ یہ متشابہات میں سے ہے کیونکہ یہ جواب صرف احمدیوں کی تشفی کر سکتا ہے ورنہ ہم تو ''عاج'' کی تشریح پر بھی پوچھیں گے کہ تفہیمات میں اگر اس کا معنی یتیم مرزائیوں کا شیر دہندہ یا آسمان وزمین میں ان کی تشہیر کرنے والا صحیح بھی ہو تو یہ سارا فقرہ پھر بھی بے جوڑ مرکب اشراحی کی طرح رہ جاتا ہے۔ کیا ایسے فقرے قرآن کے مقابلے میں وحی کہلانے کے حق دار ہیں؟ ارے کچھ تو خدا کا خوف کرو!

۴۲...... ''توضیح مرام'' میں ہے کہ خدا کو یوں سمجھو کہ ایک بڑا تیندوا ہے جس کی بیشمار تاریں تمام عالم کو محیط ہیں۔ ''تفہیمات'' میں ہے کہ چونکہ قرآن میں ہے کہ ﴿ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ ﴾ اس لئے یہ تفہیمی تشکیل جائز ہوگی' لیکن تاہم فرق ہے کیونکہ قرآن میں نور کی تمثیل ہے اور یہاں ذات باری کی تمثیل ہے اور قرآن کلام الٰہی ہے خدا مجاز ہے کہ اپنی تمثیل کسی طرح ذکر کرے اور یہ کلام بشر کسی طرح بھی وحی نہیں ہے اور اگر اس کو بھی وحی مان لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ غلام اپنے آقا سے بڑھ کر وحی پاتا تھا۔ ذرا سوچ کر جواب دیں؟

۴۳...... ''تفہیمات'' میں ہے کہ بہشتی مقبرہ صرف شرک و بدعت سے بچنے والے متقی پرہیزگاروں کیلئے مخصوص ہے مبلغ غریبوں کا داخلہ مفت ہے اور غیر مبلغ تصدیقی فارم داخل کرنے کے بعد جو دفتر سے ملتا ہے جائداد کا دسواں حصہ صیغہ تبلیغ میں دے کر داخل ہو سکتا ہے ورنہ صرف عشر مال کافی نہ ہوگا صیغہ تبلیغ کیلئے گو اسی طریق سے خوب مدد پہنچتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا **محاکاۃ بالنبی** ، کے سوا کوئی اور بھی اس کے جواز کی صحیح دلیل ہے یا صرف ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے۔ کیا مرزا صاحب خدا تھے؟ جو یہ تجارت کرنے بیٹھ گئے تھے؟ یا اپنے آقا سے بڑھ کر زیادہ تکمیل دین کیلئے یوں کہا تھا؟ تشریح سے بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ وفات مسیح، مسیح محمدی، پاک تثلیث حیات مسیح پر فتویٰ شرک، نزول مسیح سے مراد ظہور مرزا، قرآن کے جدید معنی طرازی، ختم نبوت سے انکار، اسلام قدیم پر مضحکہ اڑانا، وغیرہ یہ سب کچھ مان کر انسان بدعتی بنتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح **انبیه الله عینیة الله**، بروز و تناسخ کو ماننے والا مشرک ہے یا نہیں؟ کیا وہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے جو یوں کہے کہ مسیح کو اب تک زندہ ماننے سے شرک لازم آتا ہے جس سے تمام مسلمان مشرک بن گئے ہیں۔

۴۴...... ملکہ معظمہ کے حق میں مرزا صاحب نے دعا کی تھی کہ اس کا خاتمہ کلمہ توحید پر

ہو۔ (تحفہ قیصریہ) تبلیغی خط کو، گو اس نے نہیں پھاڑا تھا مگر اس نے عمل درآمد نہیں کیا تھا اس لئے الہام ہوا کہ ؎

مدت برطانیہ تاہشت سال   بعدازاں ایام ضعف واختلال   (تفہیمات)

مگر سب کو معلوم ہے کہ نہ تو ملکہ مسلمان ہوئی اور نہ اس کے بعد سلطنت برطانیہ کو زوال آیا۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ملکہ کے بعد توسیع ممالک زیادہ ہوئی اور اقتدار بڑھا۔ اسی سے باقی الہامات کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ رہا کانگریس کمیٹی کا خرخشہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''رعیت وراعی'' میں شکر رنجی پیدا ہونا، زوال سلطنت یا اختلال کا نشان نہیں ہوتا ہاں سلطنت کو زوال یا اختلال اور ضعف کا خطرہ اس وقت ہوتا ہے کہ غنیم برسر پیکار ہو اس لئے ایسی تاویل کرنا کمال خوش فہمی ہوگی اس لئے ہم پوچھیں گے کہ الہام اور دعا کو کیا ہوا۔

۴۵...... پیغامی پارٹی کا سوال جب پیش ہوتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کو افضل المرسلین نہیں مانتے تو یوں کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ ع

آخر کنند دعویٰ حب پیغمبرم   (تفہیمات)

مگر غیر احمدیوں کا سوال پیش ہوتا ہے تو صاف کفر کا فتویٰ لگ جاتا ہے حالانکہ آگے چل کر مرزا صاحب کا اعلان ہے کہ **لا نبی الا محمد و لا کتاب الا قرآن** کیا ایمان الرسول اور حب محمد ﷺ ان کو تکفیر سے بچا نہیں سکتی؟ اور کیا حب مسیح حب نبی سے زیادہ موثر ہے؟

۴۶...... ضمیمہ انجام آتھم، ص۴۰ میں ہے کہ علی بن حمزہ طوسی اپنی کتاب ''جواہر الاسرار'' میں لکھتے ہیں کہ مہدی کا ظہور کدعہ سے ہوگا اور اپنے صحابہ کے نام ۳۱۳ بمعہ ولدیت وسکونت کے صحیفہ مختومہ میں لکھیں گے ہم نے ان کے نام ''آئینہ کمالات'' میں درج کئے تھے اور اب انجام میں بھی داخل کر لئے ہیں۔ ہمیں تعجب اس سے تو چنداں نہیں آتا کہ روایت میں تو یوں ہے کہ **یجمع اصحابه من اقصی البلاد** اور جناب نام لکھنے بیٹھ گئے جن میں اس

وقت کچھ مر بھی چکے تھے اور چند برگشتہ بھی ہو گئے تھے مگر ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا کہ اوپر تو مرزا صاحب سرے سے وجود مہدی کا ہی انکار کرتے ہیں اور **لا مھدی الا عیسیٰ** پر اڑ جاتے ہیں اور ادھر ان روایات کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں کہ جن میں مستقل طور پر الگ وجود سے امام مہدی کا ظہور مراد ہے؟ علاوہ بریں کتاب مختوم مرزا صاحب کی کوئی تصنیف نہیں ہے اور جن کتابوں میں نام درج کئے ہیں وہ جناب کا ''آئینہ'' ہے یا ''انجام'' ہے۔

۴۷...... ضمیمہ انجام میں ہے کہ ہمیں تین چیزیں ملی ہیں۔ قبولیت دعا عموماً اطلاع علی الغیب اور کشف معانی قرآن۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر ایک دعا کے منظور ہونے کا ٹھیکہ نہیں تھا تو جن کے بارے میں مشروط وغیر مشروط دعائیں منظور نہیں ہوئی تھیں تو کیوں پیچھے پڑ کر تاویلات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا صاف کہہ دینا تھا کہ لو صاحب یہ بد دعائیں منظور نہیں ہوئیں۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ پہلے زمانہ میں فرقہ باطنیہ ہو گزرا ہے جس کی کچھ تشریح فرقہ قرامطہ میں مذکور ہو چکی ہے اور مرزا صاحب بھی باطن قرآن پر ہی زیادہ زور دیتے تھے۔ پس اب کیا یہ دونوں ایک فرقے ثابت ہیں یا الگ الگ؟ اطلاع علی الغیب بھی ایسے طور پر تھی کہ بغیر حواشی اور تشریح در تشریح مع اضافات ملحقہ کے وجود میں نہ آتی تھی اور اگر واقعی اطلاع علی الغیب تھی، تو جا بجا ترمیم و تنسیخ کی کیا ضرورت تھی؟ اس سے تو نجوم و رمل کے قواعد ہی اچھے ہیں۔

۴۸...... ''ضرورت الامام'' میں ہے کہ الہام شیطانی کی دلیل یہ ہے ﴿**تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ**﴾ مگر انبیاء سے وہ فوراً دور کر دیا جاتا ہے۔ **لقولہ تعالیٰ** ﴿**وَمَا اَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ**﴾ اس مقام پر نزول شیطانی اور القاء شیطانی میں فرق نہیں کیا اور آپ کا دعویٰ ہے کہ معارف قرآنی ہم پر منکشف ہو گئے ہیں لیکن جناب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ محققین اسلام

نے کیا لکھا ہے۔ اور جھٹ لکھ دیا کہ انبیاء کو بھی شیطانی الہام ہوتا ہے۔ کیا معاذ اللہ وہ بھی **افاک اثیم** کا مصداق تھے؟

۴۹......مرزا صاحب کی پیشینگوئی جب پوری نہیں ہوتی تو ایک یہ بہانہ کیا جاتا ہے کہ حضرت یونس کی پیشینگوئی صحیح نہیں نکلی تھی مگر اس ''محاکاۃ'' (قیاس بحالت نبی) میں دو نقص ہیں۔ اول کہ ایسے جواب صرف مریدوں کیلئے ہی مفید ہیں ورنہ ہمارے نزدیک جب مرزا صاحب نبی ہی نہیں ہیں تو محاکاۃ کیسی؟ دوم یہ کہ قوم یونس پر آثار عذاب پیدا ہو رہے تھے تو عام اصول کے مطابق کہ استغفار اور ایمان بالرسول سے عذاب ٹل جاتا ہے انہوں نے آپ کی تصدیق بھی کی اور استغفار بھی کی تو بچ نکلے۔ لیکن مرزا صاحب کے مقابلہ میں لوگ بددعائیں ہضم کر جاتے ہیں اور مطلقاً تصدیق کے روادار بھی نہیں ہوتے' یہ کیا تماشا ہے؟

۵۰......''حقیقۃ الوحی'' میں یہ ہے کہ نزول مسیح کا مسئلہ عیسائیوں کی اختراع ہے اور مطلب ہے کہ مسیح کو نزول اول میں تو عزت حاصل نہیں ہوئی تھی' اب دوبارہ تمام کسر نکال لے گا۔ ہاں **ینابیع الاسلام** میں عیسائیوں نے بھی لکھا ہے کہ معراج جسمانی کا مسئلہ آتش پرستوں سے لیا گیا ہے۔ خواجہ کمال الدین ینابیع المسیحیت میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونے کا مسئلہ عیسائیوں نے پرانے بت پرستوں سے لیا تھا جو مسلمانوں نے بھی اور مرزا صاحب نے بھی قبول کر لیا تھا۔ اب بتایئے کہ مغربی اور مشرقی عیسائیوں کا قول کہاں تک صحیح ہوگا؟ اور عیسائیوں کی تائید کس نے کی ہے؟ اور اپنے پیر پر حملہ کس نے کیا ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ کس کس کے کہنے سے ہم کیا کیا چھوڑتے جائیں گے؟

۵۱......حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے کہ یہ خوب ہے کہ مسیح اترے گا، ہم مسجد کو جائیں گے تو وہ گرجے کو دوڑے گا، ہم روبقبلہ ہوں گے تو وہ بیت المقدس کو منہ کرے گا، خنزیر کھائے گا شراب پئے گا، اسلامی حلال وحرام کی اسے کچھ پرواہ نہ ہوگی، وہ امتی نہ ہوگا اگر اسے تو مسلم

بنایا جائے گا تو اسے مسیح موعود ماننے میں اور بھی ذلت ہوگی کیا اس سے بڑھ کر اسلام کیلئے کوئی مصیبت باقی ہے جب یوں وارد ہے کہ یہی امت یہودی بن جائے گی تو ضرور ہے کہ اسی امت سے مسیح بھی پیدا ہو۔ ورنہ کیا ضرورت ہے کہ مسیح کو لا کر نبوت سے محروم کیا جائے۔ تفہیمات میں ہے کہ اس تقریر کا روئے سخن اندر سے عیسائیوں کی طرف ہے مگر یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ گو کتنی تاویلیں کی جائیں لیکن یہ بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب نے جس طرح اپنے رسالہ انجام میں یسوع کی آڑ لے کر حضرت مسیح کی توہین کی تھی۔ اسی طرح یہاں نزول مسیح کی آڑ میں نہ صرف مسیح کی توہین کی ہے بلکہ خود حضور کی بھی ایسی توہین کی ہے کہ کسی مخالف اسلام سے بھی ایسی توقع نہیں ہو سکتی۔ اب بتاؤ کہ کیا اسلام نزول کے بعد کے حالات اس طرح بیان کرتا ہے جس طرح کہ مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں؟ یا یوں کہیں کہ مرزا صاحب کو اسلامی واقفیت نہ تھی اور یا یوں کہیں کہ دیدہ دانستہ حضور کی پیشینگوئیوں کی تکذیب کی ہے؟

۵۲..... حقیقۃ الوحی میں ہے کہ مولوی اسمٰعیل علی گڑھی اور غلام اللہ صاحب قصوری نے مرزا صاحب کی ہلاکت کی دعائیں کی تھیں مگر وہ ان پر الٹی پڑیں اور خود ہلاک ہو گئے مگر افسوس کہ صوفی جماعت علی شاہ مدظلہ العالی کی بددعا سے مرزا صاحب خود رخصت ہو گئے اور ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشینگوئی نے بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ مرزائی بتائیں کہ کیا موت وحیات کی جنگ اپنے اندر کچھ صداقت رکھتی ہے؟

۵۳..... ''نزول المسیح'' میں ہے کہ چودھویں صدی کا ربع بھی گزر گیا مگر مسیح نہ اترا۔ حضرت آدم سے لے کر اب تک چھ ہزار سال بھی پورے ہو گئے۔ حج بند ہو گیا فتنہ ارتداد قائم ہوا۔ طاعون آ گیا ہے مگر مسیح کا کوئی نشان نہیں ہے میرے نشانات کو دیکھنے والے ۱۲۹ لاکھ ہیں اور ان کو ایک صف میں کھڑا کیا جائے تو کسی بڑی سلطنت کے لشکر کے برابر ہوں گے۔

جناب یہ سب کچھ درست! مگر سوال یہ ہے کہ کیا اب دور جدید شروع ہو گیا ہے؟ تو دور اول کی جزاوسزا کا معاملہ کیا ہوا؟ وہ سب کچھ اکارت ہی گیا؟ کہ آدم ثانی قادیان میں آبراجا۔ یہ بھی بتاؤ کہ ۱۲۹ لاکھ میں سے تصدیق کرنے والے کتنے تھے اور تکذیب کرنے والے کتنے تھے؟ کیا اس طرح کی عبارت آرائی مدعی صداقت کیلئے باعث شرم نہیں ہے؟

۵۴...... ''شہادۃ القرآن'' میں ہے کہ **هذا خليفة الله المهدى** (رواہ البخاری) اور ازالہ میں ہے کہ امام مہدی کے روایات قابل اعتبار نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ شیخین نے امام مہدی کا ذکر نہیں کیا۔ مستدرک اور ابن ماجہ کی روایات کے مطابق ممکن ہے کہ مسیح موعود کے بعد امام مہدی کا ظہور ہو جائے' لیکن دیکھئے ادھر تو یہ کہا جاتا ہے کہ امام بخاری نے امام مہدی کا ذکر نہیں کیا اور ادھر اس کی شہادت پیش کی جاتی ہے کہ آسمانی شہادت کی روایت بخاری میں موجود ہے اور لطف یہ ہے کہ جب یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ بخاری سے یہ روایت دکھائے تو تین طرح کا جواب ملتا ہے۔ **اول** تقدس کے ضمن میں، کہ ممکن ہے کہ عالم کشف میں یا کسی اور جگہ آپ نے ایسی صحیح بخاری بھی دیکھی ہو جس میں یہ روایت موجود ہو ورنہ دنیا میں کوئی صحیح بخاری ایسی نہیں ہے کہ جس میں یہ روایت موجود ہو۔ **دوم** تنقیدی پردہ میں، کہ مرزا صاحب سے سہو ہو گیا تھا ورنہ روایت حجج الکرامہ اور مستدرک وغیرہ میں موجود ہے۔ **سوم** بطرز محاکات، کہ **يكثر بكم الاحاديث بعدى ذكره البخارى** (تلویح ص/۲۶۱) **قال الملا على القارى خير السودان ثلثة: لقمان بلال ومهجع مولى رسول الله رواه البخارى فى صحيحه كذا ذكره ابن الربيع ولكنه ليس بموجود فيه بل هو فى المسند** (موضوعات کبیر، ص/۴۲) مگر ہمیں یہ پوچھنا ہے کہ مرزا صاحب نے صحیح البخاری کو مستحضر رکھ کر اگر یوں کیا ہے تو کذب ہے ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو اس پر عبور نہ تھا اور یہ لکھنا بے سود ہے کہ یہ سہو ہے کیونکہ ایک مدعی رسالت سے ایسا

سہو منسوب کرنا نسبت جہالت کے مساوی ہے۔ کیا کسی نبی نے ایسی روایت پیش کی ہے جو اصل کتاب کے صحیح نسخہ میں موجود نہ ہو؟ محاکات المحدثین سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی تعلیمی اور علمی غلطی کسی نبی سے سرزد نہیں ہوئی تھی۔ تب ہی تو غیروں سے پناہ لی تھی۔

۵۵......قصیدہ اعجازیہ میں تائید الٰہی کا دعویٰ ہے اور یہ بھی دعویٰ ہے کہ تاریخ اشاعت کے بعد بیس روز تک **منع مانع من السماء** کے الہام نے تمام کے ذہن مقابلہ میں آنے سے روک دیئے تھے اور جن لوگوں نے بعد میں سر اٹھایا بھی تھا وہ مر گئے تھے۔ یہ سب کچھ مانا مگر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ یہ قصیدہ قابل جواب بھی تھا۔ ہاں اگر مرزا صاحب یہ بھی شائع کر دیتے کہ جوابی قصیدہ لکھنے والے ننگ شاعری کا خیال نہ کریں تو غالباً تمام نیم شاعر بھی مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے۔

۵۶......یہ فقرہ کہاں تک درست ہے کہ ''قادیان لاہور سے جنوب ومغرب میں واقع ہے۔'' (اشتہار چندہ منارۃ المسیح) شاید قادیانی جغرافیہ بھی تجدید کا مدعی ہوگا۔

۵۷......مرزا صاحب بقول محمود محمد ثانی تھے اور محمد اول سے افضل۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضور (**لم یکن فحاشاً**) فحش گوئی سے محترز تھے۔ گو مخالفین حد اعتدال سے آپ کی مذمت بھی کرتے تھے مگر حضور نے ننگ اختیار نہیں کیا تھا۔ لیکن یہاں یہ حال ہے کہ مرزا صاحب مزے لے کر فحش گالیاں دیتے ہیں اور گالیاں بھی ایسی کہ خدایا پناہ، بطور نمونہ غور کیجئے۔ فرماتے ہیں کہ میری کتابوں سے ہر ایک محبت رکھتا ہے اور میری تصدیق کرتا ہے ہاں حرامزادے میری تصدیق نہیں کرتے۔ (آئینہ کمالات) اے بدذات فرقہ مولویاں۔ (انجام ص۲۱) نکاح محمدی بیگم کے خوارق بہت جلد ظاہر ہوں گے اس دن ان احمقوں کیلئے جینا کیسا ہے؟ بندروں اور خنزیروں کی طرح ان کے منہ کالے ہوں گے اور ناک کٹ جائی گی۔ (ضمیمہ انجام ص۵۳) جب لوگوں نے کہا کہ آتھم کے متعلق الہام غلط نکلا تو جواب میں کہا کہ وہ (کمینے

والے) حرام زادے ہیں۔ (انوار الاسلام) ہمارے دشمن جنگلوں کے سؤر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں۔ (نجم الہدیٰ ص۱۰) **رئیس الدجالین عبد الحق غزنوی وسائر اتباعہ علیہم نعال۔ لعن اللّٰہ الف الف مرۃ۔** (انجام) محمد نذیر حسین دہلوی ابولہب نالائق ہے اور اس کا کمبخت شاگرد محمد حسین بٹالوی مفتری ہے۔ (مواہب الرحمٰن ص۱۲۷) مولوی سعد اللہ لدھیانوی فاسق، شیطان، خبیث، منحوس نطفۂ سفہاء، رنڈی کا بیٹا اور ولد الحرام ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴۰) پچھلے ورقوں میں حضرت مسیح کے متعلق سب وشتم اور توہین میں بھی مرزا صاحب نے ید طولیٰ حاصل کیا ہے اور جب آپ کا طرز کلام طنز آمیز و ذومعنی لفظ اور کنایات آگین ہی اس فہرست میں شامل کر لیا جائے تو کون ثابت کر سکتا ہے کہ ایسا شخص بروز محمدی تو کجا معمولی اعتدال کا بھی مالک ہوگا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کیا ثبوت تھا کہ یہ لوگ حرام زادے ہیں۔

۵۸..... دجال کے متعلق ''ازالہ'' میں لکھا ہے دجال معہود اقوام یورپین کا مورث اعلیٰ تھا اور علمائے سوء یا اقوام مغربی جو برسر اقبال ہیں اور یا پادری سب دجال لغوی طور پر ہیں اگر یہی اصول درست ہے' تو پھر کوئی شکایت نہیں کہ مرزائی یا مرزا صاحب بھی اس کا مصداق بن جائیں۔

۵۹..... عبداللہ آتھم ۲۷؍ جولائی ۱۸۹۶ء میں مدت مقررہ کے بعد اس لئے مرا کہ اس نے خوف کے مارے فحش گوئی چھوڑ دی تھی (تفہیمات ص۵۷۹) مرزا صاحب نے الوصیۃ میں لکھا تھا کہ میری موت قریب ہے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم نے یہ دیکھ کر پہلے لکھا تھا تین سال تک مرزا صاحب مریں گے۔ پھر لکھا جولائی ۱۹۰۷ء سے لے کر چودہ ماہ کے اندر مریں گے۔ پھر کہا کہ ۴؍ اگست ۱۹۰۸ء تک۔ یہ بھی لکھا کہ تاریخ موت ۲۱؍ ساون ۱۹۶۵ ہے۔ (پیسہ اخبار ۵ مئی ۱۹۰۸ء) بہر حال آتھم اور مرزا صاحب کی موت میں بالکل پوری مشابہت ہے اور جو عذر

آتھم کے متعلق ہیں وہی عذر مرزا صاحب کے متعلق بھی ہو سکتے ہیں۔

۶۰..... ''تفہیمات'' میں لکھا ہے کہ قطع وتین کی آیت میں یہ شرط ہے کہ مفتری مدعی مکالمہ الہیہ ہو، یہ جانتا ہو کہ اس کا مکالمہ خدا سے نہیں ہوتا، خدا کے وجود کا اقراری ہو اور اپنے دعویٰ کا اعلان بھی کرے۔ تب خدا کا عذاب اسے جھٹ دبا لیتا ہے ورنہ جن کا دماغ خراب ہو اور دماغی کمزوری سے یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ خدا ان سے باتیں کرتا ہے یا وہ خدا کے ہی منکر ہوں اور یا وہ اپنے دعویٰ کا اعلان نہ کریں تو ان تمام صورتوں میں ان پر ہلاکت کا آنا ضروری نہیں ہے مگر ہماری طرف سے ایک اور بھی شرط ایزاء ہو سکتی ہے کہ وہ تمام اقوال کو خدا پر افتراء نہ کرتا ہو بلکہ بعض اقوال کو خدا کی طرف سے منسوب کرتا ہو کیونکہ بعض الاقاویل کا لفظ بھی آیت میں مذکور ہے اب ان شرائط کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ایک غلطی کا ازالہ لکھ کر اعلان نبوت کیا ورنہ پہلے اپنے بیان کو مشتبہ ہی رکھتے تھے اس لئے اس آیت کی زد میں چند سال کے اندر ہی آ گئے اور اگر کہا جائے کہ آپ نے براہین کے زمانہ سے اعلان نبوت کیا تھا تو دماغی کمزوری کا سوال پیش ہو جاتا ہے اور پیغامی پارٹی افضل المرسلین مستقل نبی ماننے کو تیار نہیں ہے بہر حال یہ آیت مرزا صاحب کی تائید نہیں کرتی۔

۶۱.....ان عربی عبارتوں کی تفہیم میں جو تشریح کی گئی ہے، اس کو تحریف کہیں یا غلط؟

۱..... **انت منی بمنزلة اولادی کقوله** علیہ السلام **الخلق عیال اللّٰہ کقوله تعالٰی فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اباء کم** یعنی خدا کو باپ کہہ کر پکار سکتے ہو۔ (تفہیمات ص ۶۴)

۲..... **اسمع ولدی** (بشریٰ ۱،ص۴۹) **اللّٰہ امه مجازا** (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳) **اوالاصل اسمع واری** (الفضل ۹۰۹۶) ایسے لفظ اس لئے استعمال کئے گئے ہیں تاکہ عیسائیوں کو معلوم ہو جائے کہ ایک امتی حضرت مسیح سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۸۶)

۳..... **یریدون ان یروا طمثک لکن الطمث لیس فیک** (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳)

والمراد الخبث (اربعین ۳،ص۴۳) **اوحیض الباطن** (روح البیان ۲،ص۲۳۶) **مریم اذ ذاک** (تحفیمات ۲۵)

۴...... **انت من مائنا وهم من فشل**، یعنی تم اسلام پر قائم ہو اور وہ لوگ فاسق وفاجر اور بدمعاش ہیں۔ (حاشیہ انجام ص۵۶)

۵...... بروایت قاضی محمد یار یہ الہام **صار المرزا امراۃ فتغشاها اللّٰه** موضوع روایت ہے یا یوں مراد ہے کہ مریم کی طرح خدا نے نفخ روح عیسیٰ مجھ میں کیا اور استعارہ کے طور پر مجھے حمل ہو گیا۔ (کشتی نوح ص۴۷)

۶...... **فجاءه المخاض الی جذع النخلة ای جاء بی صعوبة التبلیغ الی اولاد المسلمین الذین لیس فیهم طراوة الایمان** (براہین ص۵۵۳)

جذع سے مراد نادان اور احمق مراد ہیں یا بیوقوف مولوی مراد ہیں جن میں ایمان نہیں ہے۔ (کشتی نوح)

۷...... حدیث میں ہے کہ امت محمدیہ میں بعض لوگ مریم کے مشابہ ہیں۔ اور سورہ تحریم میں یہ اشارہ ہے کہ ایک شخص مریم بنے گا تو اس میں عیسیٰ کی روح نفخ ہو گی تو عیسیٰ مریم سے پیدا ہو گا یعنی وہ خود ہی مریم ہونے کے بعد عیسیٰ بن جائے گا اور ابن مریم کہلائے گا۔ (خوب سوجھی) (کشتی نوح ص۴۵)

۸...... **رایتنی عین اللّٰه والقینت انی هو** (آئینہ ص۵۶۴) **قیل هو رویة المنام کقوله رایت ربی فی صورة شاب امرد قطط** (موضوعات کبیر ص۴۶) **لیس المراد ههنا الحلول بل ما اشیر الیه فی قرب النوافل** (آئینہ ص۵۶۶) **قال الاسی لیس لامراد منه دعویٰ الربوبیة هل العابد یصیر امعبود العبادته؟ وقیل المراد بعین اللّٰه رجوع الطل الی اصله** (آئینہ ص۵۶۴) جب طور کی آگ سے انا للّٰہ کی آوز

آسکتی ہے تو انسان سے کیوں نہیں آسکتی (صراط مستقیم ص۱۳) خدا صفت تکوین اپنے انبیاؤ اولیا کو دیتا ہے (فتوح الغیب مقالہ ۱۶،۱۰۰)

۹......﴿اِنِّیْ خَلَقْتُ السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ...... الخ﴾ بیوقوف مولوی کہتے ہیں کہ میں نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمین سے مراد مریدوں کے دل ہیں اور آسمان سے مراد ہمارے نشانات ہیں اور انسان سے مراد حقیقی انسان ہیں۔ (یعنی غیر احمدی انسان نہیں ہیں) ع

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی کوئی ہے روباہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

افسوس کہ لوگ اس تجلی الٰہی سے انکار کرتے ہیں۔ (کشتی نوح ص ۷)

۱۰......لوگ بدمعاش ہو جاتے ہیں اور معرفت الٰہی نہیں رہتی تو خدا اپنے پیارے کو **انا منک وانت منی** کہہ کر پکارتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص سچے دل سے میرا مرید ہو جائے گا، میں اسے خدا دکھا دوں گا۔ (الحکم)

وقیل معناہ انت مامور منی وانا ظاھر بتبلیغک (الحکم ۶،۴۰)

وقیل من اتباعی اذ من اتصالیۃ ای ھم متصلون بی (حاشیہ بخاری ۲،۶۲۹)

۱۱......**کان اللّٰہ نزل من السماء ای یظھر بہ الحق** (حقیقۃ الوحی ص۹۵)

۱۲......**نموت فی مکۃ او المدینۃ ای یحصل لی فتح کفتح مکۃ والمدینۃ** (میگزین ۶ جون ۱۹۰۶ء)

۱۳......**نرد علیک انوار الشباب ای یحصل لک قوہ بھا تخدم الدین** (تفہیمات)

۱۴......**اوحی الی اسقط من الہ واصیبہ** یعنی مبارک احمد بچپن میں ہی مر جائے گا۔ (تریاق القلوب ص ۴۰)

۱۵......الارض والسماء معک کما هو معی،ای یظهر قبولک فی الارض وتصدیقک فی السماء (براہین۶۱،۵)

۱۶......انما انت بمنزلة توحیدی وتفریدی ای ارید شهرتک کشهرتی (اربعین ۲۵،۳) فیه اشارة الی ان من لم یومن بالموز الم یومن بتوحید الله (تفہیمات ص/۱۹۰) جب خدا پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اپنا بروز بھیجتا ہے (تفہیمات ص۱۹۴)

۱۷...... الزلزلة لهارکة ظهرت،۴ا اپریل ۱۹۰۵ء (حقیقۃ الوحی ص۲۲۱) لا ترینی زلزلة الساعة (ریویو ۱۹۰۶ء) اشارة الی حرب اورو بالان الزلزلة قد تجئی بمعنی الشدائد والاهوال والالهام وجوه وبطون فیمکن ان یصدق بوجه اٰخر (ضمیمہ براهین۱۰۶،۵)

۱۸......سرک سری ظهورک ظهوری لولاک لما خلقت الافلاک ای الافلاک الروحانیة (حقیقۃ الوحی۹۹)

چونکہ آپ بروز محمدی تھے اس لئے یہ حدیث آپ کے حق میں صادق ہوئی۔

(تفہیمات ص/۱۹۵)

من رضیت عنه فانا راض عنه ومن غضب علیه غضبت علیه کقوله علیه السلام من عادی لی ولیا فقد عادیة (تفہیمات ص۱۹۷)

۱۹......رب سلطنی علی النار ای علی الطاعون، ان الذین یبایعونک، خاتم النبیین، مارمیت (تفہیمات ص۲۰۰)

۲۰......میں نے اپنی جماعت کے کاغذات پر خدا سے مہر تصدیق لگوائی۔خدا نے سرخی سے اس پر منظوری دی اور قلم چھڑکی تو کرتے پر چھینٹیں پڑیں۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۵۵) کقوله علیه السلام رایت الله فی ثوب اخضر (کتاب الاسماء والصفات ص۳۱۴) عبداللہ بن جلا کہتے ہیں

کہ ”میں نے مسجد نبوی میں خواب کے اندر حضور سے روٹی مانگی تو آپ نے دی۔ جاگا تو کچھ حصہ ابھی میرے ہاتھ میں تھا۔“ (منتخب الکلام فی تعبیر الکلام ابن سیرین)

ناظرین! یہ چند الہامات ہیں کہ جن کا جواب مرزائیوں کی طرف سے تشبث بالمحاکات کے ساتھ دیا گیا ہے۔ جو صرف مریدوں کیلئے ہی مفید پڑسکتا ہے ورنہ غیر احمدیوں کے نزدیک جب مرزا صاحب کی شخصیت ہی مخدوش تھی تو ایسے جوابات کیا حقیقت رکھیں گے؟ چھوٹا منہ بڑی بات۔ اور جو تاویلات پیش کی گئی ہیں وہ شطحیات میں داخل ہیں یا مردود روایات ہیں اس لئے جس مدعی نبوت کی بنیاد ایسی کمزور اور غلط عبارات پر ہوگی وہ راسخین فی العلم کے نزدیک کب قابل توجہ ہو سکتا ہے؟

۶۲ ...... تردید کلمہ فضل رحمانی میں ہے کہ مجسٹریٹ درجہ اول ”لدھیانہ“ نے ایک مقدمہ میں یوں فیصلہ دیا تھا کہ فضل احمد لدھیانوی ناقص التعلیم ہے۔ جیسا کہ اس کی غلط عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جو اس نے مرزا صاحب کے مقابلہ میں لکھی تھی اور اس پر اعراب صحیح نہیں لگا سکا اس میں بیشمار اغلاط ہیں۔ تحریر بتاریخ ۲۱ جنوری ۱۹۰۸ء۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ وہی مجسٹریت اگر عجز مرزا پر مطلع ہو جاتا ہے تو بعینہ یہی فیصلہ مرزا صاحب کے حق میں بھی دیتا جو مولوی فضل احمد کے حق میں دیا تھا؟ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اسی لیاقت کا ایک آدمی تو اس لئے نالائق سمجھا جائے کہ اس نے موجودہ قواعد کے اعراب کے رو سے غلطیاں کی تھیں اور دوسرا اس سے بڑھ کر غلطیاں کرتا ہے تو اس کو محض تقدس کی وجہ سے عربی کے شیکسپیر کا لقب دیا جاتا ہے!

۶۳ ...... مرزا صاحب اپنی ایک تحریر مضمون (اشتہار ایک عظیم الشان نشان کا پورا ہونا) میں کہتے ہیں کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے ۴ رفروری ۱۸۹۴ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی سے یہ اقرار نامہ لیا تھا کہ وہ کادیان (کاف) نہ لکھے گا، اور یہ بھی نہ لکھے گا کہ مرزا

دجال اور کذاب ہے اس پر مرزائی تعلیم میں مولوی صاحب کی ذلت کا ثبوت دیا گیا ہے مگر یہ خیال نہیں کیا کہ جس طرح مولوی صاحب سے دستخط لئے گئے تھے اسی اقرار نامہ پر اسی طرح مرزا صاحب سے بھی تو دستخط لئے گئے تھے کہ وہ بھی آئندہ ایسے الہام بند کر دیں گے کہ فلاں مر جائے گا یا فلاں شخص کافر ہے مگر افسوس کہ مرید ابھی تک یہ نہیں سمجھے کہ اگر ایسے الہام خدا کی طرف سے ہوتے تو مجسٹریٹ کو پہلے آ دبوچتے کیونکہ اس نے خدا کے خلاف جنگ کی تھی۔ باوجود اس کے پھر جواب دیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب پہلے ہی بند کر چکے تھے ہم پوچھتے ہیں کہ پھر مجسٹریٹ کے سامنے عذر کیوں نہیں کیا کہ ہم چونکہ الہام پہلے ہی بند کر چکے ہیں اس لیے ہم دستخط نہیں کر سکتے۔ بہر حال مخالفین مرزا کی فرضی ذلتوں کے مقابلہ میں یہ ایک ہی ایسی ذلت ہے کہ سونیار کے مقابلہ پر ایک ہی لوہار کی کافی ہو جاتی ہے۔

۶۴...... ''توضیح المرام'' میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ یہی تحقیق قریب قیاس ہے۔ بھلا یہ کون سا محاورہ ہے اگر دنیا میں آج مذہبی زبان سے پوری آشنائی رکھنے والے ہوتے تو جھٹ تاڑ جاتے کہ جس شخص کی یہ ذاتی قابلیت ہے وہ باریک مسائل میں کب حق بجانب ہو سکتا ہے مگر نئی روشنی کے دلدادہ یا نیم ملاصم، بکم، عمی، ہو کر ایسے سطحی خیالات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ جن کی اصلیت کرید نے بعد کچھ بھی نہیں رہتی۔

۶۵...... پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن العزیز، سالم، قاسم، اور مکول تھے۔

دوسری میں امام محمد بن ادریس شافعی اور احمد بن محمد بن حنبل شیبانی، یحییٰ بن عون غطفانی، اشہب بن عبد العزیز، ابو عمرہ مالکی، خلیفہ مامون، قاضی حسن بن زیاد حنفی، جنید بن محمد صوفی، سہل بن ابی سہل شافعی، حارث بن سعد بغدادی، احمد بن خالد خلال۔

تیسری میں قاضی احمد بن شریح شافعی بغدادی، ابو الحسن اشعری متکلم شافعی، ابو جعفر طحاوی حنفی، احمد بن شعیب، ابو عبد الرحمٰن نسائی، خلیفہ مقتدر باللہ عباسی، شبلی صوفی، عبید اللہ بن

حسین، ابوالحسن کرخی حنفی، امام بقی بن مخلد القرطبی، ابوالعباس احمد بن عمر بن شریح شافعی۔

چوتھی صدی میں امام ابوبکر باقلانی، خلیفہ قادر باللہ عباسی، ابوحامد اسفرائنی، حافظ ابونعیم، ابوبکر خوارزمی حنفی، محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، امام بیہقی، ابوطالب ولی اللہ صوفی صاحب قوۃ القلوب، حافظ احمد بن خطیب بغدادی، ابواسحق شیرازی، ابرہیم بن علی فقیہ محدث۔

پانچویں صدی میں محمد بن محمد ابوحامد غزالی، راعونی حنفی، خلیفہ مستظہر باللہ عباسی، عبداللہ بن محمد انصاری ہروی، ابوطاہر سلفی، محمد بن احمد شمس الدین حنفی۔

چھٹی صدی میں محمد عمر فخر الدین رازی، علی بن محمد فخر الدین بن کثیر، رافعی شافعی، یحیٰی بن حبش بن مبرک شہاب الدین سہروردی امام الطریقہ، یحیٰی بن اشرف محی الدین نووی، حافظ عبد الرحمٰن جوزی، شیخ عبدالقادر جیلانی۔

ساتویں صدی میں، تقی الدین بن دقیق السعید، شاہ مخدوم فخر الدین سندھی، خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن ابی بکر، عبداسد بن الیافعی شافعی، حافظ زین الدین عراقی شافعی قاضی صالح بن عمر بلقینی، علامہ ناصر الدین شاذلی۔

نویں صدی میں عبدالرحمٰن بن کمال الدین المعروف جلال الدین سیوطی، محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی، سید محمد جونپوری، امیر تیمور گورگانی۔

دسویں صدی ملا علی قاری، ابرطاہر گجراتی، علی بن حسام ہندی مکی۔

گیارہویں صدی میں سلطان عالمگیر آدم بنوری صوفی شیخ احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔

بارہویں صدی میں شاہ عبدالغنی محدث دہلوی۔

تیرہویں صدی میں شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر (دیکھو عسل مصفی ومجالس الابرار)

یہ فہرست مرزائیوں کے نزدیک مسلمہ ہے جسے پیش کر کے وہ پوچھا کرتے ہیں

کہ چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ مرزا صاحب ہی اس صدی کے مجدد ہیں اور کون ہوسکتا ہے؟ مگر سوال یہ ہے کہ کیا مجدد کیلئے دعویٰ تجدید بھی ضروری ہے؟ کسی مجدد نے کیا اپنے منکر کو کافر قرار دیا ہے؟ جس فہرست میں تیمور جیسے مجدد موجود ہوں اس میں اگر اس سے بہتر علمائے اسلام کا نام درج کیا جائے تو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی وغیرہم کا نام اپنے اپنے مریدوں کے نزدیک داخل ہوسکتا ہے اور اس وقت بھی ''حکیم الامۃ ومسیح الملیۃ'' بننے کے کئی ایک حق دار موجود ہیں۔ اسکے علاوہ یہ فہرست ظاہر کرتی ہے کہ ہر ایک صدی میں ایک سے زائد مجدد ہو گزرے ہیں جو اپنے اپنے دائرہ تاثیر میں تسلیم کئے گئے تھے۔ اس لئے کہ اس صدی میں بھی اگر اپنے اپنے حلقہ تاثیر کے اندر متعدد مجدد تسلیم کر لئے جائیں تو کوئی نقص پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیا مرزا صاحب اخیر دم تک اس دعویٰ پر قائم رہے۔ حالات بتلا رہے ہیں کہ آپ چند سال ہی چودھویں کے شروع ہونے سے پہلے مجدد بنے تھے۔ فوراً اس عہدہ سے ترقی پا کر مہدی مسیح اور افضل المرسلین کا درجہ حاصل کیا تھا اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک بھی موجودہ صدی مجدد سے خالی گزر رہی ہے۔ ہاں اگر تجدید کا معنی ترمیم اسلام ہو تو ضرور ماننا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب بیں صدی کے مجدد اعظم تھے۔ بشرطیکہ ''بہائی مذہب'' کے پیرو معترض نہ ہوں کہ حضرت بہاؤ اللہ نے سب سے پہلے اسلام ترمیم کیا تھا۔

۶۶...... یہ کس کے عقائد ہوسکتے ہیں کہ مرزا صاحب اس لئے مسیح موعود ہو کر آئے تھے کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتاریں (عرفان الٰہی، تقدیر الٰہی)، قادیان کا جلسہ حج کی طرح ہے۔ (برکات خلافت ۵) قادیان ام القریٰ (مکہ معظمہ ہے) اب اس کی چھاتیوں میں دودھ ہے اور مکہ مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو گیا ہے۔ (حقیقۃ رؤیا ۴۶) دنیا میں

نماز، روزہ، قرآن اور محمد ﷺ موجود تو تھے مگر ان میں روح موجود نہ تھی۔ (خطبہ الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۳۰ء) مرزا صاحب کا ذہنی ارتقاء حضور ﷺ سے زیادہ تھا۔ (ریویو ۱۹۲۹ء) جو شخص میری گردن پر تلوار رکھ کر یہ اقرار کرے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے۔ (انوار خلافت) جو شخص بیعت مرزائیہ میں داخل نہیں وہ کافر ہے۔ (آئینہ صداقت ۳۵)

۶۷...... منصب رسالت کو ایسا گرا دیا ہے کہ عبداللطیف گناچوری اور احمد نور افغانی بھی مدعی ہیں کہ ہم بھی نبوت کی کھڑکی سے گزر آئے ہیں۔ اور مولوی غلام رسول نے جواب مباہلہ نمبر ۲ میں مرزا محمود صاحب کو "فخر المرسلین" کا لقب دیا ہے۔ اور پاکٹ بک قادیانیہ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اب قادیان میں ہی نبوت جلوہ گر ہوا کرے گی اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس وقت مسلمان صرف ایک لاکھ ہیں یا اس سے بھی کم ہیں اور کسی سیاسی استحقاق میں اپنے آپ کو پیش نہیں کر سکتے۔

۶۸...... مرہم عیسیٰ علیہ السلام سے وفات مسیح ثابت کی جاتی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ "شراب الصالحین" کے مرکب سے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ سلف الصالحین بھی شراب پیا کرتے تھے۔ ایارجات پر نظر ڈال کر یہ بھی ثابت نہیں کیا گیا کہ خدا بھی کسی وقت بیمار تھا اور اتنا بھی نہیں لکھا کہ دہلی میں بھی ایک مسیح ہو گزرا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے تمام الفاظ مبالغہ اور عزت افزائی کے طور پر تجویز کئے گئے ہیں ورنہ ان کی صحت میں کوئی مذہبی نکتہ مضمر نہیں ہے۔

۶۹...... "تفہیمات" میں ہے کہ چالیس دجال مرزا صاحب سے پہلے ختم ہو چکے تھے مگر شرح بخاری میں یوں تصریح موجود ہے کہ ستر یا چالیس دجال وہ ہیں کہ جن کو ملکی اقتدار حاصل ہونا مراد ہے ورنہ رعیت اور تقدس کے شکار غیر محدود ہیں۔ (مزید تشریح کیلئے دیکھو بحث حیات المسیح و ختم نبوت)

۷۰...... یہ کہاں تک قرین قیاس ہے کہ غیر احمدی اگر حیات مسیح پیش کرتے ہیں تو قانون قدرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے اور تخول سے اڑایا جاتا ہے مگر جب خود قانون قدرت کو وسیع

کرتے ہیں تو یوں لکھتے ہیں کہ باپ کی چھاتیوں سے دودھ جاری ہوا اور اس کے بچے نے چوس کر نشوونما پائی۔ ایک بکرا روزانہ ڈیڑھ سیر دودھ دیا کرتا تھا اور ایک بیمار کو اپنی ایڑی سے پاخانہ آتا تھا۔ (سرمہ چشم آریہ ص ۳۱) ایک کا پھوڑا چیرا گیا تو اس سے دو بچے نکلے اور ایک آدمی کے پیٹ کا آپریشن کیا گیا تو ایک بچہ نکلا۔ (الفضل ج ۱۰ ص ۲۹، ج ۴ نمبر ۳۰) ایک مرغی کے ۳۲ دانت تھے۔ (بدر) اور ایک درخت پر روٹیاں لگتی ہیں۔ (فاروق) الزامی طور پر اگر یوں لکھا گیا ہے تو صداقت کے خلاف ہے لیکن اس قول میں کوئی تاویل نہیں چلتی کہ مسیح ناصری نے اگر گہوارے میں ایک دفعہ کلام کیا تھا تو مسیح محمدی یعنی مرزا صاحب کے بیٹے نے شکم مادر میں ہی دو دفعہ کلام کیا تھا۔ دیکھو (تریاق ص ۴۱) کیا اس میں خلیفہ محمود صاحب کو بھی حضرت مسیح سے برتر نہیں بتایا گیا۔ کیا اسلام میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور مصیبت آنے والی ہے کہ ایک ادنیٰ ہستی اعلیٰ ہستی سے بڑھ کر قدم مارتی ہے۔

۷۱.....اگر ''خاتم النبیین'' کا یہ معنی ہے کہ صرف نبوت محمدی جاری رہے گی تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خاندان مغلیہ میں سے صرف مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم کے گھر ہی اولاد تھی باقی سب بے اولاد تھے یا کم از کم یوں کہنا پڑے گا کہ مرزا غلام احمد صاحب کی اولاد چلے گی۔ دوسرے بھائیوں کا سلسلہ اولاد بند ہو جائے گا کیونکہ تریاق القلوب، ص ۱۵۷ میں ہے کہ مرزا صاحب خاتم الاولاد ہیں یعنی والدین کے گھر آپ کے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ لفظ خاتم بمعنی آخر ہے۔

''تم الکتاب (الجزء الاول)

بفضلہ تعالیٰ وھو حسبی ونعم الوکیل''